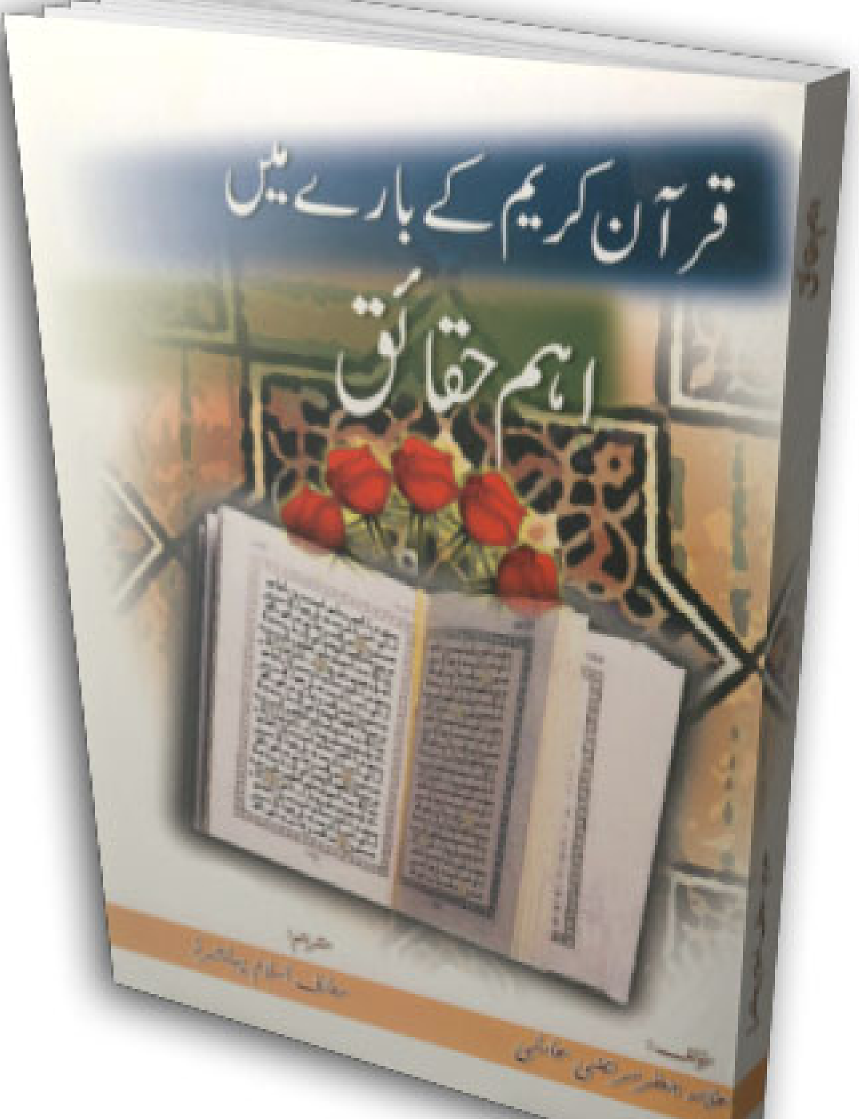

Presented by www.ziaraat.com

فہرست موضوعات

۱) حرفِ آغاز ۵

۲) پیش لفظ ۷

۳) پہلا حصہ، تین بنیادی فصلیں ۹

۴) پہلی فصل، روایات اور دعوے ۱۰

۵) دوسری فصل، افکار و نظریات ۱۴

تحریف کی روایات اور کتب اہل سنت ۱۴

شیعہ کتابوں میں تحریف والی روایات ۱۵

تحریف والی روایات کے مقابل میں شیعہ اور اہل سنت کا موقف ۱۶

روایت کو نقل کرنا، اس کے مضمون پر عقیدے کی دلیل نہیں ہے ۱۶

تعصب اور بہتان ۱۷

تحریف کے باب میں شیعہ کا نظریہ ۱۸

Presented by www.ziaraat.com

ایک ناروا تہمت ۱۹
ایک گھٹیا طریقہ ۲۰
ایک فریب خوردہ محدث ۲۱
ابو زھرہ اور کلینی ۲۲
روایات تحریف کے مقابلے میں علماء کے موقف کا خلاصہ ۲۴
ابن شاذان کے موقف کے دو گواہ ۲۵
مذکورہ بالا نمونوں اور موارد سے دو مطلب سمجھے جا سکتے ہیں ۲۶
شیعہ اور اہل سنت کی روایات کے درمیان ایک موازنہ ۲۶
قابل تعریف کوشش ۲۸

تیسری فصل، ہم قرآن کی حفاظت کرنے والے ہیں ۳۰

متعصب یا منصف ۳۰
پہلی دلیل ۳۱
غلط اعتراضات ۳۱
دوسری دلیل، دقت نظر اور تحقیق ۳۳
تیسری دلیل، حفظ قرآن پر اہتمام ۳۵
چوتھی دلیل، حدیث کو کتاب پر پرکھنے والی روایات اور دوسری احادیث ۳۵
پانچویں دلیل، تاریخی حقیقت ۳۷
تحریف کی دلیلیں ناکافی ہیں ۴۰
تحریف کا پروپیگنڈا کرنے کی سیاست ۴۲
اہل قرآن کون ہیں ۴۴
موقع پرست اہل بیت کے پیروکار نہیں ہیں ۴۴
قرآن کا دفاع، نہ کہ حکمران کا دفاع ۴۵
قرآن میں واقع ہونے والی تحریف ۴۵
ضروری بحثیں ۴۹

Presented by www.ziaraat.com

دوسرا حصہ، قرآن، مصحف ۵۰

پہلی فصل، قرآن کے جمع کیے جانے کی تاریخ ۵۱

پیغمبرؐ کے زمانے میں قرآن کے جمع کیے جانے کے بارے میں نظریات ۵۱
تین مطالب کا ذکر ضروری ہے ۵۲
پہلا مطلب، قرآن کے بارے میں اہتمام ۵۳
دوسرا مطلب، قرآن کا پیش کیا جانا ۵۸
تیسرا مطلب، پیغمبر اکرمؐ کے زمانے میں ختم قرآن ۵۹
شواہد اور دلیلیں ۶۳
پہلی دلیل، حکمت بالغہ ۶۳
دوسری دلیل، تاریخی حقیقت ۶۴
صورت حال واضح کرنے والے نکات ۶۶
تیسری دلیل، مجھ سے قرآن کے علاوہ کچھ نہ لکھو ۶۷
چوتھی دلیل، قرآن کا رسول خداؐ کے پاس جمع ہونا ۶۸
پانچویں دلیل، حدیث ثقلین ۶۸
چھٹی دلیل، رسول خداؐ سے باقی رہنے والا مصحف ۶۹
ساتویں دلیل، قرآن اسلام کی بنیاد ۶۹
آٹھویں دلیل، پیغمبرؐ کے زمانے کے مصاحف ۷۰
پیغمبر اکرمؐ نے بعض کو مصحف دیا ۷۴
نویں دلیل، عہد رسول اکرمؐ میں قرآن کی کتابت کا رواج ۷۵
دسویں دلیل، وہ افراد جنہوں نے پیغمبرؐ کے زمانے میں قرآن جمع کیا ۷۶
زمانہ پیغمبرؐ میں قرآن جمع کرنے والے ۷۸
بحث کی تکمیل ۸۳
پہلا مطلب، یہ دعویٰ کہ "جمع" حفظ کرنے کے معنی میں ہے ۷۸
دوسرا مطلب، قاریوں کو معین عدد میں منحصر کرنا صحیح نہیں ہے ۸۸
تیسرا مطلب، اپنی تعریف آپ اور سیاست ۸۹
چوتھا مطلب، قرآن پر لفظ "کتاب" بولا جانا ۹۱

Presented by www.ziaraat.com

دوسری فصل، خلفاء کے ذریعے قرآن کے جمع کیے جانے کی تاریخی حقیقت ۹۲

بلاذری، ابن شاذان اور قرآن جمع کیے جانے سے متعلق روایات ۹۳

خلفاء کے زمانے میں قرآن کے جمع کرنے کی حدیث ۹۴

ہم اور یہ روایت ۹۵

زید کے ذریعے قرآن کے جمع کیے جانے کے بعد اصحاب کے مصاحف ۱۰۰

حضرت عائشہ اور قرآن کا جمع کیا جانا ۱۰۱

عثمانی مصحف کی مخالفت ۱۰۲

حجاج ابن یوسف اور قرآت عثمان کا پھیلنا ۱۰۳

سب سے پہلا قرآن کا نام رکھنے اور جمع کرنے والا ۱۰۵

سابقہ گفتگو پر اعتراض ۱۰۸

مصحف حضرت ابو بکر کی کیا خصوصیات تھیں ۱۰۹

ایک ناکام سمجھوتہ ۱۱۱

نئے سرے سے قرآن جمع کرنے کے لیے کمزور توجیہیں ۱۱۳

زید کے ذریعے قرآن کی جمع آوری کا پس پردہ راز ۱۱۶

زیرکانہ چالبازی ۱۱۸

زید ابن ثابت کا سیاسی مکتب ۱۲۰

رافعی کی بات پر اعتراض ۱۲۳

تیسری فصل، آیات کا نزول اور ترتیب ۱۲۶

قرآن کی سورتوں کا تدریجی نزول ۱۲۷

نزول آیات کے لحاظ سے قرآن کی ترتیب ۱۳۱

موجودہ قرآن کی سورتوں کی ترتیب ۱۳۱

موجودہ قرآن کی آیات کی ترتیب ۱۳۲

قرآن کے جمع کرنے میں صحابہ کا تصرف ۱۳۳

اس بارے میں آخری بات ۱۳۵

چوتھی فصل، مصحف علی علیہ السلام ۱۳۶

Presented by www.ziaraat.com

قرآن کی حضرت علیؑ کے ذریعے جمع آوری ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۳۷
مصحف علیؑ کہاں پر ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۴۳
مصحف علیؑ کی خصوصیات ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۴۳
دو ضروری وضاحتیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۴۴
پیغمبرؐ کے حکم سے لکھا ہوا قرآن خلفا تک نہیں پہنچا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۴۵
تنزیل سے کیا مراد ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۴۵
اگر قرآن اس طرح پڑھا جاتا جیسے نازل ہوا تھا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۵۰
قرآن کو تنزیل کے مطابق پڑھنے سے آئمہؑ کا روکنا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۵۱
مصحف فاطمہ سلام اللہ علیہا اور مصحف حضرت عائشہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۵۲
عاصمؒ کی قرأت وہی حضرت علیؑ اور پیغمبرؐ کی قرأت ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۵۳

تیسرا حصہ، قرآن کا رسم الخط اور قرآآت قرآن ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۵۶

پہلی فصل، قرآآت اور حروف سبعہ (سات حروف) ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۵۷

مختلف اور شاذ قرآتیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۵۷
سات حروف پر قرآن کے نزول کا دعویٰ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۵۸
سات معنوی حروف ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۶۰
بے فائدہ توجیہیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۶۳
چھ حرف (لہجہ) کا نسخ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۶۷

دوسری فصل، قرآن کا رسم الخط، تہمت کے قید خانے میں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۷۰

پڑھنے کی غلطی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۷۱
غلط پڑھنے اور اختلاف کا ابتدائی زمانے تک پھیلے ہوئے ہونا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۷۱
حضرت عثمان کا لوگوں کو ایک قرآن پر اکٹھے کرنا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۷۲
حضرت علیؑ کا حضرت عثمان کے اس کام کی تائید کرنا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۷۳
اصل مطلب کی طرف رجوع، قرآنی رسم الخط اور اسکی خصوصیات ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۷۴
الفاظ پر اعراب کا نہ ہونا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۷۶

Presented by www.ziaraat.com

نقطوں کا نہ ہونا ۱۷۹
قرآن کے رسم الخط میں پائے جانے والے فرق ۱۸۲
واضح و روشن نمونے ۱۸۵
مصحف عثمان میں سہوی غلطیاں ۱۸۹
مصاحف کا تقابل اور تصحیح کرنے والی کمیٹی ۱۹۱
مصاحف عثمان کا ایک دوسرے سے اختلاف ۱۹۳
نسخہ برداری اور قرآت میں سہو خطا ۱۹۶
واضح اور روشن نمونے ۱۹۹
عمدی تحریف (جان بوجھ کر تحریف کرنا) ۲۰۳
کیا حضرت عثمان نے قرآتوں کو مصاحف پر متفرق کیا ۲۰۳

تیسری فصل، عمدی دست اندازیاں یا سستی و کاہلی کا مظاہرہ ۲۰۶

وہ قرآتیں جو رسم الخط کے موافق یا مخالف ہیں ۲۰۶
ابن شنبوذ کی قرآتوں کے نمونے ۲۰۹
قرآتوں میں کمی و کاستی ۲۱۰
قوہ سامعہ کی غلطی ۲۱۵
کند ذہن حافظ اور بدبخت عالم ۲۱۶
لہجوں کا اختلاف ۲۱۷

چوتھی فصل، مزجی اور مترادف کے ساتھ تفسیر ۲۲۱

وہ اضافے جو آیات کی تفسیر میں آتے ہیں ۲۲۱
اس بارے میں کچھ اور روایات ۲۲۹
قرآن میں حضرت علی کا نام ۲۳۲
ایک نامکمل دلیل ۲۳۶
ایک فضول نظریہ ۲۳۷
الفاظ کو ان کے مترادف کے ساتھ بدلنا ۲۳۸
کلمات کے بدلنے کے نمونے ۲۴۰

کلی حکم، اس طرح پڑھو جیسا تمہیں سکھلایا گیا ہے ۲۴۳

روایت کے بارے میں وضاحت ۲۴۶

ایک اور وضاحت ۲۴۷

پانچویں فصل، اجتہادات اور نظریات ۲۵۳

قاریوں کی قرآت کی جانچ پڑتال ۲۵۳

باطل اجتہادات ۲۵۵

اعرابی غلطیوں کے نمونے ۲۵۷

اس قسم کی اور غلطیاں ۲۵۹

معنی اور اعراب میں کچھ اور غلط اجتہادات ۲۶۱

کلامی نظریات کی توجیہ کے لیے آیات کا استعمال ۲۶۸

قرآتوں کی دلیل کیا ہے ۲۶۹

ہماری آخری بات ۲۷۶

آیا قرآتیں توقیفی (پیغمبر کی طرف سے بیان پر موقوف) ہیں؟ ۲۷۷

قرآتوں کا قبول کرنا تحریف کا قبول کرنا ہے ۲۷۹

قرآن کے تیس ہزار قاری صفین میں موجود تھے ۲۸۰

ہمارے زمانے کے قاری ۲۸۱

چوتھا حصہ، توجیہیں اور ان کی دلیلیں ۲۸۳

پہلی فصل، نسخ تلاوت کا سراب ۲۸۴

وہ آیات جن کی تلاوت منسوخ ہو گئی ۲۸۴

نسخ تلاوت اور قرآن کی جمع آوری ۲۸۴

نسخ تلاوت کی دلیلیں ۲۸۵

مذکورہ بالا دلیلوں کے جوابات ۲۸۷

ابراہیم اور موسیٰ کے صحف (صحیفے) ۲۹۶

تلاوت کا نسخ ہونا ہماری مشکل حل نہیں کرتا ۲۹۷

Presented by www.ziaraat.com

پیغمبرکی وفات کے بعد نسخ ۲۹۸
سنت کے ذریعے قرآن کا منسوخ ہونا ۳۰۰
ابوبکر رازی کی نظر میں نسخ تلاوت ۳۰۰
دوسری فصل، نسخ تلاوت، افکار و روایات کے آئینے میں ۳۰۲
خلع اور حفد کے نام کی دو سورتیں ۳۰۵
اندر سے نقب ۳۰۸
آیہ رضاع ۳۰۹
حضرت عائشہ کی بکری اور صحیفہ ۳۱۲
رضاع کبیر (بڑوں کو دودھ پلانا) ۳۱۵
ایک پالتو جانور کا واقعہ صحیح ہے ۳۲۰
سورہ احزاب سورہ بقرہ کے برابر تھی ۳۲۱
حضرت عمر ابن خطاب کی نظر میں آیہ رجم ۳۲۳
ایک معقول احتمال ۳۲۹
تورات میں بوڑھوں کے رجم کی آیات ۳۳۰
وہ آیات جو نازل ہوئیں اور پھر منسوخ ہو گئیں ۳۳۱
بھولی ہوئی سورت ۳۳۳
پہلی صفوں کے نمازیوں پر درود وسلام ۳۳۵
آیہ جہاد ۳۳۶
"الولایۃ" نام کی خیالی سورہ ۳۳۷
الولد للفراش (بچہ صاحب بستر کا ہے) ۳۳۸
امام بلاغی ایک محقق اور ایک نقاد ۳۳۹
آیہ رجم ۳۴۳
سورہ "خلع" کے بارے میں بلاغی کا نظریہ ۳۴۵
سورۂ "حفد" کے بارے میں علامہ بلاغی کا نظریہ ۳۴۶
آیت ولایت کے بارے میں مرحوم بلاغی کا نظریہ ۳۴۶

تیسری فصل، غلط روایات اور نظریات

تیسری فصل، غلط روایات اور نظریات ۳۴۹

قرآن کی آیات اور حروف کی تعداد ۳۴۹

کیا پیغمبرؐ قرآن کو بھول سکتے ہیں ۳۵۱

ابن مسعود اور معوذتین ۳۵۵

معوذتین کے منکر کو کافر ٹھہرانا ۳۵۸

ایک ناکام کوشش ۳۵۸

سورۃ حمد ابن مسعود کے مصحف میں نہیں ہے ۳۵۹

ابن مسعود کے سلسلے میں تہمت پر اتنا اصرار کیوں ۳۶۰

''بسم اللہ'' قرآن سے نہیں ہے ۳۶۱

کیوں اور کب ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' حذف ہوئی؟ ۳۶۸

کیا حروف مقطعہ سورتوں کا نام ہیں؟ ۳۶۸

چوتھی فصل، نتیجہ اور حرف آخر ۳۷۰

گذشتہ پر ایک نظر ۳۷۰

اہل سنت کی روایات سے محدث نوری دھوکا کھا گئے ۳۷۱

ان کی دلیلوں کا خلاصہ اور ان کا جواب ۳۷۱

روایات کی جمع بندی ۳۷۵

آخری بات ۳۷۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وصلی اللہ علی محمد و آلہ

الطاہرین ولعنۃ اللہ علی اعدائہم اجمعین

ان ہذا القرآن یہدی للتی ہی اقوم (الاسراء ۹)

حرف آغاز

بعثت نبوی ؐ کے ابتدائی ایام سے ہی قرآن کا چراغ ہدایت جزیرۃ العرب کے تاریک و سیاہ خطے میں نمودار ہوا۔ مشکلات کے فراز و نشیب کے باوجود رسالت محمدی کی تابناک شعاعوں نے اقوام و جغرافیہ کی تخصیص و امتیاز کے بغیر مختلف میدانوں میں ہر روز فتح و کامرانی کے جھنڈے گاڑے۔ انسانوں کو اللہ کے صراط مستقیم کی طرف ہدایت ہوتی رہی اسطرح کہ انتہائی قلیل مدت میں عظیم اسلامی امت تشکیل پا گئی۔

قرآن کریم آج بھی قلوب کی چوٹیوں پر چمکتا ہوا نظر آ رہا ہے آج بشریت زمانہ قدیم کی جاہلیت کی پر پیچ راہوں سے تھک چکی ہے اور جدید تمدن کے پر فریب دوراہے سے مضطرب و پریشان حال ہے۔ ایسے حالات میں قرآن حکیم آسمانی صحیفوں اور کتابوں میں خاتم کتب کی حیثیت سے اپنے پر و بال پھیلائے بشریت کو صداقت اور راستی و رستگاری کی طرف دعوت دے رہا ہے۔ قرآن "ثقل اکبر" کی نورانی شعاعیں ظلمتوں کے خاتمے کا باعث اور آزادی و حریت کا پیغام دینے والی ہیں۔

گذشتہ چودہ صدیوں میں اس نورانی کتاب کے خلاف پس پردہ حیلہ، مکر و فریب اور سازشوں کے جال پھیلائے گئے۔ اس کی مثال ایسے ہے جیسے سیمرغ کے پیچھے مکھیاں بھاگتی رہیں۔ لیکن ہمیشہ ان لوگوں پر اس آیہ کریمہ کا مفہوم صادق آتا رہا۔

"ان کید الشیطان کان ضعیفا" (النساء ۷۶)

یقیناً شیطان کا مکر و فریب بہت ہی کمزور ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

ان سازشوں میں سے ایک "تحریف قرآن" کا انتہائی قدیم مسئلہ ہے اور اسکو بارہا آزما چکے ہیں لیکن ایک دفعہ پھر اذہان کی پراکندگی اور تشویق خاطر کے لئے اس مسئلے سے دامن گیر ہوئے ہیں۔

البتہ علماء کی ایک کثیر تعداد ایسی رہی ہے جو ان امور سے غافل نہیں رہی اور انہوں نے ہمیشہ ایسے مسائل کا دفاع اور جواب دیا ہے علماء کی ان شبانہ روز کوششوں کے گراں قدر اثرات ونتائج سے آج خاص وعام بہرہ مند ہیں۔

جناب حجۃ الاسلام والمسلمین حضرت علامہ سید جعفر مرتضیٰ آملی (دامت عزہ) کی انتہائی قابل ستائش اور مفید کتاب "قرآن کریم کے بارے میں اہم حقائق" انہی قیمتی آثار میں سے ہے۔ یہ کتاب علمی مجالس ومحافل کے لئے زینت بخش ہے۔ اس کتاب کی مندرجہ ذیل خصوصیات ہیں۔

الف: دلیل وبرہان کا ایسا طریقہ کار اختیار کیا گیا ہے جس میں پیچیدگی اور اضافات نہیں ہیں اور نہ ہی یہ طریقہ ملال آور ہے۔

ب: اسکا فارسی ترجمہ انتہائی فاضل شخصیت جناب حجۃ الاسلام والمسلمین سید حسن اسلامی نے کیا ہے۔ اس ترجمے نے مطالب کی فصاحت وبلاغت کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔

ج: اس کتاب کے صفحات پر غور وتدبر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ "تحریف قرآن کریم" کے مسئلے پر فاضل مصنف نے اس موضوع کو مختلف زاویوں سے مورد بحث و تحقیق قرار دیا ہے اور مختلف نظریات پر انتہائی جامع، مفید اور کامل روشنی ڈالی ہے۔

"معارف اسلام پبلشرز" فقیہ دوران، حوزہ علمیہ قم کے استاد معظم حضرت آیت اللہ طاہری خرم آبادی (دامت برکاتہ) کی زیر نظر کام کر رہا ہے اس موسسہ کی جانب سے ابھی تک اسلامی علوم ومعارف کے حوالے سے مختلف اخلاقی، تفسیری، حدیثی، تاریخ اسلام، اسلامی تربیت، عقائد اور دیگر معارف کے موضوعات پر کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ ہم امید کرتے ہیں کہ اردو زبان میں بھی اس کتاب کا ترجمہ عام لوگوں کے ساتھ ساتھ محققین کے لئے باعث استفادہ ہوگا اسی طرح یہ کتاب حضرت ولی عصر بقیۃ اللہ الاعظم، امام زمانہ (سلام اللہ علیہ) کی بارگاہ اقدس میں مقبول و منظور ہوگی۔

بمنہ و کرمہ

معارف اسلام پبلشرز

Presented by www.ziaraat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ رب العالمین و الصلوٰۃ علی محمد و آلہ الطاہرین

و اصحابہ الاخیار المنتجبین واللعنۃ علی اعدائہم

اجمعین من الاولین و الآخرین الی

قیام یوم الدین۔

پیش لفظ

اس کتاب کا اصلی موضوع مسئلہ تحریف کا ایک دقیق تجزیہ و تحلیل کرنا ہے۔ لیکن ضرورت کے لحاظ سے دوسری بحثیں بھی ذکر کی جائیں گی تا کہ اصلی موضوع واضح ہو سکے۔

دوسری بحثیں جو اس کتاب میں ذکر ہونگی یہ ہیں۔

الف۔ قرآن کی جمع آوری۔

ب۔ قرآن کا سات حروف پہ نزول۔

ج۔ منسوخ التلاوۃ آیات۔

د۔ وہ روایات جو کچھ عبارتوں کو قرآن کی طرف نسبت دیتی ہیں حالانکہ وہ عبارتیں قرآن سے نہیں ہیں اور قرآنی اسلوب سے کوسوں دور ہیں۔

ھ۔ لہجوں کا اختلاف۔

Presented by www.ziaraat.com

جب ہم "الصحیح من سیرۃ النبی الاعظم"[1] کی تصنیف میں مصروف تھے تو ہم نے "بئر معونہ" کے شہداء کے بارے میں آنے والی ایسی روایات دیکھیں جو قرآن کی طرف کچھ آیات کی نسبت دیتی ہیں جو "بئر معونہ" کے شہیدوں کے بارے میں نازل ہوئیں جبکہ یہ دعوی کی گئی آیات قرآن میں موجود نہیں ہیں لہذا ہم نے اس معاملے کی وضاحت کی خاطر کچھ مطالب لکھنے کا سوچا تاکہ انہیں اس سیرت والی کتاب کے ساتھ ضمیمہ کر دیں۔ لیکن لکھتے وقت ان صفحات کی تعداد سینکڑوں تک پہنچ گئی تو ہم نے سوچا بہتر ہے کہ ان صفحات کو مستقل کتاب کی شکل دے دی جائے جو آپ کے ہاتھوں میں موجود ہے البتہ ہم نے پوری کوشش کی ہے کہ یہ ایک مکمل اور مفید کتاب کی صورت پیدا کر سکے۔

آب دریا را اگر نتوان کشید   ہم بہ قدر تشنگی باید چشید

بہر حال ہم سمجھتے ہیں کہ ان بحثوں میں پڑنے اور تفصیلی مطالب بیان کرنے کے لیئے یہ کتاب بہترین مقدمہ ثابت ہوگی۔

خداوند عالم ہی توفیق دینے والا، مدد کرنے والا اور ہدایت کرنے والا ہے۔

جعفر مرتضیٰ عاملی

قم ۲۹، شوال ۱۴۰۷ ھ ق

---

(۱) اس کتاب کا اردو ترجمہ معارف اسلام پبلشرز کی طرف سے شائع ہوکر منظر عام پر آچکا ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

پہلا حصّہ:

تین بنیادی فصلیں

۱_ روایات اور دعوے

۲_ افکار و نظریات

۳_ ہم قرآن کی حفاظت کرنے والے ہیں

Presented by www.ziaraat.com

پہلی فصل

روایات اور دعوے

تحریف قرآن کے بارے میں گفتگو کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ان نمونوں کو بیان کریں جن کے بارے میں یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ وہ تحریف پردلالت کرتے ہیں اورہم جلدی آنے والے صفحات میں یہ کام کریں گے۔

لیکن اس مطلب کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے کہ آپ ان نام نہاد روایات کو کتاب میں جابجا پائیں گے یہاں صرف چند نمونے بیان کرکے مسئلہ کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالنے پر اکتفاء کریں گے تاکہ خود قارئین عبارتوں ، افکار ، تجزیوں اور شواہد کو تلاش کرلیں تاکہ یہ کتاب حق و حقیقت کے آشکار ہونے اور اسے پانے کے لئے کسی حد تک مدد و معاون ثابت ہوسکے۔

واضح اور روشن نمونے :

١۔ فضل ابن شاذان سے روایت ہے : "و رويتم ان السورة لم يكن كانت مثل سورة البقرة قبل ان يضيع منها ما ضاع وانما بقي في ايدينا منها ثمان آيات اوتسع آيات" (١)

---

(١) الایضاح ص ٢٢١ ، ٢٢٢ ۔

Presented by www.ziaraat.com

" آپ کے لئے روایت ہوئی ہے کہ ایک سورہ جواب موجود نہیں ہے سورۂ بقرہ کے برابر تھی اس کے ضائع ہونے سے پہلے (یہ سورہ بقرہ کے برابر تھی) اور اب صرف آٹھ یا نو آیتیں اسکی ہمارے پاس موجود ہیں "

۲ ۔ مالک سورۂ برائت کے بارے میں کہتا ہے " جب سورہ کا ابتدائی حصہ ساقط ہوگیا تو اس کے ہمراہ " بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم " بھی ساقط ہوگئی اور ثابت ہوچکا ہے کہ سورۂ برائت سورۂ بقرہ کے برابر تھی " (۱)

نیز حذیفہ سورۂ برائت کے بارے میں کہتے ہیں " ماتقرء ون ربعها " اور دوسری روایت کے مطابق " الا ثلثها " ہے (۲) یعنی اس سورہ کا تم ایک چوتھائی بھی نہیں پڑھتے ہو یا اس کا صرف ایک تہائی پڑھتے ہو۔

۳ ۔ ابن عمر سے منقول ہے کہ " ليقولن احدكم قد اخذت القرآن كله ومايدريه ما كله قد ذهب منه قرآن كثير ولكن ليقل منه قد اخذت منه ما ظهر " (۳) " تم میں سے ایسے لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم نے پورا قرآن پڑھ لیا حالانکہ انہیں معلوم نہیں پورا قرآن کتنا ہے؟ یقیناً قرآن کی بہت سی آیات ضائع ہوچکی ہیں لیکن صحیح یہ ہے کہ کہیں جو کچھ قرآن سے ظاہر ہے اسے ہم نے پڑھ لیا ہے "

---

(۱) ان اولها لما سقط سقط معه البسملة فقد ثبت انها كانت تعدل سورة البقرة " الاتقان ج ۱ / ص ۶۵ ، البرہان زرکشی ج ۱ / ص ۲۶۳ ، الایضاح ابن شاذان ص ۲۱۲ ، ۲۱۳۔

(۲) مجمع الزوائد ج ۷ / ص ۲۸ طبرانی سے الاوسط میں نقل کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں، مستدرک حاکم ج ۲ / ص ۳۳۱ ، الدر المنثور ج ۳ / ص ۲۰۸ ، طبرانی حاکم ابن ابی شیبہ ، ابی الشیخ اور ابن مردویہ سے منقول، الاتقان ج ۲ / ص ۲۶ آکذوبہ تحریف القرآن ص ۳۰ ، روح المعانی ج ۱ / ص ۲۴ اور مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ / ص ۵۰۹ سے منقول۔

(۳) الاتقان ج ۲ / ص ۲۵ ، ۱۱۰۲۵ البیان ص ۲۲۱ منقول از الدر المنثور ج ۱ / ص ۱۰۶ ابن الضریس ، ابی عبید اور المصاحف میں ابن الانباری سے منقول ، مناهل العرفان ج ۱ / ص ۲۷۹۔

Presented by www.ziaraat.com

۴۔ ثوری سے منقول ہے " بلغنا ان اصحاب النبیؐ الذین کانوا یقرؤون القرآن اصیبوا یوم مسیلمة فذهبت حروف من القرآن "(۱) "ہم تک یہ بات پہنچی ہے کہ وہ اصحاب پیغمبرؐ جو کہ قاری قرآن تھے مسیلمہ کے ساتھ جنگ میں شہید ہوگئے تو قرآن کے کچھ حروف ضائع ہوگئے" اسی مضمون کی روایت حضرت عمر ابن خطاب سے بھی منقول ہے۔(۲)

ابن شہاب سے منقول ہے " بلغنا انه کان قد انزل قران کثیر فقتل علماؤه یوم الیمامة الذین کانوا قد وعوه ولم یعلم بعدهم و لم یکتب فلما جمع ابوبکر و عمر و عثمان القرآن ولم یوجد مع احد بعدهم۔ "(۳)

"ہمیں خبر ملی ہے بہت سی آیات نازل ہوئیں اور وہ لوگ جن کو ان آیات کا پتہ تھا جنگ یمامہ میں شہید ہوگئے یہ وہ لوگ تھے جنہیں یہ آیات حفظ تھیں ان کی شہادت کے بعد ان آیات کا پتہ نہ چل سکا اور نہ لکھی جا سکیں اور جب حضرت ابوبکر، عمر اور عثمان نے قرآن جمع کیا تو انھیں یہ آیات کسی کے پاس نہ مل سکیں"۔

۵۔ مزید کہتے ہیں "ان سورة النور نیف و مائة آیة و الحجر تسعون آیة" دوسری روایت میں ہے: " و النور ستون و مائة آیة و الحجرات ستون آیة "(۴)

"کہ سورہ نور ایک سو کچھ آیات پر مشتمل تھی جبکہ سورہ حجر کی نوے آیات تھیں، دوسری روایت میں ہے کہ سورہ نور کی ۱۶۰ اور سورہ حجرات کی ۶۰ آیات تھیں"۔

---

(۱) الدر المنثور ج / ۵ ص ۱۷۹ ، المصنف عبد الرزاق ج / ۷ ص ۳۳۰۔

(۲) الایضاح لابن شاذان ص ۲۱۵ ، ۲۲۱۔

(۳) کنز العمال ج / ۲ ص ۳۶۰ اور اس کا خلاصہ بر حاشیہ مسند احمد ج / ۲ ص ۵۰ ابوداؤد سے منقول، کتاب سلیم ابن قیس ص ۹۹ ، الاحتجاج ج / ۱ ص ۲۲۲ ، مقدمہ تفسیر برہان ص ۳۰ ، ۳۱ ، بحار الانوار ج / ۸۹ ص ۴۱ ، البیان آیۃ اللہ خوئی ص ۲۲۲ ، ۲۲۳۔

(۴) ر ک ، کتاب سلیم ابن قیس ص ۹۹ ، احتجاج ج / ۱ ص ۲۲۲ ، بحار ج / ۸۹ ص ۴۱۔

Presented by www.ziaraat.com

۶ ۔ اسی طرح روایت ہوئی ہے کہ قرآن سے یہ آیت " الولد للفراش و للعاهر الحجر " "فرزند بستر والے کے ساتھ ملحق ہے جبکہ زناکار کی سزا پتھر ہے " ساقط ہوگئی ہے [۱]

۷ ۔ اسی طرح حضرت عمر ابن خطاب اور حضرت ابوبکر سے روایت ہوئی ہے کہ ذیل کی عبارت قرآن سے تھی " لا ترغبوا عن آبائکم فانه کفر بکم " دوسری روایت میں ہے " ان کفراً بکم ان ترغبوا عن آبائکم " [۲] " یعنی اپنے آباء سے منہ مت پھیرو یہ کفر ہے " ۔

۸ ۔ اسی طرح دو اور آیتیں ہیں جو ان لوگوں کا اجر ذکر کرتی ہیں جو ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور جہاد کیا ، اور جنہوں نے مومنین مہاجرین اور مجاہدین کو پناہ دی اور انکی مدد کی اور ان کی حمایت میں ایسی قوم سے جنگ کی کہ خداوند عالم جس قوم پہ غضبناک ہے۔ [۳]

یہاں اسی پہ اکتفا کرتے ہیں انشاء اللہ آئندہ فصلوں میں مزید روایات ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے غلط ہونے کو ثابت کریں گے اور ان جیسی روایات کے ساتھ استدلال کو بھی باطل ثابت کریں گے خداوند عالم سے اس کام کی توفیق طلب کرتے ہیں اور اس پہ توکل کرتے ہیں۔

---

(۱) فواتح الرحموت بر حاشیہ المستصفی ج۲ ص ۷۳ ، الدر المنثور ج۱ ص ۱۰۶ دونوں میں التمہید ابن عبداللہ سے منقول۔

(۲) مسند احمد ج ۱ ص ۴۷ ، مصنف صنعانی ج ۹ ص ۵۰ ، ۵۲ و ج ۵ ص ۴۴۱ ، صحیح بخاری ج ۴ ص ۱۱۵ ، الجامع لاحکام القرآن ج ۲ ص ۲۶ ، روض الانف ج ۳ ص ۲۳۰ ، المراسیل ص ۱۵۱ ، البرهان زرکشی ج ۲ ص ۳۹ ، اصول سرخسی ج ۲ ص ۷۸ ، الاتقان ج ۲ ص ۲۵ ابی عبید سے منقول ، فواتح الرحموت برحاشیہ المستصفی ج ۲ ص ۷۳ ، کنز العمال ج ۲ ص ۳۷۸ ، ۳۷۹ ، اور ج ۳ ص ۳۹ ، انکی سے سنن میں منقول ، الدر المنثور ج ۱ ص ۱۰۶ طیالسی ، ابن حزیمہ ، ابن حبان ، التمہید میں ابن عبدالبر ، طبرانی اور ابی عبید سے منقول ، البیان آیۃ اللہ خوئی ص ۲۲۰ (صحیح مسلم ج ۵ ص ۱۱۶ اور صحیح بخاری سے منقول) ، حیاۃ الصحابہ ج ۲ ص ۱۲ ، البدایہ و النہایہ ج ۵ ص ۲۲۵ ، بخاری ، بیہقی ، ابن ابی شیبہ سے ، الغرائب میں احمد ابی عبید اور احمد سے منقول ، اکذوبہ تحریف القرآن ص ۳۱ میں مندرجہ بالا حوالہ جات سے منقول اور المصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۳ ص ۵۶۳ التمہید فی علوم القرآن ج ۲ ص ۲۸۰۔

(۳) الاتقان ج ۲ ص ۲۵ ، ۲۶ ، البیان فی تفسیر القرآن الاتقان سے منقول۔

Presented by www.ziaraat.com

دوسری فصل

افکار و نظریات :

تحریف کی روایات اور کتب اہل سنت:

کچھ ایسی روایات موجود ہیں کہ جو بعض سوروں میں نقص یا بعض آیات میں کمی کی خبر دیتی ہیں یا قرآن میں تغیر و تبدل اور زیادتی کی بات کرتی ہیں ان کا دعوی ہے کہ فلاں صحابی کی قرائت یوں تھی یا قرآن کی صحیح نص اس طرح ہے. بہر حال یہ روایات قرآن میں کسی نہ کسی طرح تحریف پہ دلالت کرتی ہیں۔ یہ روایات زیادہ تر اہلسنت کی معتبر کتابوں بالخصوص صحاح ستہ اور ان میں سے سرفہرست بخاری و مسلم میں پائی جاتی ہیں بلکہ کوئی بھی روایت یا تفسیر کی کتاب ان سے خالی نہیں ہے۔ محترم قارئین مذکورہ بالا مطلب کی تحقیق اور حقیقت حال کی وضاحت کے لئے مندرجہ ذیل کتابوں کی طرف رجوع کر سکتے ہیں۔ صحیح بخاری، صحیح مسلم، صحیح ترمذی، صحیح نسائی، صحیح ابن داؤد، مسند احمد، حاکم طبرانی، بیہقی، مصنف عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ، ابن حزم، شافعی، طبری، قرطبی، طیالسی وغیرہ اسی طرح صورت حال کی وضاحت کے لیے علوم قرآن، قرائت، علم اصول، تاریخ، فقہ، اور تفسیر قرآن سے متعلق نامور سنی علماء کی کتب کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے۔ اس بحث میں

Presented by www.ziaraat.com

ہم نے کثرت کے ساتھ ان روایات سے حوالے نقل کیئے ہیں تا کہ قارئین ان کا مشاہدہ کر سکیں یہ روایات اتنی زیادہ ہیں کہ آلوسی (سنی مفسر) اعتراف کرتا ہے کہ یہ گنتی سے باہر ہیں۔ (۱) ان کی تعداد سینکڑوں بلکہ ہزاروں تک پہنچتی ہے۔ ہمارے اس بیان سے اس مصنف کی بات کا باطل ہونا بھی واضح ہوجائے گا جو یہ کہتا ہے کہ : "یہ عقیدہ کہ اس قسم کی روایات اہل سنت کے ہاں پائی جاتی ہیں بے دلیل بات ہے اور حق یہ ہے کہ یہ احادیث کسی معتبر سنی کتاب میں نہیں پائی جاتی اور ہمارے پاس اس بارے میں ایک بھی صحیح حدیث حضرت رسول اکرمؐ سے ایسی نہیں پائی جاتی جو قرآن میں کمی یا زیادتی پر دلالت کرے۔" (۲)

ہم نے اہل سنت کی معتبر کتابوں سے جو روایات نقل کی ہیں وہ اس کلام کے باطل ہونے اور اس مصنف کے غلطی پر ہونے کی واضح دلیل ہے۔ ان حضرات کے لئے جو زیادہ مشکل ہے ان کا یہ عقیدہ ہے، قرآن دو گواہوں کی گواہی یا حتی کبھی ایک گواہ کی گواہی کے ساتھ لکھا گیا ہے اس کا لازمہ یہ ہے کہ قرآن کی نقل متواتر ثابت نہیں ہوگی اس عقیدے نے بعض منصف مزاج سنی برادران کو بڑے قضیے میں ڈال دیا جسکی وجہ سے وہ ایسی تاویلات و توجیہات پر مجبور ہوگئے کہ جو کسی مشکل کو حل نہیں کر سکتیں، انشاء اللہ ان دعوں اور عقیدوں کا بطلان نیز اس دعوی کا باطل و فاسد ہونا کہ منسوخ التلاوۃ پیغمبرؐ کی وفات کے بعد تک قرآن کا جزء تھیں اس کتاب میں واضح ہوجائے گا۔

شیعہ کتابوں میں تحریف والی روایات :

یہ بات قابل ذکر ہے کہ کہا جاتا ہے ایسی روایات جو تحریف پر دلالت کرتی ہیں شیعہ کتابوں میں بھی موجود ہیں ان میں کچھ روایات شیعہ کی طرف سے اور کچھ دوسروں کی طرف سے منقول ہیں۔

---

(۱) تفسیر المیزان ج۱۲ ص ۱۰۹ روح المعانی ج۱/ ص ۲۵ سے رافعی نے اعجاز القرآن میں کہا ہے ایسی روایات بہت زیادہ ہیں۔

(۲) الشیعہ والسنۃ ص ۱۳۱۔

Presented by www.ziaraat.com

تحریف والی روایات کے مقابل میں شیعہ اور اہلسنت کا موقف۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ عموماً شیعہ اور اہلسنت علماء ان روایات کا انکار کرتے ہوئے تحریف کے عقیدے کو رد کرتے ہیں وہ ان روایات کے مضمون کو نہیں مانتے اور مکمل طور پر ان دلیلوں کو رد کرتے ہیں سنی اور شیعہ علماء ان روایات کو ایسی واحد خبریں شمار کرتے ہیں جن پر اعتقادی امور میں اعتماد کرنا صحیح نہیں ہے بلکہ اعتقادی امور میں یقینی اور روشن ادلہ و براہین کی ضرورت ہوتی ہے نہ کہ ظن اور خبر واحد کی اس کے علاوہ اور بھی کئی اعتراضات ہیں جو ان جیسی احادیث پر وارد ہوتے ہیں مثلاً دلالت، شرائط صدور اوران روایات کی مراوات اور اہداف کے لحاظ سے جوکہ اس بحث کے ضمن میں اگرچہ جزئی طور پر ہی سہی واضح ہوجائیں گے.

روایت کو نقل کرنا اس کے مضمون پر عقیدے کی دلیل نہیں ہے۔

یہ بات واضح ہے کہ کسی روایت کے نقل کرنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ راوی اس کے مضمون پر عقیدہ بھی رکھتا ہے اگر کوئی اپنی کتاب میں تحریف پر دلالت کرنے والی روایت نقل کرتا ہے تو یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ شخص تحریف پر اعتقاد رکھتا ہے۔ ورنہ بخاری، مسلم صحاح ستہ کے مصنفین، دوسرے محدثین اور بڑے بڑے اہل سنت یا غیر اہلسنت علماء کی طرف نظریہ تحریف کی نسبت دینا پڑے گی کیونکہ ان سب افراد نے تحریف پر دلالت کرنے والی روایات اپنی کتابوں میں ذکر کی ہیں، حالانکہ مسئلہ یقیناً اس طرح نہیں ہے کیونکہ محدث جو کہ اپنی نقل میں امین، اور قابل اطمینان ہوتا ہے کوشش کرتا ہے زیادہ سے زیادہ روایات سندیں دیکھ کر اپنی کتاب میں جمع کر دے بغیر اس کہ اسے روایات کے مفہوم سے کوئی سروکار ہو محدث یہ کام اہل علم اورماہرین پر چھوڑ دیتا ہے کیونکہ اس بارے میں جانچ پڑتال کی اس میں اہلیت نہیں ہوتی لہذا وہ روایت کی منطقی تحقیق و تحلیل کرنے سے بھی قاصر ہوتا ہے، اگر صورتحال اس کے علاوہ ہوتی تو محدث اور مؤلف صرف اس لحاظ سے کہ ایسی روایات کو وہ اپنی کتاب میں نقل کرتا ہے، اسے اپنے عقیدہ ومذہب کے معارض عقیدے بھی مان لینے چاہئیں حالانکہ یہ ایسی بات ہے جسے کوئی اہل دانش و فکر قبول نہیں کرسکتا۔

تعصب اور بہتان :

اس کے باوجود جو لوگ اپنے خواہشات نفس کے اسیر ہیں اور اپنے آپ کو اہل علم اور علماء کے زمرے میں خیال کرتے ہیں اس بدیہی مسئلہ کو بھول کر اور ہی راگ الاپتے ہیں اور دعوی کرتے ہیں کہ قرآن میں تبدیلی کمی اور زیادتی گذشتہ سے آج تک امامیہ (شیعہ) کا عقیدہ رہا ہے ان میں سے صرف تین افراد شریف مرتضی اور اس کے دو ساتھی ابویعلی میلاد طوسی اورابوالقاسم رازی اس عقیدے کے حامل نہیں تھے۔ [1]

ابن قاسم کہتاہے : رافضی تکفیر صحابہ پر اتفاق رکھتے ہیں اور دعوی کرتے ہیں کہ قرآن تبدیل ہوگیا ہے اور صحابہ کی طرف سے اس میں کمی بیشی کی گئی ہے۔ [2] اور سرخسی رافضیوں کی طرف سے نقل کرتاہے کہ وہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ کی امامت کی تشریح کرنے والی بہت سی آیتیں نازل ہوئی تھیں جو کہ ہم تک نہیں پہنچ سکیں۔ [3]

یا ایک اور متعصب کو دیکھتے ہیں [4] کہ جو تحریف کے نظریئے کو طبرسی، کلینی اور قمی کی طرف نسبت دیتاہے اور یہ دلیل پیش کرتاہے کہ ان بزرگوں نے اپنی کتابوں میں ایسی روایات نقل کی ہیں کہ جو تحریف پر دلالت کرتی ہیں حالانکہ یہ روایات یا تفسیر ہیں یا تاویل یا یہ کہ تحریف سے مراد ایک دوسری قسم ہے کہ جس کی طرف ہم اشارہ کریں گے اس کے بعد یہی شخص تحریف والے عقیدہ کا اہلسنت سے انکار کرتاہے اور وہی دلیل سنی علماء و محدثین کے لیئے استعمال نہیں کرتا جو شیعہ علماء کے خلاف لا چکاہے حالانکہ سنی علماء اور محدثین نے ہماری کتابوں سے کئی گناہ زیادہ ایسی ایسی روایات اپنی کتب میں نقل کی ہیں کہ جو تحریف میں صریح اور ناقابل توجیہ ہیں۔

---

(۱) الفصل فی الملل والاھواء والنحل ج/۴ ص ۱۸۲۔

(۲) الاحکام ج/۱ ص ۹۶۔

(۳) اصول سرخسی ج/۲ ص ۷۹۔

(۴) الشیعہ و السنہ ص ۱۷۶، الامام زید ص ۳۵۰، الامام الصادق ص ۳۲۶، ۳۳۱، ۳۳۳، ۳۳۵، ۳۳۶ یہ دونوں کتابیں ابوزہرہ کی ہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

تحریف کے باب میں شیعہ کا نظریہ:

شیخ صدوق(متوفی ۳۸۱ ہجری) جنہوں نے اپنی کتابوں میں تحریف سے متعلق روایات لکھی ہیں وہ قمی یا سید مرتضی میں سے کسی کی مخالفت کا ذکر کیئے بغیر (حالانکہ اگر یہ حضرات مخالف ہوتے تو انکی مخالفت سے چشم پوشی نہیں کی جاسکتی تھی) تحریف کے بارے میں شیعہ نظریہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

"ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ خدا کی طرف سے حضرت محمدؐ پر نازل ہونے والا قرآن یہی ہے جو اس جلد کے اندر ہے اور لوگوں کے پاس موجود ہے۔ یہاں تک کہ کہتے ہیں۔ جو بھی ہماری طرف اس عقیدے کی نسبت دے کہ ہم کہتے ہیں:

قرآن اس موجودہ قرآن سے زیادہ تھا تو وہ شخص جھوٹا ہے ـــــ "[1]۔ جبکہ "ابن حزم" "سید مرتضی" سے نقل کرتا ہے کہ "جو بھی قرآن میں تغیر و تبدل یا کمی و بیشی کا قائل ہوتا سید مرتضی اسے کافر کہتے تھے اور ان کے دو ساتھی، ابوالقاسم رازی اور ابویعلی طوسی کا بھی یہی نظریہ تھا"[2]۔

اس سلسلے میں "ابن مہنا" علامہ حلی سے یہ سوال کرتے ہیں "کیا ہمارے اصحاب کے نزدیک یہ بات صحیح ہے کہ قرآن سے کچھ کم ہوا ہے یا اس پر کچھ اضافہ ہوا ہے یا اسکی ترتیب تبدیل ہوئی ہے؟ یا ایسی بات درست نہیں ہے؟" علامہ حلی نے جواب دیا: "حق یہ ہے کہ قرآن میں نہ تغیر و تبدل ہوا ہے اور نہ تقدیم و تاخیر اور نہ کمی و زیادتی، اور خدا کی پناہ کہ ہم ایسا عقیدہ رکھتے ہوں یا اس جیسا عقیدہ چونکہ یہ معجزہ رسولؐ میں شک کا باعث ہوگا جبکہ رسول اکرمؐ کا معجزہ بالتواتر منقول ہے۔[3]

فضل ابن شاذان (متوفی ۲۶۰ ہجری) جو کہ ائمہؑ کے ہم عصر تھے تحریف کے بارے میں اہل سنت کے عقیدہ کی مذمت کرتے ہیں اور اسے اہل سنت کے مطاعن میں سے شمار کرتے ہیں۔[4]

---

(۱) الوافی ج ۱ / ۵ ص ۲۷۴، کتاب اعتقادات صدوق باب اعتقاد فی مبلغ القرآن۔

(۲) لسان المیزان ج ۴ / ۴ ص ۲۲۳، الفصل فی الملل والاھواء والنحل ج ۴ / ۴ ص ۱۸۲۔

(۳) اجوبۃ المسائل المھنائیہ ص ۱۲۱۔

(۴) الایضاح فضل بن شاذان۔

Presented by www.ziaraat.com

اس کتاب کی فصل "انّ لہ لحافظون" میں آئے گا کہ امام حسنؑ تحریف سے متعلق بعض لوگوں کے عقیدۂ کو انتہائی گھٹیا اور قابل مذمت سمجھتے تھے اگر شیعہ خود تحریف کے معتقد ہوتے تو فضل ابن شاذان یا کوئی اور شیعہ بزرگ کسی دوسرے مذہب والے کی عقیدہ تحریف پر مذمت کیوں کر کرتے ورنہ ان سے یہی کہا جاتا۔

بر کاہی را در چشم دیگران می بینی   اما کندہ درخت را در چشم خودت نمی بینی

اس کے علاوہ ہم دیکھتے ہیں کہ عموماً شیعہ علماء و فقہاء نے تحریف قرآن کی ردّ میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں ہم چند ایک کے نام نمونے کے طور پر پیش کرتے ہیں:

"شیخ مفید، ابن شہر آشوب، سید مرتضیٰ، شیخ طوسی، ابن ادریس، سید رضی، طبرسی، ابن طاؤس، علامہ حلی، بیاضی، کرکی، فتح اللہ کاشانی، خوئی، قاضی شوشتری، بہائی، تونی، شرف الدین فیض، حرّ عاملی، مجلسی، بلاغی اور دوسرے بہت سے علماء جن کے اقوال کی تفصیل اور ناموں کے تذکرے کی اس مختصر کتاب میں گنجائش نہیں"۔

اسی سے مندرجہ ذیل بات کا جھوٹ ہونا واضح ہوجائے گا، "شیعہ کے متقدمین اور متاخرین قرآن کی تحریف پر اتفاق نظر رکھتے ہیں اور قرآن کو تبدیل شدہ اور ناقص سمجھتے ہیں۔"(۱) یہ کلام متکلم کے بے دین اور ناصالح ہونے کی دلیل ہے۔

ایک ناروا تہمت:

بعض دوسرے لوگ شیعہ حضرات پر ایک ظلم منڈھنا چاہتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں شیعہ خلفاء ثلاثہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان پر تحریف قرآن کا الزام لگاتے ہیں اور شیعہ معتقد ہیں کہ خلفاء ثلاثہ نے اہلبیتؑ کی شان میں نازل ہونے والی آیات کو قرآن سے حذف کردیا(۲) حالانکہ آپ

---

(۱) الشیعہ والسنۃ ص ۹، ۱۳۰۰، ۱۵۱، الفصل فی الملل والاھواء والنحل ج ۲ / ۲ ص ۸۰۔

(۲) مختصر التحفۃ الاثنا عشریہ ص ۳۰، ۳۱، قرآن بالاشیر ص ۳۵۔

Presented by www.ziaraat.com

نے دیکھا ہم نے اس مسئلہ کے بارے میں جناب صدوق اور دوسرے شیعہ علما کی رائے میں بیان کردی ہے بلکہ یہاں تک کہ بعض شیعہ علماء تحریف کے قائل شخص کو کافر سمجھتے تھے شیعہ بزرگوں نے قرآن کے تحریف سے محفوظ ہونے پر ایسی ایسی قاطع ادلہ و براہین قائم کی ہیں کہ جو ان تہمت لگانے والوں کی ناقص فکروں میں آ ہی نہیں سکتیں اور نہ انکے ہم مسلکوں کے ذھنوں میں ان کا خیال آسکتا تھا۔ یہ شیعہ علماء ہی تھے جنھوں نے استوار اور محکم طرز استدلال ایجاد کیا اور دوسروں کو یہ طرز استدلال سکھایا۔ انھیں ان ناقص اور کمزور ہتھکنڈوں کی ضرورت نہیں تھی اور نہ وہ یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ اپنی حقانیت ثابت کرنے کے لئے تحریفِ قرآن جیسے گھٹیا حربے کا سہارا لیں اس کے علاوہ شیعہ کا یہ عقیدہ ہے کہ اہل بیت کی حقانیت اتنی روشن و آشکار ہے کہ کسی کے لئے عذر کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ اسی طرح شیعہ کا عقیدہ ہے کہ قرآن میں ائمہ کے نام کی تصریح کرنے کی ضرورت نہیں تھی اسے خود ائمہ نے بیان کیا ہے کہ کیوں حضرت علیؑ کا نام قرآن میں نہیں آیا اس بارے میں روایات ہم انشاء اللہ اسی کتاب میں ذکر کریں گے اگر واقعاً ائمہ کے نام قرآن میں ہوتے تو حضرت علیؑ کو اعتراض کرنا چاہیئے تھا اور ان آیات کے حذف کرنے جیسے ظلم کو آشکار کرتے اور سقیفہ کے دن انہی آیات کو اپنی حقانیت پر دلیل بناکر پیش کرتے کیونکہ فرضاً اگر تحریف ہوئی بھی ہے تو سقیفہ کے بعد ہوئی ہے۔

اس کے علاوہ اگر کسی مذھب کا ایک شخص تحریف اور قرآن سے کچھ آیات کے گرائے جانے کا دعویٰ کرتا ہے تو اس کو اس کے دوسرے ہم مذھب کی طرف نسبت نہیں دی جا سکتی بلکہ تعیین شدہ معیاروں کے مطابق اسے دیکھنا چاہیئے نہ کہ شخصی نظریات اور شاذ روایت کے مطابق۔

ایک گھٹیا طریقہ۔

تعجب کی بات ہے کہ تہمت لگانے والے کلینی، قمی اور طبری جیسے شیعہ بزرگوں کو تحریف کا قائل کہتے ہیں حالانکہ یہ سراسر غلط ہے۔ یہ مکار لوگ دوسروں کو مطمئن کرنے کے لئے دھوکہ اور جھوٹ سے کام لیتے ہیں یہ لوگ ان بزرگوں کے اقوال لیکر انکی حقیقی نظریئے والی عبارت حذف کرکے کلام کے مختلف حصوں کو اس طرح آپس میں جوڑتے ہیں کہ اس سے تحریف کے معنی حاصل

Presented by www.ziaraat.com

ہوسکیں، اس طریقہ کار کو تدلیس اور دھوکہ بازی کہتے ہیں اور یہ ایمان، شریعت کے احکام اور اخلاق سے دوری کی علامت ہے۔ ان لوگوں کا ایک اور طریقہ واردات یہ ہے کہ جو شخص بھی تحریف کے بطلان والی کسی دلیل کو رد کرے تو اسے تحریف کا قائل شمار کرتے ہیں حالانکہ وہ شخص قرآن کو تحریف سے محفوظ سمجھتا ہے کیونکہ یہ بات بالکل قرین قیاس ہے کہ ایک نظریہ صحیح ہو لیکن اس نظریئے پر کوئی شخص غلط دلیل دے اب ایک دوسرا عالم جو اسی نظریئے کو صحیح سمجھتا ہے وہ اسکی دلیل کو قبول نہ کرے اور خود اس نظریئے پر قوی دلیل پیش کرے یا کسی دوسری دلیل کی نشاندہی کردے، علماء دین کا یہی طریقہ رہا ہے۔ دین و علم کی راہ میں خلوص سے کام کرنے والے بزرگوں کی قابل اتباع سنت بھی یہی رہی ہے لیکن دین و دانش کے سوداگر اپنے منافع اور مفادات کیلئے بہتان و افترا کے راستے پر چلتے ہیں، خدا ہمیں کردار و فکر میں خطاء اور لغزش سے محفوظ رکھے وہی قادر و سرپرست ہے۔

ایک فریب خوردہ محدّث ،

البتہ یہ قبول ہے کہ ایک شیعہ شخص نے تحریف کی روایات کی کثرت سے دھوکہ کھاکر تحریف کے موضوع پر "فصل الخطاب" نامی کتاب لکھ دی۔ وہ صحاح اور حدیث کی دوسری کتابوں میں پائی جانے والی تحریف کی روایات سے دھوکہ کھاکر ان احادیث پر اعتماد کر بیٹھے ہیں ہم اس کتاب کے آخر میں فصل الخطاب نامی کتاب اور اسکی دلیلوں کے ضعیف ہونے کی طرف اشارہ کریں گے۔ لیکن اس کتاب اور اس کے مؤلف کے نظریئے کو شیعہ کا نظریہ سمجھنا اور اس کتاب میں ذکر کی جانے والی روایات کو شیعہ روایات سمجھنا ایک غلط بات اور انصاف اور علمی فکر و سوچ سے بعید امر ہے جیسا کہ ایمانی اور اخلاقی روح سے بھی دور ہے کیونکہ سب شیعہ علماء نے اس محدث کی بات تسلیم نہیں کی ہے اور اس کام پر انھیں خطاکار ٹھہرایا ہے اور قطعی دلیلوں کے ذریعے اس محدث کے نظریات کو رد کیا ہے ہم اپنی کتاب کے آخر میں "فصل الخطاب" میں مذکور کمزور دلیلوں کو ذکر کرکے ان کے ناقص ہونے کی طرف اشارہ کریں گے اگر چہ خود ہماری یہ کتاب اور اس کا موضوع فصل الخطاب کے مؤلف کے نظریہ کو رد کرنے کے ساتھ ساتھ ان لوگوں کا نظریہ بھی رد کرتی ہے جو اس عقیدے کے حامل ہیں چاہے وہ " حشویین " عامہ سے ہو یا مستشرقین سے یا علمی طور پر بے صلاحیت

ایسے سادہ لوح افراد ہوں کہ جو کسی عنوان سے بھی ان مسائل کے بارے میں بحث کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے نہ اہل نظر، نہ مفسر اور نہ ہی دوسروں کی آراء کی تشریح کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

ابو زھرہ اور کلینی

تعجب بات ہے کہ ایک شخص نے نہ صرف کلینی جیسی بزرگ شخصیت پر عقیدۂ تحریف کا الزام لگایا ہے بلکہ وہ کلینی جیسے خادم شریعت کی تکفیر اس لیئے کرتا ہے کہ اس نے تحریف والی روایات اپنی کتاب میں نقل کی ہیں۔ (۱) ہم پوچھتے ہیں کہ اگر تحریف کی روایات کا نقل کرنا کفر کا موجب ہے تو پھر بخاری، مسلم اور دوسرے صحاح والے حضرات کیوں کافر نہیں ٹھہرنے چاہیئے؟ حالانکہ انہوں نے کلینی سے کئی گنا زیادہ تحریف کی روایات اپنی کتابوں میں نقل کی ہیں اور انکی روایات تحریف قرآن پر زیادہ صراحت کے ساتھ دلالت کرتی ہیں۔ انہوں نے یہ روایات نقل کرکے چھوڑ دی ہیں اور ان کے متن پر کوئی اعتراض بھی نہیں کیا جبکہ یہ روایات سند کے لحاظ سے قوی اور ناقابل تاویل ہیں۔ اس کے علاوہ کلینی نے یہ دعوی نہیں کیا کہ اسکی تمام مرویات (جن روایات کو اس نے روایت کیا ہے) صحیح ہیں۔ ہم کلینی کی روایات کو اخبار علاجیہ (وہ روایات جو متعارض روایات کو حل کرنے کے لئے طریقے بیان کرتی ہیں) کے قوانین پر دیکھیں گے اگر صحیح تاویل کا امکان نہ ہوا تو ان روایات کے ردّ و قبول کا جو مرسوم طریقہ ہے اسی کے ساتھ ان روایات کو جانچیں گے۔ جبکہ صحاح ستہ کی روایات کی صورتحال یہ نہیں ہے چونکہ صحاح کی احادیث کو مکمل طور پر قبول کیا جاتا ہے۔

"ابو زھرہ" نے جب دیکھا اس کی طرف سے یہ واضح الزام تراشی ممکن ہے اس کے ہم مسلک افراد کے لیئے بھی قابل قبول نہ ہو تو اس کے لیئے چارہ کار سوچتا ہے اور اہل سنت کے بزرگوں کو تہمت جیسی تحریف سے بچانے کے لیئے ایک دفاعی ڈھال بناتا ہے تاکہ مورد نظر شخص پر جرح ایک بڑا مسئلہ پیدا نہ کردے۔

---

(۱) الامام زید صفحہ ۳۵۰ اور رجوع کریں الامام الصادق ص ۳۲۲ تا ۳۲۳ یہ دونوں کتابیں شیخ محمد ابوزہرہ کی ہیں۔

یہ مجرم بے چارہ " سیوطی " ہے ابوزھرہ نے " سیوطی " کو تحریف کی احادیث نقل کرنے والا بتایا ہے اور بقیہ اہل سنت میں سے کسی کا نام نہیں لیا اور انکی نسبت تجاھل سے کام لیا ہے۔ حالانکہ سیوطی نے وہی تحریف کی روایات جمع کی ہیں جو دوسروں نے نقل کی ہیں اور ان پر کسی چیز کا اضافہ نہیں کیا اور اس نے تو ان روایات کی کسی نہ کسی طرح توجیہ کی کوشش کی ہے۔

" ابو زھرہ " اس کام کے بعد سیوطی کے گناہ کو کم کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اس کے کام کی توجیہ کرتا ہے۔ ابو زھرہ یوں اظہار کرتا ہے کہ سیوطی نے صرف منسوخ التلاوۃ آیات سے مربوط روایات کو نقل کیا ہے، لیکن یہ توجیہ مشکل کو حل نہیں کر سکتی کیونکہ سیوطی نے اپنی کتاب میں نہ صرف نسخ تلاوت والی روایات بلکہ ہر قسم کی تحریف والی روایات ذکر کی ہیں۔

مختصر یہ کہ اگر تحریف والی اخبار اپنی کتاب میں نقل کرنے کے جرم میں کلینی کی تکفیر صحیح ہے تو پھر تمام ائمہ اہل سنت اور کتب حدیث والے حضرات کی تکفیر بھی صحیح ہوگی کیونکہ انہوں نے بھی وہی کام کیا ہے۔

" ابو زھرہ " کے ساتھ ہمارا ایک اور حساب بھی باقی ہے اور اس مطلب کا اظہار علامہ " سید محمد تقی حکیم " نے ان الفاظ میں فرمایا ہے، " وہ چیز جس کا انکار کفر کا موجب ہے وہ " ضروریات دین " ہیں کہ جو بغیر کسی دلیل اور استدلال کے واضح طور پر دین کا جزء ہوں لیکن جس کا جزء دین ہونا دلیل کا محتاج ہو اس کا انکار کفر کا موجب نہیں ہے اور مسئلہ تحریف کا تعلق دوسری قسم سے ہے کہ جس کا اعتقاد کفر کا موجب نہیں بنتا "۔

اس کی علاوہ کلینی نے یہ روایات " باب النوادر " میں ذکر کی ہیں کہ خود یہ ان روایات کے شاذ و نادر اور خبر واحد ہونے کی دلیل ہے۔ عموماً بزرگان ان جیسی روایات کو ایک جگہ پر ذکر کرتے ہیں اور انھیں دوسری منظم بحثوں سے جدا کردیتے ہیں ہم یہاں پر ابوزھرہ جیسا کام نہیں کرنا چاہتے لیکن یہ ضرور کہیں گے، تحریف کی روایات کا اہلسنت کی کتابوں خصوصاً صحاح ستہ میں کہ جنھیں وہ قرآن کے بعد معتبر ترین کتابوں میں سے جانتے ہیں موجود ہونا روایات کے صحیح ہونے کی دلیل ہے اور ان روایات کو صحیح سمجھنا قرآن میں تحریف اور کمی و زیادتی اور تغیر وتبدل کو ماننا ہے کیونکہ یہ کہتے ہیں کہ

صحاح کی احادیث دست بدست محفوظ رہی ہیں اور ہر قسم کی تحریف سے محفوظ رہی ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ قرآن میں تحریف ماننا پڑے گی۔ نعوذ باللہ من الزلل جبکہ کافی کے بارے میں شیعہ کا یہ نظریہ نہیں ہے۔ کافی کی روایات کو شیعہ اتنا نہیں سمجھتے جتنا سنی صحاح ستہ کی روایت کو سمجھتے ہیں کیونکہ شیعہ اس کتاب میں آنے والی ہر حدیث کو صحیح نہیں سمجھتے بلکہ صحیح، ضعیف، قوی، مرسل اور مسند جیسی اقسام پر تقسیم کرتے ہیں آپ حقیقت حال کو پانے کے لئے علامہ مجلسی کی کتاب مرآۃ العقول " کی طرف رجوع کریں۔

روایات تحریف کے مقابلے میں علماء کے موقف کا خلاصہ

آخری بات یہ ہے کہ شیعہ کے بزرگ علماء اور محققین نے نہ ماضی میں اور نہ حال میں کبھی ان روایات کی توجیہ کی ہے اور نہ ہرگز ان روایات کے مضمون پر عقیدہ رکھا ہے بلکہ یہ بیان کرنے کی کوشش کرتے رہے ہیں کہ ان میں سے بعض روایات تاویل کو بیان کرتی ہیں اور بعض روایات تفسیر کے عنوان سے ہیں اور بعض قرآن کے معانی کی تحریف بیان کرتی ہیں مختصر یہ کہ وہ کوشش کرتے ہیں کہ ان روایات کو صحیح معنی پر محمول کر سکیں اور جو روایات تحریف میں صریح ہیں اور ناقابل تاویل تو علماء انھیں جھوٹا کہہ کر رد کر دیتے ہیں، آپ ان بزرگوں کی کتابوں کی طرف رجوع کرکے آسانی سے اس طریقہ کار کا مشاہدہ کر سکتے ہیں اسکے علاوہ ان میں اکثر روایات غالیوں اور جھوٹے راویوں کی من گھڑت ہیں اور یہ بات اتنی عجیب بھی نہیں ہے چونکہ ائمہ پر جھوٹ باندھنے والوں کی تعداد بہت زیادہ تھی یہاں تک کہ خود امام صادق اس بارے میں فرماتے ہیں " ہم ائمہ میں سے ہر ایک امام پر ایک جھوٹ باندھنے والا موجود رہا ہے جو ان کی طرف جھوٹی نسبتیں دیتا رہا ہے۔ "(1)

کتاب کے خاتمہ میں کلی طور پر ان روایات کے بارے میں ایک معقول موقف اپنایا جائے گا۔

---

(1) ان لکل رجل منا رجل یکذب علیہ۔ رک۔ التعریفی شرح المختصر حلی۔

ابن شاذان کے موقف کے دو گواہ!

بعض علماء نے ذکر کیا ہے کہ بعض اخباری شیعہ اور بعض حشویہ سنی قرآن میں تحریف کے معتقد ہیں۔ (۱)

اسی طرح محمد بن قاسم انباری کی باتوں سے بھی پتہ چلتا ہے کہ اس کے زمانے میں ایک یا ایک سے زیادہ افراد موجود تھے جو تحریف کے قائل تھے۔ (۲) اس کے علاوہ حضرت عثمان کے زمانے میں کچھ لوگوں نے ان کے ذریعے جمع کیے جانے والے قرآن کی مخالفت کی اور وہ اپنے گمان میں منسوخ قرآن کی تلاوت کرتے تھے۔ (۳)

"یواقیت العلوم" میں شعرانی سے منقول ہے کہ "اگر کمزور دلوں کے سست پڑنے اور حکمت کے غیر اہل کو دیئے جانے کا خوف نہ ہوتا تو میں وہ سب کچھ بیان کرتا جو مصحف عثمان سے ساقط ہوا" اسی طرح "انا لہ لحافظون" کی فصل میں آئے گا کہ حضرت امام حسنؑ نے معاویہ کو دعویٰ تحریف کے پروپیگنڈا پر خبردار کیا اسی طرح ابن شاذان نے بھی اہلسنت پر مطاعن میں سے ایک عقیدۂ تحریف کو بیان کرنے والی روایات قرار دیا ہے اور اس پر ان کی مذمت کی ہے۔ (۴)

---

(۱) مجمع البیان ج / ۱ ص ۱۵ ، المیزان ج / ۱۲ ص ۱۰۸ ، اجوبہ مسائل موسیٰ جار اللہ ص ۳۰۔

(۲) الجامع لاحکام القرآن ج / ۱ ص ۸۱ - ۸۴۔

(۳) الجامع لاحکام ج/۱ ص ۸۴۔

(۴) الایضاح ابن شاذان۔

Presented by www.ziaraat.com

مذکورہ بالا نمونوں اور موارد سے دو مطلب سمجھے جاسکتے ہیں۔

ایک یہ کہ، بعض شیعہ اخباریوں کا تحریف کا عقیدہ ابن شاذان کے بعد سے تھا ورنہ ابن شاذان عقیدۂ تحریف کو سنی مطاعن سے شمار نہ کرتے اور اس مطلب کی تائید شیخ صدوق کے کلام سے بھی ہوتی ہے جیسے ہم نے پہلے نقل کیا ہے چونکہ صدوق نے عدم تحریف کے عقیدہ کو "اعتقادنا" کہہ کر بطور مطلق شیعہ عقیدے کے طور پر ذکر کیا ہے بغیر کسی کو استثناء کیے۔

دوسرا یہ کہ، تحریف کے سلسلہ میں ذکر کی جانے والی اہل سنت کی روایات سب کی سب یا ان میں سے بعض تحریف پر صراحت کے ساتھ دلالت کرتی ہیں اور وہ ناقابل توجیہ ہیں لیکن جو روایات اس بارے میں شیعہ طریق سے نقل ہوئی ہیں وہ صراحت نہیں رکھتیں بلکہ ان سے صحیح معنی اخذ کیا جاسکتا ہے۔ اور ناقابل توجیہ روایات یا تو موجود نہیں ہیں یا بہت شاذ ہیں یا جھوٹے اور غالی راویوں کی گھڑی ہوئی ہیں کہ جنہیں شیعہ نہیں کہا جا سکتا جبکہ خود شیعہ ان راویوں کی روایات کو قبول نہیں کرتے۔

شیعہ اور اہل سنت کی روایات کے درمیان ایک موازنہ

تحریف کے باب میں اہل سنت کی روایات کی کثرت جس سے شیعہ محدث نوری اور کئی دوسرے لوگ دھوکہ کھاگئے ہیں وہ اس باب میں شیعہ روایات کے ساتھ مندرجہ ذیل جہات کی بنیاد پر قابل مقایسہ نہیں ہیں۔

۱۔ دلالت کے لحاظ سے: کیونکہ شیعہ روایات کی اکثریت یا تو تفسیر و تاویل کے عنوان سے ہیں یا تحریف میں ظہور نہیں رکھتیں یا کسی اور مسئلہ کے بارے میں ہیں، برخلاف سنی روایات کے جو کہ تحریف کی صراحت کرتی ہیں اور ناقابل تاویل ہیں۔

۲۔ تعداد کے لحاظ سے: اس باب میں سنی روایات شیعہ روایات سے کئی گنا زیادہ ہیں۔

۳۔ سند کے لحاظ سے: سنی روایات معتبر سندوں کے ساتھ منقول ہیں اور صحاح ستہ والوں نے ان

روایات کو صحاح میں نقل کیا ہے بالخصوص بخاری ، مسلم ، مسند احمد ، اور الموطا وغیرہ ۔ واضح ہے کہ اہل سنت ان کتب کی روایات بالخصوص بخاری ، ترمذی اور ابو داؤد کی روایات کو صحیح سمجھتے ہیں ۔ اس کے علاوہ جو روایات سنن دارمی ، مستدرک حاکم اور سنن ابن ماجہ میں منقول ہیں خصوصاً شیخین سے نقل کی شرط کی بنیاد پر یا دوسرے شرائط صحت کے لحاظ سے ناقابل شک و تردید ہیں ۔ جبکہ شیعہ کا معاملہ اس طرح نہیں ہے شیعہ کافی میں آنے والی ہر روایت کو صحیح نہیں سمجھتے چہ جائیکہ وہ دوسری کتب اربعہ وغیرہ میں ہو ۔ البتہ شیعہ ان کتابوں کی اپنے مصنفین کی طرف نسبت کو صحیح سمجھتے ہیں اور ان کتابوں کی روایات میں زیادہ احتمال صحیح ہونے کا ہے اور ان کتابوں کی صحیح روایات دوسری کتابوں کی بنسبت زیادہ ہیں ۔ اس کے باوجود انکی سند اور متن کو مورد بحث قرار دیتے ہیں ، کتاب خدا سے ہماہنگ کرتے ہیں اگر کوئی روایت کتاب خدا کے مخالف ہوتو اسے دیوار پر دے مارتے ہیں اور جو روایات سنت قطعیہ کے یا ضرورت و بداہت عقل کے مخالف ہوں ان کے ساتھ بھی یہی سلوک کرتے ہیں ۔

یہی کافی ہے کہ بعض نے کہا ہے کافی کی روایات تقریباً " ۱۶۰۰۰ " ہیں ان میں سے " ۹۵۰۰ " حدیثیں ضعیف ہیں اور باقی " صحیح " " حسن " اور " موثق " پر تقسیم ہوتی ہیں ۔

تفسیر قمی کے تمام راویوں کو اگر چہ ایک بزرگ [1] ثقہ قرار دینے کی کوشش کرتے تھے لیکن علماء کی اکثریت نے اس توثیق کو قبول نہیں کیا اور توثیق روات پر پیش کی جانے والی دلیلوں کو رد کردیا ہے بالخصوص اس بات کے پیش نظر کہ یہ تفسیر ، قمی اور ابو الجارود (ضعیف راوی) کی روایات سے مخلوط ہے اس کے علاوہ بھی تفسیر میں ضعف کی اور وجہیں موجود ہیں ۔

---

(۱) آیۃ اللہ سید ابوالقاسم خوئی ۔

۲۔ شیعہ کا عقیدہ ہے کہ حدیث کو قرآن کے سامنے پیش کرنا چاہیے اگر قرآن کے موافق ہو تو اسے لے لیا جائے گا اور اگر قرآن کے مخالف ہو تو اسے رد کر دیا جائے گا جبکہ اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ سنت قرآن پر حاکم ہے نہ یہ کہ قرآن سنت پر حاکم ہے[۱] جیسا کہ بعض سنی بزرگ یہ بات برملا کہنے سے بالکل نہیں ہچکچاتے کہ قرآن پر حدیث کے پیش کرنے والی روایت زنادقہ کی گھڑی ہوئی ہے۔[۲] اس طرز تفکر کا مطلب یہ ہے کہ تحریف قرآن پر دلالت کرنے والی صحاح کی روایات کو لیا جائے اور قرآن کی مخالفت کی وجہ سے انھیں رد نہیں کیا جاسکتا اگر چہ خداوند عالم نے صراحت کے ساتھ فرما دیا ہے " نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون "[۳] یا فرمایا " لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ و لا من خلفہ "[۴] یا دوسری آیات۔

قابل تعریف کوشش۔

اس فصل کے آخر میں دو نکات کی طرف اشارہ ضروری ہے۔

پہلا یہ کہ: اہل سنت نے قرآن کریم کو تحریف سے پاک بیان کرنے کے لئے کچھ کوششیں کی ہیں اور ان احادیث کی توجیہات کی ہیں اگر چہ ان توجیہات میں سے بعض ناقابل قبول ہیں جیسے نسخ تلاوت کا دعوی۔ اور خود یہ دلیل ہے اس بات پر کہ روایت نقل کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ ناقل اس کے مضمون پر بھی اعتقاد رکھتا ہے بلکہ راوی روایات جمع کرنے کی کوشش کرتا ہے نہ کہ

---

(۱) تاویل مختلف الحدیث ص ۱۹۹، سنن دارمی ج ۱/ ص ۱۴۵، مقالات الاسلامیین ج ۱/ ص ۳۲۳، اور ج ۲/ ص ۳۵۱، جامع بیان العلم ج ۲/ ص ۲۳۳، ۲۳۴، دلائل النبوۃ بیہقی ج ۱/ ص ۲۶، الکفایہ فی علم الروایہ خطیب ص ۱۲، میزان الاعتدال ج ۱/ ص ۳۸، ۳۹، بحوث مع اہل السنۃ والسلفیہ ص ۲۷، ۲۸ اور ہماری کتاب الصحیح من السیرۃ النبی الاعظم ج ۱/ ص ۳۲۔ ۳۳

(۲) جامع البیان العلم ج ۲/ ص ۲۳۳، ارشاد الفحول ص ۳۳، دلائل النبوۃ بیہقی ج ۱ ص ۲۶، عون المعبود ج ۴ ص ۳۲۹، اصول سرخسی ج ۲/ ص ۷۶۔

(۳) سورہ حجر آیہ ۹۔

(۴) سورۂ فصلت، آیہ ۴۲۔

Presented by www.ziaraat.com

ان کے متن کے متعلق تحقیق کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ متناقض و متعارض روایات نقل کی جاتی ہیں بلکہ ناقل اپنے عقیدے کے برخلاف روایات بھی اپنی کتاب میں نقل کرتا ہے اور تناقضات و تعارضات کے حل کو با صلاحیت علماء و محققین پر چھوڑ دیتا ہے یا یہ کہ بنیادی طور پر اس کا روایات جمع کرنے کا ہدف کچھ اور ہوتا ہے۔

دوسرا یہ کہ. کسی کی طرف سے ایک شاذ نظریہ پیش کرنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوسکتا کہ وہ شاذ نظریہ تمام افراد مذہب کا ہے صرف اس لیئے کہ یہ نظریہ رکھنے والا اس مذہب سے تعلق رکھتا ہے خصوصاً اگر اس شاذ نظریئے کو اس مذہب کے دوسرے افراد نے رد بھی کردیا ہو لہذا بعض حشوی اهل سنت کا تحریف کا عقیدہ موجب نہیں بنے گا کہ تمام اہل سنت پر عقیدہ تحریف جیسا الزام لگایا جائے مثلاً " ابن تیمیہ " نے اہل سنت کے عقائد کے برخلاف عقائد پیش کئے جنہیں اہل سنت نے رد کردیا لہذا ابن تیمیہ کی شاذ گفتگو کو تمام اہل سنت کی طرف کیسے منسوب کیا جا سکتا ہے؟ اگر کوئی ایسی نسبت دے گا تو یہ ایک بیہودہ حرکت ہوگی اور حق سے تجاوز ہوگا. ایسا کرنا تعصب کی علامت ہے اور نفسانی خواہشات کی پیروی ہے. خداوند متعال ہمیں گفتار و کردار کی لغزش سے بچائے. وہی صحیح راستے کی ہدایت اور توفیق دینے والا ہے۔

تیسری فصل

ہم قرآن کی حفاظت کرنے والے ہیں

متعصب یا منصف:

ہمارا عقیدہ ہے کہ قرآن کا تحریف سے محفوظ ہونا ایک بدیہی امر ہے جس کے لیے کسی دلیل و برہان کی ضرورت نہیں ہے۔ کتنا بڑا فرق ہے کہ بعض انصاف پسند غیر مسلم قرآن میں تحریف نہ ہونے کی تصریح کرتے ہیں یا کم از کم یہ کہتے ہیں کہ مصحف عثمان میں کوئی تغییر و تبدل نہیں ہوا جبکہ دوسری طرف بعض بے انصاف مسلمان اور فریب خوردہ لوگ ہیں جو قرآن کریم میں تحریف کی تصریح کرتے ہیں یا اس قسم کی باتیں نقل کرتے ہیں گذشتہ فصلوں میں ان میں سے بعض کا نام ہم ذکر کر چکے ہیں، یہاں ہم دو غیر مسلم انصاف پسند افراد کے ذکر پر اکتفاء کرتے ہیں۔

۱۔ استاد "لوبلوہ" کہتا ہے: "قرآن ہی وہ تنہا آسمانی کتاب ہے جس میں کسی قسم کی قابل ذکر تبدیلی رونما نہیں ہوئی۔" (۱)

۲۔ سرویلیم مویر کہتا ہے: "عثمان نے جو مصحف جمع کیا وہ تواتر کے ساتھ ہاتھوں ہاتھ بغیر کسی تحریف کے ہم تک پہنچا ہے، بہت توجہ کے ساتھ اسکی حفاظت کی گئی ہے اس طرح کہ اس میں کوئی

---

(۱) تاریخ القرآن الصغیر ص ۵۵ ، المدخل الی القرآن دراز ص ۴۰ سے منقول۔

قابل ذکر تبدیلی نہیں ہوئی بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ تمام اسلامی ممالک میں پائے جانے والے قرآن کے مختلف نسخوں میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی"[1] بلاشیر سے بھی اسی طرح کی گفتگو نقل ہوئی ہے۔[2]

ہم سمجھتے ہیں کہ یہاں پر قرآن کے تحریف سے محفوظ ہونے پر مختلف علماء کی طرف سے دی گئی بعض دلیلوں کو ذکر کرنا مناسب ہے۔

پہلی دلیل: "یہ دلیل قرآن سے ہے"

خدا فرماتا ہے "انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون"[3] یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ قرآن ہر قسم کی کمی بیشی اور تغییر و تبدل سے محفوظ رہا ہے۔[4]

غلط اعتراضات:

پہلی دلیل پر تین قسم کے اعتراضات کئے گئے ہیں:

پہلا اعتراض: مذکورہ آیت میں قرآن کی حفاظت اس طرح بھی متحقق ہوجائے گی کہ بعض افراد کے پاس موجود مصحف تحریف سے بچ جائے اگرچہ (بعض دوسرے لوگوں کے پاس موجود قرآن تحریف کا شکار ہوجائے)

---

(۱) تاریخ القرآن الصغیر ص ۱۹۳ المدخل الی القرآن الکریم ص ۴۰ سے منقول

(۲) القرآن نزولہ، تدوینہ، ترجمتہ و تاثیرہ۔ ص ۳۶۔

(۳) سورہ حجر آیہ ۹

(۴) تفسیر کبیر ج ۱۹ ص ۱۶۰، ۱۶۱، المیزان ج ۱۲ ص ۱۰۱، ۱۰۹، اظہار الحق ج ۲ ص ۲۲، ۲۲۳، ۴۰، الکشاف ج ۲ ص ۵۷۲، البیان خوئی ص ۲۲۵، ۲۲۹، مجمع البیان ج ۶ ص ۳۳۱، الجامع لاحکام القرآن ج ۱ ص ۳۸، ۸۴، لباب التاویل الخازن ج ۳ ص ۸۹، مدارک التنزیل نسفی حاشیہ ج ۳ ص ۱۸۹، تفسیر القرآن العظیم ج ۲ ص ۵۴۷، البرہان زرکشی ج ۲ ص ۲۷، مناہل العرفان ج ۱ ص ۲۶۴، فواتح الرحموت در حاشیہ المستصفی ج ۲ ص ۱۱، المحجۃ البیضاء ج ۲ ص ۲۶۴، اجوبہ مسائل جار اللہ ص ۳۱، مختصر التحفۃ الاثنا عشریۃ ص ۳۲، الاحتجاج ج ۱ ص ۳۷۸ حاشیہ از کاشف الغطاء، اصول سرخسی ج ۲ ص ۷۸، تاریخ بغداد ج ۲ ص ۲۰۹، آلاء الرحمن ص ۲۶، تفسیر صافی ج ۱ ص ۱۵۔

Presented by www.ziaraat.com

جواب: یہ اعتراض صحیح نہیں ہے کیونکہ قرآن کے نازل کرنے کا مقصد لوگوں کی ہدایت ہے "لا ریب فیه هدی للمتقین"[1] قرآن جس میں شک نہیں متقیوں کا ہادی ہے۔ اسی طرح مقصد، قرآن میں غور و فکر کرنا ہے" افلا یتدبرون القرآن ام علی قلوب اقفالہا"[2] "کیا وہ قرآنی آیات میں غور و فکر نہیں کرتے یا انکے دلوں پر تالے پڑے ہیں" یا دوسری آیات جو نزول قرآن کا ہدف ہدایت اور غور و فکر قرار دیتی ہیں اور واضح ہے کہ ہدایت اور غور و فکر تو کسی شخص کے ساتھ خاص نہیں ہے لہذا قرآن کو تحریف سے بچانا بھی سب کے لئے ہونا چاہیئے تاکہ قرآن سب کے لئے ہدایت بن سکے اگر قرآن تحریف کا شکار ہو جائے تو پھر ہادی نہیں بن سکے گا جس کے نتیجے میں قرآن میں غور و فکر نہ کرنے پر سرزنش نہیں کی جا سکے گی۔

ممکن ہے کوئی سوچے کہ تحریف یا حذف کا شکار وہ آیات ہوئی ہیں جو قرآن کے ہادی ہونے میں خلل انداز نہیں اور عقائد و احکام میں وہ کوئی تاثیر نہیں رکھتیں تو عرض یہ ہے کہ یہ احتمال بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ:

الف: اس احتمال کی کیا دلیل ہے کہ تحریف صرف اس صورت پر ہوئی ہے نہ کسی اور صورت پر اس دعوی کو کس طرح ثابت کیا جا سکے گا؟

ب: دشمنانِ اسلام، منافقین اور مریض دل افراد کا تحریف سے مقصد (اگر بالفرض تحریف ہوئی ہو) اپنی غرض کا حصول ہے جو کہ ہدایت کا گمراہی میں بدلنا ہے اور یہ کام امور اعتقادی، احکامات توحید و قیامت اور قصص انبیاء جیسے امور میں زیادہ آسانی سے ممکن ہے لہذا دشمن یہ حماقت کیوں کریں گے کہ ایسے موارد میں تحریف کریں جن سے ان کا مقصد پورا نہ ہو سکے۔

---

(۱) سورۂ بقرہ آیہ ۲۔

(۲) سورۂ محمد آیہ ۲۴۔

دوسرا اعتراض واضح ہے کہ قرآن میں تحریف کتابت یا نسخہ تیار کرنے والوں کے اشتباہ کی وجہ سے ہوگی پس آیت میں حفاظت کرنے کا مطلب لوگوں کے پاس محفوظ رکھنا نہیں ہے۔

جواب ۔ کاتبوں اور نسخہ تیار کرنے والوں کے اشتباہ سے پیدا شدہ تحریف معنی کو ضرر نہیں پہنچاتی اور آیت کو اس کے ظاہر سے نہیں پھیرتی ۔ کیونکہ نسخہ تیار کرنے والے کی غلطی تحریف شمار نہیں ہوتی جب کہ اصل قرآن لوگوں میں معروف اور اسکے نزول کی حقیقت سب کو معلوم ہے۔ اس قسم کے اشتباہات جلد ہی معلوم ہوجاتے ہیں اور قرآن کے حافظ اور اسکی حفاظت کرنے والے اس طرح کی غلطی کو باقی نہ رہنے دیتے اور ایسے افراد کی تعداد بھی بہت زیادہ تھی۔ آئندہ فصلوں میں ہم ذکر کریں گے کہ " معروف ہے کہ جنگ صفین میں تیس ہزار قرآن کے حاملین (حفاظ) موجود تھے اور دوسرے حفاظ اس کے علاوہ تھے جو صفین میں حاضر نہیں تھے۔ "(۱)

تیسرا اعتراض ۔ تحریف کے رد کے لیے قرآن سے تمسک کرنا منطقی لحاظ سے "دور" کا موجب ہے کیونکہ ممکن ہے خود اس آیت میں تحریف ہوئی ہو۔

جواب ۔ تمام علماء اور افراد کا اجماع ہے کہ اس آیت میں تحریف نہیں ہوئی ۔ اس کے علاوہ جن لوگوں نے گمان کیا ہے قرآن میں تحریف ہوئی ہے انہوں نے تحریف کے موارد بھی ذکر کیے ہیں اور یہ آیت ان موارد میں سے نہیں ہے ۔

دوسری دلیل " دقتِ نظر اور تحقیق " :

قرآن کے تحریف سے محفوظ ہونے کی ایک دلیل وہ اہتمام ہے جو قرآن کی حفاظت کی خاطر کیا جاتا تھا۔ بہت سے اسباب فراہم کیے گئے جو قرآن کی حفاظت کا باعث تھے تاکہ ایک " واو " بھی کم یا زیادہ نہ ہو۔ یہی ذکر کردینا کافی ہے کہ حضرت عثمان کو ایک منسوخ آیت

---

(۱) صفین منقری ص ۱۸۸ ۔

Presented by www.ziaraat.com

ف حذف کرنے کی جرات نہ ہو سکی۔ جب اس بارے میں ابن زبیر نے درخواست کی تو حضرت عثمان نے جواب میں کہا میں کسی چیز کو اسکی جگہ سے تبدیل نہیں کرنا چاہتا۔ [۱] شاید حضرت عثمان کا یہ جواب اس سبق کے بعد ہو جو اسے "واو" والے مسئلہ میں ملا تھا حضرت عثمان آیت "والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونہا فی سبیل اللّٰہ فبشرھم بعذاب الیم" [۲] سے "واو" کو حذف کرنے پر مصر تھے تاکہ یہ آیت اہل کتاب کی صفت ہو اور مسلمان اس کے دائرہ میں نہ آئیں تو معروف صحابی ابی بن کعب نے حضرت عثمان کی شدید مخالفت کی اور انہیں دھمکی دی کہ اگر "واو" کو حذف کیا گیا تو میں تلوار نکال لوں گا حضرت عثمان کو مجبوراً اپنی رائے سے دستبردار ہونا پڑا۔ [۳]

جناب عمر نے آیت "والذین اتبعوھم باحسان" [۴] سے "واو" کو گرانا چاہا تاکہ اس طرح سے انصار پر مہاجرین کی قدر و منزلت بڑھ جائے تو زید ابن ثابت نے اعتراض کیا اور ابی بن کعب نے بھی اس کا ساتھ دیا جسکی وجہ سے حضرت عمر اپنے ارادے میں ناکام رہے [۵] جیساکہ حضرت عمر آیت "رجم" کو اس کے باوجود کہ اسے قرآن سے سمجھتے تھے قرآن میں لکھوا نہ سکے اس خوف سے کہ یہ نہ کہا جائے کہ عمر نے کتاب خدا میں اضافہ کر دیا ہے۔ اگر حضرت عمر جیسا نڈر اور بے دھڑک خلیفہ جو رسول خدا ؐ پر اعتراض کرتا ہے۔

---

(۱) صحیح بخاری ج ۶ ص ۵۰ ، تفسیر المیزان ج ۹ ص ۲۵۸ ، مباحث فی علوم القرآن ص ۱۲۰ ، الاتقان ج ۱ ص ۶۰ اور بخاری سے منقول۔

(۲) سورہ توبہ آیہ ۳۴۔

(۳) الدرالمنثور ج ۳ ص ۲۳۲ ، تفسیر المیزان ج ۹ ص ۲۵۱ ، ابوذر مسلمان یا سوشلسٹ ص ۴۴۔

(۴) سورہ توبہ آیہ ۱۰۰۔

(۵) الدرالمنثور ج۳ ص ۲۶۹ میں جمیع سے اس کتاب فضائل سے نیز سنید، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن مردویہ سے منقول، کنز العمال ج۲ ص ۲۵۹ ، ۲۸۰ ، ۲۸۵ میں اکثر مذکورہ بالا افراد اور حاکم اور ابی الشیخ سے اس کی تفسیر میں منقول تاریخ القرآن زنجانی ص ۳۶ ، مقدمہ تفسیر البیان، تمہید فی علوم القرآن ج۱ ص ۳۴ میں تفسیر طبری ج۱۱ ص ۷ سے منقول۔

Presented by www.ziaraat.com

اور اپنے آپ کو ان کے برابر خیال کرتا ہے۔[1] اور اس پر اترانا بھی ہے کہ بہت سے احکام میں نے تشریع یا باطل کئے ہیں جیسے اذان سے "حیَّ علی خیر العمل" نکالنا نکاح متعہ حرام قرار دینا نماز تراویح وغیرہ[2] حضرت عمر عرب میں اپنی شخصیت کے اتنے جادو سے جو کہ عبادت کی حد تک پہنچ گئی تھی۔ قرآن سے ایک حرف کم یا زیادہ نہیں کرسکتا تو پھر کون ہے جو قرآن میں تحریف کی جرات کرے یا اس سے ایک سورہ کم کردے یا کوئی حرف اس پر زیادہ کردے۔ یہ کام ناممکنات میں سے ہے لہذا یہ دعوی کرنا ممکن نہیں ہے۔

تیسری دلیل "حفظِ قرآن پر اہتمام"

بعض علماء نے استدلال کیا ہے کہ اگر کوئی سیبویہ کی کتاب میں ایک فصل کا اضافہ کردے تو فوراً معلوم ہوجائے گا کہ یہ اس کتاب کا حصہ نہیں ہے کیونکہ اس کتاب کی حفاظت اور ضبط پر بڑی توجہ دی گئی ہے جبکہ یہ بات قرآن میں اس سے کہیں زیادہ پائی جاتی ہے کیونکہ اسکے حفظ، ضبط اور قرائتوں کے سلسلے میں بہت توجہ اور احتیاط سے کام لیا گیا ہے اور یہ صرف کسی مخصوص طبقے کے افراد کے ہی مورد توجہ نہیں رہا بلکہ تمام مسلمانوں کی توجہ کا محور رہا ہے کیونکہ یہ پیغمبر کا دائمی معجزہ اسلام کی بنیاد اور احکام کا ماخذ ہے۔

چوتھی دلیل "حدیث کو کتاب پر پرکھنے والی روایات اور دوسری احادیث"

ایک بزرگ نے قرآن کے تحریف سے محفوظ ہونے پر ان احادیث سے استدلال کیا ہے جو کہتی ہیں کہ پہلے احادیث کو قرآن سے ہماہنگ کیا جائے اگر قرآن کے موافق ہوں تو انھیں لے لیں اور اگر مخالف ہوں تو انھیں چھوڑ دیا جائے اس قسم کی روایات مندرجہ ذیل اہم افراد کے توسط سے نقل ہوئی ہیں۔

---

(1) الحیاۃ السیاسیۃ للامام الحسن (موطلعہ)

(2) الغدیر ج ۶، النص والاجتھاد، دلائل الصدق اور دوسری کتب۔

Presented by www.ziaraat.com

ابن عباسؓ، ابن مسعود، حضرت ابوبکر، ابی ابن کعب و معاذ اور اسی طرح حضرت امام سجادؑ اور حضرت امام صادقؑ سے بھی مروی ہیں۔ (۱) ممکن ہے کہا جائے کہ مذکورہ بالا روایات کا مطلب یہ ہے کہ جو قرآن موجود ہے اس کا اخذ کرنا ضروری ہے اور وہ حجت ہے اگر چہ اس میں کچھ تبدیلیاں رونما ہوچکی ہوں پس یہ روایات قرآن کی عدم تحریف پر دلیل نہیں ہیں بلکہ ہر صورت میں قرآن کی حجیت کو بیان کرتی ہیں۔

اس احتمال کا جواب واضح ہے کیونکہ روایات کو تحریف شدہ کتاب یا اس کتاب سے ہماہنگ کرنے کا حکم دینا جس میں آئندہ تحریف کا احتمال پایا جاتا ہو غیر فطری اور بعید سی بات ہے۔ اس احتمال کا وافی و شافی جواب بعد والی دلیل میں واضح ہو جائے گا۔

قرآن کے تحریف سے محفوظ ہونے پر حدیث ثقلین سے بھی تمسک کیا جاتا ہے یا ان احادیث سے بھی کہ جو قرآن کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیتی ہیں (۲) یہ استدلال اس طرح سے ہے کہ اگر قرآن میں تحریف ہوچکی ہو یا آئندہ ہونے کا احتمال ہو تو اس قرآن کی طرف رجوع کرنے کا حکم بے معنی ہوجائے گا کیونکہ ہر آیت میں تحریف کا احتمال دیا جاسکتا ہے لہذا ہر آیت حجیت سے ساقط ہو جائے گی۔ ممکن ہے جواب دیا جائے کہ جس نے قرآن کی طرف رجوع کا حکم دیا ہے وہ جانتا تھا کہ قرآن کے ان حصوں میں تحریف ہوگی جن کا تعلق احکام شرعیہ سے نہیں اور انکی زیادہ ضرورت نہیں پڑتی اس احتمال کے تین جواب ہیں۔

---

(۱) یہ استدلال تفسیر المیزان میں علامہ نے کیا ہے ج ۱۲ / ص ۷ اور یہ احادیث ان منابع میں ہیں۔ سنن دارمی ج ۱ / ص ۴۳۲، المصنف صنعانی ج ۶ / ص ۱۲، ج ۱۱ / ص ۲۰، جامع بیان العلم ج ۲ / ص ۲۴، عیون الاخبار ابن قتیبہ ج ۲ / ص ۲۲۳۔ البیان والتبیین ج ۲ / ص ۲۳، العقد الفرید ج ۳ / ص ۲۰، حلیۃ الاولیاء ج ۱ / ص ۲۵۳، الکافی (اصول) ج ۱ / ص ۵۵، تفسیر عیاشی ج ۱ / ص ۸، ۹، حیات الصحابہ ج ۳ / ص ۱۸۱، ۱۸۷، ۵۷۱، کنز العمال ج ۸ / ص ۸۷، ابن عساکر سے منقول اصول الحنفیہ الکافی ص ۲۳۔

(۲) تفسیر المیزان ج ۳ / ص ۸۷۔

Presented by www.ziaraat.com

۱۔ جو شخص قرآن میں تحریف کرنا چاہتا ہے وہ ان حصوں کا قصد کرتا ہے جن کا تعلق ہدایت بشر سے ہوتا ہے تا کہ افکار و عقائد کو متزلزل کر سکے وہ ہرگز ان موارد کی طرف نہیں جائے گا جن کا تعلق ہدایت بشر سے نہ ہو۔

۲۔ ایسی کتاب کی طرف رجوع کرنے کا حکم دینا جو خود مورد شک و تردید ہے غلط اور ناقابل قبول ہے اور اس کا نتیجہ افراد کی فکر و سوچ میں تزلزل اور یقین میں دراڑیں پڑنا ہوگا۔

۳۔ پہلے ہم کہہ چکے ہیں کہ خدا کی یہ کلام "لا ریب فیہ ھدی للمتقین"[1] قرآن کے بارے میں ہر قسم کے شک و شبہ کو باطل کردیتی ہے جس سے ایسے احتمالات بھی خود بخود ختم ہوجاتے ہیں۔

پانچویں دلیل "تاریخی حقیقت"

اگر دعوی کیا جائے کہ تحریف پیغمبرؐ کے زمانے میں ہوئی ہے تو یہ معقول نہیں چونکہ خود پیغمبرؐ قرآن کی کتابت پر نظر رکھتے تھے اور لوگوں کو قرآن کی تعلیم دیتے تھے اور کئی بار قرآن ان پر عرضہ (پیش) ہوا اور اگر تحریف پیغمبرؐ کے بعد ہوئی ہو اور ارباب اقتدار کے ذریعے تو حضرت علیؑ اور دوسرے صحابہ قطعاً اس عمل پر جو اسلام کی بنیادیں ہلا دینے والا تھا خاموش نہیں رہ سکتے تھے۔ امامؑ اور دوسرے صحابہ پر لازم تھا کہ حقیقی قرآن کو ظاہر کرتے اور تحریف والے موارد کی نشاندہی کرتے چاہے کچھ بھی ہوجاتا یا کم از کم امامؑ ظاہری خلافت پر فائز ہونے کے بعد حقیقی قرآن کو ظاہر کر سکتے تھے اور لوگوں کے سامنے اسکی نشاندہی کر سکتے تھے ان کے سامنے کوئی رکاوٹ بھی نہیں تھی۔

حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت علیؑ اور ان کے بعد امام حسنؑ نے ایسا کوئی اشارہ تک نہیں دیا جس سے تحریف قرآن کا پتہ چلتا ہو جیسا کہ دوسرے صحابہ میں سے کسی سے بھی حضرت امام علیؑ یا امام حسنؑ سے حقیقی قرآن کے ظاہر کرنے کا مطالبہ تک دیکھنے کو نہیں ملتا

---

[1] سورۂ بقرہ آیۂ ۲۔

یا امامؑ نے گذشتہ دور میں بھی ذرہ برابر اشارہ نہیں کیا جس سے تحریف کا پتہ چل سکے ۔ امامؑ جو اس حد تک دلیر تھے کہ انہوں نے فتنہ کو نابود کردیا اور اسے تباہ کردیا امامؑ کے علاوہ کسی میں یہ کام انجام دینے کی قدرت نہیں تھی (اس فتنہ سے مراد خوارج کا فتنہ ہے) یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ یہ امامؑ اس حساس مسئلہ کو اہمیت نہ دیں وہ امامؑ جو بیت المال کو اپنی جگہ پر واپس پہنچانے کے لیئے بہت مصر تھے اگر چہ بیت المال کے پیسے سے کنیزیں خریدی جاچکی ہوں اور اس سے عورتوں کے حق مہر ادا کیے جاچکے ہیں [۱] حالانکہ تحریف قرآن کے مقابلے میں یہ کام بہت ہی کم اہمیت کے حامل تھے۔ اب یہ دعویٰ کرنا کہ امامؑ حقیقت کو ظاہر نہیں کرسکتے تھے مجبور تھے چونکہ اس سے شیخین (پہلے دو خلیفوں) کی غلطی ظاہر ہوتی تھی جبکہ لوگوں کے دلوں میں انکی محبت رچی ہوئی تھی [۲] تو یہ احتمال صحیح نہیں ہے کیونکہ جہاں اسلام کی اساس خطرے میں ہو اور دین کی حقیقت ختم ہورہی ہو وہاں لوگوں کے احساسات کا احترام کوئی معنی نہیں رکھتا اور کبھی بھی بڑی مصلحت کو چھوٹی مصلحت پر قربان نہیں کیا جاسکتا۔

حضرت عثمان کے زمانے میں تحریف کا واقع ہونا مزید مشکل ہے بلکہ محال ہے کیونکہ اس دور میں قرآن دور دراز کے مسلمان نشین علاقوں تک پہنچ چکا تھا اور حفاظ کی تعداد ہزاروں بلکہ لاکھوں تک پہنچ چکی تھی ، قرآن میں معمولی سا تصرف (تبدیلی) بھی سب کے علم میں آجاتا اور سب لوگ اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوتے خصوصا ایسے فتنہ پرداز بھی موجود تھے جو اس سے چھوٹی چھوٹی باتوں کی وجہ سے بغاوت پر اتر آئے تھے۔ جب کہ کسی نے حضرت عثمان کو تحریف کا طعنہ نہیں دیا اور نہ ہی کسی نے حضرت عثمان کی طرف کوئی آیت کم کرنے کی نسبت دی ہے بلکہ قرآن کی جمع آوری کے سلسلے میں حضرت علیؑ نے حضرت عثمان کی کوششوں کو سراہا۔

---

(۱) تاریخ البلاذر محمد عبدہ ج۱/ ص ۳۲ ، دعائم الاسلام ج۱/ ص ۳۹۶ ، الاوائل ج۱/ ص ۲۹۱ ، اثبات الوصیۃ ص ۱۳۶۔

(۲) آراء حول القرآن ص ۸۰۔

Presented by www.ziaraat.com

ان سب باتوں کے باوجود کیا یہ سینکڑوں بلکہ ہزاروں آیات جنکے قرآن سے ساقط ہونے کا دعوی کیا جاتا ہے سب پر پوشیدہ تھیں اور صرف چند لوگوں کو ان کے بارے میں علم تھا؟ اور کیا معقول ہے کہ سب تحریف کرنے والوں کے ہمنوا بن گئے تھے اور سب نے ملکر اتنا بڑا ظلم کیا؟ یا یہ سب کتاب خدا سے جاہل تھے جسکی وجہ سے انھیں حضرت عثمان یا کسی کے ذریعے تحریف کی خبر نہ ہوسکی؟ کیا رسول اکرمؐ لوگوں کے سامنے آیات قرآنی نہیں پڑھتے تھے اور کیا انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم نہیں دیتے تھے جیسا کہ خود قرآن بیان کرتا ہے؟ یا جو کچھ انھوں نے سیکھا تھا اسے بہت جلد بھلا دیا؟ جتنا بھی بھولے ہوں یہ تو نہیں ہوسکتا کہ سب کو ایک تہائی قرآن بھول گیا ہو؟ یعنی دو ہزار سے زیادہ آیتیں جن کے بارے میں تحریف کا دعوی کیا جاتا ہے۔ یہ گرائی جانے والی سب آیات ان دو آیتوں " و ان خفتم الا تقسطوا فی الیتامی — "(۱) اور " فانکحوا ما طاب لکم من النساء — "(۲) کے درمیان تھیں. اور مسلمانوں میں سے کسی ایک کو بھی ان آیات میں سے حتی ایک آیت بھی یاد نہ تھی؟ ــ اور جو کہا جاتا ہے کہ سورہ برائت اور احزاب سے بھی کافی آیات ساقط ہوئیں ہیں ان پر بھی یہی اشکال وارد ہوتا ہے ــ کیا اکثر صحابہ کے اپنے اپنے مصحف نہیں تھے؟ تو پھر کیسے ممکن ہوا اتنی بڑی تعداد میں آیات تمام صحابہ کے مصاحف سے بالاتفاق ساقط ہوگئیں. جیسے ابی، زید اور ابن مسعود کے مصحف یا بقیہ کہ جن کے نام بعد والی فصل میں ذکر ہوں گے اگر ابی ایک واو کے گرانے پر اعتراض کرسکتا ہے تو اتنی بڑی تحریف پر کیسے خاموش رہ سکتا ہے؟ اگر حضرت ابوذر نبی اکرمؐ کی ایک حدیث جو اس نے خود سنی تھی تلوار کے سائے میں بھی بیان کیئے بغیر نہیں رہ سکتا(۳) تو یہ شخص اتنے بڑے ظلم پر کیسے خاموش رہ سکتا ہے یوں ظاہر کرتے ہوئے کہ جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔

---

(۱)و(۲) سورہ نساء آیہ ۳

(۳) طبقات ابن سعد ج۴ ص ۲۳۲، اسی سے قاموس الرجال ج۲ ص ۵۵۳ میں منقول۔

اگر ابن مسعود قرآن کے جلائے جانے والے کام کی سخت مذمت کرتا ہے [1] تو پھر تحریف اور اتنی بڑی تعداد میں آیات کے گرائے جانے کی مذمت کیوں نہیں کرتا ؟ اس کے علاوہ اگر حکام نے یہ تحریف والا کام انجام دیا ہوتا تو پھر انھیں ان آیات میں تحریف کرنا چاہیئے تھی جو انکی حاکمیت سے متصادم تھیں یا ان کے مخالفین کی تائید کرتی تھیں اگر یہ تحریف ہوچکی ہوتی تو پھر مخالفین اسے ان کے خلاف لوگوں میں پروپیگنڈے کے طور پر ایک حربہ بناکر استعمال کر سکتے تھے یوں ان کی حکومت کے ستونوں کو ہلا سکتے تھے حالانکہ ایسا کوئی کام نہیں ہوا اور نہ کسی نے تاریخ میں ان جرائم کا نام تک لیا ہے ۔ ان سب باتوں کے علاوہ کیا پیغمبرؐ کے مخصوص کاتب نہیں تھے جو نازل ہونے والی آیات کو بلافاصلہ لکھ لیا کرتے تھے ۔کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ تمام قرآن خود پیغمبرؐ کی زندگی میں جمع ہوچکا تھا اور خود آنحضرتؐ کے سامنے قرآن لکھا جاتا تھا کہ جسے بعد میں ہم بیان کریں گے ۔ اسکے علاوہ بہت سے سوالات جنکی اس مختصر کتاب میں گنجائش نہیں لیکن جو کچھ ہم نے کہہ دیا ہے یا کہیں گے اس سے اور بہت کچھ سمجھا جا سکتا ہے ۔

تحریف کی دلیلیں ناکافی ہیں

تحریف کی روایات جن سے استدلال کیا جاتا ہے یا کیا جاسکتا ہے کئی جہات سے ناکافی ہیں۔

۱ ـ یہ روایات تواتر لفظی تو نہیں رکھتی تواتر اجمالی بھی نہیں رکھتیں چونکہ ان میں سے بعض قرآن میں "نقص" کو بتلاتی ہیں اور بعض "زیادتی" کو اور تیسری قسم تغییر و تبدل کا ذکر کرتی ہیں یعنی ہر دستہ ایک مخصوص مورد کو معین کرتا ہے جو دوسرے دستوں کے ذریعے معین کیئے جانے والے موارد کے ساتھ فرق رکھتا ہے لہذا تواتر اجمالی ثابت نہیں ہوسکے گا۔

---

(۱) تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۷۰ ۔

Presented by www.ziaraat.com

۲۔ ان روایات میں سے اکثر اپنے مقصود پر دلالت کے لحاظ سے بھی ناکافی ہیں چونکہ بعض تو عادی اور شخصی اشتباھات کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ جن کا اشتباہ و خطاء ہونا جلد ہی ظاہر ہوجائے گا۔ اور بعض نسخہ تیار کرنے والوں اور سماع کرنے والوں کی خطاء کو بتلاتی ہیں جس میں حق بعد میں معلوم ہوگا اور خطاء دور ہوجائے گی۔ اور بعض روایات لہجوں کے اختلاف کو بیان کرتی ہیں اور بعض روایات آیات کے ساتھ مخلوط تفسیر (تفسیر مزجی) یا تفسیر با مرادف ہیں یا تاویل ہیں کہ جن کی کسی حد تک مفصل بحث بعد میں بیان ہوگی۔

۳۔ ان میں سے بعض روایات غالیوں اور جھوٹوں کی طرف سے گھڑی گئی ہیں۔

۴۔ ان میں سے بعض روایات دعاؤں یا صحابیوں کے اقوال کی طرف اشارہ کرتی ہیں جو کہ کسی صحابی نے مصحف کے حاشیہ پر لکھ دیا ہو اور ناقل نے یہ سمجھ لیا ہو کہ اس صحابی نے یہ بتلانے کی کوشش کی ہے کہ یہ دعاء قرآن کا جزء ہے حالانکہ صحابی نے اسے یاد رکھنے اور دوبارہ دیکھنے کی خاطر لکھا تھا۔ اسی طرح کے اور موارد جنکی طرف فی الحال اشارہ ممکن نہیں۔ پس اگر ان تحریف والی روایات میں سے کوئی روایت عیب سے بچ جائے اور تحریف پر صراحت کے ساتھ دلالت کرتی ہو اور اس کی سند بھی صحیح ہو تو وہ خبر واحد ہے کہ جس پر ان جیسے موارد میں اعتماد نہیں کیا جا سکتا خصوصاً جبکہ مسلّم شواہد و قرائن اس کے خلاف موجود ہوں۔ شوکانی اور دوسروں نے ان اخبار کے واحد ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے[1] آنے والی فصلوں میں یہ مطالب انشاء اللہ واضح ہوجائیں گے اور کسی کے لئے عذر باقی نہیں بچےگا۔

---

(۱) ارشاد الفحول ص ۳۰۔

تحریف کا پروپیگنڈا کرنے کی سیاست۔

سابقہ اسباب و عوامل کے علاوہ، بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ جناب عثمان کے خلاف کی جانے والی کوششوں میں سے ایک " مصحف عثمان " کے خلاف اس قسم کا پروپیگنڈا تھا کہ، تمام مصاحف کو ایک کرنے والا حضرت عثمان کا یہ کام (جسکی حضرت علیؑ نے تائید کی تھی) قرآن کے بعض حصوں کے ضائع ہونے کا موجب بنا۔ اور ہم بعید نہیں سمجھتے کہ یہ [1] پروپیگنڈا حضرت عائشہ اور ان کے ہم خیال افراد کے ذریعے انجام پایا ہو کیونکہ دیکھتے ہیں کہ وہی اس روایت کو اس بارے میں ذکر کرتے ہیں۔ ہمارے نظریے کی تائید حضرت علیؑ سے مروی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں آپؑ حضرت عثمان کے ذریعے قرآن کے جمع کیے جانے کا دفاع کرتے ہیں، " عثمان کے بارے میں اچھائی کے علاوہ کچھ نہ کہو خدا کی قسم اس نے جو کچھ مصاحف کے بارے میں انجام دیا ہمارے سامنے تھا "۔

البتہ ہم حضرت عائشہ اور انکے سیاسی ہم مسلکوں سے ایسی روایات پاتے ہیں کہ جو حضرت عثمان سے پہلے دور میں قرآن کے کچھ حصوں کے ضائع ہونے پر دلالت کرتی ہیں جیسے وہ روایت جو یہ کہتی ہے کہ جب ہم لوگ رسول اکرمؐ کی تجہیز و تکفین میں مصروف تھے تو مصحف والے صحیفہ کو گھر کی بکری کھاگئی یا وہ روایت کہ حضرت ابوبکر کے زمانے میں مسیلمہ کے ساتھ جنگ میں بہت سے حافظوں کی شہادت کی وجہ سے بہت سی آیات ضائع ہوگئیں۔

ہم سمجھتے ہیں کہ تحریف قرآن کے متعلق پروپیگنڈا کرنے میں معاویہ کا کردار زیادہ تھا۔ طبری نے نقل کیا ہے کہ امام حسنؑ نے معاویہ کے خلاف بڑا سخت رویّہ اختیار کیا اور امامؑ نے صراحت کے ساتھ معاویہ کو اس قسم کا پروپیگنڈا کرنے والا کہا ہے۔

---

(۱) الاتقان ج ۱ ص ۵۹ مزید حوالے امام علیؑ کی تائید کے بیان میں ذکر ہوں گے

" ... تم گمان کرتے ہو کہ عمر نے میرے باپ کو پیغام دیا کہ میں قرآن کو ایک مصحف میں رکھنا چاہتا ہوں ۔ " اس کے بعد اس واقعہ کا تذکرہ کیا کہ حضرت علیؑ نے مصحف حضرت عمر کو پیش نہیں کیا اور دو گواہوں کی گواہی پر مصحف میں آیات لکھنے کا تذکرہ کرتے ہیں۔ آخر میں امامؑ فرماتے ہیں " ۔ بعد میں انہوں نے کہا بہت سی آیات ضائع ہو گئیں ، خدا کی قسم انہوں نے جھوٹ کہا بلکہ قرآن محفوظ ہے اور اپنے اہل کے پاس ہے۔ "(۱)

آپ نے ملاحظہ کیا امامؑ حضرت عمر کے حضرت علیؑ سے مصحف طلب کرنے اور دو گواہوں کی گواہی کے ساتھ قرآن لکھنے والے حکم کو معاویہ کی طرف منسوب کرتے ہیں اور اسے معاویہ کے جھوٹ میں سے قرار دیتے ہیں اور یہ واضح دلیل ہے اس پر کہ یہ سب مسائل معاویہ کے گھڑے ہوئے تھے اور اس نے اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لیے ایسا پروپیگنڈا کیا تھا اور یہ مطلب اس صورت میں واضح ہوتا ہے کہ ہم جان لیں کہ قرآن پیغمبرؐ کے زمانے میں آنحضرتؐ کے حکم کے ساتھ لکھا گیا اور یہ کام " کاتبان وحی " نے کیا اور یہ بھی جان لیں کہ مختلف صحابہ کے پاس اپنے اپنے مصاحف موجود تھے ۔

ان توضیحات کے پیش نظر زید کے ذریعے دو گواہوں کی گواہی کے ساتھ قرآن کی جمع آوری اور خزیمہ کی گواہی کے ساتھ بعض آیات کے لکھے جانے والا قصہ شک و تردید کا شکار ہوجائے گا اور ہماری طرف سے پیش کی جانے والی تفصیلات کی روشنی میں یہ داستان اور اس جیسی دوسری داستانوں کا من گھڑت ہونا ظاہر ہوجائے گا ۔ جیسے کہ امام حسنؑ کا کلام تحریف کے قائلین کی مذمت کرتا ہے اس کے بعد امامؑ نزاع کی جڑ کو اکھاڑ پھینکتے ہوئے فرماتے ہیں " قرآن جمع شدہ اپنے اہل کے پاس محفوظ ہے " ۔

---

(۱) الاحتجاج ج ۲ ص ۸ ۔

اہل قرآن کون ہیں ؟

حضرت امام حسنؑ کے کلام میں فقرہ "عند اہلہ" پر کچھ توقف اور تدبر ضروری ہے تاکہ معلوم ہوسکے کہ اہل قرآن کون لوگ ہیں۔ آیا اہل قرآن سے مراد قرآن کے وہ حافظ صحابہ ہیں جن کے پاس اپنے اپنے مصحف موجود تھے جنہوں نے تمام آیات جمع کی تھی یا وہ تمام صحابی جو حافظ قرآن تھے ؟ البتہ ضروری نہیں ہے کہ ہر شخص کے پاس پورا قرآن موجود ہو بلکہ صرف جمع کرنے اور تکمیل کرنے کا امکان کافی ہے۔ کیا روایت سے اس احتمال کی تائید ہوسکتی ہے یا یہ کہ امامؑ کی مراد صرف اہل بیتؑ ہیں کہ مراد یہ ہے وہ قرآن جو پیغمبرؐ نے جمع کیا اور کاتبان وحی کے ذریعے لکھا گیا یا وہ قرآن جو حضرت علیؑ کے ذریعے لکھا گیا اور اس میں تاویل و تنزیل بھی تھیں وہ اہل بیتؑ کے پاس محفوظ ہے اور لوگوں کے اختیار میں ہے۔ اس بناء پر یہ دعوی کہ حضرت عمر قرآن کو ایک مصحف میں جمع کرنا چاہتے تھے ۔ جب تک اہل بیتؑ کے پاس قرآن محفوظ تھا صحیح نہیں ہوگا۔ اور بعض پہلے احتمال کو روایت سے استظہار کرتے ہیں۔ جو بھی مراد ہو یہ معلوم ہوگیا کہ امام حسنؑ معاویہ کے جھوٹ کو آشکار کرنا چاہتے تھے اور اسکے جھوٹا ہونے پر قاطع دلیل لانا چاہتے تھے اور امامؑ کا یہ بیان تحریف والی داستان کے جھوٹ ہونے پر بہترین دلیل ہے۔

موقع پرست اہل بیتؑ کے پیرو کار نہیں ہیں،

ایک مختصر اشارہ باقی رہ گیا اور وہ یہ کہ جو لوگ قرآن میں نقص کا دعوی کرتےہیں ہمیشہ ائمہؑ انھیں تنقید وجرح کا نشانہ بناتے رہے ہیں اور ان لوگوں کا ائمہؑ سے کوئی رابطہ نہیں رہا بلکہ امامؑ حسنؑ کی نظر میں یہ لوگ بلاتردید جھوٹے ہیں اور حضرتؑ نے انھیں صراحت کے ساتھ دروغ پرداز قراردیا ہے۔ شاید یہ لوگ معاویہ کے ہم فکر اور ہم عقیدہ ہیں اور اسی کی بلند پروازیوں میں شریک چاہے یہ معاویہ کی امارت سے پہلے ہوں یا بعد میں۔ لہذا ایسے لوگوں کے ناموں کو دیکھا جائے جو قرآن کی زیادہ آیات کے ضائع ہوجانے کے معتقد ہیں کہ یوں ہماری بات کا صحیح ہونا واضح ہوجائے گا۔ کیونکہ یہ لوگ اسی مذکورہ بالا راستے کے راہی نظر آتے ہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

قرآن کا دفاع نہ کہ حکمران کا دفاع

یہ کہنا بھی ضروری ہے کہ قرآن کا دفاع کسی عنوان سے بھی ان حکام کا دفاع نہیں ہے جنہوں نے قرآن کے سلسلے میں مثبت کردار کا مظاہرہ کیا۔ سیاسی مخالفت میں بھی شرعی حدود سے تجاوز نہیں کرنا چاہیئے۔ سیاسی مسائل کی خاطر دین سے ہاتھ اٹھاکر دھوکہ و فریب پر نہیں اتر آنا چاہیئے کہ قرآن کے احترام کو ختم کردیا جائے یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں اس بارے میں جتنی کوششیں ہوئی ہیں ان کا نتیجہ رسوائی کے علاوہ کچھ نہیں نکلا اور مخالفین کو خود قرآن نے عاجز کردیا اور مسلمانوں میں سے کسی نے بھی ان کی باتوں پر توجہ نہیں دی اور یہ ہے خدا کے اس کلام کا پورا ہونا کہ

"انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون"

قرآن میں واقع ہونے والی تحریف ،

باوجود ان تمام ابحاث کے جو ہم ذکر چکے ایسی روایات موجود ہیں کہ جو صراحت کے ساتھ کہتی ہیں قرآن میں تحریف ہوئی ہے مثلاً حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت ہوئی ہے "اما کتاب اللہ فحرّفوا"[1] انہوں نے کتاب خدا کو تحریف کردیا۔

عاشور کے دن لشکر یزید کے سامنے امام حسینؑ کا یہ سخن نقل ہوا ہے " — فانما انتم من طوا غیت الامة و شذا ذ الاحزاب و نبذة الکتاب و نفثة الشیطان و عصبة الاثام و محرّ فی الکتاب و مطفی ء السنن —"[2] یعنی "— تم اس امت کے طاغوت ہو، مخالف گروہ ہو، تم نے کتاب خدا کو دور پھینک دیا۔ تم شیطان کے انفاس، گناہ گار جماعت اور خدا کی کتاب میں تحریف کرنے والے ہو — اسی طرح اور روایات کہ جن میں تحریف کا کلمہ استعمال

---

(۱) بصائر الدرجات ج / ۸ ص ۳۱۳ ، الکافی ج / ۸ ص ۱۲۵ ، البیان ص ۲۲۷۔

(۲) مقتل خوارزمی ص ۸/۲ ، الملہوف در الھوف ص ۱۰۱ (وہاں محرفی الکلم کی عبارت ہے) تہذیب تاریخ دمشق ج۴/۳ ص ۳۳۷ (اس میں محرفی الکلام کی تعبیر ہے) البیان خوئی ص ۲۲۷۔

Presented by www.ziaraat.com

ہوا ہے اس کے لیے ذیل کے حوالہ جات ملاحظہ کریں (۱) ہم یہاں قوی احتمال دیتے ہیں کہ "تحریف" میں "فاء" کے بجائے "قاف" تھی یعنی "تحریق" جو کہ حضرت عثمان کے مصاحف جلانے والے کام کی طرف اشارہ ہے اور مسلمانوں نے حضرت عثمان پر اس کام کی وجہ سے اعتراض کیا بلکہ اسے "حراق المصاحف" (۲) کا لقب دے دیا۔ ہم سمجھتے ہیں اس کلمہ کو غلط طور پر "تحریف" لکھ لیا گیا ہے اور ہماری نظر کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جو جناب صدوق اور حاکم نے قرآن اور اہل بیتؑ کے گلہ اور شکوہ کے بارے میں نقل کی ہے کہ قرآن کہے گا "یا رب حرقونی" (۳) "خدایا انہوں نے مجھے جلایا" اور اگر یہ کلمہ "تحریف" ہی ہے تو تب بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ موجودہ مصحف میں خیانت ہوئی ہے اور اس سے کچھ کم یا اس پر کچھ زیادہ ہوا ہے کیونکہ یہاں تحریف سے مراد معنی کے لحاظ سے تحریف ہے اور آیات کے اصل معنی اور اس کے مصادیق بدلنا مراد ہے اور یہ وہ حقیقت ہے جسکی طرف حضرت امام محمد باقرؑ سعد الخیر کی طرف لکھے گئے اپنے خط میں تصریح فرماتے ہیں: "اقاموا حروفه، و حرفوا حدوده فهم يروونه ولا يرعونه ، والجهال يعجبهم حفظهم للرواية والعلماء يحزنهم تركهم للرعاية " (۴) انہوں نے قرآن کے حروف باقی رکھے لیکن اسکے حدود میں تحریف کی، قرآن کی انہوں نے روایت کی لیکن اسکی رعایت نہ کی جاہل اس پر خوش ہیں کہ انہوں نے قرآن حفظ کرلیا لیکن علماء قرآن کی رعایت نہ کئے جانے پر غمگین ہیں"۔

---

(۱) البیان خوئی ص ۲۳۶ ۔ ۲۳۸۔

(۲) البیان خوئی ص ۲۷۷، تاریخ قرآن صغیر ص ۹۳، ۹۵، الفتنۃ الکبری ج ۱/ ص ۱۸۱ ۔ ۱۸۳۔

(۳) خصال صدوق ج ۱/ ص ۱۷۵، آلاء حول القرآن ص ۶۶، مستدرک حاکم از کتاب الفردوس۔

(۴) الکافی ج ۸/ ص ۵۳، البحار ج ۷۵ ص ۳۵۹، الوافی ج ۳/ ۲۷۴، المحجۃ البیضاء ج ۲/ ص ۲۶۴، البیان خوئی ص ۲۲۹۔

Presented by www.ziaraat.com

حضرت امام صادقؑ سے روایت ہوئی ہے " انّ رواۃ الکتاب کثیر و ان رعاتہ قلیل فکم مستنصح للحدیث مستغش للکتاب فالعلماء یحزنہم ترک الرعایۃ والجہال یحزنہم حفظ الروایۃ[۱] " قرآن کی روایت کرنے والے بہت ہیں اور اسکے حدود کی رعایت کرنے والے کم ۔ کتنے زیادہ ہیں وہ لوگ جو نصیحت والی حدیث نقل کرتے ہیں لیکن کتاب میں دھوکے سے کام لیتے ہیں علماء قرآن کی رعایت نہ ہونے پر غمگین ہیں اور جاہل قرآن کے حفظ کرنے کے در پے، اور یہ مسئلہ انھیں غمگین کردیتا ہے "۔

یہاں تحریف سے مراد قرآن میں حروف و آیات کے لحاظ سے کمی و زیادتی نہیں ہے بلکہ تاویل کی پہچان نہ ہونا ہے اس پر ایک اور دلیل۔

حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت ہے "ما یستطیع احد ان یدعی ان عندہ جمیع القرآن ظاہرہ وباطنہ غیرالاوصیاء"[۲]
سوائے اوصیاء کے کوئی شخص یہ دعوی کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا کہ اس کے پاس پورا قرآن ہے اس کا ظاہر بھی اور باطن بھی۔

نیز حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت ہے :

"لو لا انہ زید فی کتاب اللہ و نقص ما خفی حقنا علی ذی حجی و لو قد قام قائمنا صدقہ القرآن"[۳]
اگر قرآن میں زیادتی یا کمی نہ کی گئی ہوتی تو کسی صاحب عقل پر ہمارا حق مخفی نہ رہتا اور جب ہمارا قائم (امام زمان عج) ظہور کرے گا تو قرآن اس کی تصدیق کرے گا۔

---

(۱) الکافی ج/۸ ص ۵۳ اور آلاء الرحمن ج/۱ ص ۲۶۔

(۲) الکافی ج/۱ ص ۲۲۸، بصائر الدرجات ص ۱۹۳، الوافی ج/۲ ص ۱۳۰، تفسیر البیان ج/۱ ص ۲۲، ۱۵۰۔

(۳) تفسیر البیان ج/۱ ص ۲۲، تفسیر العیاشی ج/۱ ص ۱۳ اس کے حاشیہ پر چند کتب سے منقول، تفسیر صافی مقدمہ ص ۴۱۔

Presented by www.ziaraat.com

وہ جو قائمؑ کی تائید کرے گا یہی موجودہ قرآن ہے کیونکہ امام اہل بیتؑ کے ضائع کیے جانے والے حق کو ثابت کرنے کے مقام میں ہونگے اور جس نے اس حق کو قبول نہ کیا اسے سرزنش کریں گے استدلال کے معنی یہ ہیں کہ امام حجت، حقیقی معنی کو اس طرح آشکار کریں گے کہ اس پر کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہے گا اور ہر شخص یہ بات سمجھ سکے گا کہ قرآن امامؑ کی تصدیق کر رہا ہے اور اگر قرآن تحریف کا شکار ہوچکا ہو تو امامؑ کی تصدیق نہیں کرسکے گا پس مطلب یہ ہے کہ دشمنوں نے قرآن کے معانی میں تحریف کی اور اس بارے میں قرآن کے مفاہیم و معانی میں کمی کی ہے اور اپنی مرضی کے معانی داخل کردیئے تاکہ ارباب عقل پر حقیقت مشتبہ ہوجائے۔ اس مطلب پر شاہد کہ قرآن کے معانی کی تحریف کی گئی ہے ذیل کے موارد کا حذف کیا جانا ہے۔

الف۔ بعض آیات کی تاویل کا حذف کرنا۔

ب۔ ان تفاسیر کا حذف کرنا جو خدا نے آیات کے لئے نازل کی تھی۔

ج۔ نزول کے موارد اور ناسخ و منسوخ کے بارے میں مشتبہ موارد کا حذف کردینا۔

اس کے بعد یہ محذوف موارد دوسرے موارد کے ساتھ ردّ و بدل ہوگئے اور ظنی موارد، شخصی تاویلات اور غلط اجتہادات نے ناسخ و منسوخ آیات کے بیان کی جگہ لے لی۔ اگر کوئی اس بارے میں مزید اطلاع حاصل کرنا چاہے تو مندرجہ ذیل کتابوں کی طرف رجوع کرے۔ تفسیر الدر المنثور، جامع البیان یا دوسری کتابیں تاکہ اسے معلوم ہو کہ کس طرح قرآن کے معانی میں تحریف کی گئی ہے۔

"معنوی تحریف" کے اسباب میں سے ایک اور سبب لفظ کی اشکال و اعراب کو اصالت دینا ہے عرب جملہ کے سیاق اور جملہ میں کلمہ کے موقع و محل کو دیکھے بغیر ہر کلمہ کو دیکھ کر اس میں مختلف اعرابی و ترکیبی احتمال دیتے ہیں اور یہی چیز قرآن کے حقیقی معنی و مقصد سے دوری کا باعث بنتی ہے مثال کے طور پر آیت "ذلک الکتاب لا ریب فیہ" کے اعرابی نکات پر توجہ کریں تاکہ مطلب روشن ہوسکے اس بارے میں عبدالاعلی، حضرت امام صادقؑ سے روایت کرتا ہے کہ

Presented by www.ziaraat.com

حضرتؑ نے فرمایا "اصحاب العربیة یحرفون کلام اللہ عزوجل عن مواضعه "[1] عربی والے کلامِ خدا کو اس کے اصلی مقام سے دور کردیتے ہیں اس بارے میں آپ مندرجہ ذیل کتابوں کی طرف رجوع کریں: حجۃ القرآت، الکشف عن وجوہ القرآت السبع ان کتابوں میں آپ کو ہماری بات پر روشن دلیلیں ملیں گی اسی طرح تفسیر، قرائت اور اعراب القرآن، کے بارے میں لکھی گئی کتب کی طرف رجوع کریں۔

ضروری بحثیں:

اگر اس شجرہ خبیثہ (کہ قرآن میں شک کرنے کا بیج کینہ توزوں نے بویا اور سادہ لوح اور فریب خوردہ افراد نے اسکی آبیاری کی) کو جڑ سے خشک کرنا چاہیں اور اسکی جڑیں اکھاڑنا چاہیں تو ضروری ہے کہ بعض بنیادی بحثوں کو ذکر کیا جائے اگر یہ مسائل روشن ہوجائیں تو تحریف کا خیال بھی کسی کے ذہن میں نہیں آئے گا۔ جن مسائل پر گفتگو کرنا ضروری ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ قرآن کا جمع کرنا اور اس کا زمانہ، کس نے یہ کام کیا، اسی موضوع میں ہم مصحف علیؑ اور دوسرے اہم مسائل کے متعلق گفتگو کریں گے۔

۲۔ اس کے بعد قرآن کے سات حروف پر نزول کی بات کریں گے اسی طرح قرآن کے رسم الخط، اس کے اثرات، قاریوں کے حالات اور جو کچھ ان سے باقی بچا، مزجی تفسیروں، مرادف کلمات کے ساتھ تفسیر اور دوسرے اہم امور سے بحث کریں گے۔

۳۔ منسوخ التلاوۃ آیات اور ان سے مربوط روایات اور انکی حقیقت اس بارے میں وہ احادیث جو اس مسئلہ کی بنیاد ہیں یا اس عقیدہ کے پھیلانے کی موجب بنی ان کے بارے میں تحقیق کریں گے اور ان کا باطل ہونا ثابت کریں گے اسی سلسلے میں دوسری اہم بحثیں بھی سامنے آئیں گی۔

مذکورہ بالا بحثیں آئندہ چند فصلوں میں ذکر کی جائیں گی۔

---

(۱) بحوث فی تاریخ القرآن و علومہ ص ۲۱۱ والبیان خوئی ص ۲۲۸۔

Presented by www.ziaraat.com

دوسرا حصّہ :

قرآن ....

مصحف ....

۱ـ قرآن جمع کرنے کی تاریخ

۲ـ خلفاء کے ذریعے قرآن جمع کیئے جانے کی تاریخی حقیقت

۳ـ آیات کی ترتیب اور نزول

۴ـ مصحفِ علی علیہ السلام

Presented by www.ziaraat.com

پہلی فصل

قرآن کے جمع کیئے جانے کی تاریخ:

نقطہ آغاز:

اگر کوئی شخص مذکورہ دلائل یا آئندہ صفحات میں ذکر کیئے جانے والے شواہد میں غور وفکر کرے تو واضح طور پر اسے معلوم ہوجائے گا کہ قرآن پیغمبر اکرم ؐ کے زمانے میں جمع کیا گیا تھا اگر چہ یہ کام بعض کے لیئے ثابت کرنا اگر محال نہ ہو تو دشوار ضرور ہے اس لحاظ سے اس مختصر کتابچے میں جس حد تک دلیلیں اور شواہد کا ذکر کرنا ممکن ہوسکا ہم ذکر کریں گے بقیہ دلیلوں کا حاصل کرنا خود قارئین پر چھوڑ دیں گے

پیغمبر ؐ کے زمانے میں قرآن کے جمع کیئے جانے کے بارے میں نظریات:

بعض علماء اور محققین نے ثابت کیا ہے کہ قرآن پیغمبر اکرم ؐ کے زمانے میں جمع ہوا ان میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں: حارث محاسبی، الخازن، الزرقانی، الزرکشی، عبدالصبور شاہین، محمد الغزالی، ابی شامہ، الباقلانی،[1] شیخ حر عاملی[2] البلخی، ابن طاؤس[3] اور شرف الدین[4] اس بارے میں ڈاکٹر صغیر

---

(۱) ان افراد کے بارے میں یا سب کے لیئے یا بعض کے لیئے رجوع کریں البیان زرکشی ج۱ ص ۲۳۸، ۲۴۰، مناہل العرفان زرقانی ج۱ ص ۲۴۰، ۲۴۱، الاتقان سیوطی ج۱ ص ۶۰، تاریخ القرآن زنجانی ص ۴۸، لباب التاویل خازن ج۱ ص ۷، غرائب القرآن نیشاپوری جامع البیان طبری کے حاشیہ پر ج۱ ص ۲۴، اکذوبہ تحریف القرآن ص ۱۶، ۱۸، نظرات فی القرآن ص ۸۵ اور الانتصار ص ۹۹ سے منقول۔

(۲) الفصول المہمہ حر عاملی ص ۱۶۶۔

(۳) اجوبہ مسائل موسیٰ جار اللہ ص ۲۸، ۳۰۔

(۴) سعد السعود ص ۱۹۲، ۱۹۳۔

Presented by www.ziaraat.com

کہتے ہیں۔ "علمی تحقیق یہ تقاضا کرتی ہے کہ پورا قرآن پیغمبرؐ کے زمانے میں لکھا گیا اور جمع کیا گیا ہے۔
"ابن حجرؒ" بھی یہی نظریہ رکھتا ہے۔[1] مزید معلومات کے لیے دیے گئے حوالوں کی طرف رجوع کریں۔

تین مطالب کا ذکر ضروری ہے!

اپنے نظریے پر دلیلیں دینے سے پہلے تین مطالب کا ذکر ضروری ہے۔

پہلا مطلب :۔ یہ اشارہ کرنا ضروری ہے کہ پیغمبر اکرمؐ لوگوں کو قرآن کی تعلیم، آیات کی نشرو اشاعت اور قرآنی آیات کے حفظ کرنے پر ترغیب دلاتے تھے آپؐ ختم قرآن کا بہت اہتمام فرماتے تھے اور یہی اہتمام نسل بہ نسل جاری رہا آنحضرتؐ کی وفات کو ابھی دو دہائیاں بھی نہیں گذرنے پائی تھیں کہ قرآن کے دسیوں ہزار قاری اور حافظ پیدا ہوچکے تھے۔

اگر قرآن میں مختصر سی تبدیلی بھی ہوجاتی تو یہ حافظ تحریف کرنے پر بغاوت کردیتے اور صدائے اعتراض بلند ہوجاتی خاص کر اس بات کے پیش نظر کہ ان میں حضرت ابوذرؓ جیسے افراد بھی موجود تھے اگر قرآن میں تصرف کا قصد کرنے والا شخص ارباب حکومت میں سے ہوتا تو مخالفین اس حرکت کو بہانہ بناکر اسکی حکومت کے پاؤں اکھیڑ سکتے تھے۔

دوسرا مطلب:۔ جس کا ذکر ضروری ہے وہ خود صحابہ کا پیغمبرؐ کے سامنے قرآن پیش کرنا اور قرائت کرنا ہے۔

تیسرا مطلب :۔ اس بارے میں ہے کہ خود صحابہ پیغمبرؐ کے زمانے میں ختم قرآن کو خاص اہمیت دیتے تھے اور نبی اکرمؐ انھیں اس کام پر شوق دلاتے تھے، اس کے علاوہ تاریخ نے ایسی شخصیات کا نام ذکر کیا ہے جنھوں نے پیغمبرؐ کے زمانے میں بارہا قرآن ختم کیا۔

ان سب مطالب سے ایک حقیقت ثابت ہوتی ہے اور وہ یہ کہ قرآن ایک شخص یا دو شخص کی گواہی کے ساتھ نہیں لکھا گیا جس کا بعض روایات دعویٰ کرتی ہیں۔ اب ہم انہی مذکورہ بالا مطالب کی تفصیل ذکر کرتے ہیں۔

---

(۱) تاریخ القرآن الصغیر ص ۸۵، ۸۶۔ فتح الباری ج ۹ ص ۱۰ میں ابن حجر کی کلام۔

پہلا مطلب: "قرآن کے بارے میں اہتمام"

۱۔ حضرت علیؑ سے روایت ہوئی ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا: پیغمبرؐ فرماتے تھے، جو بھی قرآن کو اس نیت کے ساتھ پڑھے کہ جو کچھ وہ پڑھے گا اسے ظاہر کرے گا اور قرآن کو حفظ کرے تو خدا اسے جنت میں داخل کرے اور اپنے خاندان کے دس افراد جو کہ جہنم کے مستحق تھے کے بارے میں اسکی شفاعت قبول فرمائے گا۔[۱] اس بارے میں اور قرآن کی تعلیم کے بارے میں بہت زیادہ احادیث کتابوں میں آئی ہیں۔[۲]

عبادہ ابن صامت سے منقول ہے کہ "جب کوئی ہجرت کر کے پیغمبرؐ کے پاس آتا تو آنحضرتؐ اسے ہم میں سے کسی ایک کے حوالے فرماتے تاکہ ہم اسے قرآن کی تعلیم دیں۔ مسجد میں قرآن کی تلاوت زور و شور سے ہوتی تھی یہاں تک کہ حضرتؐ نے حکم دیا آوازیں نیچی رکھو تاکہ ایک دوسرے کو غلطی میں نہ ڈال دو۔"[۳]

دوسری روایت میں یوں آیا ہے کہ "جب کوئی شخص مدینہ ہجرت کر کے آتا تو رسالتمآبؐ اسے حافظوں میں سے کسی ایک کے سپرد فرماتے تاکہ اسے قرآن کی تعلیم دے۔ اس طرح عہد پیغمبرؐ میں حافظوں کی تعداد زیادہ ہو گئی اور آپؐ ہی کے زمانے میں "بئر معونہ" کے واقعہ میں ستر حافظ شہید ہوئے۔"[۴] جب "عبدالقیس" کا نمائندہ وفد آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آنحضرتؐ نے وفد کے

---

(۱) مجمع البیان ج ۱ ص ۱۹۔

(۲) صحیح بخاری ج ۳ ص ۱۷۹، مستدرک حاکم، مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۵۹، ۱۶۵، حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۱۹۳، الترغیب و الترہیب ج ۲ ص ۳۴۳، الفہرس ص ۲-۲۔

(۳) مناہل العرفان ج ۱ ص ۲۳۵، ۳۰۸، مسند احمد ج ۵ ص ۳۲۴، البیان خوئی ص ۳۰، تاریخ القرآن الصغیر ص ۸۰، مباحث فی علوم القرآن ص ۶۱، حیاۃ الصحابہ ج ۳ ص ۲۶۰، مستدرک حاکم ج ۳ ص ۳۵۶ البتہ آخری دو کتابوں میں یہ حدیث "یعلمہ القرآن" تک نقل ہوئی ہے۔

(۴) کنز العمال ج ۲ ص ۲۲۴، الکبیر طبرانی، مستدرک حاکم، بخاری اور مسلم سے منقول، مناہل العرفان ج ۱ ص ۲۳۵، ۳۰۸، تاریخ القرآن زنجانی ص ۳۰۔

ایک ایک فرد کو ایک ایک میزبان کے سپرد کیا تا کہ اسے رہائش فراہم کرے، قرآن کی تعلیم دے اور نماز سکھائے وفد ایک ہفتہ مدینہ رہا پھر آنحضرتؐ نے انھیں طلب فرمایا اور ملاحظہ فرمایا کہ وہ اب فقہی مسائل کی تعلیم کے قابل ہو چکے ہیں تو انھیں ایک دوسرے گروہ کے حوالے کردیا اور ایک جمعہ کو طلب فرما کر دیکھا کہ وہ قرائت قرآن اور اور احکام سیکھ چکے ہیں۔ [1] اس کے علاوہ جیسا کہ مشہور ہے کہ پیغمبرؐ نے معاذ ابن جبل اور ابوموسیٰ اشعری کو یمن بھیجا کہ وہ لوگوں کو قرآن کی تعلیم دیں۔ [2]

اسی طرح مشہور ہے کہ حضرتؐ نے مدینہ ہجرت سے پہلے "مصعب ابن عمیر" کو مدینہ بھیجا کہ وہ لوگوں کو قرآن کی تعلیم دے اور فتح مکہ کے بعد حضرت نے معاذ کو مکہ اسی مقصد کے لیئے بھیجا۔ [3] اسی طرح منقول ہے کہ "ابن ام مکتوم" اور "مصعب ابن عمیر" مدینے آئے اور قرآن کی تعلیم دینے میں مشغول ہوگئے۔ [4] قاریوں کی جماعت پیغمبرؐ کے زمانے میں مشہور تھی اور کچھ ایسی صفات کے ساتھ مشہور تھی جو انہی کے ساتھ خاص تھیں مثلاً پیغمبرؐ کے زمانے میں کسی نے ابو درداء سے کہا "اے قاریوں کی جماعت کیوں تم ہم سے زیادہ ڈرپوک سوال کے وقت زیادہ کنجوس اور کھانے کے وقت تمہارے لقمے زیادہ بڑے ہوتے ہیں۔ [5] جیسا کہ "بئر معونہ" کے شہیدوں پہ پیغمبرؐ کے زمانے میں قراء (قاری) کا لفظ بولا جاتا تھا۔ [6] بلکہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا میری امت کے اکثر منافق "قرّاء" (قاری) ہیں۔ [7]

---

(۱) المصنف صنعانی ج/ ۵ ص ۲۰۱۔

(۲) حلیۃ الاولیاء ج/ ۱ ص ۲۵۶، حیاۃ الصحابہ ج/ ۳ ص ۲۲۱۔

(۳) مناہل العرفان ج/ ۱ ص ۳۰۸، انساب الاشراف ج/ ۱ ص ۲۳۳ تا ۲۵۷۔

(۴) طبقات ابن سعد ج/ ۴ ص ۲۰۶۔

(۵) حلیۃ الاولیاء ج/ ۱ ص ۲۲۰، حیاۃ الصحابہ ج/ ۲ ص ۵۰۷۔

(۶) تاریخ الخمیس ج/ ۱ ص ۳۵۱، حلیۃ الاولیاء ص ۳۳۳۔

(۷) الاتقان ج/ ۳ ص ۱۱۔

Presented by www.ziaraat.com

شاید اس روایت کا یہ مطلب ہو کہ قرآن کے قاری تکبر و غرور اور خودپسندی کا شکار ہوجاتے ہیں اور یہی ان کے علم کے لیے مصیبت بن جاتی ہے۔ ایک دوسری روایت اس مطلب کی تائید کرتی ہے جو پیغمبر اکرمؐ سے منقول ہوئی ہے کہ: "حب الحزن" سے خدا کی پناہ مانگو پوچھا گیا یا رسول اللہؐ "حب الحزن" کیا ہے؟ تو فرمایا یہ جہنم کی تہ میں ایک وادی ہے کہ جہنم دن میں چار سو مرتبہ اس سے خدا کی پناہ مانگتی ہے خدا نے یہ وادی ریاکار قاریوں کے لیئے بنائی ہے اور خدا کے نزدیک تمام مخلوق میں سے ناپسندیدہ ترین وہ قاری ہے جو حکام کی ملاقات کو جائے۔"[1]

آخر میں یہ کہنا ضروری ہے کہ نبی اکرمؐ نے قانون بنا رکھا تھا کہ وہ شخص نماز جماعت پڑھا سکتا ہے اور امامت کرسکتا ہے جو دوسروں سے زیادہ قرآن کی قرائت کرتا ہو (پڑھتا ہو یا زیادہ سیکھنے کی صلاحیت رکھتا ہو یا دوسروں سے زیادہ اسے آیات حفظ ہوں۔ جیساکہ روایات میں آیا ہے۔[2]

۲۔ قرآن کے بارے میں اس طرح کا اہتمام پیغمبرؐ کی وفات کے بعد تک باقی رہا۔ ابوعبیدہ کہتا ہے: صبح کے وقت روزانہ لوگ ابن مسعود کے پاس آتے اور وہ انھیں قرآن کی تعلیم دیتا جس کے پاس پہنچتا اس سے سوال کرتا کہ تم کون سی سورہ پڑھ رہے ہو۔[3] جیساکہ حضرت علیؑ بھی اسی کام میں مشغول رہے اور عبدالرحمن سلمی جس سے عاصم نے اپنی قرائت لی ہے کہتا ہے کہ: "میں نے پورا قرآن علی ابن ابیطالب سے پڑھا ہے۔"[4]

---

(۱) مجمع الزوائد ج / ۷ ص ۱۶۸ طبرانی سے الاوسط میں منقول ہے۔

(۲) الطبقات الکبری (مطبوعہ صادر) ج / ۷ ص ۸۹، انساب الاشراف ج / ۱ ص ۲۴۳، کشف الاستار ج / ۲ ص ۳۴۲، ج / ۱ ص ۲۲۹، ۲۳۰، مجمع الزوائد ج / ۵ ص ۲۵۵، ج / ۷ ص ۱۶۱، ج / ۲ ص ۶۳، ۶۴، حیاۃ الصحابہ ج / ۲ ص ۵۴، الترغیب والترہیب ج / ۲ ص ۳۵۴ (تفسیر القرآن العظیم ج / ۳ ص ۲۸ (کے ذیل میں)

(۳) المصنف عبدالرزاق ج / ۳ ص ۳۴۹، مجمع الزوائد ج / ۷ ص ۱۶۸، حیاۃ الصحابہ ج / ۳ ص ۲۵۵

(۴) الکنی والالقاب ج / ۱ ص ۳۱۔ اس کے مزید حوالے آگے آئیں گے۔

Presented by www.ziaraat.com

عاصم ابن کلیب اپنے باپ سے روایت کرتا ہے کہ اس نے کہا " حضرت علیؑ نے مسجد میں (راوی کہتا ہے میرا خیال ہے کہ انھوں نے مسجد کوفہ کا نام لیا) سخت شور سنا تو فرمایا یہ کون لوگ ہیں؟ کہا گیا کچھ لوگ قرآن پڑھ رہے ہیں یا قرآن کی تعلیم میں مشغول ہیں تو حضرت علیؑ نے فرمایا "آگاہ ہوجاؤ کہ یہ لوگ رسول خداؐ کو سب سے زیادہ محبوب تھے " [۱] حضرت علیؑ نے قاری کے لیئے بیت المال سے دو ہزار درہم وظیفہ معین فرما رکھا تھا۔ [۲] روایت ہوئی ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا "کوئی بھی بچہ جو مسلمان خاندان میں پیدا ہو اور قرآن کی تعلیم میں مشغول ہو بیت المال سے سالانہ دو سو دینار اس کا حق ہے اور اگر دنیا میں اپنا حصہ نہ لے سکا تو آخرت میں اسے ملے گا " [۳]

نیز حضرت عمر کے دور میں ابوموسیٰ کو بصرہ کے قرآن جمع کرنے والے قاریوں کے پاس بھیجا گیا تو تین سو کے لگ بھگ قاری ابو موسیٰ کے پاس آئے۔ [۴] ابن زنجویہ کا نظریہ ہے کہ حضرت عمر ابن خطاب نے ابوموسیٰ کو ان قاریوں کی تعداد معلوم کرنے بھیجا تھا کہ جن کے پاس قرآن تھا تو ابوموسیٰ نے جواب میں تین سو سے زیادہ نام گنوائے۔ [۵] مشہور ہے کہ تیس ہزار قاری جنگ صفین میں حاضر تھے [۶] اور جنہوں نے شرکت نہیں کی انکی تعداد کتنی ہوگی اگر یہ تعداد مبالغہ پر مبنی بھی سمجھی جائے تو بھی اتنا پتہ تو چلتا ہے کہ قاریوں کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ ہزاروں کو پہنچتی تھی اس کے علاوہ یہ بھی مشہور ہے کہ جنگ صفین میں پانچ سو (۵۰۰) قرآن

---

(۱) کشف الاستار مسند بزار ج ۳ ص ۹۳ سے منقول، مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۶۲ ، مسند بزار منقول از طبرانی (الاوسط و البزاز میں) ص ۳۳۲ ۔

(۲) کنز العمال ج ۲ ص ۱۸۵ شعب الایمان میں بیہقی اور سعید ابن منصور سے منقول۔

(۳) کنز العمال ج ۲ ص ۲۱۹ ، خصال ج ۲ ص ۳۰۳ ، مجمع البیان ج ۱ ص ۱۲ ، وسائل الشیعہ ج ۳ ص ۳۸۹ ، ۸۲۸

(۴) صحیح مسلم ج ۳ ص ۱۰۰ مشکل الآثار ج ۲ ص ۴۱۹ حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۲۵۷ ، ۳۲۲ کنز العمال ج ۲ ص ۱۳۰ مزید حوالے نسخ تلاوت کی فصل میں حدیث "لا یملاء جوف ابن آدم الا التراب" کی ذیل میں نقل کریں گے۔

(۵) کنز العمال ج ۲ ص ۱۸۳ ابن زنجویہ سے منقول۔

(۶) صفین منقری ص ۱۸۸۔

Presented by www.ziaraat.com

نیزوں پر اٹھائے گئے، منقری کے جمل پہ لشکر کے بڑے قرآن تھے۔[1] نقل کیا گیا ہے کہ معاویہ جب "مسکن" سے کوفہ کی طرف چلا اور اس نے "نخیلہ" اور "دار الرزق" کے درمیان پڑاؤ کیا تو اس کے ساتھ شام کے قصہ گو اور قاری تھے۔ کعب ابن جعیل التغلبی نے اس بارے میں شعر کہا:

من جسر منبج اضحی غب عاشرۃ   فی نخل مسکن تتلی حوله السور۔[2]

پل منبج سے دس دن کے بعد ہمارا مسکن نخل میں اس حال میں تھا کہ اطراف میں سورتوں کی تلاوت ہو رہی تھی۔

ابی درداء (متوفی خلافت حضرت عثمان کے آخر میں یا خلافت حضرت علیؑ کے آخر میں) اس بارے میں کہتا ہے "جن لوگوں نے میرے پاس قرآن پڑھا تھا انکی تعداد ایک ہزار چھ سو تک پہنچتی تھی۔"[3] جب عبدالرحمن ابن محمد ابن اشعث نے خروج کیا تو اسکے لشکر میں ایک دستہ "سریة القراء" کے نام معروف تھا اور کمیل ابن زیاد، سعید ابن جبیر اور عبدالرحمان ابن ابی لیلی جیسے افراد اس میں موجود تھے۔[4] ابو ہلال عسکری اس بارے میں کہتا ہے، اکثر فقہاء اور قاری موالی تھے اور ابن اشعث کے ساتھ خروج کرنے والے زیادہ تر یہی قاری اور فقہاء تھے۔[5] ابن اشعث کے ساتھ ایک لاکھ افراد تھے کہ جن کے نام بیت المال کے رجسٹر میں لکھے ہوئے تھے اور اس کے ساتھ موالیوں کی بھی اتنی ہی تعداد تھی۔[6] مذکورہ بالا سارے نمونے ہمیں یہ بتلاتے ہیں کہ قرآن کے حفظ اور روایت کو کس حد تک اہمیت دی جاتی تھی اور اس وقت قاریوں اور حافظوں کی تعداد کس حد تک زیادہ تھی۔

---

(۱) صفین ص ۴۷۸، مروج الذہب ج / ۲ ص ۳۹۰، تاریخ القرآن ابیاری ص ۱۵۲۔

(۲) انساب الاشراف ج / ۳ ص ۳۲۔

(۳) التمہید فی علوم القرآن ج / ۲ ص ۱۸۹۔

(۴) تاریخ الامم والملوک ج / ۶ ص ۳۵۰، کامل فی التاریخ ج / ۳ ص ۲۵۳، البدایة والنہایة ج / ۹ ص ۳۲، ۴۶۔

(۵) الاوائل ج / ۲ ص ۳۳۔

(۶) البدایة والنہایة ج / ۹ ص ۳۱۔

دوسرا مطلب: "قرآن کا پیش کیا جانا"

مشہور ہے کہ پیغمبرؐ پر آخری دفعہ قرآن کے پیش کئے جاتے وقت ابن مسعود موجود تھے اور جو کچھ منسوخ ہوا یا تبدیل ہوا اسے جانتے تھے (۱)

" بغوی " شرح السنۃ میں کہتا ہے۔ "زید ابن ثابت قرآن کے آخری بار پیش کئے جانے کے شاہد تھے اور اس عرضہ میں منسوخ موارد مشخص ہوچکے تھے اس نے قرآن لکھا اور پیغمبرؐ کے سامنے پیش کیا اس نے اسی قرآن کی لوگوں کو تعلیم دی یہاں تک وفات پاگیا زید کا قرآن حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کا مورد اعتماد تھا اور انہوں نے اسکی جمع آوری کی اور حضرت عثمان نے بھی زید ہی کو مصاحف لکھنے کی ذمہ داری سونپی۔" (۲)

ابی ابن کعب کے بارے میں راغب کہتا ہے۔ لوگوں نے ابی کی قرائت لے لی کیونکہ وہ آخری شخص تھا جس نے اپنی قرائت آنحضرتؐ کے سامنے پیش کی "ابن عباس بھی کہتا تھا " ہم پیغمبرؐ کے آخری کلام اور عمل کو اپنے لیئے دلیل بناتے ہیں۔" (۳)

" زرکشی " ذہبی سے نقل کرتاہے کہ " ان سات افراد نے قرآن پیغمبر کے سامنے پیش کیا حضرت علیؑ، حضرت عثمان ابن عفان، ابی ابن کعب، ابن مسعود، زید ابن ثابت، ابوموسی اشعری اور ابو درداء۔ (۴) اور جو کچھ بغوی نے زید ابن ثابت کے بارے میں کہاہے وہ شک و تردید

---

(۱) طبقات ابن سعد ج/۲، ص ۱۰۴ و ص ۳ دوسرا حصہ، کنز العمال ج/۲ ص ۳۳۳، ۳۲۵، کشف الاستار ج/۳ ص ۲۵۱، مجمع الزوائد ج/۹ ص ۲۸۸ احمد، البزار، رجال احمد اور رجال الصحیح سے منقول، فتح الباری ج/۹ ص ۳۰، ۳۱، الاستیعاب برحاشیہ الاصابۃ ج/۲ ص ۳۳۳، مشکل الآثار ج/۱ ص ۱۱۵ اور ج/۳ ص ۱۹۴، المعتصر ج/۱ ص ۳۳۔

(۲) تاریخ القرآن زنجانی ص ۳۹، الاتقان ج/۱ ص ۵۰، المعارف ابن قتیبہ ص ۳۶۰، المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام ج/۸ ص ۳۳ المعارف سے منقول۔

(۳) محاضرات الادباء ج/۲ جز/۴ ص ۴۳۸۔

(۴) البرهان زرکشی ج/۱ ص ۲۴۲ ص ۲۴۳۔

Presented by www.ziaraat.com

سے خالی نہیں ہے بالخصوص اس لحاظ سے کہ محمد ابن کعب نے اسے رسول خدا ؐ کے زمانے میں قرآن جمع کرنے والوں میں سے قرار نہیں دیا، بعد والی فصلوں میں ایسے امور آئیں گے جو اس مطلب کے بارے میں مزید شک پیدا کرتے ہیں۔

تیسرا مطلب: "پیغمبر اکرم ؐ کے زمانے میں ختم قرآن"

روایات میں آیا ہے کہ:

۱۔ پیغمبرؐ نے عبداللہ ابن عمر بن عاص کو حکم دیا کہ ہر سات راتوں یا ہر تین راتوں میں ایک مرتبہ قرآن ختم کرے حالانکہ وہ ہر رات ایک مرتبہ قرآن ختم کرتا تھا یہ اہل سنت کی حدیث کی کتابوں میں معروف ہے۔[۱]

۲۔ "محمد ابن کعب القرظی" سے منقول ہے کہ "جن لوگوں نے پیغمبرؐ کی زندگی میں قرآن ختم کیا ان میں سے حضرت علیؑ ابن ابیطالبؑ حضرت عثمان ابن عفان اور عبداللہ ابن مسعود تھے۔"[۲]

۳۔ "سعید ابن عبید" کو "القاری" کا لقب دیا جا چکا تھا۔[۳]

۴۔ پیغمبرؐ نے سعد ابن منذر کو حکم دیا کہ قرآن کو تین باریوں میں ختم کرے۔ اور سعد آخری عمر تک اسی طرح کرتے رہے۔[۴]

---

(۱) صحیح بخاری ج / ۳ ص ۱۵۱ ۔ ۱۵۲، تفسیر ابن کثیر ج / ۴ ذیل ص ۲۹، مسلم، بخاری ابی داود اور نسائی سے منقول کنز العمال ج/ ۱ ص ۱۸۶ ، ۱۸۷ و ج / ۲ ص ۲۰۸ ، ۲۱۱ مذکورہ بالا افراد اور ابن عساکر اور ابن مندہ سے منقول، سنن دارمی ج/ ۲ ص ۴۷۱، برہان زرکشی ج/ ۱ ص ۴۷۱، البانی سے منقول سنن ابی داود ج/ ۲ ص ۵۴، الجامع صحیح ترمذی ج ۵ ص ۱۹۶ ، ۱۹۷ المصنف صنعانی ج / ۳ ص ۳۵۴، مسند احمد ج/ ۲ ص ۱۶۳، نوادر الاصول ص ۲۲۱، الاتقان ج/ ۱ ص ۱۰۴ ، ۱۰۵ میں بعض مذکورہ بالا مآخذ سے منقول۔

(۲) الجامع لاحکام القرآن ج / ۱ ص ۵۸، کنز العمال ج/ ۲ ص ۳۵۲۔

(۳) الاصابہ ج / ۲ ص ۵۰، مباحث فی علوم القرآن ص ۲۰ اور گزشتہ منابع۔

(۴) الاتقان ج/ ۱ ص ۱۰۴ ، ۱۰۵، تفسیر ابن کثیر ج/ ۴ ذیل ص ۲۹، فتح الباری ج/ ۹ ص ۴۹، محاضرات راغب ج / ۲ جزو/ ۴ ص ۴۳۶، مجمع الزوائد ج / ۷ ص ۱۷۱۔

۵ ـ پیغمبرؐ نے "قیس ابن صعصعہ" کو حکم دیا کہ قرآن کو پندرہ راتوں میں ختم کرے۔ (۱)

۶ ـ "عرباض ابن ساریہ" سے مرفوع روایت ہے کہ جو بھی قرآن ختم کرے یا کہا جو بھی قرآن جمع کرے اسکی ایک دعا مستجاب ہوگی۔ (۲)

۷ ـ ترمذی اور دوسروں نے روایت کی ہے کہ خدا کے نزدیک بہترین عمل قرآن کا پے در پے شروع کرنا اور ختم کرنا ہے یعنی جب قرآن ختم ہو تو دوبارہ نئے سرے سے شروع کرے۔ (۳)

۸ ـ جناب صدوق نے قرآن کے تحریف نہ ہونے کا ایک مؤید اسی روایت کے مضمون کو قرار دیا ہے: "ختم قرآن کا ثواب، ایک رات میں قرآن کے ختم سے نہی، اور ختم قرآن کی کم از کم مدت تین راتوں کا ہونا ہے۔" (۴)

۹ ـ پیغمبرؐ سے منقول ہے کہ، جب بندہ قرآن ختم کرتا ہے تو ساٹھ ہزار فرشتے اس پر درود بھیجتے ہیں۔ (۵)

۱۰ ـ پیغمبر اکرمؐ سے منقول ہے کہ "قرآن پڑھنے والا جب قرآن ختم کرتا ہے تو اس کی ایک دعا قبول ہوتی ہے۔" (۶)

---

(۱) الاتقان ج/۱ ص ۱۰۳ ابن حمید اور دوسروں سے منقول، تفسیر ابن کثیر ج/۴ ذیل ص ۲۹، محاضرات راغب ج/۲ ص ۲۳۴ جزء/۴۔

(۲) النشر فی القراءات العشر ج/۲ ص ۴۵۲، ۴۵۴، الاتقان ج/۱ ص ۱۱۱ کنز العمال ج/۱ ص ۲۸۲، مجمع الزوائد ج/۷ ص ۱۷۲،

(۳) الاتقان ج/۱ ص ۱۱۱، ثواب الاعمال ص ۷۴، کنز العمال ج/۱ ص ۲۷۵ سے منقول ترمذی ابی داؤد ص ۲۰۸ منقول از رامهرمزی سے الامثال اور نوادر الاصول ص ۳۳۵ میں۔

(۴) الحجۃ البیضاء ج/۲ ص ۲۴۳، اعتقادات صدوق اوائل المقالات اور النشر ج/۲ ص ۴۳۵ ـ ۴۴۷ سے مختلف اسانید اور الفاظ کے ساتھ منقول ہے۔

(۵) کنز العمال ج/۱ ص ۲۰۳ الفردوس میں دیلمی سے منقول۔

(۶) کنز العمال ج/۱ ص ۲۷۴ میں خطیب سے اسکی تاریخ میں منقول ص ۲۹۱، شعب الایمان میں بیہقی سے منقول النشر ج/۲ ص ۴۵۳۔

Presented by www.ziaraat.com

۱۱۔ جو کوئی قرآن ختم کرتا ہے تو رات گئے تک فرشتے اس پر درود بھیجتے ہیں اور جو شام کے وقت قرآن ختم کرے فرشتے صبح تک اس پر درود بھیجتے ہیں۔[1]

۱۲۔ پیغمبر اکرمؐ سے مروی ہے۔ "جو سات راتوں میں قرآن ختم کرے اس نے "مقربین" والا کام کیا ہے، جو پانچ راتوں میں قرآن ختم کرے اس نے " صدیقین " والا کام کیا ہے اور اسی روایت میں تین راتوں میں قرآن کے ختم کے بارے میں پوچھا گیا تو حضرتؐ نے اس عمل سے منع فرمایا۔[2]

۱۳۔ جابر ابن عبداللہ سے روایت ہے " جو بھی قرآن ختم کرے یا جمع کرے تو خدا کے نزدیک ایک مستجاب دعاء رکھتا ہے (یعنی جب چاہے خدا اس کی ایک دعا یقیناً پوری کرے گا)[3]

۱۴۔ پیغمبر اکرمؐ سے مروی ہے، " جو بھی تم میں سے قرآن ختم کرے تو کہے : خدایا قبر میں میری وحشت کو انس سے بدل دے۔ "[4]

۱۵۔ پیغمبرؐ جب بھی قرآن ختم فرماتے تھے تو اپنے گھر والوں کو جمع کرکے دعاء کیا کرتے تھے[5]

۱۶۔ جو شخص سورہ فاتحہ پڑھتے اور قرآن کے شروع ہوتے وقت حاضر ہو وہ اس شخص کی مانند ہے جو خدا کی راہ میں جہاد کی فتح میں شریک ہو اور جو شخص ختم قرآن میں حاضر ہو وہ اس شخص کی مانند ہے جو مال غنیمت کی تقسیم کے وقت حاضر ہو۔ "[6]

---

(۱) کنزالعمال ج ۱ ص ۵۴۰ مسند احمد سے منقول۔

(۲) کنزالعمال ص ۲۴۰۹ حکیم ترمذی سے انکے نوادر سے منقول۔

(۳) مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۷۲، ۱۷۳ الاوسط طبرانی سے منقول۔

(۴) کنزالعمال ج ۱ ص ۲۷۰۵ الفردوس میں دیلمی سے منقول۔

(۵) کنزالعمال ج ۲ ص ۲۲۹، مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۷۲ میں ابن النجار سے منقول ہے کہ انس ابن مالک یہ کام کرتا تھا۔

(۶) کنزالعمال ج ۱ ص ۲۴۸۲ ۔ ۲۴۸۳، محمد بن نصر، ابن حریس، ابی شیخ اور دیلمی سے منقول۔

Presented by www.ziaraat.com

۱۷۔ اسی طرح پیغمبرؐ ختم قرآن کے وقت یہ دعا فرماتے تھے: "خدایا قرآن کے واسطے مجھے مورد رحمت قرار دے۔"(۱)

۱۸۔ رسولخداؐ نے فرمایا ہر سات رات میں ایک مرتبہ قرآن ختم کرو اور اس مقدار سے بڑھو نہیں۔(۲)

۱۹۔ جب بھی رسول اکرمؐ قرآن ختم کرتے تو قرآن کی پہلی پانچ آیتوں کی تلاوت فرماتے تھے۔(۳) اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ قرآن جمع ہو چکا تھا اور اس کا اول و آخر مشخص تھا۔

۲۰۔ جب ابن عباس نے ابیؓ کے پاس قرآن کی قرائت کی اور ختم قرآن کیا تو ابیؓ نے اسے کہا۔ سورہ حمد اور پانچ آیتیں سورہ بقرہ کی قرائت کرو کیونکہ جب میں نے آنحضرتؐ کے پاس قرآن ختم کیا تھا تو انہوں نے مجھے یہی حکم دیا تھا"۔(۴) اس حدیث کا مطلب بھی یہ ہے کہ پیغمبرؐ کے زمانے میں قرآن جمع ہو چکا تھا اور اس کا اول و آخر بھی معین تھا۔

۲۱۔ طبری کہتا ہے "۔ عبداللہ ابن مسعود، ابیؓ ابن کعب اور انہی جیسے بعض دوسرے صحابہ نے پیغمبرؐ کے پاس کئی مرتبہ قرآن ختم کیا۔"(۵)

۲۲۔ "پیغمبرؐ جب بھی قرآن ختم کرتے تو کھڑے ہو کر دعا فرماتے تھے۔"(۶)

یہ نمونے جو ذکر ہوئے یہ مؤید کے عنوان سے تھے ورنہ پیغمبر اکرمؐ کے زمانے میں قرآن کے جمع کئے جانے پر اپنی دلیلیں ہم مختصر طور ذکر کریں گے اگرچہ سب حوالوں کا اس مختصر کتاب میں ذکر کرنا ممکن نہیں ہے لیکن "ما لا یدرک کلہ لا یترک کلہ" (کچھ ہونا بالکل نہ ہونے سے بہتر ہے)

---

(۱) البرہان زرکشی ج/۱ ص ۴۷۵، شعب الایمان میں بیہقی سے منقول، التمہید ج/۲ ص ۲۴۳۔

(۲) وہی حوالہ ص ۳۵۰، ۳۵۱۔

(۳) نوادر الاصول ص ۳۳۳، ۳۳۵۔

(۴) التمہید ج/۲ ص ۲۴۱، ۲۴۰۔

(۵) مجمع البیان ج/۱ ص ۱۵، اظہار الحق ج/۲ ص ۹۰۔

(۶) التمہید ج/۲ ص ۲۴۴۔

Presented by www.ziaraat.com

آب دریا را اگر نتوان کشید   ہم بقدر تشنگی باید چشید

اگر پورے سمندر کو نہیں اٹھا سکتے ہیں تو اپنی تشنگی اور پیاس تو بجھانا ہی چاہیئے۔

شواہد اور دلیلیں۔

اپنا مدعیٰ ثابت کرنے کے لیئے چند مطالب کا ذکر ضروری ہے۔

پہلی دلیل۔ "حکمت بالغہ"

"قرآن" لوگوں پر ایک حجت اور احکام و فرائض کی بنیاد ہے۔ دعوتِ دین کا دارو مدار قرآن ہی پر ہے۔ اب اگر پیغمبر ؐ قرآن کو متفرق اور پراکندہ چھوڑ دیتے، جمع نہ کرتے، اسکے حدود مشخص نہ کرتے، اسکی آیات کی تعداد بیان نہ فرماتے، اسکے اعراب کو معیّن نہ فرماتے اور اسکے نصوص اور سورے محدود نہ فرماتے تو نزول قرآن کی غرض اور مقصد پورا نہ ہوتا اور یہ حکمت کے منافی ہے ایسا کام ایک عام عقل مند انسان سے بعید ہے کہاں یہ کہ پیغمبر ؐ اور رسول خدا ؐ یہ کام کریں یہ بلخی کا استدلال ہے اور سید ابن طاؤس نے اسکی تائید کی ہے۔(۱)

امام شرف الدین نے بھی یہی کہا ہے۔ " جو بھی پیغمبر ؐ کی پہچان رکھتا ہو۔ ختم نبوت کو قبول کرتا ہو اور آنحضرت ؐ، خدا، قرآن اور لوگوں کے بارے میں خلوص سے آشنائی رکھتا ہو اور آنحضرت ؐ کی بلند ہمتی، دوراندیشی اور امور میں محتاط رویئے سے آگاہ ہو تو وہ محال سمجھے گا کہ آنحضرت ؐ قرآن کو جمع کیے بغیر متفرق حالت میں چھوڑ جائیں یہ کام آنحضرت ؐ کے عزم راسخ اور دوراندیشی سے بعید ہے"۔(۲)

---

(۱) سعد السعود ص ۱۹۲۔

(۲) اجوبہ مسائل موسیٰ جار اللہ ص ۳۱۔

Presented by www.ziaraat.com

دوسری دلیل "تاریخی حقیقت"

یہ بات ناقابل انکار ہے کہ آنحضرتؐ کے مخصوص کاتب تھے جو نازل ہونے والی آیات کو لکھتے تھے پیغمبرؐ نے انھیں خاص کر اسی کام کے لیئے رکھا تھا۔ مؤرخین نے ان کاتبوں کے نام صراحت کے ساتھ لکھے ہیں انکی تعداد بیالیس (۴۲) بتلائی ہے۔[۱] عہد پیغمبرؐ میں قرآن کی کتابت پر کلام خدا کے اشارہ "رسول من اللہ یتلوا صحفا مطہرۃ"[۲] کے علاوہ بہت سی روایات موجود ہیں جو اس مطلب پر دلالت کرتی ہیں، ہم چند ایک کو ذکر کرتے ہیں۔

"زید ابن ثابت" سے منقول ہے کہ "میں پیغمبرؐ پر نازل ہونے والی وحی لکھتا تھا اور پیغمبرؐ پر جب وحی نازل ہوتی تو آنحضرتؐ کو شدید بخار آجاتا تھا، میں آنحضرتؐ کے پاس جاتا اور شانے یا بازو کی ہڈی پر جو کچھ حضرتؐ لکھواتے لکھ لیتا تھا اور جب میں لکھنے سے فارغ ہوجاتا تو آنحضرتؐ فرماتے، پڑھو تو میں پڑھتا پیغمبرؐ چھوٹ جانے والے کلمات کی تصحیح کرواتے اور میں نازل ہونے والی آیات لوگوں کے پاس لے جاتا۔"[۳] اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آیات کی کتابت، اور انکی تصحیح پر خود پیغمبر اکرمؐ نظر رکھتے تھے اس طرح پیغمبر اکرمؐ پر جب وحی نازل ہوتی تو کسی ایک کاتب کو جیسے زید یا کسی اور کو حکم دیتے کہ وحی والی آیات کو لکھیں۔"[۴]

---

(۱) کاتبان وحی کے نام درج ذیل کتابوں میں دیکھیں۔ الوزراء والکتاب ص ۱۲-۱۳، السیرۃ الحلبیہ ج ۳/ ص ۳۲۶، تجارب الامم ج ۱/ ص ۲۹۱، البدایۃ والنہایہ ج ۵/ ص ۳۳۹، بحوث فی تاریخ القرآن و علومہ "بحث کتاب الوحی"، فتح الباری ج ۹/ ص ۱۹-۲۰، ترجمہ زید ابن ثابت صفۃ الصفوۃ میں ج ۱/ ص ۲۹۴۔ باقلانی نے زمان پیغمبرؐ میں قرآن کی جمع آوری پر کاتبان وحی کی تعیین کے ساتھ استدلال کیا ہے رجوع کریں۔ اکذوبہ تحریف القرآن ص ۱۸ منقول از الانتصار ص ۹۹۔

(۲) سورۂ بینہ آیہ ۲۔

(۳) مجمع الزوائد ج ۱/ ص ۱۵۲، تاریخ القرآن الصغیر ص ۸۰ ادب الکاتب صولی ص ۱۶۵ سے منقول۔

(۴) دلائل النبوۃ بیہقی ج ۱/ ص ۲۲۱، سیر اعلام النبلاء ج ۲/ ص ۳۲۹ اس کے حاشیہ میں مجمع طبرانی سے منقول، مجمع الزوائد ج ۹/ ص ۱۵۴۔

"براء" سے منقول ہے کہ : "پیغمبرؐ نے اسے کہا زید کو میرے پاس بلاؤ ۔ اور اس سے کہو شانے کی ہڈی اور قلم دوات لیتا آئے" جب زید آیا تو آنحضرتؐ نے فرمایا : لکھو "لا یستوی القاعدون۔۔۔"[1] اس مذکورہ بالا مورد کی تائید ایک معروف روایت سے ہوتی ہے کہ جبرائیل وحی لاتے تو کہتے تھے ۔ فلاں مطلب کو فلاں جگہ پر لکھو۔[2]

ابن عباس سے منقول ہے کہ : "جب پیغمبرؐ پر وحی نازل ہوتی تو حضرت کاتبان وحی میں سے کسی ایک کو طلب فرماتے اور کہتے ان آیات کو فلاں سورہ میں جو کہ فلاں مطلب کو بیان کرتی ہے لکھو۔"[3] اسی مضمون سے ملتی جلتی روایت حضرت عثمان سے بھی منقول ہے۔[4]

---

(۱) تهذیب تاریخ دمشق ج/۵ ص ۳۲۶ ، صحیح بخاری ج/۳ ص ۱۳۵ ، فتح الباری ج/۹ ص ۲۰ ، البدایہ والنہایہ ج/۷ ص ۳۳۶ ، سیر اعلام النبلاء ج/۲ ص ۴۲۹ ، ۴۳۰ ۔ مسند احمد ج/۵ ص ۱۸۴ ، ۱۹۱ ۔

(۲) لباب التاویل خازن ج/۱ ص ۸ ، مناہل العرفان ج/۱ ص ۲۴۰ ، مباحث فی علوم القرآن ص ۱۴۲ ، الاتقان ج/۱ ص ۶۲ سے اور ابن الحصار سے منقول۔

(۳) صحیح ترمذی ج/۵ ص ۲۷۲ ، تاریخ یعقوبی ج/۲ ص ۴۳ ، الاتقان ج/۱ ص ۶۲ ، البرہان زرکشی ج/۱ ص ۲۴۱ ، التمہید ج/۱ ص ۲۱۳ ، تاریخ القرآن الصغیر ص ۸ ، مدخل الی القرآن الکریم ص ۳۴ سے منقول لیکن غرائب نیشاپوری اور مناہل العرفان ج/۱ ص ۲۴۰ میں عبارت یوں ہے ، اس آیت کو فلاں مطلب کے ساتھ لکھو۔

(۴) مستدرک حاکم ج/۲ ص ۲۲۱ ، ۳۳۰ ، تلخیص مستدرک ذہبی اس کے حاشیہ پر غریب الحدیث ج/۴ ص ۱۰۴ ، البرہان زرکشی ج/۱ ص ۲۳۴ ، ۲۳۵ ، جامع البیان کے حاشیہ پر غرائب القرآن سے منقول ج/۱ ص ۳۲ ، فتح الباری ج/۹ ص ۱۹ ، ۲۰ ، ۳۸ ، ۳۹ ، کنز العمال ج/۲ ص ۳۶۷ فضائل میں ابی عبید ، ابن ابی شیبہ ، احمد ، ابی داود ، ترمذی ، ابن المنذر ابن ابی داود اور ابن الانباری سب المصاحف میں ، النحاس اپنی کتاب الناسخ میں ، ابن حبان اور ابی نعیم کتاب المعرفہ اور الحاکم میں ، سعید ابن منصور ، نسائی اور بیہقی سے منقول ، فواتح الرحموت بر حاشیہ المستصفی ج/۲ ص ۱۲ ، مشکل الآثار ج/۲ ص ۱۵۲ ، الدر المنثور ج/۳ ص ۲۰۷ ، ۲۰۸ ، البیان خوئی ص ۲۶۸ منتخب کنز العمال در حاشیہ مسند احمد ج/۲ ص ۴۸ ، بحوث فی علوم القرآن ص ۱۰۳ ، مناہل العرفان ج/۱ ص ۳۴۷ ، مباحث فی علوم القرآن ص ۱۴۲ ، تاریخ القرآن الصغیر ص ۴۶ المرشد الوجیز میں ابی شامہ سے منقول ، جواہر الاخبار والآثار بر حاشیہ البحر الزخار ج/۲ ص ۲۴۵ ابوداود اور ترمذی سے منقول ، سنن ابی داود ج/۱ ص ۲۰۹ السنن الکبری بیہقی ج ۲ ص ۴۲ ، احکام القرآن جصاص ج/۱ ص ۱۰ ، مسند احمد ج/۱ ص ۵۷ ، ۶۹ ۔

اسی مذکورہ بالا مطلب پر گواہ عثمان ابن ابی العاص سے منقول ایک روایت بھی ہے جو کہ اس مورد کو بیان کرتی ہے جس میں آیت کی جگہ متعین کی گئی ہے۔[۱]

اس مورد کی تائید ابن عباس اور سدی سے منقول[۲] ایک دوسری روایت سے ہوتی ہے لیکن ہمارا عقیدہ ہے کہ آیات کی جگہ کا تعیین کیا جانا بہت کم موارد میں ہوا ہے کیونکہ زیادہ تر قرآن مکمل سورتوں کی صورت میں نازل ہوا ہے سوائے سورۂ بقرہ کے جیسا کہ عنقریب واضح ہوجائے گا۔ مصاحف پیغمبرؐ کے بارے میں بحث کے دوران بھی اسکا ذکر آئے گا۔

صورت حال واضح کرنے والے نکات،

الف۔ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کی کتابت مکہ میں شروع ہوچکی تھی جناب عمر کے اسلام لانے کا واقعہ اس مطلب پر شاہد ہے ، حضرت عمر اپنی بہن کے گھر میں وہ صحیفہ دیکھتے ہیں کہ جس میں قرآن کی کچھ آیات لکھی ہوئی تھیں۔ انہیں پڑھنے کی خواہش کرتے ہیں جب آیات ان کے سامنے پڑھی گئیں تو وہ اسلام لے آئے۔[۳] اسی طرح عسقلانی اور دوسرے تصریح کرتے ہیں کہ : سب سے پہلا شخص جس نے مکہ میں آیات لکھیں عبداللہ ابن سعد ابن ابی سرح تھا۔[۴] ابن کثیر ابی ابن کعب کے پہلے کاتب وحی ہونے کے دعوی کی رد میں کہتا ہے۔ ابی ابن کعب مکی سوروں کے نزول کے وقت موجود نہیں تھا

---

(۱) الاتقان ج ۱ ص ۶۰، التمہید ج ۱ ص ۲۱۴، بحوث فی تاریخ القرآن و علومہ ص ۱۰۴، مباحث فی علوم القرآن ص ۱۴۰، ۱۴۲، کنز العمال ج ۲ ص ۱۰۔

(۲) تفسیر مجمع البیان ج ۲ ص ۳۹۴، الجامع لاحکام القرآن ج ۱ ص ۶۰، ۶۱، التمہید ج ۱ ص ۲۱۴۔

(۳) تاریخ القرآن آبیاری ص ۱۰۸، ۱۰۹، علوم القرآن الکریم ص ۱۵۳، ۱۰ الصحیح من سیرۃ النبی الاعظم ج ۲ ص ۸۷۔ ۹۰ متعدد حوالوں سے منقول، کشف الاستار ج ۳ ص ۲۲۹، مجمع الزوائد ج ۹ ص ۶۳۔

(۴) فتح الباری ج ۹ ص ۱۸، السیرۃ الحلبیۃ ص ۳۳۶۔

Presented by www.ziaraat.com

اور ان سورتوں کو کی صحابہ لکھتے تھے۔[۱]

ب۔ بعید نہیں ہے کہ مسلمانوں نے جو آیات مکہ میں لکھی ہوں وہ مدینہ ساتھ لے آئے ہوں اور یہی وجہ ہے کہ کبھی مدنی سورتوں میں کی آیات نظر آتی ہیں۔ اگرچہ یہ بھی کہا جاتاہے کہ مسلمانوں نے کی آیات حفظ کر رکھی تھیں اور بعد میں مدینہ آکر انھیں لکھا۔

ج۔ پیغمبرؐ پر سب سے پہلے نازل ہونے والی سورہ علق کی پہلی آیات لکھنے پڑھنے اور لکھنے کے آلات کا نام لیتی ہیں، اور کہا جاتاہے کہ یہ آیات لکھی ہوئی (کتبی صورت میں) نازل ہوئیں۔[۲] ان آیات میں لکھنے کی بہت ترغیب دلائی گئی ہے اور یہ ترغیب دلانے کا سلسلہ مختلف آیات میں مختلف انداز کے ساتھ جیسے (لکھائی کے کام آنے والی چیزوں کے نام کے ذریعے) جاری رہا۔

تیسری دلیل، "مجھ سے قرآن کے علاوہ کچھ نہ لکھو"

اہل سنت نے پیغمبر اکرمؐ سے ایک روایت کی ہے۔ اگرچہ ہم اس کو قبول نہیں کرتے کہ حضرتؐ قرآن کے علاوہ کسی چیز کے لکھنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ آنحضرتؐ فرماتے تھے: مجھ سے قرآن کے علاوہ کچھ نہ لکھو اور جس نے بھی قرآن کے علاوہ کچھ لکھا ہو مٹا دے۔[۳] اگر یہ حدیث صحیح بھی ہو تو یہ کاتبان وحی کے ساتھ مربوط ہوگی یہ چیز آیات کی حفاظت اور انہیں تفسیر و تاویل کے ساتھ خلط ہونے سے بچانے کے لیئے پیغمبرؐ کی خاص توجہ کی دلیل ہے۔

---

(۱) البدایۃ والنھایۃ ج۷، ص ۴۳۔

(۲) الاتقان ج۱، ص ۴۳، علوم القرآن الکریم ص ۱۵۳۔

(۳) تاویل مختلف الحدیث ص ۳۸۶، جامع بیان العلم ج۱، ص ۷۶، مسند احمد ج۳، ص ۱۲، ۲۱، ۳۹، ۵۶، ج۲/۷، ص ۱۸۲، سنن دارمی ج۱، ص ۱۱۹، تقیید العلم ص ۲۸، ۳۲، مجمع الزوائد ج۱، ص ۱۵۱، کنز العمال ج۱، ص ۱۵۹، اسرار المرفوعہ ص ۹، صحیح مسلم ج۸، ص ۲۲۹، فتح الباری ج۹، ص ۱۰۰۱۔

Presented by www.ziaraat.com

کہ حضرتؐ آیات کو مختلف مناسبتوں پر بیان فرماتے تھے تاکہ دوسروں کے لیے شبہ پیدا نہ ہو حضرتؐ نے ایسا حکم اس لیے صادر فرمایا تاکہ کوئی آیات کو روایات کے ساتھ ملا نہ دے نہ کہ مراد یہ ہے کہ حضرتؐ نے اپنے زمانے میں قرآن کے علاوہ ہر چیز کی لکھائی منع کر رکھی تھی۔(۱)

چوتھی دلیل، "قرآن کا رسول خداؐ کے پاس جمع شدہ ہونا"

زید ابن ثابت سے منقول ہے کہ "میں رسالتمآبؐ کے پاس رقعوں پر سے قرآن لکھنے میں مشغول تھا" حاکم کہتا ہے کہ، "اس روایت میں اس بات پر روشن دلیل ہے کہ قرآن رسول خداؐ کے زمانے میں لکھا گیا ہے" حاکم ایک دوسری روایت میں زید سے روایت کرتے ہیں کہ "ہم رسولؐ خدا کے پاس قرآن لکھنے میں مصروف تھے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔"(۲)

پانچویں دلیل، "حدیثِ علیؑ"

حضرت علیؑ سے روایت ہوئی ہے کہ "ہم نے پیغمبرؐ سے قرآن اور جو کچھ اس مصحف میں ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں لکھا۔"(۳)

اس روایت کے بارے میں بحث کا دامن بہت وسیع ہے کیونکہ رسول اکرمؐ سے اور بھی چیزیں لکھی گئی ہیں لہذا تحقیق کسی دوسرے مناسب موقع پر چھوڑتے ہیں۔

---

(۱) تاریخ القرآن آیاری ص ۱۰۸۔

(۲) مستدرک حاکم ص ۲۲۹، ۲۱۱ اس کے حاشیہ پر تلخیص میں ذہبی نے ان دونوں روایتوں کو بر شرط شیخین صحیح سمجھا ہے۔ البرہان زرکشی ج ۱ ص ۲۳۵، ۲۳۷، ۲۵۶۔ فواتح الرحموت بر حاشیہ المستصفیٰ ج ۲ ص ۱۲، الاتقان ج ۱ ص ۵۷، ۶۰، مناہل العرفان ج ۱ ص ۲۴۰، البیان خوئی ص ۲۵۷، بحوث فی تاریخ القرآن و علومہ ص ۱۰۵، ۲۷۱، ۳۰۰، مسند احمد ج ۵ ص ۱۸۵، اکذوبۃ تحریف القرآن ص ۱۹، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۳۵ سے منقول۔

(۳) تاریخ واسط ص ۲۳۰، کنز العمال ج ۱۳ ص ۱۰۵، مختلف محدثین سے منقول، تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۲۔

Presented by www.ziaraat.com

چھٹی دلیل : "رسول خداؐ سے باقی رہنے والا مصحف"

روایات کی تصریح کی بناء پر پیغمبرؐ کے بستر کے پیچھے[1] ایک مصحف تھا جو ریشم ہڈیوں اور کھجور کی شاخوں پر لکھا ہوا تھا۔ پیغمبرؐ نے حضرت علیؑ کو حکم دیا کہ اسے لیکر جمع اور مرتب کریں اس مطلب کو بعد میں دوبارہ ذکر کریں گے اسی طرح بعد میں آئے گا کہ حضرت علیؑ نے تصریح کی ہے کہ کوئی آیت نازل نہیں ہوئی مگر یہ کہ پیغمبرؐ علیؑ کے سامنے اسے پڑھتے اور حضرت علیؑ اسے لکھ لیتے۔

ساتویں دلیل : "قرآن اسلام کی بنیاد"

مورخین نے تصریح کی ہے کہ پیغمبر نے معاہدے، کھجوروں کے تخمینہ جات اور قرضے وغیرہ لکھنے کے لئے مخصوص کاتب رکھے ہوئے تھے جیسا کہ مورخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے صلح حدیبیہ سے پہلے حکم دیا جو بھی اسلام لا چکا ہے اس کا نام لکھ لیا جائے اور مسلمانوں کی مردم شماری کی جائے، معاذ نے پندرہ سو افراد کی فہرست تیار کی، اسی طرح سپاہیوں اور جنگوں میں شرکت کرنے والوں کے مخصوص رجسٹر بنے ہوئے تھے[2] کیا یہ بات سمجھ میں آنے والی ہے کہ پیغمبر اکرمؐ جو اس حد تک ان کاموں کے لکھنے کو اہمیت دیتے تھے وہ قرآن جو کہ دین کی اساس و بنیاد تھا اس کے لکھنے کے لیئے کسی اہتمام کا مظاہرہ نہیں نہ کریں۔ کیا بعض قرضوں کی رقمیں لکھنا کتاب خدا کے لکھنے سے زیادہ اہمیت رکھتا تھا؟

---

(۱) تاریخ القرآن زنجانی ص ۴۳ ـ ۴۴ ، مقدمہ تفسیر البیان ص ۲۷۱ ، عمدۃ القاری ج/ ۲۰ ص ۱۶ ، بحار ج/ ۸۹ ص ۴۸ ، ۵۱ ، الاتقان ج/ ۱ ص ۵۸ ، مناقب آل ابی طالب ابن شہر آشوب ج / ۲ ص ۴۱ ، تفسیر قمی ج / ۲ ص ۴۵۱ ، المحجۃ البیضاء ، ج/ ۲ ص ۲۶۴ ، تاریخ القرآن ابیاری ص ۸۴ ، ۱۰۱ ، تفسیر الصراط المستقیم ، ج/ ۱ ص ۳۷۹ حاشیہ بر الوافی ج/ ۵ ص ۲۷۴ ، اکذوبۃ تحریف القرآن ص ۱۸ مزید حوالے مصحف علیؑ کی فصل میں آئیں گے۔

(۲) اس مطلب کے بعض حوالے ہماری کتاب "اسلوب فی نقل الدولۃ الاسلامیہ" ص ۹۸ پر دیکھیں۔

کیا یہ سب چیزیں چمڑے، پتھر اور ہڈیوں وغیرہ پر متفرق صورت میں لکھی جاتی تھیں یا یہ مخصوص اور ایک ہی جگہ پر لکھی جاتی تھیں تاکہ بوقت ضرورت ان پر نظر کی جاسکے ایسا کام عام افراد نہیں کرتے چہ جائیکہ پیغمبر اکرمؐ جو عقل کل اور سب کے سرپرست تھے ایسا کام کرتے۔

آٹھویں دلیل، "پیغمبرؐ کے زمانے کے مصاحف"

بہت سی روایات کا مضمون ایسے مصاحف کے وجود کو ثابت کرتا ہے جو پیغمبرؐ کے زمانے میں کامل یا ناقص صورت میں صحابہ کے پاس موجود تھے یہ مصاحف پڑھے جاتے اور ایک دوسرے کو دیئے جاتے تھے۔ پیغمبرؐ نے ان مصاحف کے بارے میں احکام مقرر فرما رکھے تھے جو بعد کی ابحاث میں واضح ہوجائیں گے۔ اب اگر جمع و تدوین کے اصطلاحی معنی مراد نہ ہوں تو "مصحف" کا ان پر بولنا بھی صحیح نہیں ہوگا اور احادیث میں جو "مصحف" بولا گیا ہے صحیح نہیں ہوگا اور نہ ہی "مصحف" کے بولنے کی کوئی توجیہ پیش کی جاسکے گی تاریخ القرآن زنجانی، المصاحف سجستانی وغیرہ کی طرف رجوع کرنے سے یہ مطلب واضح ہوجائے گا۔ اس بارے میں "آمدی" دعوی کرتا ہے، یہ مصاحف جو کہ صحابہ کے زمانے میں مشہور تھے پیغمبرؐ کے سامنے پیش کئے گئے اور قرائت کئے گئے تھے۔[1] ہم یہاں پر ایسی روایات ذکر کرتے ہیں کہ جو پیغمبرؐ کے زمانے میں ایک مصحف یا کئی مصاحف کے وجود پر دلالت کرتی ہیں:

۱۔ "عقبہ ابن عامر" اپنے باپ سے نقل کرتا ہے کہ پیغمبرؐ نے فرمایا "کتاب خدا کی تعلیم حاصل کرو، اسکی طرف رجوع کرتے رہو، قرآن کو اپنا سرمایہ قرار دو، اسے خوش الحانی کے ساتھ پڑھا کرو، مجھے اسکی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے قرآن اونٹ کے بچے سے بھی جلدی رسی تڑوا جاتا ہے"[2]

---

(۱) تاریخ القرآن الصغیر ص ۸۸، تاریخ القرآن زنجانی ص ۴۹۔

(۲) سنن داری ج۲/ ص ۴۲۹، مسند احمد ج۴/ ص ۱۵۰، ۱۵۳، تفسیر ابن کثیر ج۴/ ص ۴۴۴ ابن عبید اور نسائی سے منقول

۲ ـ "مہاجر ابن حبیب" سے منقول ہے کہ پیغمبرؐ نے فرمایا "اے اھل قرآن قرآن کو تکیہ کی طرح اپنے پاس نہ رکھو بلکہ اسکی تلاوت کرو جیسے تلاوت کرنے کا حق ہے اوردن رات قرآن کے ساتھ ہونے کی وجہ سے اپنے آپ کو مستغنی خیال کرو، اسے اپنا سرمایہ قرار دو اور جو کچھ قرآن میں ہے اسے یاد رکھو تاکہ نجات پاسکو" یہ روایت مرسلہ ہے " ابوعبیدہ " اسی مذکورہ بالا حدیث کے فقروں کے بارے میں کہتا ہے " تغنوہ " یعنی قرآن کو اپنے لیئے مال و ثروت سمجھو.[۱] اور قرآن کو اپنے لیئے بے نیازی کا وسیلہ بناؤ اور مال کی کمی کو فقر نہ سمجھو۔

۳ ـ "عبد ابن عمرو" سے منقول ہے کہ ایک شخص اپنے بیٹے کو پیغمبرؐ کی خدمت میں لایا اور کہا یارسول اللہؐ، میرا بیٹا دن کو قرآن پڑھتا ہے اور رات کو سوتا ہے اور آرام کرتا ہے تو پیغمبرؐ نے فرمایا کیا اس حالت پر ناخوش ہو کہ تمہارا بیٹا دن خدا کی یاد میں گذارتا ہے اور رات کو صحیح و سالم سوتا ہے۔[۲]

۴ ـ "عثمان ابن عبداللہ ابن اوس" سے منقول ہے کہ پیغمبرؐ نے فرمایا "جب تم قرآنی آیات کو مصحف سے دیکھ کر پڑھوگے تو دو ہزار نیکیاں تمہارے لئے ہونگی اور اگر کوئی حفظ سے پڑھے یا غیر مصحف سے پڑھے تو راوی کہتا ہے میں گمان کرتا ہوں فرمایا ہزار نیکیوں کے برابر اسے ثواب ملے گا"۔[۳]

۵ ـ "اوس ثقفی" "پیغمبر اکرمؐ" کی حدیث روایت کرتا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا، "ہر شخص کا مصحف سے تلاوت کرنا دو ہزار درجے ثواب اور غیر مصحف سے تلاوت کرنا ایک ہزار درجے ثواب رکھتا ہے"۔[۴]

---

(۱) تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۳۴۔

(۲) مسند احمد ج ۲ ص ۱۶۳۔

(۳) البرہان زرکشی ج ۱ ص ۴۶۳، کنز العمال ج ۱ ص ۴۷۷، الاتقان ج ۱ ص ۱۰۸۔

(۴) البرہان زرکشی ج ۱ ص ۴۶۳ الاتقان ج ۱ ص ۹۸، کنز العمال ج ۱ ص ۴۶۰، تاریخ القرآن الصغیر ص ۸۶، مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۶۵۔

۶ ـ حضرت عائشہ سے مرفوعہ روایت ہوئی ہے کہ " مصحف کو دیکھنا عبادت ہے۔ "(۱)

۷ ـ " ابن مسعود " سے مرفوعہ روایت ہے کہ : " جو شخص خدا اور رسول خدا کی دوستی چاہتا ہے وہ مصحف سے تلاوت کرے " کہا گیا ہے یہ حدیث مجہول ہے۔(۲)

۸ ـ بیہقی نے حسن سند کے ساتھ موقوفہ روایت ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ " ہمیشہ مصحف کو دیکھتے رہو۔ "(۳)

۹ ـ عبداللہ ابن زبیر پیغمبر اکرم سے نقل کرتا ہے جو شخص بھی قرآن کو کتاب سے دیکھ کر یا زبانی پڑھے خدا اسے جنت میں ایک درخت عطا کرے گا۔(۴)

۱۰ ـ ابو سعید خدری نے پیغمبر اکرم سے روایت کی ہے کہ فرمایا : " اپنی آنکھوں کو بھی عبادت کا حصہ دو ، اصحاب نے کہا یا رسول اللہ عبادت سے آنکھ کا حصہ کیا ہے ؟ تو فرمایا : مصحف میں دیکھنا ، اس میں غور و فکر کرنا اور اس کے عجائب سے وعظ حاصل کرنا۔ "(۵)

۱۱ ـ پیغمبر اکرم سے منقول ہے کہ فرمایا : " شیطان کے لیئے سب سے زیادہ دردناک چیز مصحف سے تلاوت کرنا ہے۔ "(۶)

---

(۱) البرہان زرکشی ج۱ ص ۳۴۳ ، ابی داود سے نقل ہے۔

(۲) الاتقان ج۱ ص ۱۰۸ ، کنز العمال ج۱ ص ۵۲۲ شعب الایمان میں بیہقی اور حلیۃ الاولیاء میں ابو نعیم سے منقول، تاریخ القرآن الصغیر ص ۸۴ ، بیہقی سے نقل ہے۔

(۳) الاتقان ج۱ ص ۱۰۸ ، تاریخ القرآن الصغیر ص ۸۴ ، مجمع الزوائد ج۷ ص ۱۶۵۔

(۴) کشف الاستار میں مسند بزار ج۳ ص ۹۷ سے منقول اور مجمع الزوائد ج۷ ص ۱۶۱ سے منقول۔

(۵) الجامع الصغیر ج۲ ص ۱۹۱ شعب الایمان میں بیہقی اور جامع الصغیر ، سے منقول ہے ، کنز العمال ج۱ ص ۴۵۵ ، نوادر الاصول ص ۳۴۴ اور ابن حبان سے منقول۔

(۶) ثواب الاعمال ص ۲۹ ، وسائل الشیعہ ج۴ ص ۸۵۳ ۔

Presented by www.ziaraat.com

۱۲ ۔ پیغمبر اکرمؐ نے مشرکین کی سرزمین پر قرآن ہمراہ لے جانے سے منع فرمایا مبادا کچھ حصہ مشرکین کے پاس نہ چلا جائے ۔

بعض روایات میں " المصحف " کے بجائے " قرآن " کا لفظ استعمال ہوا ہے اور ابن قتیبہ، سیوطی اور " المعتصر " کے مصنف نے قرآن کی تفسیر " مصحف " کے ساتھ کی ہے۔ (۱)

۱۳ ۔ " ابی امامہ " پیغمبرؐ سے نقل کرتا ہے کہ " یہ گلے سے لٹکایا ہوا مصحف تمہیں فریب نہ دے خدا اس دل کو عذاب نہیں کرتا جو قرآن کا ظرف ہوا اور قرآن کے ذریعے بیدار ہوچکا ہو۔ " (۲)

۱۴ ۔ " ابن عباس " پیغمبرؐ سے نقل کرتا ہے کہ ۔ " جو بھی ہمیشہ مصحف دیکھتا رہے آخری عمر تک اسکی بصارت کام کرتی رہے گی۔ " (۳)

۱۵ ۔ رسولؐ خدا نے فرمایا ۔ " طہارت نہ ہونے کی صورت میں مصحف کو ہاتھ نہ لگاؤ " مذکورہ بالا روایت کو " عثمان ابن ابی العاص " نے پیغمبر اکرمؐ سے نقل کیا ہے حکیم ابن حزام اور ابن عمر نے بھی اسی مضمون پر مشتمل روایت آنحضرتؐ سے نقل کی ہے۔ (۴)

---

(۱) کنز العمال ج/ ۲ ص ۲۲۲، ۲۲۲، ۲۲۳، اور ج/ ۱ ص ۳۳۳، ۵۳۳، ۵۳۷ مختلف محدثین سے منقول، سنن ابی داود ج/ ۳ ص ۳۶، صحیح مسلم ج/ ۶ ص ۳۰، تاریخ القرآن الصغیر ص ۸۵، مسند حمیدی ج/ ۲ ص ۳۰۶، صحیح بخاری ج/ ۲ ص ۱۰۹، موطا مالک (تنویر الحوالک کے ساتھ مطبوعہ) ج/ ۲ ص ۵، شرح موطا زرقانی ج/ ۳ ص ۳۸۷، کشف الاستار ج/ ۳ ص ۷۵، مشکل الآثار ج/ ۲ ص ۳۶۸ ۔ ۳۷۰، المصنف عبدالرزاق ج/ ۵ ص ۲۳، المحلی ج/ ۷ ص ۳۴۹، المعتصر من المختصر ج/ ۱ ص ۲۷، سنن ابی ماجہ ج/ ۲ ص ۹۶۱، سنن بیہقی ج/ ۹ ص ۱۰۸، نصب الرایہ ج/ ۳ ص ۳۸۳، فتح الباری ج/ ۶ ص ۹۳، تاویل مختلف الحدیث ص ۲۰۳، مجمع الزوائد ج/ ۵ ص ۲۵۱، کتاب الام ج/ ۲ ص ۱۳۱۔

(۲) (۳) کنز العمال ج/ ۱ ص ۶۶۳ ص ۵۲۳۔

(۴) کنز العمال ج/ ۱ ص ۶۶۳، نوادر الاصول ص ۱۳۳۔

۱۶ـ " ابودرداء " پیغمبر اکرمؐ سے روایت کرتا ہے کہ ۔ " جب تم مساجد اور قرآن کی زیب و زینت میں مصروف ہوگئے تو ہلاکت اور بدبختی میں مبتلا ہوجاؤ گے " (۱)

۱۷ـ " ابن ماجہ " اور دوسروں نے مرفوعہ صورت میں انس ابن مالک سے روایت کی ہے ۔ " سات چیزیں ایسی ہیں کہ جنکے اچھے اثرات اور ثواب بندے کو پہنچتاہے۔ اگر چہ وہ شخص دنیا سے جاچکا ہو ان سات چیزوں سے ایک یہ ہے کہ قرآن ورثے میں چھوڑے۔ (۲)

۱۸ـ پیغمبر اکرمؐ سے روایت ہوئی ہے کہ ۔ " ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ دل قرآن سے ایک ہی رات میں خالی ہوجائیں گے ۔ " (۳)

۱۹ـ انس ابن مالک پیغمبرؐ سے روایت کرتاہے کہ ۔ " جو بھی اپنے بیٹے کو قرآن پڑھائے اسکے گذشتہ اور آئندہ گناہ بخشے جائیں گے اور جو بھی اپنے بیٹے کو قرآن حفظ کروائے تو خدا اسے قیامت کے دن چودھویں کے چاند کی طرح میدان محشر میں وارد کرے گا " (۴)

۲۰ـ پیغمبرؐ سے روایت ہوئی ہے کہ ، " چار چیزیں دنیا میں غریب ہیں " قرآن " ظالموں کے درمیان " مسجد " اس قوم میں جو نماز نہ پڑھتی ہو " " قرآن " اس گھر میں جہاں اسکی تلاوت نہ کی جاتی ہو ۔ " صالح شخص " ایسے لوگوں میں جو ناصالح ہوں ۔ " (۵)

پیغمبر اکرمؐ نے بعض کو مصحف دیا ۔

بعض روایات میں منقول ہے کہ جو بھی پیغمبرؐ سے مصحف طلب کرتا حضرتؐ اسے مصحف دیتے تھے مثلاً عثمان ابن ابی العاص روایت کرتاہے ۔

---

(۱) نوادر الاصول ص ۳۹۳۔

(۲) تاریخ القرآن الصغیر ص ۸۹ ، منقول از الاتقان سیوطی ج ۲ ص ۱۷۱۔

(۳) کنز العمال ج ۱ ص ۱۰۱۔

(۴) مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۶۵۔

(۵) کنز العمال ج ۱ ص ۳۰۹ ، تاریخ القرآن الصغیر ص ۸۳۔

Presented by www.ziaraat.com

"جب ثقیف کا وفد پیغمبرؐ کے پاس آیا تو میں بھی وہاں حاضر ہوا اور جو مصحف حضرتؐ کے پاس تھا میں نے مانگا تو حضرتؐ نے وہ مجھے عطا فرمایا۔"(۱)

نویں دلیل: "عہد رسول اکرمؐ میں قرآن کی کتابت کا رواج"

وہ روایات جو عہد رسولؐ میں صحابہ کے قرآن لکھنے پر دلالت کرتی ہیں اور وہ صریح روایات جو خود پیامبرؐ کے زمانے میں مصحف کے موجود ہونے پر دلالت کرتی ہیں ان کے علاوہ درج ذیل روایات بھی رسول خداؐ کے زمانے میں مصحف کی کتابت پر دلالت کرتی ہیں۔

۱۔ پیغمبر اکرمؐ سے روایت ہوئی ہے "مصحف سے دیکھ کر تلاوت کرنے کی فضیلت حافظ سے تلاوت پر ایسی ہے جیسے واجبات کی فضیلت نوافل پر" سیوطی اس حدیث کی سند کو صحیح قرار دیتا ہے۔(۲)

۲۔ ابو درداء مرفوعہ روایت نقل کرتا ہے "جو شخص مصحف سے دیکھ کر دو سو آیتیں تلاوت کرے تو مرنے کے بعد وہ اپنے اطراف کی سات قبروں میں مدفون لوگوں کی شفاعت کرسکے گا۔"(۳)

۳۔ پیغمبر اکرمؐ سے منقول ہے "میری امت کی سب سے اعلیٰ عبادت مصحف سے دیکھ کر تلاوت کرنا ہے۔"(۴)

۴۔ "انس" پیغمبر اسلامؐ سے روایت کرتا ہے کہ "جو مصحف سے تلاوت کرے ہمیشہ اپنی آنکھ سے بہرہ مند رہے گا۔"(۵)

---

(۱) مجمع الزوائد ج/۹ ص ۴۱۵، حیاۃ الصحابہ ج/۳ ص ۲۲۲۔

(۲) البرہان زرکشی ج/۱ ص ۴۶۳، الاتقان ج/۱ ص ۱۰۸، کنز العمال ج/۱ ص ۲۵۹، محاضرات الادباء ج/۲ جزء ۴ ص ۴۳۷ ص ۵۴۴۔

(۳) البرہان زرکشی ج/۱ ص ۴۶۳، کنز العمال ج/۱ ص ۴۷۷۔

(۴) آداب المتعلمین طوسی (شرح باب حادی عشر کے ساتھ مطبوعہ) ص ۱۵۱، المحجۃ البیضاء ج/۲ ص ۲۳۱، کنز العمال ج/۱ ص ۲۵۵، ۲۲۹۰ حکیم ترمذی کے نوادر الاصول سے منقول۔

(۵) کنز العمال ج/۱ ص ۲۷۷ ابن نجار سے منقول۔

۵۔ حضرت عائشہ پیغمبر اکرمؐ سے روایت کرتی ہیں: "قرآن کا احترام کرو، اسکی آیات کو پتھر اور اینٹ پر مت لکھو بلکہ ایسی چیز پر لکھو جس سے مٹایا جا سکے اور آیات کو لعابِ دھن کے ساتھ نہ مٹاؤ بلکہ پانی کے ساتھ مٹاؤ۔"[۱]

۶۔ "ابن زبیر" نے پیغمبرؐ سے روایت کی کہ "جو بھی قرآن کو مصحف سے یا حفظ سے ختم کرے خدا اسے جنت میں ایک درخت عطا کرے گا۔"[۲]

۷۔ "حذیفہ" پیغمبرؐ سے روایت کرتا ہے کہ "جو بھی قرآن دیکھ کر پڑھے یا حفظ سے پڑھے اور اسے ختم کرے تو خدا اس کے بدلے جنت میں اس کے لیئے ایک درخت لگا دیتا ہے۔"[۳]

۸۔ "معاذ" پیغمبرؐ سے نقل کرتا ہے: "قرآنی آیات کو اپنے قدموں سے نہ مٹاؤ۔"[۴]

۹۔ عمر ابن عبدالعزیز سے منقول ہے کہ پیغمبرؐ نے زمین پر قرآنی آیات لکھی ہوئی دیکھیں تو فرمایا خدا اس پر لعنت کرے جس نے یہ کام کیا کتاب خدا کو اسکی جگہ کے علاوہ کہیں اور مت قرار دو۔[۵]

دسویں دلیل: "وہ افراد جنہوں نے پیغمبر کے زمانے میں قرآن جمع کیا۔"

تاریخ نے قرآن جمع کرنے والے کے عنوان سے چند صحابہ کے نام لکھے ہیں اور انکے بارے میں کہا ہے مثلاً فلان صحابی نے سوائے دو یا تین سورہ کے پورا قرآن جمع کیا اس "جمع" کا مطلب جو مورخین نے کہا ہے "متفرق" کی ضد ہے پس بعض صحابہ کا کام یہ تھا کہ متفرق نازل ہونے والی سورتوں کو جمع کریں اور وہ یہ کام مسلسل کرتے رہے اس طرح کے جمع کرنے کا لازمہ لکھائی اور

---

(۱) کنزالعمال ج۱ ص ۲۴۳ دیلمی سے منقول۔

(۲) وہی حوالہ ص ۴۸۲ ابن مردویہ سے منقول کشف الاستار ج۳ ص ۹۳، ۹۴، مجمع الزوائد ج۷ ص ۱۶۵۔

(۳) کنزالعمال ج۱ ص ۴۸۲ چند محدثین سے منقول۔

(۴) وہی حوالہ ص ۵۳۶ الابانہ میں ابی نصر السجزی سے منقول۔

(۵) وہی حوالہ ص ۵۳۸ حکیم ترمذی کی نوادر الاصول سے منقول، بطور احتمال کہا ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

کتابت ہے اور یہ احتمال قطعاً صحیح نہیں ہے کہ جمع کرنے کا مطلب آیات کو ذہن میں حفظ کرنا ہے کیونکہ اس معنی میں حافظ بہت زیادہ موجود تھے یہاں تک کہ "بئر معونہ" کے حادثہ میں بہتر حافظ شہید ہوگئے اگرچہ ہمارے نزدیک یہ تعداد صحیح نہیں ہے۔[1]

واقعہ "یمامہ" میں جو کہ پیغمبرؐ کی وفات کے کچھ ہی عرصہ کے بعد رونما ہوا اس میں بہت زیادہ قرآن کے حافظ شہید ہوگئے یہاں تک کہ شہداء کی تعداد چار یا پانچ سو کے قریب بتلائی گئی ہے۔ عروہ ابن زبیر حضرت ابوبکر کے قرآن جمع کرنے کے حکم کی یوں علت بیان کرتا ہے۔ یمامہ کے واقعہ میں پیغمبرؐ کے ایسے ساتھی شہید ہوئے کہ جو قرآن کے حافظ تھے۔[2] اس کے علاوہ کچھ ایسے صحابہ کا نام بھی لیا گیا ہے کہ جنہوں نے قرآن جمع کیا اور اپنے اپنے مصاحف رکھتے تھے جن میں زید، ابن مسعود، علی ابن ابیطالبؑ اور ابیؓ شامل ہیں ان کے مصاحف ان کی وفات کے بعد صدیوں تک موجود تھے۔[3] یہ مصاحف ان مصاحف کے علاوہ تھے کہ جو پیغمبرؐ کے زمانے میں لکھے گئے اور لوگوں کے ہاتھوں میں تھے۔ یہ بات ہم بیان کرچکے ہیں اگر یمامہ میں شہید ہونے والے حافظوں کو بعد میں ذکر ہونے والے موارد کے ساتھ ملادیں تو حافظوں کی تعداد بہت زیادہ ہوجائے گی البتہ یہ بات قابل ذکر ہے کہ ممکن ہے آپس میں اختلاف رکھتے ہوں یا دوسروں کی نسبت بعض مصاحف میں سورتیں کم ہوں لیکن یہ بات ہمارے موقف کو کمزور نہیں کرتی بلکہ ہمارے مطلب پر مزید تاکید کرتی ہے۔

---

(۱) ہماری کتاب الصحیح من سیرۃ النبی الاعظم کی پانچویں جلد غزوہ بئر معونہ کی بحث میں رجوع کریں۔

(۲) کنز العمال ج ۲ ص ۳۶۳۔

(۳) الفہرست ابن ندیم ص ۲۹، ۳۰ التمہید ج ۱ ص ۲۵۰۔

زمانہ پیغمبرؐ میں قرآن جمع کرنے والے

یہاں ہم ان روایات کو ذکر کرتے ہیں کہ جن میں صراحت کے ساتھ قرآن جمع کرنے والے اشخاص کے نام ذکر کیے گئے ہیں ہم ان افراد کی تعداد بھی بیان کریں گے مصاحف ترتیب کے لحاظ سے

"قتادہ" روایت کرتا ہے کہ، میں نے انس سے پوچھا کن لوگوں نے پیغمبرؐ کے زمانے میں قرآن جمع کیا؟ تو اس نے کہا انصار سے یہ چار افراد تھے۔

۱۔ ابی ابن کعبؓ

۲۔ معاذ ابن جبلؓ

۳۔ زید ابن ثابتؓ

۴۔ ابو زید اور اسی سے ہم تک پہنچا ہے۔[۱]

اس مطلب کے حاشیہ پر سندی لکھتا ہے "انس کا مطلب یہ تھا کہ جہاں تک مجھے معلوم ہے پیغمبرؐ کے زمانے میں کسی اور نے قرآن جمع نہیں کیا یا مراد یہ تھی کہ "اوس" سے ان چار افراد کے علاوہ کسی نے قرآن جمع نہیں کیا ورنہ دوسرے تو بہت سے صحابہ نے قرآن جمع کیا اور یہ مطلب واضح ہے۔[۲]

"قرطبی" انس کی حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ، ۔ اس حدیث میں قرآن جمع

---

(۱) صحیح بخاری ج/۲ ص ۳۰۱، ج/۳ ص ۱۴۷ اور اس میں دوسری روایت ثمامہ سے ہے وہ انس سے نقل کرتا ہے۔ طبقات ابن سعد ج/۲ حصہ دوم ص ۱۱۲ اور لکھتا ہے وہ پانچ افراد ہیں۔ تفسیر خازن ج/۱ ص ۷ لباب التاویل بیضاوی، جامع البیان کے حاشیہ پر ج/۱ ص ۲۲ مناہل العرفان ج/۱ ص ۲۳۴ تفسیر قرطبی ج/۱ ص ۵۱، ۵۶، بحار ج/۸۹ ص ۷۷، بخاری، مسلم ترمذی اور جامع الاصول سے منقول، البرہان زرکشی ج/۱ ص ۲۴۱، الاتقان ج/۱ ص ۷۰، ۷۱، عمدۃ القاری ج/۲۰ ص ۲۶، تہذیب تاریخ دمشق ج/۵ ص ۴۴۷، ۴۴۸، تفسیر ابن کثیر ج/۴ ص ۲۸، تاریخ القرآن ص ۲۷، فتح الباری ج/۹ ص ۴۹، کنز العمال ج/۲ ص ۳۴۰، البیان خوئی ص ۲۶۹، ۲۷۰، بحوث حول القرآن ص ۲۱۵، بحوث فی تاریخ القرآن و علومہ ص ۱۳۰، اسد الغابہ ج/۳ ص ۲۲۹، الاستیعاب بر حاشیہ الاصابۃ ج/۳ ص ۲۴۴، صحیح ترمذی ج/۵ ص ۶۶۶، تذکرۃ الحفاظ ج/۱ ص ۳۱، ۲۵، البدایہ والنہایہ ج/۷ ص ۳۴۰ و ۳۴۲، سیر اعلام النبلاء ج/۲ ص ۲۴۱۔

(۲) حاشیہ السندی علی صحیح البخاری ج/۳ ص ۱۴۷۔

Presented by www.ziaraat.com

کرنے والوں سے مراد انصار کے افراد ہیں ورنہ قرآن جمع کرنے والے اور بھی صحابہ تھے جیسے

۵ ۔ حضرت علی ابن ابی طالب

۶ ۔ حضرت عثمان ابن عفان۔

۷ ۔ عبداللہ ابن مسعود۔

۸ ۔ عبداللہ ابن عمرو ابن عاص۔

۹ ۔ ابی حذیفہ کا غلام سالم۔ ابن اثیر یہاں اضافہ کرتا ہے: "ان تین افراد نے حدیث کو بھی اپنی کتابوں میں وارد کیا ہے۔" [1] "ابو عمرو" قیس ابن سکن کے حالات زندگی میں یہی مطالب ذکر کرتا ہے اور گمان کرتا ہے کہ قیس وہی ابو زید ہے۔ دوسروں نے بھی یہ بات کی ہے۔ [2] لیکن بعض دوسروں نے کہا ہے۔ ابو زید وہی سعد ابن عمیر ہے اور مزید کہا گیا ہے کہ ابو زید ثابت ہے اور بعض اسے قیس ابن سکن سمجھتے ہیں۔ [3] مرزبانی اور دوسرے ابوزید کا نام ثابت ذکر کرتے ہیں مرزبانی نے کہا ہے کہ یہ ثابت ان چھ افراد میں سے ہے کہ جنہوں نے رسول اکرمؐ کے زمانے میں قرآن جمع کیا۔ [4]

البتہ زید کے ذریعے پیغمبرؐ کے زمانے میں قرآن جمع کیئے جانے کے بارے میں ابن عبدالبر کو اختلاف ہے اس کی بات نے دوسروں کو بھی شک و شبہے میں مبتلا کردیا ہے۔ وہ کہتا ہے۔ بعض نے عبید بن سباق کے زید سے روایت کرنے کو کہ جسے شہاب نے ان کے سامنے روایت کیا ہے کہ جمع قرآن والے واقعہ میں زید کے ذریعے قرآن کی جمع آوری کو قبول نہیں کیا کیونکہ حضرت ابوبکر نے جنگ یمامہ میں قرآن کے قاریوں کی شہادت کے بعد زید کو قرآن جمع کرنے کا حکم دیا۔

---

(۱) الاستیعاب بر حاشیہ الاصابہ ج/ ۳ ص ۲۲۲، اسد الغابہ ج/ ۴ ص ۲۱۶۔

(۲) الاصابہ ج/ ۳ ص ۲۵۰، الاستیعاب بر حاشیہ الاصابہ ج/ ۳ ص ۲۲۲، اسد الغابہ ج/ ۴ ص ۲۱۶۔

(۳) اسد الغابہ ج/ ۲ ص ۲۷۱، الاصابہ ج/ ۲ ص ۷۸، ج/ ۲ ص ۳۰، الاستیعاب بر حاشیہ الاصابہ ج/ ۲ ص ۷۸۔

(۴) نور القبس ص ۱۰۵، المحبر ص ۲۸۶، فتح الباری ج/ ۹ ص ۴۹، الاتقان ج/ ۱ ص ۷۲، عمدۃ القاری ج/ ۲۰ ص ۲۷۔

زید کہتا ہے "میں نے ہڈیوں، رقعوں اور لوگوں کے سینوں سے قرآن کو جمع کرنا شروع کیا یہاں تک کہ سورہ توبہ کی آخری آیات میں نے خزیمہ یا ابو خزیمہ نامی شخص سے حاصل کیں۔

کہتے ہیں کہ اگر زید پیغمبرؐ کے زمانے میں قرآن جمع کرتا تو اسے اس کام میں رقعوں، ہڈیوں اور دوسروں کے سینوں سے قرآن جمع کرنے کی ضرورت نہیں تھی"۔ (۱) اور ہم اضافہ کرتے ہوئے کہیں گے محمد ابن کعب القرظی نے زید ابن ثابت کو پیغمبرؐ کے زمانے میں قرآن جمع کرنے والوں سے شمار نہیں کیا جیسا کہ ہم بعد میں یہ بات ذکر کریں گے۔

لیکن ابن عبدالبرؒ کی اس بات میں مناقشہ کیاجاسکتاہے کہ زید نے جو کچھ کیا حقیقت جوئی اور استبداد رائے سے بچنے کی خاطر کیا تاکہ لوگوں کے لیئے اس کا کام قابل قبول ہو نیز کہا جاسکتاہے کہ محمد ابن کعب القرظی نے نہ صرف زید کا نام نہیں لیا بلکہ ابن مسعود اور حضرت علیؑ کا نام بھی ذکر نہیں کیا لیکن یہ مناقشہ مذکورہ بالا سوال کا جواب بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا بلکہ صرف ایک ضعیف احتمال ہے کیونکہ محمد ابن کعب ممکن ہے ان کے نام لینا چاہتا ہو جن کے بارے میں خود اسے علم ہے اوروہ بھی صرف انصار سے جو قرآن کے حافظ تھے ان پر اکتفاء کی ہو۔

اس کے علاوہ قرآن کے جمع کرنے کے سلسلہ میں زید کے نام کی تعیین پر ابن مسعود نے سخت اعتراض کیا تھا اور دعویٰ کیا کہ زید اس کام کی اہلیت نہیں رکھتاہے اور ابن مسعود نے احتجاج کیا کہ جب میں نے خود پیغمبرؐ سے ستر سورتیں اخذ کئے تو زید مکتب خانے میں بچوں کے ساتھ کھیل کود میں مشغول تھا۔ (۲) لھذا ابن عبدالبر کی بات اپنی قوت پر باقی رہے گی بہر حال انس کی روایت تنہا روایت نہیں ہے اس بارے میں ابن سیرین سے ایکدوسری روایت بھی یہی اعتراض رکھتی ہے۔ ابن سیرین کی روایت نے مذکورہ بالا افراد کے نام ذکر کئے اور تین افراد میں سے دو میں اختلاف کیا ہے۔

---

(۱) الاستیعاب بر حاشیہ الاصابہ ج ۱ ص ۵۵۲ ۔

(۲) حوالے بہت زیادہ ہیں مسند کے لیئے رجوع کریں۔ فتح الباری ج ۹ ص ۴۴۔

Presented by www.ziaraat.com

۱۰۔ ابو درداء اور حضرت عثمان اور کہا گیا ہے حضرت عثمان اور۔

۱۱۔ تمیم الداری۔[۱]

شعبی کہتا ہے قرآن جمع کرنے والے چھ افراد تھے اور مذکورہ بالا افراد پر یہ افراد اضافہ کرتا ہے ابودرداء اور

۱۲۔ سعید ابن عبید۔[۲]

محمد ابن کعب قرظی سے دوسری روایت ہے وہ کہتا ہے۔ یہ پانچ اشخاص ہیں معاذ ابودرداء اور

۱۳۔ عبادہ ابن ثابت۔

۱۴۔ ابوایوب انصاری۔[۳]

شاید مصحف عبادہ ابن ثابت وہی مصحف عبادہ ابن صامت ہو جیسا کہ عینی کی روایت میں صامت ہی آیا ہے اور اگر یہ کوئی دوسرا شخص ہو تو صحابہ کے اسماء بیان کرنے والی کتابوں میں عبادہ ابن ثابت نام کا شخص نظر نہیں آیا۔

ابن ندیم نے مذکورہ بالا افراد کے علاوہ جو شعبی اور انس کی روایت میں آئے ہیں حضرت علیؑ۔ کا اضافہ کرنے کے ساتھ ہے۔

۱۵۔ جبیر ابن معاویہ کا ذکر بھی کیا ہے۔[۴]

---

(۱) طبقات ابن سعد ج۲/دوسرا حصہ ص ۱۱۲۔ البرهان زرکشی ج۱/ص ۲۴۱۔ الاتقان ج۱/ص ۷۰۔ تاریخ القرآن ص ۴۷۔

(۲) طبقات ابن سعد ج۲/ دوسرا حصہ ص ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ البرهان زرکشی ج۱/ص ۲۴۱ اور ۱۰۵۔ کنزالعمال ج۲/ص ۳۹۵۔ ۳۵۲۔ الایضاح فضل ابن شاذان ص ۲۲۲۔ البیان خوئی ص ۲۴۹۔ منتخب کنزالعمال ج۲/ص ۴۳۔ طبرانی و ابن عساکر سے منقول۔ تھذیب تاریخ دمشق ج۵/ص ۴۴۸۔ تاریخ القرآن ص ۴۷۔ بحوث حول علوم القرآن ص ۲۴۳۔ الاصابہ ج۲/ص ۲۰۔ مجمع الزوائد ج۹/ص ۳۴۔

(۳) طبقات ابن سعد ج۲/ ۲ ص ۱۱۳ دوسرا حصہ۔ فتح الباری ج۹/ص ۴۸۔ الاتقان ج۱/ص ۷۰ ابوداود سے منقول تاریخ القرآن ص ۴۷۔ کنزالعمال ج۲/ص ۳۹۵۔ ۳۵۲۔ مناہل العرفان ج۱/ص ۲۴۷۔ عمدۃ القاری ج۲۰/ص ۲۷ اس میں عبادہ ابن صامت ہے عبادہ ابن ثابت کے بدلے۔ حیاۃ الصحابہ ج۳/ص ۲۶۱۔ تاریخ الصغیر ص ۴۵۔

(۴) الفہرست ص ۳۰۔ تاریخ القرآن زنجانی ص ۴۹۔ تاریخ القرآن آبیاری ص ۹۵۔

علی ابن رباح سے منقول ہے کہ "علیؑ ابن ابی طالب اور ابی ابن کعب نے رسول خدا ؐ کے زمانے میں قرآن کو جمع کیا۔" (۱)

"ابن حبان" نے بھی ابی ابن کعب کے ذریعے رسول خدا ؐ کے زمانے میں قرآن کے جمع کیئے جانے پر تصریح کی ہے۔" (۲)

حضرت علیؑ سے منقول ہے کہ، "ہم نے قرآن اور جو کچھ اس صحیفہ میں لکھا ہے کے علاوہ رسول خدا ؐ سے کچھ نہیں لکھا۔" (۳)

"ابن حبیب" پیغمبرؐ کے زمانے میں قرآن جمع کرنے والوں کا ایک ایک کرکے نام لیتا ہے جو یہ ہیں:

ابودرداء، زید ابن ثابت، ابوزید، ثابت ابن زید، اُبیّ اور معاذ اس کے ساتھ ساتھ سعد ابن عبید کا اضافہ کرتا ہے (۴) شاید یہ سعد ابن عبید اس سعد ابن عبید کے علاوہ ہے جس کا ذکر پہلے ہوچکا ہے۔ (۵)

ابن سعد کہتا ہے "کوفیوں کا نظریہ ہے کہ سعد پیغمبرؐ کے زمانے میں قرآن جمع کرنے والوں میں سے تھا۔" (۶) اسی طرح پیغمبرؐ کے زمانے میں قرآن جمع کرنے والے افراد میں یہ نام بھی آتے ہیں:

۱۶۔ قیس ابن ابی صعصعہ، عمرو ابن زید انصاری بدری۔ (۷)

ابن اثیر اور دوسروں نے ذیل کے موارد بھی اضافہ کئے ہیں:

۱۷۔ قیس ابن سکن۔

---

(۱) تاریخ القرآن زنجانی ص ۴۷، اعیان الشیعہ ج۱ ص ۸۹، تفسیر ابن کثیر ج۴ ص ۲۸۔

(۲) مشاہیر علماء الامصار ص ۱۲۔

(۳) تاریخ واسط ص ۱۳، کنز العمال ج ۱۷ ص ۱۵۵، تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۳۔

(۴) المحبر ص ۲۸۶، الاتقان ج ۱ ص ۷۴، فتح الباری ج ۱ ص ۴۹، عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۲۷۔

(۵) سعد ابن عبید کے قرآن جمع کرنے کے لئے رجوع کریں عمدۃ القاری ج۲۰ ص ۲۷ الاستیعاب الاصابہ کے حاشیہ پر ج۲ ص ۱۳ الاصابہ ج۲ ص ۳۱، ۱۰۶، اسد الغابہ ج۲ ص ۲۹۴ یہاں سعد ابن عبید کے ایک یا زیادہ ہونے میں ایک تفصیلی بحث ہے۔

(۶) طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۴۵۸۔

(۷) عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۷، الاتقان ج۱ ص ۷۴، تاریخ الخلفاء ص ۱۳۷۔

Presented by www.ziaraat.com

۱۸ـــ امّ ورقہ بنت نوفل اور کہا گیا ہے بنت عبداللہ ابن حارث ابن سعد اس عورت کو قرآن جمع کرنے والوں میں شمار کرتا ہے۔[1]

راویوں اور مورخین کے حالات زندگی بیان کرنے والی کتابوں میں "قیس"[2] اور "امّ ورقہ"[3] کے نام قرآن جمع کرنے والوں میں سے صراحت کے ساتھ ذکر کیے گئے ہیں۔

اس طرح مورخین نے لکھا ہے۔

۱۹ـــ "مجمع ابن حارثہ" نے زمانہ پیغمبرؐ میں سوائے دو یا تین سوروں کے قرآن جمع کیا اور بعض کے بقول جب پیغمبرؐ کی وفات ہوئی تو اس وقت تک وہ دو یا تین سورتیں پیغمبرؐ سے لے نہیں سکا تھا۔[4]

"سوائی" "ابن اسحاق" سے نقل کرتے ہوئے کہتا ہے، کہ

۲۰ـــ ابوموسی اشعری اور۔

۲۱ـــ مجمع ابن جاریہ نے بھی قرآن جمع کیا۔[5] شاید صحیح مجمع ابن حارثہ ہو جس کا ذکر پہلے ہو چکا۔

۲۲ـــ عبداللہ ابن عمرو سے منقول ہے وہ کہتا ہے کہ "میں نے قرآن جمع کیا اور ہر رات ایک مرتبہ قرآن کو ختم کرتا تھا جب یہ خبر پیغمبرؐ کو پہنچی تو فرمایا مہینے میں ایک دفعہ قرآن ختم کرو۔"[6]

---

(۱) عمدۃ القاری ج/ ۲۰ ص ۲۷، الاتقان ج/ ۱ ص ۷۲، حلیۃ الاولیاء ج/ ۲، تاریخ القرآن ابیاری ص ۱۰۸۔

(۲) الاصابہ ج/ ۳ ص ۲۵۰، الاستیعاب برحاشیہ الاصابہ ج/ ۳ ص ۲۲۲، اسد الغابہ ج/ ۴ ص ۲۱۹، طبقات ابن سعد ج/ ۳ ص ۵۱۳

(۳) سابقہ حوالوں کے علاوہ رجوع کریں، طبقات ابن سعد ج/ ۸ ص ۳۳۵، التراتیب الاداریہ ج/ ۱ ص ۴۷، تاریخ القرآن زنجانی ص ۳۱، البیان خوئی ص ۲۰۳، اسد الغابہ ج/ ۵ ص ۶۲۶، الاصابہ ج/ ۴ ص ۵۰۵۔

(۴) طبقات ابن سعد ج/ ۲ ص ۱۱۲ دوسرا حصہ، تہذیب تاریخ دمشق ج/ ۵ ص ۲۲۸، التراتیب الاداریہ ج/ ۱ ص ۴۶، کنز العمال ج/ ۲ ص ۳۵۲، مجمع الزوائد ج/ ۹ ص ۳۲۲۔

(۵) عمدۃ القاری ج/ ۲۰ ص ۲۷، الاتقان ج/ ۱ ص ۷۲ واقدی سے منقول ہے وہ ابوموسی کو بھی قرآن کی جمع آوری کرنے والوں میں شمار کرتا ہے۔

(۶) الاتقان ج/ ۱ ص ۷۲ نسائی سے کچھ حذف کے ساتھ منقول، مناہل العرفان ج/ ۱ ص ۲۴۳، فتح الباری ج/ ۹ ص ۴۷، تفسیر ابن کثیر ج/ ۴ ص ۲۹ نسائی اور ابن ماجہ سے منقول، المصنف عبدالرزاق ج/ ۳ ص ۳۵۵، عمدۃ القاری ج/ ۲۰ ص ۲۷، کنز العمال ج/ ۲ ص ۲۰۸، مباحث فی علوم القرآن ص ۲۰، البیان خوئی ۲۴۹، بحوث فی تاریخ القرآن و علومہ ص ۱۳۰، تفسیر المیزان ج/ ۳ ص ۷۱۔

Presented by www.ziaraat.com

" عینی " کہتا ہے چاروں خلفاء ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے پیغمبرؐ کے زمانے میں قرآن جمع کیا اس مطلب کو ابو عمرو اور عثمان ابن سعید دانی نے ذکر کیا ہے۔[1] لھذا سابقہ اسماء کے ساتھ یہ اسماء بھی اضافہ ہوجائیں گے۔

۲۳۔ حضرت ابوبکر بن ابی قحافہ۔

۲۴۔ حضرت عمر ابن خطاب۔

حضرت " عثمان ابن عفان " کہتے ہیں کہ " میں نے زمانہ رسولؐ میں قرآن جمع کیا۔ "[2] سیوطی حضرت عثمان کے بارے میں کہتا ہے۔ " وہ قرآن جمع کرنے والوں میں سے ہے بلکہ ابن عباد کہتا ہے خلفاء میں سے حضرت عثمان اور مامون کے علاوہ کسی نے قرآن جمع نہیں کیا۔[3] شاید یہاں ابن عباد کی جمع سے مراد قرآن کا حفظ کرنا ہے لیکن اشکال تب بھی باقی رہتا ہے کیونکہ دوسروں کے علاوہ حضرت علیؑ کو بھی قرآن حفظ تھا۔

بحث کی تکمیل :

ہم یہاں ایسی روایات نقل کرتے ہیں جو زمانہ پیغمبرؐ میں قرآن کے جمع کیئے جانے کی تائید کرتی ہیں اگرچہ یہ روایات قطعی دلیل کے عنوان سے مذکور نہیں ہیں بلکہ صرف تائید کے طور پر ہیں ان میں سے بعض روایات صرف زمانہ پیغمبرؐ کے قاریوں کو شمار کرنے کے در پے ہیں یا یہ بیان کرتی ہیں کہ فلاں صحابی نے پیغمبرؐ کے زمانے میں قرآن کی تعلیم حاصل کی جیسے ؛

۱۔ سعید ابن جبیرؒ ابن عباس سے روایت کرتا ہے ، " میں پیغمبرؐ کی رحلت کے وقت قرآن کی تعلیم حاصل کر چکا تھا حالانکہ میری عمر دس سال سے زیادہ نہیں تھی۔ "[4]

---

(۱) عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۲۷۔

(۲) تاریخ الخلفاء ص ۱۴۲۔

(۳) وہی حوالہ ص ۱۴۸۔ (۴) عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۲۷۔

Presented by www.ziaraat.com

۲۔ عینی اور دوسرے روایت کرتے ہیں۔ " ابو عبید نے صحابہ میں سے قاریوں کا ذکر کرتے ہوئے مہاجرین میں سے مندرجہ ذیل قاریوں کا نام لیا ہے۔

" الاربعۃ " یعنی چار خلیفے۔

طلحہ۔

سعد۔

ابن مسعود۔

حذیفہ۔

سالم

ابو ھریرہ۔

عبداللہ ابن سائب۔

عبادلہ یعنی چار عبداللہ، جو کہ عبداللہ ابن عمر، عبداللہ ابن مسعود، عبداللہ ابن عمرو ابن عاص اور عبداللہ ابن عباس ہیں۔

مہاجر عورتوں میں سے:

قاریہ۔

حضرت عائشہ۔

حضرت حفصہ۔

اور حضرت ام سلمہ ہیں۔

ابن ابی داؤد نے مہاجرین قاریوں میں ان افراد کا اضافہ کیا ہے۔

" تمیم ابن اوس داری"۔

"عقبہ ابن عامر"۔

اور انصار میں سے مندرجہ ذیل افراد کو زمانہ پیغمبرؐ میں قرآن جمع کرنے والے قرار دیا ہے۔

ابو حلیمہ معاذ۔

فضالہ ابن عبید۔

مسلمہ ابن مخلد۔[1] زرقانی نے اور نام بھی ذکر کیئے ہیں۔

شعبی شافعی کہتا ہے، "جن لوگوں نے پیغمبرؐ کے زمانے میں قرآن کو حفظ سے جمع کرنا شروع کیا

یہ افراد ہیں،

ابی ابن کعب۔

معاذ ابن جبل۔

ابو زید انصاری۔

ابودرداء۔

زید ابن ثابت۔

حضرت عثمان ابن عفان۔

تمیم داری۔

عبادہ ابن صامت۔

ابو ایوب انصاری۔[2]

"سیوطی" حضرت ابوبکر کے بارے میں کہتا ہے، "وہ ان صحابہ میں سے تھے جنھوں نے پیغمبرؐ کے دور میں قرآن حفظ کیا تھا۔"[3]

---

(۱) عمدۃ القاری ج/ ۲۰ ص ۲۷، مناہل العرفان زرقانی ج/ ۱ ص ۲۳۵، الاتقان ج/ ۱ ص ۷۰۔

(۲) نور الابصار ص ۸۳ اور کہتا ہے، "اس مطلب کو دمیری نے حیات الحیوان میں ذکر کیا ہے۔

(۳) تاریخ الخلفاء ص ۳۴۔

Presented by www.ziaraat.com

اس فصل کے آخر میں ہم مندرجہ ذیل مطالب ترتیب وار لکھتے ہیں۔

پہلا مطلب: یہ دعوی کہ "جمع" حفظ کرنے کے معنی میں ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ "شلبنی" نے جو نام ذکر کیئے ہیں بعینہ وہی نام ہیں کہ جو انس، شعبی اور دوسروں نے ذکر کیئے ہیں اور وہ کہتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے قرآن کو جمع کیا ـــ" جبکہ شلبنی نے یہاں ایک کلمہ کا اضافہ کیا ہے اور وہ کلمہ "حفظ" ہے اور یہ اس کا اجتہاد ہے اور اس نے ان افراد کے ذریعے جمع قرآن کے یہ معنی اس لیئے کیئے تا کہ یہ کہے کہ جمع قرآن کا مطلب ذہنوں میں حفظ کرنا ہے اور رسول خداؐ کے زمانے میں قرآن کی کتابت نہیں ہوئی تھی۔ اس قسم کا دعوی بعض دوسروں نے بھی کیا ہے۔[1] لیکن یہ دعوی غلط اور بے بنیاد ہے اور محض شخصی اجتہاد ہے اور اس مطلب کی تائید نہ کسی تاریخی حوالے سے ہوتی ہے اور نہ ہی کوئی اور دلیل اس کی تائید کرتی ہے بلکہ مذکورہ بالا ادلہ و شواہد اس کے برعکس مطلب کی تائید کرتی ہیں۔

واضح ہوگیا کہ زمانہ پیغمبرؐ میں متعدد مصاحف موجود تھے سب نے اعتراف کیا ہے کہ بزرگ صحابہ اپنے اپنے مصاحف رکھتے تھے جیسے مصحف علیؑ، مصحف ابن مسعود وغیرہ "رافعی" کہتا ہے کہ اس بات پر اتفاق نظر ہے کہ کچھ صحابہ نے مکمل قرآن لکھا اور ان کا قرآن بعد والے قرآنوں کے لیئے مرجع بنا وہ صحابہ یہ ہیں: علی ابن ابی طالبؑ، ابی ابن کعب، زید ابن ثابت، اور عبداللہ ابن مسعود، ان افراد کی قرائت ہی تمام قرائتوں کی بنیاد ہے۔[2]

---

(۱) فتح الباری ج ۱۰، ص ۴۹، البرہان زرکشی ج ۱، ص ۲۳۵، فواتح الرحموت بر حاشیہ المستصفی ج ۲، ص ۱۲، بحوث فی تاریخ القرآن و علومہ ص ۱۵۷، ۱۶۱، البیان خوئی ص ۲۴۹ اور ابن حجر کا کلام حضرت علیؑ کے قرآن جمع کرنے کے بارے میں اور اس نے کہا ہے کہ جمع قرآن کا مطلب یہ ہے کہ حضرت علیؑ نے اسے حفظ کیا تھا تاسیس الشیعہ لعلوم الاسلام ص ۳۱۶۔

(۲) بحوث فی تاریخ القرآن و علومہ ص ۱۱۵ - ۱۱۶، ۱۳۳، اعجاز القرآن رافعی ص ۲۵، ۲۶ سے منقول، مباحث فی علوم القرآن قطان ص ۱۲۳ یہاں اس نے معاذ ابن جبل کا اضافہ کیا ہے۔

یقیناً رافعی کی مراد یہ ہے کہ خلیفہ کے زمانے میں زید کے مصحف جمع کرنے سے پہلے یہ مصاحف جمع ہو چکے تھے اور چونکہ پیغمبرؐ کے زمانے میں کثرت سے قاریوں اور حافظوں کے وجود پر شواہد وادلہ موجود ہیں لہذا بعض افراد کو خصوصی طور پر قاری یا حافظ کے عنوان سے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ ساتھ یہ بھی مدنظر رہے کہ "بئر معونہ" کے واقعہ میں ستر حافظ شہید ہوئے اور اتنی ہی تعداد جنگ یمامہ میں شہید ہوئی۔[۱] بلکہ جنگ یمامہ کے شہید قاریوں کی تعداد پانچ سو تک ذکر کی گئی ہے۔[۲] اور شہید حافظوں کی تعداد چار سو تک ذکر کی گئی ہے۔[۳] زہری کہتا ہے کہ حضرت عمر کی مجلس جوان اور بوڑھے قاریوں سے پر ہوتی تھی اور جناب عمر بسا اوقات ان سے مشورہ کیا کرتے تھے۔[۴] ان مذکورہ بالا شواہد کو دیکھتے ہوئے جمع قرآن کو حفظ اور یاد کرنے کے معنی میں نہیں لیا جا سکتا۔

دوسرا مطلب: "قاریوں کو معین عدد میں منحصر کرنا صحیح نہیں ہے۔"

ہم قرآن جمع کرنے والوں کی محدود تعداد کے بارے میں عینی کی بات نہیں مانتے جیسا کہ عسقلانی بھی اس بات کو قبول نہیں کرتا اور کہتا ہے کہ شاید صحابہ کی اس تعداد نے پیغمبرؐ کے بعد قرآن کو جمع کیا ہے یا یہ کہ ان کا کام نامکمل ہو اور پیغمبرؐ کی وفات کے بعد انہوں نے جمع قرآن کا کام مکمل کیا ہو۔[۵]

---

(۱) فتح الباری ج/۹ ص ۴۳، ۳۸، البیان ج/۱ ص ۲۳۲، مناہل العرفان ج/۱ ص ۲۳۵، ۲۳۸، ۲۴۲، الاتقان ج/۱ ص ۷۰، ۷۱، تاریخ القرآن آبیاری ص ۱۰۸، البیان خوئی ص ۲۴۰، ۲۵۴۔

(۲) تفسیر ابن کثیر ج/۳ ص ۹ ذیل، مناہل العرفان ج/۱ ص ۲۳۲۔

(۳) کنز العمال ج/۲ ص ۳۶۳ المصاحف ابن انباری سے منقول، البیان خوئی ص ۲۴۳، ۲۵۴۔

(۴) جامع بیان العلم ج/۱ ص ۱۴۳۔

(۵) فتح الباری ج/۹ ص ۴۷، مناہل العرفان ج/۱ ص ۲۳۵، الاتقان ج/۱ ص ۷۶۔

البتہ عسقلانی کی بات بھی قابل قبول نہیں اور ان دونوں سے زیادہ نامناسب بات " فیض کاشانی " کی ہے وہ کہتے ہیں ۔

" ۔ پیغمبرؐ کی اس حال میں وفات ہوئی کہ بیس ہزار صحابہ میں سے صرف چھ افراد قرآن کے حافظ تھے اور ان میں سے بھی دو افراد مورد اختلاف ہیں۔ انکی تعیین میں بہت زیادہ کلام ہے۔ اکثر صحابہ ایک یا دو سورتوں کے یاد کرلینے پر اکتفاء کرتے تھے اور جو سورہ بقرہ یا انعام حفظ کرلیتا اس کا شمار علماء میں ہوتا تھا۔"(۱)

شاید فیض کو اس بارے میں صرف شعبی کی روایت مل سکی ہے کہ جو قاریوں کو صرف چھ میں منحصر کرتی ہے۔ جبکہ مذکورہ شواہد کے پیش نظر قاریوں کی تعداد اس سے کئی گنا زیادہ ہے اور ان میں سے دسیوں بلکہ سینکڑوں جنگ یمامہ میں شہید ہوئے اور یہ بھی بیان ہوچکا کہ صحابہ میں متعدد مصاحف موجود تھے اور وسیع سطح پر پھیل چکے تھے ۔ پیغمبر اکرمؐ بھی اصحاب کو قرآن کے حفظ ، ختم اور اسکی قرائت پر بہت زیادہ ترغیب دلاتے تھے لہذا تعداد کا اس حد میں محدود کرنا جو عینی نے کہا ہے یا اس سے کمتر میں جیسا کہ عسقلانی اور کاشانی کہتے ہیں معقول نہیں ہے اور نہ ہی قابل قبول ہے چاہے مراد ختم ہو یا حفظ یا کتابت بالخصوص عینی اور کاشانی نے تو بہت زیادہ افراد کے نام بلاوجہ کم کردیئے ہیں ۔

تیسرا مطلب ، " اپنی تعریف آپ اور سیاست "

" انس " کی روایت سے ظاہر ہوتاہے کہ اس روایت کے راوی انصار سے تھے حالانکہ اس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ مہاجرین میں سے حضرت علیؑ اور ابن مسعود نے قرآن جمع کیا تھا۔ اور شاید انس کا روایت میں صرف انصار کا ذکر کرنا اپنی قوم اور شہر کے بسنے والوں کی تعریف و توصیف کرنا ہو۔ دوسروں نے بھی اس نقل میں انس ہی کی

---

(۱) المحجة البیضاء ج ۲ ص ۲۴۶۔

Presented by www.ziaraat.com

پیروی کی اور انصار کے ذکر پر اکتفاء کیا جبکہ حقیقت حال یہ ہے کہ یہ صرف قومی فخر و
مباہات کی بات نہیں تھی بلکہ اس کے پیچھے ایک سیاسی نظریہ کار فرما تھا۔ دوسروں کے ذکر کو
گول کر جانا بھی اس تناظر میں قابل فہم ہے اور اس میں اہم مصلحتیں مد نظر تھیں۔ شاید
"انس" کا اس سیاست سے کوئی تعلق نہ ہو اور ہم بھی کہتے ہیں کہ کچھ مخصوص افراد کے نام ذکر
کرنے سے اس کا کوئی مقصد نہیں تھا۔ دوسروں نے بھی بقیہ کے نام ذکر نہ کرنے کے اصلی
مقصد پر توجہ کیئے بغیر انس کی پیروی کی اور انس ہی کی روایت ایک دوسرے تک نقل کی اور
انہیں یقین ہوگیا کہ قرآن کے قاری اور جمع کرنے والے صرف یہی لوگ تھے اور انہیں
دوسرے بعض افراد کے نام ذکر نہ کرنے کی پس پردہ سیاست کے بارے میں کچھ معلوم نہ تھا۔ ہم
نے خاص سیاست کی طرف اشارہ اس وجہ سے کیا چونکہ اس دور میں ارباب اقتدار کے ذریعے
قرآن کے جمع کرنے کو خاص فضیلت و برتری دی جارہی تھی کہ ہڈیوں، چمڑے، لوگوں کے
سینوں، زبانی روایات اور ایک یا دو گواہوں کے ذریعے قرآن جمع کرنے جیسے عظیم کام کا سہرا
ارباب اقتدار کے سرباندھا جائے۔ اس قسم کی روایات متعدد کتابوں میں ملتی ہیں۔ یہ من گھڑت
فضیلت، زمانہ پیغمبرؐ میں ہی صحابہ میں مصاحف عام ہونے، مصحف سے قرائت کے عام ہونے اور
زمانہ پیغمبرؐ میں قرآن کے جمع کیئے جانے کے دلائل کے ساتھ مکمل طور پر متصادم ہے۔ لہذا ان
تمام حقائق سے آنکھیں بند کرنا پڑیں گی تا کہ ارباب اقتدار کی یہ فضیلت ثابت کی جاسکے۔ ہمیں
خلفاء کے زمانے میں قرآن کے جمع کیئے جانے والی بات مشکوک لگتی ہے اور ہماری تائید امام
حسنؑ سے منقول ایک روایت سے بھی ہوتی ہے کہ جس میں حضرتؑ نے دو گواہوں کی گواہی
سے قرآن کے جمع کیئے جانے والے واقعات کو معاویہ کی دروغ پردازیوں میں سے شمار کیا ہے۔
نیز ہماری تائید قرآن کی جمع آوری والی روایات کے تناقض اور اختلاف سے بھی ہوتی ہے۔ ہم
بیان کریں گے کہ زرکشی نے بعض سے روایت کی ہے کہ قرآن کا زید اور اُبیّ کے

ذریعے جمع کیا جانا خلفاء کی درخواست پر ثابت نہیں ہے۔[۱] اور اگر یہ روایت صحیح ہو جب بھی خلیفہ کا قرآن جمع کرنے والا کام اپنے لئے تھا نہ امت کے لئے جیساکہ آنے والی فصلوں میں واضح ہوجائے گا۔

چوتھا مطلب: "قرآن پر لفظ "کتاب" کا بولا جانا"

اس بحث کے آخر میں جناب شرف الدین مرحوم کا استدلال ذکر کرتے ہیں۔ پیغمبرؐ کے دور میں قرآن کے جمع کیئے جانے پر امام شرف الدین یوں استدلال کرتے ہیں کہ ابتداء ہی سے قرآن پر "کتاب" بولا جاتا تھا حالانکہ جب تک الفاظ کو لکھا نہ جائے انہیں کتاب نہیں کہا جا سکتا۔ لکھائی کے بعد ہی الفاظ کو کتاب کا نام دیا جا سکتا ہے۔[۲] لیکن ہماری نظر میں یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ بہت سی تدریجی نازل ہونے والی آیات میں قرآن پر کتاب کا اطلاق ہوا ہے ان آیات کے لکھے جانے سے پہلے خدا کی طرف سے اس قسم کا استعمال صحیح ہے چونکہ خدا کا ارادہ اس سے متعلق تھا کہ یہ آیات کتاب کی صورت میں ہوجائیں گی لہذا ہو سکتاہے اس طرح خدا نے یہ کلمہ استعمال کیا اور بعد میں دوسروں نے بھی اس کی کتابت سے پہلے یا لکھائی کے دوران قرآن کو کتاب کہا ہو۔

بعض نے یہ دعویٰ ثابت کرنے کے لیئے کچھ اور آیات اور دلیلوں سے تمسک کیا ہے لیکن ہماری نظر میں وہ مطلب کے ثابت کرنے کے لئے کافی نہیں ہیں۔ اگرچہ ترجیح پر دلالت کرتی ہیں۔ لہذا ہم اسی مقدار پر اکتفا کریں گے اور خدا ہی ہدایت کرنے اور توفیق دینے والا ہے۔

---

(۱) البرھان زرکشی ج۱ ص ۲۳۸۔

(۲) اجوبہ مسائل موسیٰ جار اللہ ص ۳۱۔

دوسری فصل

خلفاء کے ذریعے قرآن کے جمع کیئے جانے کی تاریخی حقیقت

بلاغی ، ابن شاذان ، اور قرآن جمع کیئے جانے سے متعلق روایات:

زید ابن ثابت کے ذریعے یا اس کے کسی دوسرے صحابی کے ساتھ ملکر، خلفاء کے زمانے میں یا پیغمبرؐ کے زمانے میں، قرآن کے جمع کیئے جانے کے بارے میں اہل سنت کی روایات تناقض کا شکار ہیں " بلاغی " اور " ابن شاذان " نے اس تناقض کی طرف جو اشارہ کیا ہے ہم اس کے ذکر پر اکتفا کریں گے اور مزید جستجو اور تحقیق پڑھنے والوں پر چھوڑیں گے۔

" ابن شاذان " اہل سنت کو مخاطب کر کے کہتے ہیں:

آپ روایت کرتے ہیں کہ " پیغمبرؐ کے زمانے میں چھ افراد نے قرآن جمع کیا اور ان کے علاوہ کسی نے قرآن حفظ نہیں کیا ہے" اور کبھی کہتے ہو، " کسی نے قرآن حفظ نہیں کیا" کبھی کہتے ہو، " قرآن کی بہت سی آیات ضائع ہو گئیں " کبھی کہتے ہو، " حضرت عثمان کے علاوہ کسی خلیفہ نے قرآن جمع نہیں کیا" سوال یہ ہے کہ جب چھ صحابی قرآن حفظ کر چکے تھے تو پھر کیسے کچھ آیات ضائع ہو گئیں؟ یہ تناقض ہے۔ پھر تم خود کہتے ہو، " رسول اللہؐ نے حضرت علیؑ سے عہد لیا کہ وہ قرآن کو لکھیں اور جمع کریں تو انہوں نے قرآن جمع کیا اور لکھا " ادھر سے کہتے ہو، حضرت علیؑ کا حضرت ابوبکر کی بیعت میں تاخیر کرنا قرآن جمع کرنے کی مصروفیت کی وجہ سے تھا۔ اگر ایسا ہے تو پھر وہ حضرت علیؑ کا جمع کردہ قرآن کہاں ہے کہ تمہیں لوگوں سے زبانی آیات لے کر لکھنے کی ضرورت پڑی؟ یا ام المومنین حفصہ بنت عمر کا مصحف مانگتے پھرو۔[۱]

---

(۱) الایضاح ص ۲۲۲، ۲۲۳۔

Presented by www.ziaraat.com

" ابن شاذان" اسی طرح بڑے سنے تلے انداز میں مزید ایسے ایسے سوالات کرتے ہیں کہ جن کا جواب دینا ممکن نہیں ہے ہم قارئین کو ابن شاذان کی بہترین کتاب " الایضاح" کی طرف رجوع کا مشورہ دیں گے یہ کتاب تشنگان علم و معرفت کو سیراب کرتی ہے۔ ہم یہ بھی کہیں گے کہ اگر کوئی اس میدان میں تحقیق کی ٹھان لے تو ابن شاذان سے کئی گنا زیادہ اہل سنت کی روایات میں متناقضات کو پالے گا لیکن ہم فی الحال تمام تعارضات کے حاصل کرنے کے در پے نہیں ہیں۔

اسی سلسلے میں بلاغی کا کلام:

" حضرت ابوبکر نے قرآن کو جمع کرنے کی ٹھان لی اور یہ ذمہ داری " زید ابن ثابت " کو سونپی زید نے ٹال مٹول کی کوشش کی حضرت ابوبکر نے زید پر اس سلسلہ میں مسلسل دباؤ ڈالا یہاں تک کہ زید نے قبول کرلیا اور اس نے قرآن جمع کیا "۔

انہی روایات میں آیا ہے کہ: " سب سے پہلے زید نے قرآن جمع کرنے کے بارے میں سوچا اور پہلے حضرت عمر کے ساتھ اس بارے میں بات کی اور حضرت عمر نے مسئلہ حضرت ابوبکر کے سامنے پیش کیا حضرت ابوبکر نے بھی مسلمانوں کے ساتھ مشورہ کیا"۔

نیز انہی روایات میں ہے، حضرت ابوبکر وہ شخص ہے جس نے قرآن جمع کیا۔ انہی روایات میں یہ بھی ہے کہ: حضرت عمر قتل ہوگئے لیکن قرآن ابھی تک جمع نہیں ہوا تھا انہی روایات میں یہ بھی ہے کہ حضرت عثمان کی خلافت میں حضرت عثمان ہی کے حکم سے قرآن جمع ہوا یا یہ کہ حضرت عمر نے زید ابن ثابت اور سعید ابن عاص کو قرآن کے جمع کرنے کا حکم دیا اور کہا: زید لکھوائے اور سعید لکھے۔ لہذا زید قرآن لکھواتا تھا اور سعید لکھتا تھا اور مذکورہ بالا بات حضرت عثمان کی طرف حضرت عمر کے قتل کے بعد منسوب کی گئی ہے۔

پھر روایات میں ہے کہ ابی ابن کعب قرآن لکھواتا تھا اور زید ابن ثابت لکھتا تھا اور سعید ابن عاص اعراب لگاتا تھا۔ دوسری روایت میں ہے۔ سعید اور عبداللہ ابن حارث نے اعراب لگائے۔

یہ ہے روایات اور ان میں موجود بعض متناقضات کی صورت حال ان میں سے ایک روایت کا مضمون یہ ہے: نزول کے اعتبار سے سورۂ برائت قرآن کا آخری سورہ ہے اب آپ خود تاریخی نقطہ نظر سے اس روایت کے بارے میں انصاف کریں کم از کم کنز العمال اور اس کے خلاصہ کی پہلی جزء

Presented by www.ziaraat.com

کا اس بارے میں ضرور مطالعہ کریں۔ (۱)

خلفاء کے زمانے میں قرآن کے جمع کرنے کی حدیث ،

"مزید" کے ذریعے قرآن جمع کرنے کے بارے میں اہل سنت کی روایات مختلف ہیں ہم صرف ایک روایت ذکر کریں گے۔ باقی کام قارئین کے حوالے کیا جاتا ہے ۔ (۲) صحیح بخاری میں زید سے روایت ہے کہ اس نے کہا حضرت ابوبکر نے جنگ یمامہ میں بعض مسلمانوں کی شہادت کے بعد مجھے بلا بھیجا جب میں حضرت ابوبکر کے پاس آیا تو دیکھا حضرت عمر بھی وہاں موجود ہیں خلیفہ نے کہا عمر میرے پاس آئے ہیں اور کہتے ہیں کہ جنگ یمامہ میں بہت سارے قاری شہید ہوگئے ہیں مجھے اندیشہ ہے کہ دوسری جنگوں میں اگر اور بھی قاری شہید ہوگئے تو قرآن کی بہت ساری آیات ضائع ہوجائیں گی لہذا میں سمجھتا ہوں کہ بہتر ہے قرآن کے جمع کرنے کا حکم دو تو میں نے ان سے کہا " یہ کیسے ہوسکتا ہے جو کام پیغمبر اکرم ؐ نے انجام نہیں دیا ہم انجام دیں "۔ تو عمر نے کہا " خدا کی قسم یہ کارِ خیر ہے" عمر مسلسل اپنی تجویز پر زور دیتے رہے اور مجھے آکر کہتے رہے یہاں تک کہ خدا نے مجھے اس کام کی ہمت دی اور اس کام کے لیئے میرا سینہ کھول دیا اور میری رائے بھی عمر کی رائے کی طرح ہی ٹھہری کہ قرآن کو جمع کرنا چاہیئے"

زید کہتا ہے " خلیفہ نے مجھ سے کہا تم ایک سمجھدار اور غیر متنازعہ جوان ہو تم رسول اکرم ؐ کے کاتب وحی بھی رہ چکے ہو تم قرآنی آیات ڈھونڈو اور قرآن کو جمع کرو "۔ خدا کی قسم قرآن کا جمع

کرنا میرے لیے پہاڑ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے سے بھی دشوار تر تھا تو میں نے کہا " کیسے جو کام رسول خدا نے نہیں کیا تم کرنا چاہتے ہو"؟ حضرت ابوبکر نے کہا "خدا کی قسم یہ کار خیر ہے" حضرت ابوبکر مسلسل اپنی خواہش دہراتے رہے یہاں تک کہ خدا نے اس سلسلہ میں میرا سینہ کھول دیا جیسا کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو شرحِ صدر عطا کیا تھا۔ پس میں نے چمڑوں، ہڈیوں اور لوگوں کے سینوں سے قرآن کو جمع کرنا شروع کیا یہاں تک کہ سورۂ توبہ کا آخری حصہ میں نے "ابوخزیمہ انصاری" کے پاس پایا اور لقد جاءکم رسول سے لے کر سورہ برائت کے آخر تک یہ آیات کسی اور کے پاس نہیں تھیں قرآن جمع

---

(۱) آلاء الرحمان ص ۱۹ ۔

(۲) آپ مثال کے طور پر الاتقان ج ۱ ص ۶۵ کے بعد مطالعہ کریں۔

Presented by www.ziaraat.com

کیئے جانے کے بعد یہ مصحف حضرت ابوبکر کے پاس موجود رہا یہاں تک کہ وہ وفات پاگئے اس کے بعد یہ مصحف حضرت عمر کے پاس آگیا اور انکی وفات کے بعد ان کی بیٹی حفصہ کے پاس چلا گیا (۱)

ہم اور یہ روایت

ہم نے گذشتہ فصل میں جو مطالب بیان کیئے وہ اس اور اس جیسی دوسری روایات کو غلط ثابت کرنے کے لیئے کافی ہیں کیونکہ قرآن کی جمع آوری پیغمبر اکرمؐ کے زمانے میں مکمل ہو چکی تھی۔ آنحضرتؐ نے قرآن لکھنے کے لیئے مخصوص کاتب معین کر رکھے تھے اور جیسا کہ زید نے روایت کی ہے خود آنحضرتؐ کاتبوں اور قرآن ترتیب دینے والوں کے کام پر خصوصی نظر رکھتے تھے ترتیب دینے والے قرآن کو رقعوں سے جمع کرتے تھے اس طرح صحابہ کے پاس کافی مصاحف موجود تھے اور پیغمبر اکرمؐ قرآن کو دیکھ کر پڑھنے اور اس کا احترام کرنے پر بہت زیادہ تاکید فرماتے تھے صحابہ بھی اپنے پاس موجود قرآن کو مسلسل پیغمبرؐ کے سامنے پیش کرتے رہتے تھے۔ صحابہ کی کافی بڑی تعداد نے زمانہ پیغمبرؐ میں قرآن جمع کیا ہوا تھا، اسی طرح اور مطالب جنکے تکرار کی یہاں گنجائش نہیں لہذا پہلا تو یہ کہ قرآن شانے یا جبڑے وغیرہ کی ہڈیوں پر متفرق نہیں تھا کہ اسے اس طرح جمع کیا جاتا جیسا کہ زید روایت کرتا ہے بلکہ خود پیغمبرؐ کے زیر نظر آیات کی جگہ متعین کی گئی تھی اور قرآن کا اول و آخر بھی معین و مشخص ہو چکا تھا۔

اور اس پر دلیلیں اور شواہد ہم تفصیل کے ساتھ بیان کر چکے ہیں یہاں صرف چند نکات کا اضافہ کرتے ہیں۔

پہلا نکتہ یہ کہ یہ روایت اور اسی طرح کی دوسری روایات دعوی کرتی ہیں کہ کم از کم قرآن کا کچھ حصہ ایک یا دو افراد کی گواہی کے ساتھ قرآن کے عنوان سے پہچانا اور لکھا گیا بلکہ کبھی بغیر کسی کی گواہی کے قرآن کا جزء قرار دیا گیا یہ دعویٰ بہت خطرناک ہے

---

(۱) الاتقان ج ۱/ ص ۵۸ گئے۔ بخاری ج ۳/ ص ۱۵۶، ج ۲/ ص ۹۰ مشکل الآثار ج ۳/ ص ۵ ج ۲/ ص ۲۴۹، ۲۴۸ سنن کبری ج ۲/ ص ۴۱ ، تاریخ الخلفاء ص ۷۷ الفہرست ابن ندیم ص ۲۷، الاتقان ج ۲/ ص ۲۲۳ صفوۃ الصفوۃ ج ۱/ ص ۳۵۲، ۳۵۳ مسند احمد ج ۱/ ص ۱۳ اور ج ۵/ ص ۱۸۹، ۱۸۸ تھذیب تاریخ دمشق ج ۵/ ص ۱۳۶ ، ۳۳۶ حیاۃ الصحابہ ج ۳/ ص ۳۹۹ کنز العمال ج ۱/ ص ۲۸۹ ج ۲/ ص ۳۵۲ عبد الرزاق ابن ابی داؤد سے المصاحف اور ابی نعیم سے منتخب الکنز ج ۲ ص ۳۴۳، ۳۱۵ الغدیر ج ۱/ ص ۲۷ تاریخ الاوسط ص ۱۵۲ ، المصحف ج ۸/ ص ۳۷۶ جامع البیان ج ۱/ ص ۲۰ برہان زرکشی ج ۱/ ص ۲۳۳ البدایہ والنہایہ ج ۷/ ص ۲۳۶ اسیر اعلام النبلاء ج ۲/ ص ۲۲۱۔

Presented by www.ziaraat.com

اور اس کے باطل ہونے میں کوئی شک و شبہہ نہیں ہے کیونکہ قرآن ہر طبقے (نسل) میں ہم سے لیکر پیغمبرؐ تک بطور متواتر منقول ہے یہ طبقہ بہ طبقہ، نسل در نسل نقل ہوا ہے۔ لہذا اس روایت کا یہ دعویٰ تاریخی حقیقت اور دینی مسلمات کے برخلاف ہے۔ یہ مطلب اس بات سے مزید روشن ہوجاتا ہے کہ جب معلوم ہوجائے کہ اس وقت سینکڑوں ہزاروں قرآن کے حافظ موجود تھے جیسا کہ مشہور ہے "جنگ یمامہ" یا "بئر معونہ" میں دسیوں یا سینکڑوں حافظ شہید ہوئے۔ کیا یہ بات معقول ہے کہ اتنی کثرت سے قرآن کے قاریوں اور حافظوں کے باوجود قرآن کی دو آیتیں صرف خزیمہ ابن ثابت یا ابوخزیمہ انصاری کو یاد ہوں اور کسی کو ان کے بارے میں پتہ تک نہ ہو اور حتی کہ حضرت علیؑ، ابیؓ اور ابن مسعود جیسی شخصیات کو بھی ان کا پتہ نہ ہو؟

دوسرا نکتہ یہ کہ قرآن کو چمڑے، پتھر اور لوگوں کے سینوں سے جمع کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ وہ تو اس قرآن کو حاصل کر سکتے تھے جو رسولؐ خدا کے زمانہ میں کاتبان وحی کے ذریعے لکھا گیا تھا۔ وہ قرآن جو پیغمبرؐ کے حکم سے رقعوں سے لکھا گیا تھا، اس کے بعد خزیمہ جیسے افراد سے لکھنے کی ضرورت ہی نہ رہتی۔

کیوں ابیؓ، حضرت علیؑ اور عبداللہ ابن مسعود بلکہ خود زید کے مصحف کی طرف رجوع نہیں کیا گیا۔ یہ قرآن تو انکی دسترس میں تھے۔ اگرچہ ترتیب کے لحاظ سے ایک دوسرے سے اختلاف رکھتے تھے جیسا کہ اہلسنت کی روایات میں آیا ہے۔[1] یا یہ کہ ان قرآنوں کے حواشی پر کچھ دعاؤں کا اضافہ ہوگیا تھا۔ ہم یہ مطلب انشاء اللہ بعد میں ذکر کریں گے۔

---

(۱) مصاحف کی ترتیب کے اختلاف کے لیے رجوع کریں۔ الاتقان ج ۱ ص ۶۲، ۷۳۔ فتح الباری ج ۹ ص ۳۸، ۳۹ خصوصاً ص ۳۹ کا آخر۔ مناہل العرفان ج ۱ ص ۲۴۰۔ تاریخ القرآن زنجانی ص ۶۰ تا ۸۰۔ التمہید ج ۱ ص ۲۴۳، ۲۴۸، ۲۵۳۔ تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۳۵، ۱۳۶۔ الفہرست ابن ندیم ص ۲۹، ۳۰۔

Presented by www.ziaraat.com

تیسرا نکتہ یہ کہ: کیوں قرآن ابن مسعود سے نہ لیا گیا جو کہ کوفہ میں قرآن کو حفظ سے لکھواتے تھے [۱] یا کیوں قرآن ان چار افراد یعنی ابن مسعود، حذیفہ کے غلام سالم، ابی ابن کعب اور معاذ ابن جبل [۲] سے نہ لیا گیا کہ جن کے بارے میں پیغمبرؐ نے فرمایا تھا قرآن ان سے لو جیسا کہ پیغمبرؐ نے صحابہ سے فرمایا تھا اگر قرآن کو وقت نزول کی طرح تازہ حاصل کرنا چاہو تو اسے "ابن ام عبد" سے حاصل کرو یا کہا: اسے ابن ام عبد پہ قرائت کرو ابن ام عبد سے مراد عبداللہ ابن مسعود ہیں۔ [۳]

نیز پیغمبرؐ نے فرمایا: ان میں سب سے بڑا قاری ابیؓ ابن کعب ہے یا فرمایا: میری امت میں سے سب زیادہ کی جانے والی قرائت اُبیؓ کی قرائت ہے۔ [۴] اسی طرح حضرت عمر ابن خطاب سے منقول

---

(۱) صفة الصفوة ج/۱ ص ۳۹۸ احمد سے منقول، اور حاشیہ پہ بزار، طبرانی اور ابویعلی سے منقول، مجمع الزوائد ج/۹ ص ۲۸۷، الاستیعاب بر حاشیہ الاصابہ ج/۲ ص ۳۲۲۔

(۲) صحیح بخاری ج/۳ ص ۱۳۹، تھذیب الاسماء ج/۱ ص ۱۰۹، تفسیر ابن کثیر ج/۴ ص ۲۷، لباب التاویل ج/۱ ص ۷، مجمع الزوائد ج/۹ ص ۳۱۱، انساب الاشراف ج/۱ ص ۱۴۳، الاتقان ج/۱ ص ۷۰، کنز العمال ج/۲ ص ۳۳، ۳۱۰، بخاری و مسلم وغیرہ سے منقول، البیان خوئی ص ۲۹۲۔

(۳) کشف الاستار ج/۳ ص ۲۵۰، ۲۴۹، مستدرک حاکم ج/۳ ص ۳۱۸، تلخیص مستدرک ذہبی نے اسی کے حاشیہ پہ ان دونوں حدیثوں کو شیخین کی شرط پہ صحیح کہا ہے۔ الایضاح ابن شاذان ص ۲۲۳، ۲۲۲، مجمع الزوائد ج/۹ ص ۲۸۷، ۲۸۸، صفة الصفوة ج/۱ ص ۳۹۹، الحلیۃ فی اللغۃ ج/۳ ص ۳۵۱، مسند احمد ج/۱ ص ۴۴۵، تفسیر قرطبی ج/۱ ص ۸۲، تذکرۃ الحفاظ ج/۱ ص ۱۳، الاصابہ ج/۲ ص ۳۶۸، الاستیعاب بر حاشیہ الاصابہ ج/۲ ص ۳۲۰، تفسیر ابن کثیر ج/۴ ص ۲۸۔

(۴) الاستیعاب بر حاشیہ الاصابہ ج/۱ ص ۴۹، ۵۰، تھذیب الاسماء ج/۱ ص ۱۰۹، اسد الغابہ ج/۱ ص ۴۹، تھذیب التھذیب ج/۱ ص ۱۸۸، الایضاح ابن شاذان ص ۲۲۳، ۲۲۰، ۲۲۱، صحیح ترمذی ج/۵ ص ۶۶۵، ۶۶۴، تفسیر قرطبی ج/۱ ص ۸۲، مشکل الآثار ج/۱ ص ۳۵۰، ۳۵۱۔

ہے۔ اُبی کی قرائت ہم سے بہتر ہے اور علیؑ کی قضاوت ہم سب سے صحیح تر ہے۔ ہم اُبی کی قرائت سے کچھ کم نہیں کرتے چونکہ اُبی کہتے تھے۔ میں نے جو کچھ پیغمبرؐ سے سنا اس سے کچھ کم نہیں کروں گا نیز خدا نے بھی فرمایا ہے: **ما ننسخ من آیۃ او ننسھا**[1]

اب اگر خدا نے اپنے پیغمبرؐ کو حکم دیا کہ قرآن کو "اُبی" کے سامنے پیش کریں۔[2] تو کیوں پیغمبرؐ نے یہ حکم امت کو نہیں دیا چونکہ یہ لوگ معتقد ہیں کہ اُبی ابن کعب نے اپنی قرائت پیغمبر اکرمؐ کے سامنے پیش کی تھی۔[3] یا کیوں انہوں نے حضرت علیؑ کی طرف رجوع نہ کیا جبکہ عبدالرحمن سلمی ان کے بارے میں کہتا ہے۔ میں نے کسی کو قرآن کی قرائت میں حضرت علیؑ سے بہتر نہ پایا وہ ایسی شخصیت ہیں جنہوں نے قرآن کی قرائت پیغمبر کے سامنے پیش کی اور وہ ان میں سے تھے کہ جنہوں نے بغیر کسی شک کے پورا قرآن حفظ کر رکھا تھا۔[4]

---

(۱) الاستیعاب بر حاشیہ الاصابہ ج/۱ ص ۵۰۔ صحیح بخاری ج/ ۳ ص ۱۳۷۔ مستدرک حاکم ج/۳ ص ۳۰۵۔ طبقات ابن سعد ج/ ۲ ص ۳۳۹۔

(۲) الاستیعاب بر حاشیہ الاصابہ ج/۱ ص ۵۰۔ مستدرک حاکم ج/۲ ص ۲۲۴ اور حاشیہ تلخیص ذہبی بر مستدرک مسند احمد ج/ ۵ ص ۱۳۱ صحیح ترمذی ج/ ۵ ص ۶۶۵ حلیۃ الاولیاء ج/۱ ص ۲۵۱۔ ج/۴ ص ۱۸۷، مجمع الزوائد ج/ ۹ ص ۳۱۲۔ الدر المنثور ج/۶ ص ۳۷۸، احمد، ترمذی اور حاکم سے منقول اور آخری دو کی نظر میں حدیث صحیح ہے البدایۃ والنہایۃ ج/ ۷ ص ۳۴۰۔

(۳) تذکرۃ الحفاظ ج/ ۱ ص ۱۲۔

(۴) الغدیر علامہ امینی ج/ ۲ ص ۳۰۸، طبقات القراء ج/۱ ص ۵۴۶ اور مفتاح السعادۃ ج/ ۱ ص ۳۵۱ سے منقول۔

Presented by www.ziaraat.com

اس بارے میں ابن مسعود کہتے ہیں : میں نے قرآن کی قرائت میں کسی کو حضرت علیؑ جیسا نہیں پایا۔ [1] کیا دو افراد کی گواہی کا ان سب بزرگوں سے زیادہ اعتبار تھا؟ کیا ان سب کی تعداد دو گواہوں سے بھی زیادہ نہیں تھی؟ با وجود اس کے کہ خود پیغمبرؐ نے حکم دیا تھا کہ یہ ثقہ افراد ہیں قرائت کے لیئے ان کے پاس جانا۔

عجیب تو یہ ہے کہ جن صحابہ کے پاس مصاحف تھے ان میں سے ہر یک اپنے مصحف کی ترتیب کو صحیح سمجھتا تھا اور ان میں سے کسی نے زید کے مصحف کو اہمیت نہیں دی یہاں تک کہ ان بزرگوں کی قرائتیں امت میں عام ہوگئیں اور حکومت نے لوگوں کو سختی کے ساتھ ان قرائتوں سے روکا اور مصحف زید کو قبول کرنے پہ مجبور کیا مثلاً حضرت عثمان مصاحف والے اصحاب سے مصحف لینے پہ مصر تھے اور صرف اپنا مصحف پڑھنے کی اجازت دیتے تھے اور اسی مصحف کو سب کے لیئے مورد اتباع قرار دینا چاہتے تھے اسی لیے انہوں نے صاحبان مصحف سے کہا کہ وہ اپنے اپنے مصحف جمع کروا دیں۔ لیکن ابن مسعود اپنا مصحف دینے پہ راضی نہ ہوئے اور انہوں نے اس کی مخالفت کی یہ واقعہ خاصا مشہور ہے۔ [2]

---

(۱) المناقب ابن شہر آشوب ج/۲ ص ۴۰ اس حدیث میں دو احتمال ہیں، یا تو یہ کہ امامؑ کی قرائت دوسرے اصحاب سے بہت دقیق اور مضبوط تھی یا امامؑ دوسرے صحابہ کی بنسبت زیادہ قرآن کی قرائت میں مشغول تھے۔ ممکن ہے دونوں احتمال مدِ نظر ہوں۔

(۲) یہ مطلب اس حد تک مشہور ہے کہ اس کے لیئے حوالے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے اگر آپ حوالے چاہیں تو رجوع کریں، مستدرک حاکم ج/۲ ص ۲۲۸، تاریخ یعقوبی ج/۲ ص ۱۷۰، طبقات ابن سعد ج/۲ ص ۱۰۵ دوسرا حصہ الایضاح ابن شاذان ص ۲۲۵، فتح الباری ج/۹ ص ۴۴، ۴۲۰، تاریخ القرآن زنجانی ص ۱۱۱، التراتیب الاداریہ ج/۲ ص ۲۸۳، التمہید ج/۱ ص ۲۴۰، المصاحف سجستانی ص ۱۵۔

Presented by www.ziaraat.com

اگر جناب ابوبکر کا قرآن جمع کرنے سے مقصد سب مسلمانوں کے لیئے ایک مصحف کی تعیین تھا تو پھر صحابہ اپنے مصاحف کو اس کے زمانے سے حضرت عثمان کے زمانے تک بلکہ اس کے بعد تک محفوظ نہ رکھتے اور قابل توجہ یہ نکتہ ہے کہ طحاوی نے زید کے کلام کو یوں نقل کیا ہے، "میں نے قرآن حضرت ابوبکر کے لیئے کھجور کے پتوں، شانے اور جبڑے کی ہڈیوں پر لکھا یہاں تک کہ حضرت ابوبکر دنیا سے چلے گئے اور حضرت عمر نے قرآن کو ایک صحیفہ میں جمع کیا اور جب حضرت عمر کی وفات ہوئی تو یہ مصحف ام المومنین حفصہ کے پاس آگیا یہاں تک کہ حذیفہ یمانی غزوہ سے واپس آئے۔"(۱) اس حدیث کا یہ مطلب ہے کہ زید نے قرآن حضرت ابوبکر کے لیئے چمڑے، ہڈیوں اور مختلف ٹکڑوں پر لکھا، نہ کہ زید نے قرآن کو چمڑے، ہڈیوں اور مختلف ٹکڑوں سے جمع کیا تھا جیساکہ سابقہ روایت دعویٰ کرتی ہے۔

زید کے ذریعے قرآن کے جمع کیئے جانے کے بعد اصحاب کے مصاحف:

اہلسنت کی روایات کہتی ہیں کہ حضرت ابوبکر نے زید کے ذریعے قرآن جمع کیا یہی روایات دوسری جگہ یہ دعوی کرتی ہیں کہ بعض صحابہ اپنے مخصوص مصاحف محفوظ رکھتے تھے(۲) اور یہ مصاحف ترتیب کے لحاظ سے زید والے قرآن کے ساتھ اختلاف رکھتے تھے، ان مصاحف کے محفوظ رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ اصحاب نے زید کے ذریعے جمع کیئے جانے والے قرآن پر توجہ نہیں دی یا یہ کہ انہوں نے زید کے اس کام کو ایک انفرادی کام سمجھا تھا یعنی انکی نظر میں یہ خلیفہ کی خواہش تھی کہ اپنے لیے ایک مخصوص مصحف تیار کروائے، نہ کہ خلیفہ نے سب مسلمانوں کے لیئے قرآن جمع کروایا ہو بہر حال یہ روایات کہتی ہیں کہ حتی زید کے ذریعے قرآن کے جمع کیئے جانے کے بعد بھی ہر شہر اپنا قرآن اور اپنی قرائت رکھتا تھا مثلاً اہل بصرہ ابوموسی اشعری کے مصحف کے مطابق

---

(۱) مشکل الآثار ج ۲ ص ۱۹۳۔

(۲) التمهید ج ۱ ص ۲۳۸، ۲۵۰۔

Presented by www.ziaraat.com

قرائت کرتے تھے اہل کوفہ ابن مسعود کے مصحف کے مطابق، شام والے ابی کے مصحف کے مطابق اور دمشق والے "مقداد" کے مصحف کے مطابق قرائت کرتے تھے۔ ابن اثیر کے بقول "حمص" والے مقداد کی قرائت پر تھے۔[۱]

حضرت عائشہ اور قرآن کا جمع کیا جانا۔

زید کے ذریعے قرآن کے جمع کیئے جانے اور حضرت عثمان کے ذریعے لوگوں کو ایک قرائت پر اکٹھا کرنے اور مصاحف لکھ کر بڑے بڑے اسلامی شہروں کو بھیجنے اور بقیہ مصاحف جلا دینے کے باوجود "یوسف ابن ماہک" جس نے حضرت عثمان کی طرف سے شہروں کو مصاحف بھیجنے کے واقعہ کو نہیں پایا،[۲] ایک روایت نقل کرتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ کا ابھی تک یہ نظریہ تھا کہ قرآن جمع نہیں ہوا، ابن ماہک کہتا ہے۔

میں ام المومنین عائشہ کے پاس تھا کہ اہل عراق میں سے ایک شخص وارد ہوا اور کہا: کون سا قرآن بہتر ہے؟

حضرت عائشہ نے کہا: تجھ پر وائے ہو تمہارے لیئے کیا فرق کرتا ہے؟ تو اس شخص نے کہا: ام المومنین اپنا مصحف مجھے دکھائیں۔ حضرت عائشہ نے کہا: کیوں؟ تو اس نے کہا اس لیئے کہ میں اس سے قرآن تالیف کرنا چاہتا ہوں چونکہ قرآن ابھی غیر مولف ہے (یعنی غیر مرتب اور غیر منظم۔ یا یہ کہ ہم قرآن کو غیر مولف پڑھتے ہیں) تو حضرت عائشہ نے کہا: کوئی فرق نہیں پڑتا کہ کس ترتیب سے پڑھتے ہو۔"[۳]

---

(۱) الکامل فی التاریخ ج۳ ص ۱۱۱ تاریخ القرآن ابیاری ص ۱۰۷، التمہید ج۱ ص ۳۳۷ کامل اور المصاحف سجستانی ص ۱۱ سے منقول۔

(۲) فتح الباری ج۹ ص ۳۹۔

(۳) صحیح بخاری ج۶ ص ۳۹، التمہید ج۱ ص ۳۳۹، ۳۳۷، المصنف عبد الرزاق ج۳ ص ۳۵۰۔

Presented by www.ziaraat.com

"عسقلانی" احتمال دیتا ہے کہ قرآن کی طرف یہ رجوع شاید قرآن کے غیر مرتب اور نامنظم ہونے کی وجہ سے ہو یا شاید لوگوں کے قرآن کی آیات کی تعداد اور ترتیب میں اختلاف کی وجہ سے ہو۔(۱)

حدیث واضح دلالت رکھتی ہے کہ حضرت عثمان کے ذریعے مصاحف جلائے جانے کے باوجود قرآن نامنظم اور غیر مرتب تھا۔ لوگ حضرت عثمان کے ذریعے قرآن جمع کیئے جانے کے پابند نہیں تھے۔

اس بارے میں حضرت عائشہ بھی لوگوں کی ہم خیال تھیں اور کہتی تھیں ، قرآن جس ترتیب کے ساتھ پڑھا جائے فرق نہیں کرتا۔ احتمال ہے کہ یہ عراقی شخص ابن مسعود کی قرائت کے مطابق قرآن پڑھتا تھا کیونکہ ابن مسعود کچھ عرصہ کوفہ میں رہے تھے عسقلانی نے اس احتمال کو قوی قرار دیا ہے۔(۲)

عثمانی مصحف کی مخالفت:

حضرت عائشہ کی مذکورہ بالا حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ ابھی تک عثمان کے مصحف کو عمومی طور پر اور بالخصوص مخالفین کی طرف سے قبول نہیں کیا گیا تھا یہ بھی احتمال ہے کہ حضرت عائشہ کا شمار بھی ان مخالفین میں ہوتا ہے مثلاً "ابن مسعود" نے اپنا مصحف حکومت کے حوالے کرنے سے انکار کردیا اور اسے اپنے پاس محفوظ رکھا۔(۳) اور اسی طرح روایات میں یہ نکتہ بھی دیکھتے ہیں کہ اس بارے میں عمومی سطح پر حضرت عثمان کی مخالفت ہورہی تھی یہاں تک کہ حضرت امیرالمومنین ؑ نے مصحف حضرت عثمان پر لوگوں کی تنقید کو روکنے کے لیئے کہا۔

---

(۱) فتح الباری ج ۹ ص ۳۹، ۴۰، ۳۹، التمہید ج ۱ ص ۲۴۳ فتح الباری سے منقول۔

(۲) فتح الباری ج ۹ ص ۳۹۔

(۳) اس کے حوالے پہلے ذکر ہوچکے ہیں۔

"عثمان نے یہ کام صحابہ کے گروہ کے سامنے انجام دیا" اور امام کی حکومت میں بھی یہ مسئلہ پیش آتا تو ایسا ہی کرتے۔[1] فلفلہ جعفی کہتا ہے : ہم چند افراد جو کہ مصاحف کو ایک مصحف میں بدلنے والے معاملے سے ڈر رہے تھے عبداللہ ابن مسعود کے پاس گئے ، ہم میں سے ایک شخص نے کہا : ہم ملاقات کے لیئے نہیں آئے بلکہ ہمیں تو اس خبر نے ڈرا دیا ہے اس لیئے آپ کے پاس آئے ہیں۔ عبداللہ ابن مسعود نے کہا : "قرآن آپ کے پیغمبر پر سات دروازوں سے سات حرف پہ نازل کیا گیا ہے اگرچہ قرآن سے پہلے کتابیں ایک دروازے سے ایک حروف پہ نازل ہوتی تھیں۔"[2] ابن اثیر کہتا ہے :

"اہل کوفہ نے مصحف حضرت عثمان کو قبول کرلیا سوائے اس کے کہ کافی بڑی تعداد کے پاس مصحف ابن مسعود محفوظ تھا اور وہ ابن مسعود کی قرائت پہ باقی تھے"۔[3] ان روایات سے استفادہ ہوتا ہے کہ حضرت عثمان کے کام سے اکثر کو پریشانی لاحق تھی اسی لیے حضرت عثمان کو بہت زیادہ تنقید کا سامنا کرنا پڑا اور یہ حضرت امیر المومنین تھے جنہوں نے حضرت عثمان کے اس کام کی حمایت کی اور مصحف جمع کیئے جانے کی حمایت و تائید کی جبکہ ابن مسعود مصحف حضرت عثمان کے مخالفین کو خوش آمدید کہتے ہیں اور حضرت عثمان کے کام کو غلط سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ,حضرت عثمان کے ذریعے قرائت کا ایک کردیا جانا قرآن کے سات دروازوں اور سات حروف پہ نزول سے متصادم ہے۔

---

(1) فتح الباری ج / ۹ ص ۱۸ ، اس بات کے حوالے ہم نے دوسری فصل کے دوسرے حصے میں حضرت علی کی حضرت عثمان کے کام پہ تائید کے ذیل میں ذکر کردیئے ہیں۔ کسی کا کسی کی ایک کام میں تائید کرنے کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ وہ اس کے تمام کاموں کی تائید کرتا ہو بلکہ امام کی اس تائید سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت کے مد نظر تو فقط حق کی بلندی تھی اور حضرت اس مقدس ہدف میں کسی شخصی یا گروہی مصلحت کو مقدم نہیں کرتے تھے۔

(2) مسند احمد ج / ۱ ص ۴۴۵ ، مشکل الآثار ج / ۴ ص ۱۸۲۔

(3) الکامل ج / ۳ ص ۱۱۲۔

Presented by www.ziaraat.com

لیکن ان کی مخالفت اثر انداز نہ ہوسکی خصوصاً حضرت امیرالمومنین ؑ کی حمایت کے بعد۔ اس طرح آہستہ آہستہ مصحف حضرت عثمان نے اسلامی شہروں میں اپنی جگہ بنالی اور لوگوں نے اسکی قرائت شروع کردی اور یوں دوسرے مصاحف کی جگہ اس نے لے لی۔ دوسرے قرآن جنکے حواشی پر دعائیں یا تفسیریں لکھی تھیں یا ترتیب میں مختلف تھے آہستہ آہستہ میدان سے نکل گئے ان کا صرف نام باقی رہ گیا اور خدا کا وعدہ محقق اور پورا ہوگیا کہ ہم قرآن کو ہر قسم کی دخالت اور تصرف سے محفوظ رکھیں گے " انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون "۔

حجاج ابن یوسف اور قرائت حضرت عثمان کا پھیلنا،

مصحف عثمان کے پھیلانے میں حجاج ابن یوسف ثقفی نے آکٹوپس مانند کردار ادا کیا، حجاج نے عراق میں اپنی حکمرانی کے ابتداء سے اور کوفہ میں اقتدار سنبھالنے کے ساتھ ہی مصحف حضرت عثمان کی بنیادیں مضبوط کرنے اور ابن مسعود کی قرائت کو نابود کرنے کے لیئے اپنی وسیع تر کوششیں شروع کردیں۔ اس بارے میں " اسکافی " کی بات کا خلاصہ یہ ہے: وہ چیز جو حضرت عثمان کے مصحف کی مضبوطی اور ابن مسعود کی قرائت کی نابودی کا اصلی سبب بنی وہ حجاج کا لوگوں کو حضرت عثمان کی قرائت کو لینے اور ابن مسعود اور اُبی ابن کعب کی قرائتوں کو ترک کرنے پر مجبور کرنا تھا۔ اس نے لوگوں کو اس قرائت پر زبردستی مجبور کیا، حجاج تو اپنی بیس سالہ حکومت کے بعد مرگیا لیکن لوگ حضرت عثمان کے مصحف سے قرائت کے اس حد تک عادی ہوچکے تھے کہ وہ کسی دوسری قرائت کو پہچانتے ہی نہیں تھے۔ یہ قرائت ان کے گوشت و پوست کے ساتھ مخلوط ہوچکی تھی اور اگر کوئی دوسری قرائت ان پر کی جاتی تو اسے لوگوں کے مزاج اور ناپسندیدگی کا سامنا کرنا پڑتا۔

اسکی وجہ ان کا اس قرائت سے ناواقف ہونا اور مصحف حضرت عثمان کی قرائت سے مانوس ہونا تھا۔ (۱)

حجاج نے صورتحال اس حد تک پہنچادی تھی کہ انتہائی ڈھٹائی سے کہتا تھا ، مجھے عبد ہذیل (ابن مسعود) سے تعجب ہے وہ سمجھتا ہے کہ وہ خدا کے قرآن کو پڑھتا ہے خدا کی قسم جو کچھ وہ پڑھتا ہے وہ عرب کے رجزوں میں سے ایک رجز ہے، خدا کی قسم اگر میرا ہاتھ عبد ہذیل تک پہنچتا تو اسکی گردن اڑا دیتا اگر اسکی قرائت مصحف میں دیکھوں تو اسے مٹادوں اگرچہ مجھے یہ کام سور کی داڑھ سے کرنا پڑے۔" (۲)

سب سے پہلا قرآن کا نام رکھنے اور جمع کرنے والا ،

روایات اہلسنت کہتی ہیں کہ سب سے پہلے جس شخص نے قرآن جمع کیا اور اسے تفرق ، پراکندگی سے نجات دی وہ حضرت ابوبکر تھے۔ (۳) ان سے پہلے قرآن بکھرا ہوا تھا۔ (۴) اہل سنت کی نظر میں سب سے پہلے قرآن کا نام رکھنے والے بھی حضرت ابوبکر ہی تھے ہم اس بارے میں ذیل کی روایت نقل کرتے ہیں ،

حضرت ابوبکر نے قرآن جمع کرنے کے بعد اپنے اصحاب سے کہا ، اس مصحف کے لیئے نام تلاش کرو یا اس کا نام رکھو تو بعض نے کہا ،

---

(۱) شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید معتزلی حنفی ج/۳ ص ۲۲۲۔

(۲) مستدرک حاکم ج/۳ ص ۲۵۱ ، تلخیص مستدرک ذھبی اسی صفحہ پر ، تھذیب تاریخ دمشق ج/۳ ص ۲۹ ، الغدیر ج/۱۰ ص ۵۱ ، البدایہ والنہایہ ج/۹ ص ۲۸۔

(۳) حلیۃ الاولیاء ج/۲ جزء ۳ ص ۳۳۲ ، فتح الباری ج/۹ ص ۱۰ ، تاریخ الخلفاء ص ۷۷ ، مباحث فی علوم القرآن ص ۱۲۸، ۱۲۴ ، بحوث فی تاریخ القرآن و علومہ ص ۲۵ ، الاتقان ج/۱ ص ۵۹ ، البرھان زرکشی ج/۱ ص ۲۳۵ ، کنز العمال ج/۱ ص ۸۵، ۸۲۔

(۴) کنز العمال ج/۱ ص ۸۵ ، مباحث فی علوم القرآن ص ۱۲۸، ۱۲۴ ، بحوث فی تاریخ القرآن و علومہ ص ۲۵۔

Presented by www.ziaraat.com

اس مصحف کا نام "انجیل" رکھ دیں، لیکن یہ نام قبول نہ کیا گیا۔ بعض اصحاب نے اسے ناپسند کیا بعض دوسروں نے کہا: اس کا نام "سفر" رکھ دیں لیکن اس نام کی یہودیوں کے ساتھ مشابہت کی وجہ قبول نہ ہوا تو ابن مسعود نے کہا حبشیوں کی کتاب کا نام "مصحف" ہے تو یہ نام قبول کرلیا گیا یوں "مصحف" کا نام "مصحف" پڑ گیا۔[1] "سیوطی" کی نظر میں بھی قرآن کا سب سے پہلے نام رکھنے والے اور جمع کرنے والے حضرت ابوبکر ہیں۔[2]

دوسری روایت میں یہ بھی ہے کہ: سب سے پہلے جس نے قرآن کو دو تختیوں کے درمیان قرار دیا حضرت ابوبکر تھے[3] بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ، سب سے پہلے مصحف کو جمع کرنے والے حضرت عمر ابن خطاب تھے[4] اور یہ کام نافع ابن ظریب نے حضرت عمر کے کہنے پر انجام دیا۔[5] ابن سعد کی نظر میں حضرت عمر وہ پہلے شخص ہیں جس نے قرآن کو ایک "صحف" میں قرار دیا[6] یہ "مصحف" کی جگہ "صحف" کہنا شاید نسخہ تیار کرنے والوں کا اشتباہ ہے البتہ یہ اس صورت میں ہے کہ اس سے مراد وہ نظریہ نہ ہو جس کی بناء پر حضرت عمر وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے قرآن کو ایک صحیفہ میں قرار دیا جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا۔

---

(۱) البرہان زرکشی ج/۱ ص ۲۸۱، ۲۸۲، محاضرۃ الاوائل ص ۳۵، الاتقان ج/۱ ص ۵۸، تفسیر الصراط المستقیم ج/۱ ص ۱۶۳، ۱۶۲، التمہید ج/۱ ص ۲۲۷، المصاحف سجستانی ص ۱۱، ۱۲۔

(۲) تاریخ الخلفاء ص ۷۷، الاتقان ج/۱ ص ۸۵، ۸۶۔

(۳) تاریخ الخلفاء ص ۷۷، طبقات ابن سعد (مطبوعہ صادر) ج/۳ ص ۱۹۳، تاسیس الشیعہ لعلوم الاسلام ص ۳۱۸۔

(۴) الاتقان ج/۱ ص ۵۸، کنز العمال ج/۲ ص ۳۷۳، محاضرات الادباء ج/۲ جزء/۴ ص ۴۳۳، فتح الباری ج/۹ ص ۱۰، التراتیب الاداریہ ج/۲ ص ۲۸۳، تاریخ القرآن الصغیر ص ۸۶، المصاحف ص ۱۰ اور الاتقان سے منقول۔

(۵) الطبقات الکبریٰ ج/۳ ص ۲۸۳۔

(۶) الاشتقاق ص ۸۸۔

Presented by www.ziaraat.com

مذکورہ بالا گفتگو میں اعتراض کرنے سے پہلے دو نکات کی طرف اشارہ ضروری ہے۔

پہلا نکتہ: سب سے پہلے قرآن جمع کرنے والے عمر ہوں یا حضرت ابوبکر ان دونوں باتوں میں کوئی منافات نہیں ہے کیونکہ حضرت ابوبکر نے زید کو قرآن کے جمع کرنے کا حکم دیا اور کام کی تکمیل سے پہلے حضرت ابوبکر وفات پاگئے اور حضرت عمر نے اس کام کو وہیں سے آگے بڑھایا لہذا اس کام کی نسبت حضرت ابوبکر کی طرف بھی دی جا سکتی ہے اور حضرت عمر کی طرف بھی جبکہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی طرف اس کام کی نسبت دینا ذیل کی روایت کے ساتھ منافات رکھتی ہے کہ حضرت "عمر" نے قرآن کو جمع کرنا شروع کیا لیکن تکمیل سے پہلے دنیا سے چل بسے اور جب حضرت عثمان بر سر اقتدار آئے تو انہوں نے اس نامکمل کام کی تکمیل کی۔ اس کے بعد یہ روایت عثمان کے دور میں چند آیات کے "ذو الشہادتین" کے پاس سے ملنے کا واقعہ بیان کرتی ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ واقعہ حضرت عمر کے دور کا نہیں[1]

دوسرا نکتہ: عبدالرحمن ابن مھدی سے منقول ہے: "عثمان میں دو خصلتیں تھیں جو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر میں نہیں پائی جاتی تھیں۔ ایک یہ کہ اس نے ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا یہاں تک کہ قتل ہوگیا۔ دوسرا یہ کہ اس نے لوگوں کو ایک مصحف پر جمع کیا۔"[2]

بعض نے یہ کلام دیکھا تو انہیں یہ شبہ ہوا کہ حضرت عثمان سب سے پہلا قرآن جمع کرنے والے ہیں۔ لیکن یہ محض اشتباہ ہے کیونکہ مصحف خلافتِ حضرت عثمان سے پہلے موجود تھا صرف یہ کہ لوگ قرآن کی قرائت میں اختلاف رکھتے تھے۔ حضرت عثمان نے صرف یہ کام کیا کہ لوگوں کو ایک مصحف کی قرائت پر جمع کیا لہذا حضرت عثمان کو قرآن جمع کرنے والا پہلا آدمی نہیں سمجھا جا سکتا البتہ حضرت عثمان وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے متعدد قرائتوں کی بجائے ایک قرائت کو لاگو کیا۔

---

(۱) تھذیب تاریخ دمشق ج ۵ ص ۱۳۶۔

(۲) کنز العمال ج ۲ ص ۳۷۸، ابی داود ابی الشیخ کی السنۃ، ابن عساکر اور حلیۃ الاولیاء سے منقول۔

Presented by www.ziaraat.com

سابقہ گفتگو پر اعتراض:

حضرت عمر اور حضرت ابوبکر کو سب سے پہلے قرآن جمع کرنے اور اسے نام دینے والے نہیں سمجھا جاسکتا کیونکہ:

پہلا تو یہ کہ: اہل حبش کی زبان عربی نہیں ہے جبکہ "مصحف" عربی کلمہ ہے۔

دوسرا یہ کہ: انہیں قرآن کا نام رکھنے میں پریشانی کا سامنا کیوں کرنا پڑا؟ کیا خود خداوند عالم نے اس کتاب کو تورات اور انجیل کے مقابلے میں قرآن کا نام نہیں دیا تھا؟ یا اسے فرقان نہیں کہا تھا؟ یا دوسرے نام جو قرآن میں آئے ہیں جیسے کتاب وغیرہ؟

تیسرا یہ کہ: ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں کہ مصحف رسول خدا کے زمانے میں موجود تھا تو کیسے آنحضرت کے زمانے میں اس کا نام رکھنے میں کوئی پریشانی نہیں ہوئی اور یہ بھی ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ خود لفظ "مصحف" بارہا پیغمبر کی زبان مبارک سے استعمال کیا جا چکا تھا اور ہم نے تقریباً تیرہ (۱۳) موارد بیان کیئے ہیں لہذا اس سے ثابت ہوا دو جلدوں کے درمیان قرآن کو "مصحف" کا نام پیغمبر کے زمانے میں دیا گیا تھا۔

چوتھا یہ کہ: ابیاری نے لوگوں کے درمیان قرآن کو مصحف کا نام دیا جانا قرآن کے جمع کیئے جانے کے بعد قرار دیا ہے (سابقہ ادلہ کی روشنی میں اسکی یہ بات غلط ہے) اس کے بعد وہ کہتا ہے کہ روایات کہتی ہیں۔ حضرت عثمان نے جب مصحف کو جمع کرلیا اور اسکی کتابت ہوچکی تو اس کا نام رکھنے کا مرحلہ آیا تو بالآخر اسے "مصحف" کا نام دیا گیا۔ یہ کلام بالکل ہی غلط ہے کیونکہ اس سے پہلے متعدد مصاحف موجود تھے اور انہیں مصحف کہا جاتا تھا جیسے مصحف علیؑ، مصحف ابن مسعود اور مصحف ابن عباس۔[1]

احتمال ہے کہ "ابیاری" نے حضرت ابوبکر اور حضرت عثمان سے مربوط روایت میں خلط کیا ہے۔

---

(۱) تاریخ القرآن ص ۱۰۱۔

Presented by www.ziaraat.com

اور اس کا کلام اور دعوے پر یہ اعتراض ہے کہ خلافت حضرت عثمان سے پہلے مصاحف کا ہونا اس بات کی دلیل نہیں ہوسکتا کہ قرآن کو مصحف کا نام دیا جائے۔

پانچواں یہ کہ: یہ روایت تاکید کرتی ہے کہ. قرآن پیغمبرؐ کی وفات کے بعد جمع ہوا، جبکہ ہم پہلے اس بات کا باطل ہونا ثابت کرچکے ہیں اور یہ واضح کرچکے ہیں کہ قرآن پیغمبر اکرمؐ کے زمانے میں منظم اور مشخص مجموعے کی صورت میں آچکا تھا کہ جس سے دیکھ کر تلاوت کی جاتی تھی اور اسے ختم کیا جاتا تھا۔ حضورؐ کے مخصوص کاتب تھے جو آنحضرتؐ کی موجودگی میں قرآن کو جمع کرتے اور لکھتے تھے انہیں "کاتبان وحی" کہا جاتا تھا. اس کے علاوہ صحابہ کی ایک بڑی جماعت کے اپنے اپنے مخصوص مصحف تھے۔

چھٹا یہ کہ: ابن سعد ابن سیرین سے نقل کرتے ہوئے کہتا ہے کہ. "حضرت ابوبکر کی وفات ہوگئی اور حضرت عمر قتل ہوگئے لیکن قرآن ابھی تک جمع نہیں کیا گیا تھا"۔[1] اسکی مراد شاید پورے قرآن کا جمع کرنا ہو پس کیسے کہا جا سکتا ہے کہ انہوں نے قرآن جمع کیا اور اسکے نام رکھنے میں پریشانی سے دوچار ہوئے؟

مصحف حضرت ابوبکر کی کیا خصوصیات تھیں؟

بعض نے یہ کہنے کی کوشش کی ہے کہ خلیفہ کے مصحف میں کچھ ایسی خصوصیات تھیں کہ جنکی وجہ سے اس پر اعتماد کیا جا سکتا ہے جبکہ دوسرے صحابہ کے مصاحف میں یہ خصوصیات نہیں تھیں مثلاً دعویٰ کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر پہلا شخص ہے جس نے قرآن کو سات حروف پر جمع کیا۔

---

(۱) طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۲۱۱، ۲۹۴ (مطبوعہ صادر)، تاریخ الخلفاء ص ۲۲ حضرت ابوبکر کے بارے میں ابوداؤد سے منقول جو اس نے شعبی سے نقل کیا۔

Presented by www.ziaraat.com

اور حضرت ابوبکر نے یہ کام بہت ہی دقت اور عرق ریزی سے کیا لیکن دوسرے مصاحف جیسے مصحف حضرت علیؑ، مصحف اُبی اور مصحف ابن مسعود اس خصوصیت سے خالی تھے۔ وہ دقت نظر، اجماعی آیات کی ترتیب اور غیر منسوخ التلاوۃ آیات کے جمع کرنے میں حضرت ابوبکر کے مصحف کے مرتبے کو نہیں پہنچ سکتے تھے۔[1] لیکن مندرجہ ذیل دلیلوں سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ دعوی نہ تو قابل قبول ہے اور نہ ہی قابل فہم ہے۔

۱۔ "سبعۃ احرف" یعنی سات حرف کا مطلب کیا ہے؟ ہم نے ثابت کردیا ہے کہ یہ حدیث ہی سرے سے غلط ہے کہ قرآن سات حروف پہ نازل ہوا۔ بلکہ ہمارا نظریہ ہے کہ قرآن خدائے واحد کی طرف سے ایک حرف پہ نازل ہوا ہے اور آئندہ ایک جداگانہ فصل میں ہم اس کو بیان کریں گے۔

۲۔ ہم "قطان" اور اس جیسوں سے یہ پوچھ سکتے ہیں کہ کس نے تمیں کہا کہ خلیفہ کا مصحف سات حروف پہ مشتمل تھا اور دوسرے مصاحف اس سے خالی تھے (سات حرف سے مراد جو بھی ہو) اور کس نے کہا دقت نظر، اجماعی آیات کی ترتیب اور غیر منسوخ التلاوت کے جمع کرنے کے لحاظ سے حضرت ابوبکر کا مصحف انتہائی مرتبے پہ فائز تھا؟ اور دوسرے مصاحف اس حد تک دقیق نہیں تھے ہم بعید نہیں سمجھتے کہ اُبی ابن کعب کے مصحف کی طرف جو سورۃ "الحفد" اور "الخلع" کی نسبت دی گئی ہے (ہم بعد میں ان دونوں سورتوں کے بارے میں تفصیلی بحث کریں گے) یہی کام دوسرے مصاحف کو بے وقعت کرنے اور مصحف زید کی اہمیت کو بڑھانے کی خاطر کیا گیا ہو اگر چہ یہ کوشش ناکامی سے دو چار ہوئی اس کی وضاحت بعد میں آئے گی۔

---

(۱) مباحث فی علوم القرآن قطان ص ۱۲۸، ۱۳۳، ۱۳۴، بحوث فی تاریخ القرآن و علومہ ص ۲۵۔

Presented by www.ziaraat.com

۳۔ مصحف پیغمبرؐ کا سہارا کیوں نہیں لیا گیا؟ جبکہ یہ مصحف بھی سات حروف پر مشتمل تھا (فرضاً اگر یہ بات صحیح ہو) یہ معقول نہیں ہے کہ حضرت ابوبکر کا مصحف تو سات حروف پر مشتمل ہو لیکن پیغمبرؐ کا مصحف اس خصوصیت سے خالی ہو۔

۴۔ آخری بات یہ کہ آپ پہلے ابن سیرین کا کلام پڑھ چکے جس میں اس نے کہا کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر دنیا سے چلے گئے لیکن اس وقت تک قرآن کو جمع نہیں کر سکے تھے۔

ایک ناکام سمجھوتہ

"زرکشی" کہتا ہے: قرآن پیغمبرؐ کے زمانے میں یہی موجودہ جمع و تالیف رکھتا تھا فرق صرف یہ تھا کہ ایک مصحف میں (بصورت کتاب) اکٹھا نہیں تھا کیونکہ بعض آیات منسوخ ہوتی رہتی تھیں۔[۱]

وہ مزید کہتا ہے: "۔ زید سے ہمارے لئے منقول ہوا ہے کہ قرآن پیغمبرؐ کے زمانے میں تالیف ہو چکا تھا اور ایک مصحف جمع کیا جانا حضرت ابوبکر کے دور میں ہوا اور دوسرے مصاحف میں سے ایک کی تعیین حضرت عثمان کے دور میں ہوئی۔[۲] "فہم السنن" میں "محارث محاسبی" سے منقول ہے:

"قرآن کی کتابت کوئی نئی بات نہیں تھی پیغمبرؐ اکرم نے بھی قرآن کی کتابت کا حکم دیا تھا۔ لیکن اس وقت قرآن چمڑے، ہڈیوں اور متفرق ٹکڑوں پر لکھا جاتا تھا یہاں تک کہ حضرت ابوبکر نے حکم دیا کہ ان مختلف نوشتوں کو ایک جگہ اکٹھا کیا جائے۔ رسول خداؐ کے گھر سے بہت سی آیات متفرق اوراق پر لکھی ہوئی ملیں تو حضرت ابوبکر نے حکم دیا انھیں رسی کی مدد سے آپس میں گرہ دی جائے تاکہ قرآن سے کچھ ضائع نہ ہونے پائے۔[۳] شاید محاسبی نے یہ بات زہری کی روایت سے لی ہو جو کہتا ہے:

---

(۱) البرہان زرکشی ج۱/ص ۲۳۵۔

(۲) طبقات ابن سعد ج۲/ص ۳ میں نہیں دیا گیا ہے۔ البرہان زرکشی ج۱/ص ۲۳۵۔

(۳) الاتقان ج۱/ص ۵۸، البرہان زرکشی ج۱/ص ۲۳۸، مناہل العرفان ج۱/ص ۲۴۴، بحوث فی تاریخ القرآن و علومہ ص ۱۳۰۔

Presented by www.ziaraat.com

"جب پیغمبرؐ کی وفات ہوئی تو قرآن کھجور کے درخت کے چھلکوں اور ہڈیوں وغیرہ پر لکھا ہوا تھا"۔ (۱) ہم ان باتوں کو معقول نہیں سمجھتے ہیں اور نہ ہی قبول کرسکتے ہیں کیونکہ:

پہلا تو یہ کہ، اگر "زرکشی" کی اس بات سے "کہ پیغمبرؐ کے زمانے میں قرآن جمع و تالیف ہوچکا تھا اور ایک مصحف میں اکٹھا کیا جانا حضرت ابوبکر کے دور میں ہوا" مراد یہ ہے کہ قرآن کی پہلی تالیف دلوں میں تھی اس کے بعد مصحف کی شکل میں اکٹھا کیا گیا جیساکہ اسکی اس بات کہ "خدا نے قرآن کو دلوں میں محفوظ کیا یہاں تک کہ نسخ کا زمانہ ختم ہوگیا"۔ (۲) سے یہی ظاہر ہوتا ہے تو پھر اعتراض یہ ہے کہ عربی زبان میں اس طرح کا استعمال نہیں دیکھا گیا کہ وہ جمع و تالیف کو استعمال کریں اور اس سے مراد دلوں میں حفظ کرنا ہو اور اگر مراد یہ ہو کہ قرآن چمڑے، پتھر اور ہڈیوں پر متفرق صورت میں لکھا ہوا موجود تھا اور حضرت ابوبکر کے دور میں ان آیات کو اکٹھا کیا گیا تو اس کی یہ بات زید کی اس بات سے متصادم ہے جس میں وہ کہتا ہے کہ رسول اکرمؐ کے دور میں قرآن کو ہم مختلف رقعوں سے لکھتے تھے مگر یہ کہا جائے کہ حضرت ابوبکر کے دور میں کتاب کی جلد بندی کی گئی یا ایک مخصوص جامع اور تالیف شدہ نسخے سے دوسرے نسخے تیار کئے گئے اور وہ نسخہ کسی قسم کی کمی بیشی نہیں رکھتا تھا لیکن یہ بھی عربی استعمال کے خلاف ہے کہ جمع قرآن کہہ کر مراد نسخہ تیار کرنا لیا جائے۔

دوسرا یہ کہ، یہ پہلے بیان ہوچکا کہ قرآن پیغمبرؐ کے دور میں ہی مصاحف کی شکل میں لکھا جا چکا تھا اور صحابہ کے پاس موجود تھا اور پیغمبرؐ صحابہ کو مصحف سے دیکھ کر پڑھنے کا شوق دلاتے تھے۔ حضرتؐ نے اس مصحف کے لیئے احکام بھی بیان کردیئے تھے جیسے قرآن کا نجس کرنا حرام ہے، دشمن کی سرزمین کی طرف سفر کی صورت میں اسے ساتھ لے جانا جائز نہیں یا پاؤں کے ذریعے اسے مٹانا جائز نہیں ـــــ

---

(۱) الاتقان ج ۲ / ص ۱۶۰۔

(۲) البیان ج ۱ / ص ۲۴۵۔

Presented by www.ziaraat.com

تیسرا یہ کہ : مؤرخین نے تصریح کی ہے کہ پیغمبر اکرم ؐ کے معاہدے ، کھجوروں کا تخمینہ اور قرضے وغیرہ لکھنے کے لیئے مخصوص کاتب تھے ، اسی طرح پیغمبر ؐ نے حکم دے رکھا تھا ، جو بھی نیا مسلمان ہو اس کا نام لکھا جائے لہذا "حذیفہ" نے صلح حدیبیہ سے پہلے پندرہ سو افراد کی فہرست تیار کی تھی اسی طرح سپاہیوں اور جنگوں میں شریک ہونے والوں کے ناموں کے رجسٹر تیار ہو چکے تھے اور یہ سب چیزیں لکھی جاتی تھیں۔ (۱) کیا یہ سب اعداد و شمار اور نوشتہ جات ہڈیوں ، چمڑے وغیرہ پر پراگندہ صورت میں تھے یا یہ اس طرح منظم تھے کہ بوقت ضرورت انہیں دیکھنا ممکن تھا ؟

چوتھا یہ کہ : یہ نکتہ نہیں بھولنا چاہیئے کہ ، زرکشی نے حاکم (۲) کی پیروی کرتے ہوئے یہ نظریہ اپنا لیا کہ قرآن پیغمبر ؐ کے زمانے میں جمع ہو چکا تھا اور اس مطلب کو کبھی تو بعض کی قید کے ساتھ مقید کرتا ہے (۳) اور کبھی بطور مطلق (۴) ذکر کرتا ہے اور خود " زرکشی " اپنی کتاب میں مختلف جگہوں پر اپنے کلام کو نقض کرتا ہے (گویا تناقض کا شکار ہے)۔ (۵)

پانچواں یہ کہ : اہلسنت کی روایات کہتی ہیں : حضرت علیؑ نے جو مصحف زمانہ پیغمبرؐ میں لکھا تھا وہ خلیفہ اور دوسروں کو پیش کیا لیکن انہوں نے اسے قبول نہ کیا ۔ ہم یہ مطلب بعد میں بیان کریں گے ۔

چھٹا یہ کہ ، اگر محاسبی کی بات صحیح ہو تو پھر زید کے ذریعے ہڈیوں ، چمڑے ، پتھر اور

---

(۱) اس مطلب کے حوالے ہماری کتاب " الحق فی ظل الدولۃ الاسلامیہ " ص ۹۸ میں ملاحظہ کریں۔

(۲) مستدرک حاکم ج ۲ / ص ۲۲۹ ، یہاں پر بغیر کسی قید کے قرآن کے زمانہ رسول ؐ میں جمع کیئے جانے کا معتقد ہوا ہے۔

(۳) البرہان زرکشی ج ۱ / ص ۲۳۷۔

(۴) البرہان ج ۱ / ص ۲۳۸۔

(۵) البرہان ج ۱ / ۹ اور آپ ان صفحات ۲۳۵ ، ۲۳۶ ، ۲۳۷ ، اور ۲۵۹ میں موازنہ کریں۔

Presented by www.ziaraat.com

لوگوں کے سینوں سے قرآن کی جمع آوری والی بات صحیح نہیں رہے گی کیونکہ وہ لوگوں کے سینوں میں محفوظ قرآن کا اپنے جمع شدہ قرآن کے ساتھ موازنہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اگر مقایسہ کرنا مقصود ہوتا تو پھر ایک گواہی (جو کہ دو کے برابر ہو) یا دو اشخاص کی گواہی کی ضرورت نہیں تھی۔ کیونکہ کافی تھا وہ دعوی شدہ آیات مصحف پیغمبرؐ میں موجود ہوتیں تو وہ قبول کرلی جاتیں اور یہی موازنہ سمجھا جاتا۔

نئے سرے سے قرآن جمع کرنے کے لیئے کمزور توجیہیں:

خلفاء کے دور میں قرآن کے نئے سرے سے جمع کرنے کے لیئے کچھ تاویلیں اور دلیلیں ذکر کی گئی ہیں: زرکشی و غیرہ کہتے ہیں: " قرآن اسی موجودہ جمع و تالیف کی صورت میں رسول اکرمؐ کے زمانے میں موجود تھا آنحضرتؐ نے اسے ایک مصحف میں اس لیئے جمع نہ کیا تا کہ بعض آیات کے منسوخ ہوجانے کی وجہ سے دین میں اختلاف اور اختلاط پیدا نہ ہوجائے۔ لہٰذا خدا نے دورۂ نسخ کے ختم ہونے تک قرآن کو مومنین کے دلوں میں محفوظ کردیا اس کے بعد خلفاء کو ایک مصحف میں قرآن کے جمع کرنے کی خدا نے توفیق دی۔"(۱)

اس کے بعد زرکشی کہتاہے: زید ابن ثابت کی یہ بات کہ میں نے ہڈیوں، چمڑے اور لوگوں کے سینوں سے قرآن جمع کیا اس گمان باطل کا موجب بنی کہ قرآن رسول اکرمؐ کے زمانے میں جمع نہیں ہوا تھا حالانکہ بعض کہتے ہیں کہ یہ بات کہ ابی اور زید نے قرآن جمع کیا صحیح نہیں ہے اور اس کا مطلب یہ نہیں ہے بلکہ جو لوگ قرآن اکٹھا کرچکے تھے ان سے کہا گیا کہ وہ اپنا اپنا قرآن لے آئیں تا کہ جمع شدہ قرآن سے انھیں ہم آہنگ کیا جائے اور جو کچھ جمع ہوچکاہے سب کو اس کی خبر ہوجائے اور یہ کام سب کی موجودگی میں انجام پائے تاکہ کوئی آیت رہ نہ جائے اور کسی کو جمع کیئے جانے والے قرآن میں شک و شبہہ نہ رہے۔(۲)

---

(۱)البرہان زرکشی ج/۱ص ۲۳۵، ۲۳۶، مباحث فی علوم القرآن قطان ص ۱۲۵، ۱۲۴، الاتقان ج/۱ص ۱۵۷، فتح الباری ج/۹ص ۱۰۔

(۲)البرہان ج/۱ص ۲۳۸۔

Presented by www.ziaraat.com

مذکورہ بالا کلام کے بطلان کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ہم پہلے کلی معیار و مبانی بیان کر چکے ہیں لیکن یہاں پر سابقہ مطالب میں سے بعض کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

پہلا یہ کہ: ہم نے نسخ تلاوت والی فصل میں ثابت کیا ہے کہ یہ منسوخ التلاوت آیات والی بات سرے سے ہی غلط ہے اور اس کو ثابت کرنے کے لیئے جو موارد پیش کیئے گئے ہیں وہ اس کے اثبات کی صلاحیت نہیں رکھتے۔

دوسرا یہ کہ: ایک محقق منسوخ التلاوۃ آیات کے دعوی کے بارے میں کہتا ہے: "۔۔۔ بالفرض اگر یہ دعوی صحیح بھی ہو تو اشکال قرآن کے حافظوں پر زیادہ وارد ہوگا کیونکہ جو کچھ انسان حفظ کر چکا ہو سب کا بھلا دینا بہت مشکل مسئلہ ہے"۔ (۱)

تیسرا یہ کہ: جب ثابت ہوگیا کہ پیغمبرؐ کے زیر نظر قرآن کتابت کے مرحلے سے گزر کر مرتب ہوچکا تھا تو ہر کسی کو یہ معلوم تھا کہ معیار وہی پیغمبرؐ والا قرآن ہے اور دوسرے مصاحف کے ساتھ موازنہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ رہی زرکشی کی یہ تاویل کہ نئے قرآن کے جمع کرنے کا ہدف متفرق اور مجتمع قرآن کے درمیان مقابلہ کرنا تھا تاکہ کسی کو قرآن کی لکھائی میں شک نہ رہے تو یہ توجیہ بھی نئے سرے سے قرآن کے جمع کرنے کی مشکل کو حل نہیں کر سکتی۔

چوتھا یہ کہ: یہی روایات کہتی ہیں: بہترین قرائت اُبی کی قرائت ہے اور پیغمبرؐ نے لوگوں کو ان چار اشخاص کی قرائت لینے کا حکم دیا: ابن مسعود، اُبی، سالم اور معاذ۔ نیز حضورؐ نے فرمایا: جو بھی نزول کے وقت کی طرح تازہ قرآن حاصل کرنا چاہے وہ ابن مسعود سے قرآن حاصل کرلے یا اس کے علاوہ دوسرے موارد جو سابقاً ذکر ہوچکے۔

---

(۱) تاریخ القرآن الصغیر ص ۵۸۔

Presented by www.ziaraat.com

ان اعترافات کے ساتھ اب زید کے ذریعے قرآن جمع کرنے یا ہڈیوں، چمڑے اور لوگوں کے سینوں سے قرآن لینے کی ضرورت نہیں بلکہ زید اور دوسروں پر لازم تھا کہ قرآن جمع کرنے کے لیئے ان کی طرف رجوع کرتے۔

زید کے ذریعے قرآن کی جمع آوری کا پس پردہ راز:

پیغمبر اکرم ؐ کے زمانے میں قرآن کے جمع کیئے جانے پر قائم کی گئی تمام دلیلوں کے باوجود ہم زید کے ذریعے قرآن کے جمع کیئے جانے کے منکر نہیں ہیں بلکہ ہم معتقد ہیں کہ یہ کام حضرت ابوبکر کے حکم سے زید کے ذریعے انجام پایا ہے لیکن یہ وضاحت ضروری ہے یہ کام زید کے ذریعے پہلی بار انجام نہیں پایا اور نہ ہی اس میں دین اور لوگوں کی خدمت کا جذبہ پنہاں تھا۔

پیغمبرؐ کے زمانے میں صحابہ نے پیغمبرؐ کے حکم سے یا اپنی طرف سے ناقص یا کامل طور پر متعدد مصاحف لکھ لئے تھے۔ صحابہ نازل ہونے والی آیتوں کو تدریجاً ساتھ ساتھ لکھتے رہتے تھے۔[1] اور خود پیغمبرؐ بھی اپنے مخصوص کاتب رکھتے تھے کہ جو قرآن لکھتے اور قرآن کو رقعوں سے جمع کرتے تھے یا یہ کہ پیغمبرؐ انھیں آیات لکھواتے اور وہ لکھتے تھے اور حضورؐ تفسیر، تاویل اور ناسخ و منسوخ آیات کے بارے میں وضاحت فرماتے رہتے تھے۔ ان تمام کاموں میں حضرت علیؑ بھی پیش پیش تھے حضور اکرمؐ کا رویہ بھی حضرت علیؑ کے ساتھ یہی تھا۔ شواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر کے پاس قرآن کا کامل نسخہ موجود نہیں تھا جیساکہ ابن سیرین نے اس حقیقت کی تصریح کی ہے۔

---

(۱) بحوث فی تاریخ القرآن و علومہ ص ۱۰۴ اعجاز القرآن رافعی ص ۳۶ سے منقول۔

Presented by www.ziaraat.com

اس کا کلام ہم ذکر کر چکے ہیں۔ لہذا حضرت ابوبکر نے زید سے یہ کام کرنے کی خواہش کی شواہد سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اس وقت تک زید کے پاس بھی قرآن کا مکمل نسخہ موجود نہیں تھا۔ گذشتہ روایات نے بھی زید کو ان حضرات سے شمار نہیں کیا جنھوں نے حضورؐ کے زمانے میں قرآن جمع کیا جیساکہ محمد ابن کعب قرظی کی روایت اور دوسری روایات۔ شاید باطنی حسد اور رقابت کے جذبے کے تحت زید نے صحابہ کے مکمل مصاحف لینے اور ان سے نیا نسخہ تیار کرنے سے انکار کردیا ہو اور حضرت علیؑ، ابن مسعود، ابیؓ اور معاذ جیسے بزرگوں کے مصاحف سے استفادہ کی بجائے اس نے قرآن چمڑے، ہڈیوں اور حقیر ٹکڑوں سے قرآن حاصل کرنے کو ترجیح دی ہو یوں اس نے لوگوں کے حافظوں سے آیات حاصل کرکے حضرت ابوبکر کے لیئے ایک ہی مصحف تیار کیا یہ مصحف جو کہ اوراق اور صحف کی صورت میں تھا حضرت ابوبکر کے بعد حضرت عمر اور اسکے بعد حضرت حفصہ کے پاس رہا۔ (۱) حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے دور میں اس سے کوئی اور نسخہ (کاپی) تیار نہیں کیا گیا جو کہ مکہ یا کسی دوسرے شہر میں بھیجا جاتا۔ حضرت عثمان کی خلافت کے بعد کافی مدت تک یہ نسخہ اسی طرح باقی رہا (۲) اگرچہ ایک دوسری روایت سے پتہ چلتا ہے کہ کاتبوں نے اس نسخہ سے حضرت ابوبکر کے دور میں متعدد کاپیاں تیار کیں۔ (۳) جبکہ ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عمر اور حضرت ابوبکر کی وفات ہوگئی لیکن انہوں نے قرآن جمع نہیں کیا ۔۔۔ ایک اور روایت میں ہے کہ زید نے قرآن کھجور کے درخت کے چھلکوں اور پتھر پر لکھا اور اس کے بعد حضرت عمر نے قرآن کو ایک صحیفہ میں اکٹھا کیا اسکی تفصیل پہلے بیان ہوچکی ہے۔

---

(۱) تاریخ القرآن الصغیر ص ۸۹، تاریخ واسط ص ۲۵۱، تھذیب تاریخ دمشق ج ۵ ص ۴۴۷، فتح الباری ج ۹ ص ۱۳، المصاحف ابن ابی داؤد ص ۱۹، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۵، صحیح بخاری ج ۳ ص ۱۲۵، الفہرست ابن ندیم ص ۲۷، تاریخ الخلفاء ص ۷۷، الاتقان ج ۱ ص ۱۲۵۔

(۲) تاریخ القرآن الصغیر ص ۹۸ اور اسے دراز کی کتاب المدخل الی القرآن الکریم ص ۳۸ سے نقل کیا ہے۔

(۳) مسند احمد ج ۵ ص ۱۳۴۔

Presented by www.ziaraat.com

"ابن شہاب کہتا ہے، حضرت ابوبکر نے قرآن کاغذوں پر اکٹھا کیا تھا اور زید سے خواہش کی کہ اس مکتوب پر نظر کرے زید ابن ثابت نے انکار کیا، مجبوراً حضرت عمر سے کہا کہ وہ زید کو اس کام پر آمادہ کریں بعد میں زید نے یہ کام انجام دیا"[1] اور یہ بات ہمارے اس نظریئے کی تائید کرتی ہے کہ، حضرت ابوبکر اپنے نسخہ کی تکمیل چاہتے تھے اور انہوں نے ایک نجی مصحف کی خاطر یہ کام کیا اور زید سے مدد مانگی اور زید نے ادھر ادھر سے آیات اکٹھی کرکے یہ کام مکمل کردیا۔ اندرونی حسد و رقابت کے جذبات سے مغلوب ہوکر اس نے مصاحف صحابہ کے کامل نسخوں کی طرف رجوع نہ کیا۔

زیرکانہ چالبازی:

اس کے بعد انصار، دوست و احباب اور خواہشات نفس کے پیرو کاروں نے خلیفہ کے اس کام سے سیاسی اور تبلیغی استفادہ کی ٹھانی۔ یہ کام ایسے نتائج کا حامل تھا جنکی وجہ سے زمانہ پیغمبرؐ میں قرآن کے جمع کیئے جانے اور مصحف سے دیکھ کر تلاوت کرنے والی روایات کو تاریکی کی نذر کردیا جائے یہاں تک کہ انہوں نے ان روایات کو بھی بیچ سے اٹھا دیا جو صراحت کے ساتھ صحابہ کے مصاحف پر دلالت کرتی تھیں۔

انہوں نے ہر اس روایت کو میدان سے نکال دیا یا اسے ضعیف ثابت کرنے کی کوشش کی جو ان کے اس منصوبے کی راہ میں رکاوٹ بن سکتی تھی اس کے بعد یہ نیا دعوی پیش کیا گیا کہ پہلے یا دوسرے خلیفہ کے ذریعے قرآن مکمل صورت میں جمع کیا گیا ہے اور انہوں نے قرآن کو ایک مجموع مصحف کی شکل دی۔

---

(۱) مشکل الآثار ج ۳ ص ۴ ج ۳ ص ۱۵۰، البیان خوئی ص ۲۴۲، تاریخ القرآن الصغیر ص ۸۸۔

Presented by www.ziaraat.com

جو لوگ بھی انکے سیاسی ہمنوا تھے یا ان سے استفادہ کر سکتے تھے انہوں نے اس فکر کو بہت ہوا دی۔ جو روایت بھی اس نئی فکر کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کر سکتی تھی اسے دور کردیا گیا۔ اس کام کے لیے ایسی روایات گھڑی گئیں جو بزرگ صحابہ کے مصاحف میں طعن و تشنیع کو وارد کرنے کا موجب بنیں اور ہم نے ان روایات میں سے بعض پہلے ذکر کردی ہیں۔

ہماری مذکورہ بالا بات سے قطع نظر بھی ہمارے پاس ایسے شواہد موجود ہیں جو ثابت کرتے ہیں کہ خلفاء کا قرآن جمع کرنے سے مقصد لوگوں کو ایسے مصحف پر جمع کرنا تھا جس میں کسی قسم کی تاویل، تفسیر اور شان نزول وغیرہ لکھا ہوا نہ ہو۔ ایسا حکومتی مصلحتوں کے پیش نظر کیا گیا تھا کیونکہ بعض مصاحف میں ایسی تفسیریں اور شان نزول تھے جو حکومت کے مفادات سے متصادم تھے "زرکشی" حضرت عثمان کے بارے میں کہتا ہے، "۔۔۔ اس کی وجہ کہ انہوں نے قرآن کو ہر قسم کی تاویل، تفسیر، تقدیم، تاخیر، اور منسوخ التلاوت آیات کے بغیر مصحف قرار دیا اور اس میں سے ہر اضافہ شدہ چیز ختم کردی اور مصحف کے لیئے ایک مشخص رسم الخط بنایا یہ ہے کہ بعد میں کوئی شخص شک و شبہ میں نہ پڑجائے۔"[1] "عامر شعبی" اس بارے میں کہتا ہے، "ایک شخص نے مصحف لکھ دیا تھا جس میں ہر آیت کے ساتھ اسکی تفسیر بھی لکھی ہوئی تھی، حضرت عمر نے وہ مصحف اس سے لیکر قینچی کے ساتھ ٹکڑے ٹکڑے کردیا۔"[2] حضرت علیؑ کا مصحف بھی چونکہ تاویل و تنزیل اور ایسے دوسرے مسائل پر مشتمل تھا جو حکومت کے مفادات سے متصادم تھے اس لیئے انہوں نے یہ مصحف قبول نہ کیا۔ یہ واقعہ بڑا مشہور ہے ہم بعد میں اس کا تذکرہ کریں گے۔

---

(۱) البرہان ج ۱ ص ۲۳۵۔

(۲) کنز العمال ج ۲ ص ۳۰۳۔

Presented by www.ziaraat.com

زید ابن ثابت کا سیاسی مکتب:

قرآن کے جمع کرنے کے سلسلہ میں زید کے کردار پر بہت زور دیا جاتا ہے اسکی چند وجوہ ہیں مثلاً یہ کہ۔ زید عثمانی فکر رکھتا تھا اور حضرت امیر المومنین علیؑ کی ولایت سے منحرف تھا اسی طرح زید نے "سقیفہ" میں انصار کے خلاف اور مہاجرین کی تائید کا موقف اختیار کیا حضرت ابوبکر نے بھی زید کے اس انداز پر اسکی جی بھر کر حوصلہ افزائی کی اور اسے خوب داد دی۔[۱] نیز زید ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے حضرت علیؑ کی بیعت نہیں کی[۲] اور نہ ہی کسی جنگ میں حضرت علیؑ کا ساتھ دیا۔[۳] اور حضرت علیؑ جنگ میں شریک نہ ہونے والے شخص کو مال غنیمت میں سے حصہ نہیں دیتے تھے اور انہیں عام مسلمانوں کی طرح قرار دے دیتے۔[۴]

زید حضرت عثمان کے مریدوں میں سے تھا اور لوگوں کو حضرت علیؑ پر سب و شتم کرنے کے سلسلے میں ابھارتا تھا۔[۵] "حضرت عثمان زید ابن ثابت کو بہت پسند کرتے تھے[۶] اور زید ان چار اصحاب میں سے ایک تھا جو حضرت عثمان کے وفادار اور حامی و مددگار تھے۔[۷]

---

(۱) سیر اعلام النبلاء ج/۲ ص/۴۴۳، مسند احمد ج/۵ ص ۱۸۶، تھذیب تاریخ دمشق ج/۵ ص ۴۴۹، التمھید فی علوم القرآن ج/۱ ص ۲۲۲۔

(۲) تاریخ الامم والملوک ج/۳ ص ۴۴۰-۴۴۹ (مطبوعہ دار المعارف) الکامل فی التاریخ ج ۳ ص ۱۹۱۔

(۳) اسد الغابہ ج/۲ ص ۲۲۲، الاستیعاب بر حاشیہ الاصابہ ج/۱ ص ۵۵۴، قاموس الرجال ج/۴ ص ۴۴۹، تنقیح المقال ج/۱ ص ۴۶۴

(۴) دعائم الاسلام ج/۱ ص ۳۹۱، ۳۹۲۔

(۵) سفینۃ البحار ج/۱ ص ۵۶۵۔

(۶) الاستیعاب بر حاشیہ الاصابہ ج/۱ ص ۵۵۴۔

(۷) انساب الاشراف ج/۵ ص ۷۰، الغدیر ج/۹ ص ۱۵۹، ۲۲۰، طبری ج/۵ ص ۹۷، تاریخ ابن خلدون ج/۲ ص ۳۹۱ اور تاریخ ابو الفداء ج/۱ ص ۱۶۸ سے منقول۔

" بلاذری " کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ پیغمبر ؐ کی وفات کے بعد زید حضرت فاطمہ ؑ کے گھر پہ حملہ کرنے والوں میں سے ایک تھا۔ [۱] زید حضرت عثمان کی طرف سے قضاوت [۲] بیت المال اور دیوان جیسے امور کی سرپرستی کے منصب پہ فائز تھا۔ [۳] حضرت عثمان کی عدم موجودگی میں مدینہ میں ان کا جانشین ہوتا تھا۔ [۴] زید ہی کے دفاع کے نتیجہ میں بعض انصار نے حضرت عثمان کی مخالفت سے ہاتھ کھینچ لیا۔ [۵] اس بارے میں زید نے انصار سے کہا، " تم نے پیغمبر ؐ خدا کی مدد کی اور خدا کے انصار ہوگئے۔ اب خلیفہ رسول کی بھی مدد کرو تا کہ دوبارہ خدا کے انصار بن جاؤ اس کے جواب میں حجاج ابن غزیہ نے کہا، خدا کی قسم اگر تم اس بداخلاق گائے کو پہچان لیتے تو کبھی یہ بات نہ کرتے ۔ دوسری روایت میں ہے کہ، سہل ابن حنیف نے زید کے جواب میں کہا، اے زید کیا حضرت عثمان نے تمہیں مدینہ کی چھوٹی کھجوروں (عضیدہ) سے سیر کردیا ہے عضیدہ اس چھوٹی کھجور کو کہتے ہیں کہ جس کا پھل زمین پہ کھڑے ہوکر ہاتھوں سے اتارا جاسکے۔ [۶] عمرو ابن عوف کے بیٹوں نے حضرت عثمان پہ حملہ کردیا حالانکہ زید عثمان کا دفاع کررہا تھا۔

---

(۱) انساب الاشراف ج/۱ ص ۵۸۵ (۱۲۷۵ سیرۃ النبی کا حصہ)۔

(۲) الکامل فی التاریخ ابن اثیر ج/۳ ص ۱۸۶۔

(۳) الکامل فی التاریخ ابن الاثیر ج/۳ ص ۱۹۱ اسد الغابہ ج/۲ ص ۲۲۲ انساب الاشراف ج/۵ ص ۵۸، ۸۸ اور استیعاب بر حاشیہ الاصابہ ج/۱ ص ۵۵۳، ۵۵۴، التراتیب الاداریہ ج/۱ ص ۳۰۔ تہذیب الاسماء ج/۱ ص ۲۰۱، تاریخ الامم والملوک ج/۳ ص ۴۴۰ (مطبوعہ دار المعارف)۔

(۴) پہلے حوالے کے علاوہ باقی اوپر والے حوالے، البدایہ والنہایہ ج/۷ ص ۲۴۳، شذرات ج/۱ ص ۵۴، اسد الغابہ ج/۲ ص ۲۲۲

(۵) تہذیب تاریخ دمشق ج/۵ ص ۴۵۱۔

(۶) انساب الاشراف ج/۵ ص ۹۰، ۸۸، الکامل فی التاریخ ابن اثیر ج/۳ ص ۱۹۱، تاریخ طبری ج/۳ ص ۴۴۰ (مطبوعہ دار المعارف)۔

ایک باغی نے زید سے کہا: تم کیوں جناب عثمان سے دفاع نہ کروگے؟ خزرج کے کسی فرد کے پاس تمہاری جتنی کھجوریں نہیں ہیں۔ زید نے کہا: میں نے یہ درخت اپنے مال سے خریدے ہیں اور میرے ماموں جناب عمر اور جناب عثمان نے مجھے جاگیریں دی ہیں۔ تو اس مرد نے کہا جناب عمر نے تمہیں بیس ہزار دینار دیئے۔ تو زید نے جواب میں کہا: نہیں عمر مجھے مدینہ میں اپنا جانشین بناتا تھا اور خدا کی قسم ہر دفعہ لوٹنے کے بعد مجھے ایک کھجور کا باغ جاگیر کے طور پر عطا کرتا۔(۱) حضرت عمر کے سفروں کے دوران زید کا مدینہ میں اسکا جانشین ہونا مشہور ہے۔(۲) اسی طرح حضرت عثمان نے زید کو ایک وقت میں ایک لاکھ دینار عطا کیئے۔(۳) زید کی میراث اتنی زیادہ تھی کہ اس کے سونے چاندی کو ہتھوڑوں سے توڑا گیا اور اسکے باقی ماندہ اموال اور زمینوں کی قیمت کا اندازہ ایک لاکھ دینار لگایا گیا۔(۴) حضرت عمر زید پر مکمل اعتماد کرتے تھے۔ اور حضرت عمر کی طرف سے مدینہ کی جانشینی، باغات کی جاگیریں لینے کے علاوہ زید حضرت عمر کا کاتب(۵) اور قاضی بھی تھا۔ اور اس کام کی باقاعدہ تنخواہ لیتا تھا۔(۶) یہاں پر ابن سعد اور ابن عساکر کی عبارتوں پر توجہ ہی کافی ہے۔

---

(۱) تہذیب تاریخ دمشق ج/۵ ص ۴۵۰، ۴۵۱، سیر اعلام النبلاء ج/۲ ص ۳۳۴، اسی کے حاشیہ پر اخبار القضاۃ ج/۱ ص ۱۰۸ سے منقول، الاصابہ ج/۱ ص ۵۶۲۔

(۲) سابقہ حوالوں کے علاوہ، تذکرۃ الحفاظ ج/۱ ص ۳۱، الاصابہ ج/۱ ص ۵۶۲، اسی کے حاشیہ پر الاستیعاب ج/۱ ص ۵۵۴، البدایۃ والنہایۃ ج/۷ ص ۳۴۲، شذرات الذہب ج/۱ ص ۵۴، سیر اعلام النبلاء ج/۲ ص ۳۴۷، ۳۳۴، تہذیب تاریخ دمشق ج/۵ ص ۴۵۰، تہذیب الاسماء ج/۱ ص ۲۰۱، اسد الغابہ ج/۲ ص ۲۲۲۔

(۳) انساب الاشراف ج/۵ ص ۳۸، ۵۲، الغدیر ج/۸ ص ۲۴۳، ۲۸۹۔

(۴) الغدیر ج/۸ ص ۲۸۴، مروج الذہب ج/۱ ص ۳۳۴ سے منقول۔

(۵) تہذیب تاریخ دمشق ج/۵ ص ۴۴۸، زید کے کاتب ہونے پر المعارف ص ۲۶۰ پر اشارہ کرتا ہے۔

(۶) طبقات ابن سعد ج/۲ ص ۱۱۵، ۱۱۶ دوسرا حصہ، تہذیب تاریخ دمشق ج/۵ ص ۴۵۱، تذکرۃ الحفاظ ج/۱ ص ۳۲، سیر اعلام النبلاء ج/۲ ص ۴۳۵۔

Presented by www.ziaraat.com

حضرت عمر زید کو ہر سفر میں اپنا جانشین بناتے تھے اور ایسا سفر بہت کم ہوتا کہ زید کو جانشین نہ بنایا جاتا۔ اسی طرح حضرت عمر لوگوں کو دوسرے شہر بھیجتے اور انہیں اپنی رائے پہ فتوی دینے سے منع کردیتے اور زید کو اپنے ساتھ ہی رکھتے تھے اور حضرت عمر کہتے تھے اہل بلد (مدینہ والوں) کو زید کی ضرورت ہے چونکہ اس کے پاس ایسی باتیں ہیں جو دوسرے لوگوں کے پاس نہیں ہیں۔[۱] حضرت عمر اور حضرت عثمان قضاوت، فتوی دینے، فرائض اور قرائت میں کسی کو زید پہ مقدم نہیں کرتے تھے[۲] اسی طرح زید معاویہ کے دور میں مدینہ کا صاحب دیوان تھا۔

عبدالملک ابن مروان (ولادت ۲۳ ہجری) کے بارے میں ابن قتیبہ کہتا ہے، معاویہ نے اسے زید کی جگہ پہ دیوان کا منصب عطا کیا اس وقت عبدالملک کی عمر سولہ سال تھی۔[۳] عبدالملک بھی زید کے کردار و گفتار کا پیرو تھا۔[۴] عبدالملک کا باپ مروان زید کے لئے اس حد تک احترام کا قائل تھا کہ ایک دن اس نے زید کو ایک مجلس میں دعوت دی اور پردے کے پیچھے کچھ کاتب بٹھا دیئے مروان نے زید سے سوالات شروع کردیئے زید جو جواب دیتا کاتب اسے لکھتے جاتے یہاں تک کہ زید کو کاتبوں کا پتہ چل گیا تو اس نے مروان سے کہا:

---

(۱) تہذیب تاریخ دمشق ج/۵ ص ۴۵۰، طبقات ابن سعد ج/۲ ص ۱۱۶،۱۱۷ دوسرا حصہ، کنز العمال ج/۱۶ ص ۷، حیاۃ الصحابہ ج/۳ ص ۲۱۸، سیر اعلام النبلاء ج/۲ ص ۴۳۴۔

(۲) تہذیب تاریخ دمشق ج/۵ ص ۴۵۰، طبقات ابن سعد ج/۲ ص ۱۱۵ دوسرا حصہ، تذکرۃ الحفاظ ج/۱ ص ۳۲، کنز العمال ج/۱۶ ص ۹، سیر اعلام النبلاء ج/۲ ص ۴۳۴۔

(۳) المعارف ص ۳۵۵۔

(۴) تہذیب تاریخ دمشق ج/۵ ص ۴۵۲۔

Presented by www.ziaraat.com

مجھے معاف رکھو میں جو کچھ کہہ رہا ہوں یہ اجتہاد بالرائے ہے۔[1]

یا لوگ زید کے پاس آئے اور سوالات شروع کر دیئے زید جو کچھ کہتا گیا وہ جوابات لکھتے گئے جب زید کو انھوں نے اس کے بارے میں بتلایا تو اس نے کہا میں نے جو کچھ کہا ہے ممکن ہے وہ غلط ہو کیونکہ یہ سب کچھ میں نے اپنے اجتہاد اور اپنی رائے کی بنیاد پر کہا ہے۔[2]

زید کے اس اعتراف کے باوجود کہ میں نے جو کچھ کہا ہے اجتہاد بالرائے تھا جو کہ حکام کا مورد تائید تھا اس طرح لوگوں کے لیئے قابل قبول تھا کہ سعید ابن مسیب کہتا ہے، "مجھے زید کے کسی ایسے فتویٰ کی خبر نہیں جس پر عمل نہ کیا گیا ہو اور اسکے فتاویٰ مشرق و مغرب میں مقبول عام ہیں"۔[3]

رافعی کی بات پر اعتراض

سابقہ فصل میں رافعی کا یہ کلام ہم نے ذکر کیا کہ اس بات پر اتفاق نظر ہے کہ پہلے چار کاتب اور قرآن کے کامل کرنے والے افراد کہ جنکی قرائت دوسری قرائتوں کی بنیاد بنی یہ ہیں، "علیؑ ابن ابی طالب ابی ابن کعب زید ابن ثابت اور عبداللہ ابن مسعود" اس کلام میں کافی حد تک توجہ اور دقت نظر کی ضرورت ہے کیونکہ اگر یہ بات صحیح ہو تو پھر زید کو کیوں متفرق آیات اور لوگوں کے سینوں کی طرف جانے کی ضرورت پڑی؟ جیسا کہ حضرت ابوبکر کے لیے زید کے قرآن جمع کرنے والی روایات بتلاتی ہیں۔ مگر یہ کہ رافعی کی مراد یہ ہو کہ یہ چاروں دوسرے مصاحف کے لیئے بنیاد ہیں۔

ماسوائے اس مصحف کے جو زید نے حضرت ابوبکر کے لیئے لکھا لیکن یہ احتمال بعید ہے۔ البتہ یہ مطلب ابی ابن کعب کے بارے میں صحیح ہے کیونکہ مورخین لکھتے ہیں کہ وہ مصاحف کی املا کرواتے تھے اور زید لکھتا تھا حضرت عثمان کے ذریعے مصحف کی کتابت کے باب میں یہ مطلب ہم ذکر کریں گے۔

---

(۱) تھذیب تاریخ دمشق ج ۵ ص ۴۵۲، طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۱۱۷ دوسرا حصہ۔ سیر اعلام النبلاء ج ۲ ص ۴۴۸ اس کے حاشیہ پر طبرانی سے منقول۔

(۲) تھذیب تاریخ دمشق ج ۵ ص ۴۵۲۔

(۳) تھذیب تاریخ دمشق ج ۵ ص ۴۵۱۔ طبقات ابن سعد ج ۲ دوسرا حصہ ص ۱۱۷۔

Presented by www.ziaraat.com

لیکن رافعی کی بات حضرت علیؑ اور ابن مسعود پر صدق نہیں کرتی۔ ہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ جنہوں نے مصاحف کی تدوین کی انہوں نے مندرجہ ذیل دلیلوں کی وجہ سے ابن مسعود کے مصحف پر اعتماد کیا۔ بخاری علقمہ سے روایت کرتا ہے، "مفصلات سوروں میں سے بیس سورے کہ جنکے آخری سورے "حوامیم" ہیں ابن مسعود کی تالیف پر تھے۔"(۱) لیکن یہ دلیل بھی مطلب ثابت کرنے کے لیئے ناکافی ہے کیونکہ:

پہلا تو یہ کہ اکہ شاید اس جملہ "ابن مسعود کی تالیف پر تھے" کا مطلب یہ ہو کہ یہ مصحف ابن مسعود کے مصحف کے موافق تھا اگرچہ کسی اور مصحف سے تالیف کیا گیا ہو۔

دوسرا یہ کہ موجودہ مصحف کی ترتیب اس ترتیب کے مخالف ہے جو ابن مسعود کے مصحف میں ذکر کی گئی ہے یہاں تک کہ ان مذکورہ بیس سوروں میں بھی دونوں ترتیبوں میں اختلاف ہے۔ اس بارے میں آپ ذیل کے حوالوں کی طرف رجوع کریں۔(۲)

---

(۱) صحیح بخاری ج ۳ ص ۲۴۹۔

(۲) الاتقان ج ۱ ص ۶۳۔۶۴۔

Presented by www.ziaraat.com

تیسری فصل

آیات کا نزول اور ترتیب:

نقطہ آغاز:

اس فصل میں ہم ان سوالات کے جواب دیں گے جو قارئین کے ذہن میں آسکتے ہیں اور ان کے اذہان کے اضطراب کا موجب بن سکتے ہیں اگرچہ یہ بحث بلا واسطہ ہمارے اصلی موضوع کے ساتھ تعلق نہیں رکھتی۔ البتہ ہمارا مقصد یہ بھی نہیں کہ تمام موضوعات کے بارے میں مکمل تحقیق کی جائے بلکہ "ما لا یدرک کلہ لا یترک کلہ" کے مطابق صرف اشارہ پہ اکتفا کریں گے۔

Presented by www.ziaraat.com

قرآن کی سورتوں کا تدریجی نزول

خدائے متعال کا ارشاد ہے: "وہ قرآن جسے ہم نے حصے بنایا تاکہ آپ اسے لوگوں پر آہستہ آہستہ پڑھیں اور ہم نے اسے تدریجی طور پر اس طرح نازل کیا جیسے نازل کرنے کا حق ہے۔"[1]

یہ آیت بتلاتی ہے کہ قرآن تدریجی طور پر مختلف حصوں میں پیغمبرؐ پر نازل ہوا۔ آنحضرتؐ بھی اسی ترتیب کے ساتھ قرآن لوگوں پر تلاوت فرماتے تھے اور انہی آیات کا لوگوں تک پہنچانا سالہا سال تک جاری رہا۔ تاریخی طور پر بھی یہ مطلب ثابت اور مسلّم ہے پہلے کچھ آیات نازل ہوئیں، اس کے بعد مسلمانوں کی ضرورت اور وقت کی مناسبت سے دوسری آیات نازل ہوئیں، البتہ یہ بات کہنے کی ہے کہ آیا یہ آیات غیر مرتب نازل ہوئیں اور پھر اسی طرح نامرتب جمع کی گئیں اور مدنی آیات مکی سوروں میں اور مکی آیات مدنی سوروں میں داخل ہوگئیں؟ یا پہلے والی متاخر ہوگئیں اور بعد والی متقدم؟ یا آیات ایک دوسرے میں داخل ہوکر کم و زیادہ ہوگئیں؟ یا یہ کہ قرآن سورہ سورہ نازل ہوا اور ہر سورہ جداگانہ طور پر نازل ہوگئی؟ یا قرآن جیسے تدریجی طور پر نازل ہوا اسی طرح تدریجی طور پر تدوین بھی ہوتا رہا؟ اس بارے میں حقیقت کیا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ: قرآن کا ایک بڑا حصہ سورہ سورہ کی صورت میں نازل ہوا ہے اور بڑی بھی اسی طرح ہیں جیسے سورۂ انعام، مائدہ، توبہ وغیرہ البتہ سورہ بقرہ یا بعض دوسری بڑی سورتیں تدریجی طور پر نازل ہوئیں اس طرح سے کہ پہلے سورہ کا ابتدائی حصہ ایک دن نازل ہوا اور اس سورہ کا دوسرا حصہ دوسرے دن نازل ہوا یہاں تک کہ سورہ مکمل ہوگئی اور اس کا یوں پتہ چلتا کہ جب "بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم" نازل ہوتی تو معلوم ہوجاتا کہ پہلی سورہ مکمل ہوچکی ہے اور نئی سورہ نازل ہونا شروع ہوئی ہے اس مطلب کی حضرت عثمان، ابن عباس اور سعید بن جبیر کے طریق سے نقل ہونے والی

---

(1) سورۂ اسراء آیہ ۱۰۶۔

Presented by www.ziaraat.com

بعض روایات تصریح کرتی ہیں۔[1] اس طرح کی روایات حضرت امام صادق ؑ سے بھی منقول ہوئی ہیں۔[2]

قرطبی صحابہ کی طرف نسبت دیتا ہے کہ وہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کے نازل ہونے کے ذریعے پہلی سورہ کی تکمیل اور نئی سورہ کے آغاز کو سمجھتے تھے۔[3] پس اس کی بنیاد پہ سورہ ایک ہی شمار ہوتی تھی یہاں تک کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم نازل ہوجائے اس کے ذریعے اس سورہ کے ختم ہونے کا اعلان ہوتا تھا مذکورہ بالا روایات کے پیش نظر "شعبی" کی روایت کا غلط ہونا روشن ہوجاتاہے شعبی کہتا ہے، پیغمبرؑ پہلے پہل سورتوں کی ابتداء میں "باسمک اللھم" (جو کہ زمانہ جاہلیت میں مرسوم تھا) لکھا کرتے تھے اور جب آیت "بسم اللہ مجریھا و مرساھا"[4] نازل ہوئی تو پیغمبرؑ نے سورتوں کی ابتداء میں

---

(۱) الدر المنثور ج ۱ ص ۷ اور ج ۳ ص ۲۰۸، ابو داؤد البزار دار قطنی کے کتاب "الافراد" سے منقول، طبرانی، حاکم (وہ اسے صحیح سمجھتا ہے) المعرفۃ اور شعب الایمان وغیرہ میں بیہقی، ابی عبید اور واحدی سے منقول، فتح الباری ج ۹ ص ۳۹، تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۱۷، نیل الاوطار ج ۲ ص ۲۲۸، مستدرک حاکم ج ۱ ص ۲۳۱، ۲۳۲، تلخیص ذہبی المستدرک کے حاشیہ پر، اسباب النزول واحدی ص ۹، ۱۰، السنن الکبری ج ۲ ص ۴۲، ۴۳، محاضرات الادباء ج ۲ ص ۴۳۳ جز ۴، الاتقان ج ۱ ص ۷۸، بحوث فی تاریخ القرآن و علومہ ص ۵۵، ۵۶، الجامع لاحکام القرآن (قرطبی) ج ۱ ص ۹۵، عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۹۲، نصب الرایہ ج ۱ ص ۳۲۷، المستصفی ج ۱ ص ۱۰۳، فواتح الرحموت بر حاشیہ المستصفی ج ۲ ص ۱۴، تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۳۳، التفسیر الکبیر ج ۱ ص ۲۰۸، طبری کے حاشیہ پر، غرائب القرآن ج ۱ ص ۷۷، المصنف صنعانی ج ۲ ص ۹۲، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۰۹، ج ۶ ص ۳۱۰، کنز العمال ج ۲ ص ۳۶۸، التمہید ج ۱ ص ۲۱۲، سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۲۰۹، المحلی ج ۱ ص ۲۸۰، تبیین الحقائق ج ۱ ص ۱۱۳، کشف الاستار ج ۳ ص ۴۰، مشکل الآثار ج ۲ ص ۱۵۳۔

(۲) تفسیر عیاشی ج ۱ ص ۱۹ اسی سے التمہید ج ۱ ص ۲۱۲ میں منقول، بحوث فی تاریخ القرآن و علومہ ص ۵۶، مصباح الفقیہ کتاب الصلوۃ ص ۲۷۶۔

(۳) تفسیر قرطبی ج ۱ ص ۹۵۔

(۴) سورہ ہود آیہ ۴۱۔

Presented by www.ziaraat.com

"بسم اللّٰہ" لکھنا شروع کردیا۔ بعد میں جب آیت "ادعو اللّٰہ او ادعوا الرحمان" نازل ہوئی تو حضرتؐ نے بسم اللہ کے ساتھ "الرحمان" کا اضافہ کردیا "بسم اللّٰہ الرحمان"۔[1] ہوگیا اور جب آیت "انه من سلیمان و انه بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم"۔[2] نازل ہوئی تو پیغمبرؐ نے یہ آیت سورتوں کے ابتداء میں لکھنا شروع کردی اور اسے سورتوں کا ابتدائیہ بنادیا۔"[3]

شعبی پر ایک اعتراض تو یہ ہے کہ یہ بات معقول نہیں ہے کہ ایک سورہ کی کچھ آیات نازل ہوں اور اس کے بعد سورہ کا نزول رک جائے اور دوسری سورمیں نازل ہونا شروع ہوجائیں۔ پھر کئی سالوں کے بعد پہلی سورہ کی تکمیل کا کام ہو۔ اسی طرح یہ بھی معقول نہیں کہ ایک آیت یا زیادہ آیات نازل ہوں اور پیغمبرؐ ان آیات کو جدا چھوڑ دیں پھر کئی سالوں کے بعد اور کئی سورتوں کے نزول کے بعد ان جدا پڑی ہوئی آیات کو حضرتؐ نئی سورتوں میں فٹ کردیں۔ ہاں یہ امکان ہے کہ چند ایک آیت نازل ہوں اور حضورؐ حکم دیں اس آیت یا ان آیات کو سابقہ نازل ہونے والے سورتوں میں سے فلاں سورہ کی فلاں جگہ پر رکھا جائے اور اس پر بھی دلیل کی ضرورت ہے البتہ ایک یا دو مورد کے بارے میں ایسا نقل ہوا ہے اور ہم نے اسے رسول اکرمؐ کے دور میں قرآن کی جمع آوری سے متعلق فصل میں ذکر کیا ہے جبکہ ان ایک یا دو مورد کو بھی ثابت کرنے کی ضرورت ہے۔

---

(۱) سورۂ اسراء آیہ ۱۱۰۔

(۲) سورہ نمل آیہ ۳۰۔

(۳) التفسیر الکبیر ج۱ ص ۲۰۰، الجامع لاحکام القرآن ج۱ ص ۹۲، احکام القرآن جصاص ج۱ ص ۸، السیرۃ الحلبیہ ج۳ ص ۳۰ اور ج۱ ص ۲۳۹، الوزراء والکتاب ص ۱۳، التنبیہ والاشراف ص ۲۲۵، عمدۃ القاری ج۵ ص ۲۹۱، عقد الفرید ج۴ ص ۱۵۸، طبقات ابن سعد ج۱ دوسرا حصہ، بحوث فی تاریخ القرآن وعلومہ ص ۹۹، اکذوبہ تحریف القرآن ص ۳۵، کنز العمال ج۵ ص ۲۳۳ اور روح المعانی ج۱ ص ۳۷ سے منقول۔

Presented by www.ziaraat.com

شاید حضرت علیؑ کا قرآن کو ترتیب نزولی پہ جمع کرنا اس ایک یا دو سورہ کو بھی شک وشبے میں دوچار کردے چہ جائیکہ ہم تدوین کے اس انداز کو پیغمبرؐ کی عادت کے طور پہ ذکر کریں کیونکہ اگر رسول اکرمؐ اکثر یہ حکم دیتے کہ ان آیات کو سابقہ نازل ہونے والی فلاں سورہ میں رکھو تو امامؑ کا نزولی ترتیب پہ قرآن کا جمع کرنا نہ صحیح تھا اور نہ ہی امامؑ کو یہ حق حاصل تھا۔ اپنے نظریئے کو ثابت کرنے کے لیئے ہم ذیل کی آیات سے استفادہ کرسکتے ہیں۔ "۔ یہ سورہ جو ہم نے نازل کیا اور اسے مسلمانوں پہ فرض کیا۔" [1] "۔ جب کوئی سورہ نازل ہوتی ہے تو بعض کہتے ہیں۔ اس سورہ نے تم میں سے کس کے ایمان میں اضافہ کیا ہے۔" [2] یہ جملہ کہ۔ جب کوئی سورہ نازل ہوتی ہے۔ متعدد آیات میں موجود ہے اور خدا کا یہ کلام بھی ہمارے نظریئے کی تائید کرتا ہے کہ۔ کی سورتوں کی مانند کوئی سورہ لاؤ یا اس قسم کی دوسری آیات۔ اس بات پہ یوں اعتراض کیا جا سکتاہے کہ یہ آیات سورتوں کے نازل ہونے کے وقت کافروں کی حالت کو بیان کرتی ہیں لیکن یہ کہ ان کا نازل ہونا ایک ہی دفعہ تھا یا تدریجی طور پہ تھا آیات اس بارے میں خاموش ہیں۔ سورۂ نور کی آیت بھی یہی حکم رکھتی ہے لیکن یہ اعتراض صحیح نہیں ہے کیونکہ کافر اور قرآن کے مخالف جو کچھ نازل ہوچکا تھا اس پہ اپنا ردّ عمل ظاہر کرتے تھے نہ یہ کہ وہ سورہ مکمل ہونے کے منتظر رہتے تھے۔ مگر یہ کہ لفظ سورہ کو مطلق لیں جو کہ حتیٰ ایک آیت پہ بھی صدق کرسکتاہے لیکن یہ احتمال بھی دلیل کا محتاج ہے۔

---

(۱) سورہ نور آیہ ۱۔

(۲) سورۂ توبہ آیہ ۱۲۴۔

Presented by www.ziaraat.com

نزول آیات کے لحاظ سے قرآن کی ترتیب:

وہ شخصیت جس نے قرآن کو اسکی تاریخ اور نزول کی بنیاد پر جمع کیا تھا تنہا حضرت امیرالمومنین ؑ کی ذات گرامی تھی۔ لیکن عکرمہ (یہ شخص خارجی نظریات رکھتا تھا۔ بلکہ خارجی تھا) کا یہ کلام کہ : "اگر جن و انس قرآن کو نزول کی ترتیب پر جمع کرنا چاہیں تو نہیں کرسکیں گے۔"(۱) بے بنیاد اور فضول ہے۔ کیونکہ نزول کی ترتیب پر قرآن کا جمع کرنا پیغمبرؐ کے ہم عصر افراد کے لیئے ممکن بھی تھا اور آسان بھی، بالخصوص وہ افراد جو تدریجی نزول پر آگاہ تھے۔ ہم آئندہ بیان کریں گے کہ پیغمبر اکرمؐ نازل ہونے والی آیات حضرت علیؑ پر تلاوت فرماتے تھے اور امام علیؑ اپنے خط کے ساتھ انہیں لکھتے رہتے تھے۔ امامؑ نے کوئی آیت نہیں لکھی مگر یہ کہ پیغمبرؐ نے اس کا شان نزول، تفسیر، تاویل اور ناسخ و منسوخ بھی امامؑ کو بتلادیئے۔ شاید "عکرمہ" ان لوگوں کے کام کی توجیہ کرنا چاہتا ہے جنھوں نے قرآن بغیر تاویل، تفسیر، شان نزول اور ترتیب نزولی کے بغیر لکھا۔ اب یہ کام یا تو وہ نہیں کر سکتے تھے یا کسی اور وجہ سے انھوں نے ایسا کرنا نہیں چاہا۔

موجودہ قرآن کی سورتوں کی ترتیب:

اس بات میں کوئی شک نہیں کی موجودہ قرآن جو کہ حضرت عثمان کے ذریعے جمع ہوا اور لوگوں کو اسکی قرائت پر مجبور کیا گیا یہ کسی کمی یا بیشی کے بغیر وہی پیغمبرؐ پر نازل ہونے والا قرآن ہے۔ جیساکہ یہ بات بھی مسلّم ہے کہ قرآن میں موجود سورتوں کی آیات کی ترتیب بھی وہی ہے جو کہ زمانۂ پیغمبرؐ میں تھی اور دفعی یا تدریجی نزول کی بنیاد پر جمع ہوئیں۔

---

(۱) الاتقان ج ۱ ص ۵۸۔

Presented by www.ziaraat.com

لیکن بعض روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن کی سورتوں کی ترتیب میں اختلاف پایا جاتا تھا اور بعض صحابہ نے اپنے مصاحف میں کچھ سورتیں مقدم و موخر کی ہوئی تھیں اور اس جہت میں یہ مصاحف موجودہ قرآن کے ساتھ اختلاف رکھتے تھے۔ اس کلام کی تائید کے لیئے پہلے ایک بات ہم قرآن کی زمانہ پیغمبرؐ میں جمع آوری والی فصل میں ذکر کر چکے ہیں کہ ابن عباس نے حضرت عثمان سے پوچھا کہ کیوں تم نے سورہ برائت اور انفال کو اس جگہ پر رکھا؟ (جس جگہ پر موجودہ قرآن میں ہیں) تو حضرت عثمان نے کہا میں نے ان سوروں کے لیئے مناسب جگہ یہی دیکھی۔ (۱)

موجودہ قرآن کی آیات کی ترتیب ،

موجودہ قرآن کی آیتوں کی ترتیب کے سلسلے میں ہمارا نظریہ یہ ہے کہ یہ بالکل وہی ترتیب ہے جو زمانہ پیغمبرؐ میں تھی ۔ اور وہی سابقہ ترتیب باقی ہے۔ اس مطلب پر شاہد یہ ہے کہ زیادہ تر سورتوں کے نام اور شکل وصورت رسول خداؐ کے زمانے میں معین و مشخص ہوچکے تھے بلکہ بعض سورتوں کے بارے میں تو کچھ احکام بھی نازل ہوتے رہتے تھے (۲) بلکہ بعض مشابہ سورتوں کے (اجتماعی) نام بھی رکھے جا چکے تھے جیسے السبع الطوال، المئین، مفصلات، السبع الطوال قرآن کے پہلی سات لمبی سورتیں ہیں اور المئین وہ سورتیں ہیں جو سو سے زیادہ آیات پر مشتمل ہیں اور مفصلات بعد والی سورتیں ہیں کہ یہ تعبیر خود رسول اکرمؐ سے منقول روایات میں موجود ہے۔ (۳) وہ روایات جو کہتی ہیں کہ کبھی کبھی پیغمبرؐ حکم دیتے کہ فلاں آیت کو فلاں سورہ میں فلاں جگہ پر لکھا جائے یہ بھی ہماری نظریئے کہ تائید کرتی ہیں اور ترتیب آیات کی بقاء پر دلالت کرتی ہیں۔ حضرت علیؑ

---

(۱) عثمان سے منقول یہ روایت "پیغمبرؐ فرماتے تھے اس آیت کو فلاں سورہ میں لکھیں" کے حوالوں کو دیکھیے۔

(۲) بحوث فی تاریخ القرآن و علومہ ص ۹۵، ۹۶، ۱۰۱۔

(۳) مشکل الآثار ج ۲ ص ۱۵۳۔

Presented by www.ziaraat.com

نے جو قرآن نزولی ترتیب پر جمع کیا احتمال ہے کہ اس میں سورتوں کی ترتیب مدنظر تھی نہ کہ آیات کی ترتیب اور پیغمبرؐ کا بعض آیات کو دوسری سورتوں میں لکھنے کا حکم دینا بھی اس نظریئے کے منافی نہیں ہے لیکن ایک استثناء تھا ورنہ دوسرے موارد پر وہی نزول کی ترتیب محفوظ تھی اور اسی استثناء سے متعلق حضورؐ کا یہ حکم ہے کہ آیات ربا (جو کہ کہا جاتا ہے آخری نازل ہونے والی آیات تھیں) کو سورہ بقرہ میں لکھا جائے (جو کہ پہلی ہجری میں نازل ہوئی) [1] البتہ یہ احتمال اگر بالفرض صحیح بھی ہو تو اس روایت کی بنیاد پر ہے کہ جو آیات ربا کو آخری نازل ہونے والی آیات سمجھتی ہے۔

قرآن کے جمع کرنے میں صحابہ کا تصرّف:

ممکن ہے کوئی یہ دعویٰ کرے کہ صحابہ نے قرآن کے جمع کرنے میں یا آیتوں کی ترتیب میں دخل اندازی کی ہو کیونکہ صحابہ نے قرآن جمع کرنے میں ہڈیوں، پتھروچمڑے پر لکھی ہوئی اور لوگوں کے حافظوں میں محفوظ آیات سے استفادہ کیا اور اس بارے میں متعدد واقعات ہیں جیسے سورۂ برائت کی آخری دو آیت کہ جن کے بارے میں حضرت عمر نے کہا اگر یہ تین آیتیں ہوتیں تو میں انہیں علیحدہ سورہ قرار دیتا اس کے بعد حکم دیا کہ انہیں سورہ برائت کے ساتھ ملحق کر دیا جائے۔ [2]

اس جیسی روایات کا لازمہ یہ ہے کہ صحابہ نے قرآن کے جمع کرنے اور آیات کی ترتیب میں اپنے نظریات اور اجتہاد بالرائے سے کام لیا یا یہ دلیل دی جائے کہ موجودہ قرآن میں بعض موارد میں ناسخ آیات منسوخ آیات سے پہلے لکھی ہوئی ہیں حالانکہ تاریخی اعتبار سے اس کے برعکس ہونا چاہیئے تھا کیونکہ منسوخ آیات پہلے نازل ہوئیں ہیں اور ناسخ اسکے بعد جیسے وہ خواتین جن کے شوہر فوت ہوجائیں ان کی عدت پہلے ایک سال تھی۔ بعد میں چار مہینے دس دن والی آیت سے منسوخ ہوگئی۔ [3]

---

(۱) الاتقان ج/ ۱ ص ۲۷، ۳۰، تاریخ الاسلام ذہبی ج/ ۲ ص ۳۸۷۔

(۲) فتح الباری ج/ ۹ ص ۳، ۳۰، تفسیر المیزان ج/ ۳ ص ۲۰۔

(۳) بحوث فی تاریخ القرآن و علومہ ص ۲۳۷، الاتقان ج/ ۱ ص ۲۴۔

Presented by www.ziaraat.com

شاید یہ مطلب حضرت امام مہدیؑ کے فرائض کی تفسیر کرتا ہے کہ حضرتؑ کا ایک فریضہ یہ بھی ہوگا کہ حضرتؑ قرآن کی نزول کے مطابق لوگوں کو تعلیم دیں گے اس بارے میں امام محمد باقرؑ سے روایت ہوئی ہے کہ: "جب قائمؑ آل محمدؐ قیام کریں گے تو لوگوں کو نزول کے مطابق قرآن کی تعلیم دینے کے لیئے خدا کی طرف سے لمبے پردے لٹکائے جائیں گے اور یہ کام ان لوگوں کے لئے بہت دشوار ہوگا جنہوں نے قرآن کو موجودہ شکل و صورت میں حفظ کر رکھا ہوگا کیونکہ قرآن کا جمع کیا جانا اسکی نزولی ترتیب کے مخالف ہے۔"(۱)

لیکن مذکورہ بالا دلیلوں میں سے ایک بھی ہمیں قبول نہیں ہے ان دلیلوں کا جواب یہ ہے: صحابہ کے ذریعے چمڑے، ہڈیوں وغیرہ سے قرآن کی جمع آوری پر شواہد اور دلیلیں قطعاً ان کی دخل اندازی کی دلیل نہیں ہیں بلکہ یہ آیات کی یہ ترتیب خود پیغمبرؐ کی دی ہوئی ہے اور مصلحت کی بناء پر امام مہدیؑ لوگوں کو نزولی ترتیب پر قرآن کی تعلیم دیں گے اور ناسخ ومنسوخ کی ترتیب بھی کسی مصلحت کی بناء پر ممکن ہے خود پیغمبرؐ کی دی ہوئی ہو اور وہ جو ناسخ آیات پر منسوخ کا مقدم ہونا صحیح نہیں ہے وہ ترتیب نزولی میں ہے نہ کتابت میں۔ سورۂ برائت کی دو آیات اور حضرت عمر کا واقعہ بھی تاریخی لحاظ سے غلط ہے خود پیغمبرؐ کی ذات تھی جنہوں نے قرآن جمع کرنے کا حکم دیا اور خود آنحضرتؐ کے زمانے میں یہ کام انجام پایا اس کے علاوہ ایک روایت ہے کہ جو یہ بتاتی ہے سورہ برائت مکمل ایک ہی دفعہ نازل ہوئی ہے جیسے حضرت عائشہ پیغمبرؐ سے روایت کرتی ہیں کہ پیغمبرؐ نے فرمایا: تمام سورتیں مجھ پر آیت آیت کی صورت میں نازل ہوتی تھیں سوائے دو سورتوں کے کہ جو سورۂ برائت اور سورہ اخلاص (قل ھو اللہ) ہیں یہ دونوں سورتیں مجھ پر ایک ہی دفعہ نازل ہوئیں اور ان دونوں سورتوں کے ساتھ ستر ہزار فرشتوں کی صف تھی جن میں سے ہر ایک کہہ رہا تھا خدا کی نسبت کے

---

(۱) روضۃ الواعظین ص ۲۶۵۔

ساتھ خیر و عافیت طلب کرو۔ [1] البتہ اس روایت میں یہ اشکال اپنی جگہ پر ہے کہ اس میں کہا گیا ہے تمام سورتیں آیت آیت کی صورت میں نازل ہوئیں سوائے سورۂ برائت اور اخلاص کے کہ یہ دونوں ایک ہی دفعہ نازل ہوئی جبکہ یہ صحیح نہیں کیونکہ ان دونوں سورتوں کے علاوہ بھی سورہ انعام ، مائدہ اور مرسلات جیسی سورتیں بھی ایک ہی دفعہ نازل ہوئیں مگر یہ دونوں سورتیں ستر ہزار فرشتوں کی ہمراہی کے ساتھ ممتاز ہوں کہ البتہ یہ توجیہ روایت کے ظاہر سے خاصی دور ہے۔

اس بارے میں آخری بات:

اصل بات یہ ہے کہ ہم ایسی روایات کو قبول نہیں کر سکتے جو یہ کہتی ہیں کہ بعد میں نازل ہونے والی آیات پہلے نازل ہونے والی سورت میں رکھی گئیں اس سے ترتیب میں فرق پڑا ہو چونکہ ہمیں اس کا یقین حاصل نہیں اور علمی تحقیق ہمیں کہتی ہے کہ یہ روایات صحیح نہیں ہیں اور وہ روایات بھی کہ جو کہتی ہیں مکی آیات مدنی سورۃ میں اور مدنی آیات مکی سورۃ میں رکھی گئی ہیں بہت زیادہ توجہ اور غور و فکر کی محتاج ہیں بغیر تامل کے ان روایات کو قبول نہیں کیا جاسکتا۔ بالخصوص کہ ہمیں جھوٹی روایات سننے کی عادت پڑ چکی ہے لہذا احتیاط کے ساتھ ان روایات کو دیکھنا چاہیئے اور یہ بھی ممکن ہے آیات کا اس طرح رکھا جانا ایک یا دو موارد میں رسول اکرمؐ کے حکم کے ساتھ انجام پایا ہو۔

بہر حال ہم ان دعووں کو نہیں مانتے اور اکثر سورتوں کے نزول کو دفعی (ایک ہی دفعہ) مانتے ہیں اور اس حقیقت سے روشن دلیل کے بغیر صرف نظر نہیں کر سکتے۔ خداوند عالم ہی توفیق اور ہدایت دینے والا ہے۔

---

(۱) مجمع البیان ج ۵ ص ۲۰۱ ثعلبی سے منقول۔

چوتھی فصل

مصحف علیؑ علیہ السلام

نقطہ آغاز:

مصحف امیر المومنینؑ کے بارے میں کلام بہت زیادہ ہے۔ کیا حضرتؑ کا قرآن موجودہ قرآن کے ساتھ مخالفت رکھتا تھا؟ اور بالفرض مغایرت رکھتا تھا تو کس حد تک اور کن چیزوں میں؟ کن کتب میں اس مصحف کی تصریح موجود ہے۔ کیا یہ وہی پیغمبرؐ والا مصحف ہے یا کوئی اور یا اور اسی طرح کے ابھرتے بہت سے سوالات جو لوگوں کے ذہنوں میں ہیں۔ بعض نے اس مسئلے کو بہانہ بناتے ہوئے شیعوں پر یہ تہمت لگانے کی کوشش کی کہ شیعوں کا قرآن اکثر مسلمانوں کے قرآن سے اختلاف رکھتا ہے کیونکہ شیعہ حضرت علیؑ کے مصحف کو مانتے ہیں جسکی خصوصیات اس موجودہ قرآن سے مختلف تھیں۔ ہم اس فصل میں ان سوالات کے جواب روایات کی روشنی میں منطقی استدلال کے ساتھ دیں گے تاکہ اس طرح کے الزامات کا دروازہ ہی بند ہوجائے۔

قرآن کی حضرت علیؑ کے ذریعے جمع آوری

امیرالمومنین حضرت علیؑ کے ذریعے قرآن کا جمع کیا جانا مسلمات میں سے ہے اور روزِ روشن کی طرح سب نے اس کا اعتراف کیا ہے۔ ہم اس بارے میں ابن ندیم، زنجانی، رافعی، ابن کثیر اور سید محسن امین کا کلام نقل کر چکے ہیں لیکن موجودہ قرآن کی نسبت حضرت امیرالمومنینؑ کے مصحف کی خصوصیت نیز حضرتؑ کے مصحف کی ترتیب وغیرہ کی طرف اشارہ کی خاطر یہاں کچھ روایات کا ذکر ضروری سمجھتے ہیں۔

" ابن ابی الحدید معتزلی " حضرت امیرالمومنینؑ کے بارے میں لکھتا ہے " اس بات پر اتفاق نظر ہے کہ حضرت امیرالمومنینؑ نے زمانہ پیغمبرؐ میں قرآن حفظ کیا جبکہ دوسرے یہ کام نہیں کرتے تھے اور امامؑ ہی وہ پہلے آدمی تھے جنھوں نے قرآن کو جمع کیا"۔[1] امام محمد باقرؑ سے اس باب میں روایت ہوئی ہے ، وصی پیغمبرؐ حضرت علیؑ کے علاوہ کسی نے بھی قرآن جمع نہیں کیا۔[2]

تاریخ کی کتابیں مصحف علیؑ کو ترتیب نزول کی بنیاد پر قرار دیتی ہیں۔[3] اور خود حضرتؑ سے روایت ہے کہ اگر مجھے موقع ملتا تو میں لوگوں کو وہی مصحف دیتا جو پیغمبرؐ کی املاء کے ساتھ میں نے لکھا تھا۔[4] ابو العلاء، عطار اور الموفق خطیب خوارزمی سے نقل کرتے ہیں اور وہ علی ابن رباح سے نقل کرتا ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے حضرت علیؑ کو قرآن جمع کرنے کا حکم دیا اور امامؑ نے بھی قرآن لکھا اور جمع کیا۔[5] یہاں تک کہا گیا ہے کہ سب سے پہلے جو اسلام میں کتاب لکھی گئی وہ قرآن تھی جو حضرت علیؑ نے جمع کی۔[6] یا کہا جاتا ہے کہ پیغمبرؐ کی رحلت کے چھ ماہ بعد تک جمع کر لیا۔[7]

---

(۱) شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج/۱ ص ۲۷۔

(۲) تفسیر قمی ج/۲ ص ۴۵۱، بحار الانوار ج/ ۸۹ ص ۴۸، وافی ج/۵ ص ۲۷۴، تفسیر الصراط المستقیم ج/۱ ص ۳۶۱ حاشیہ ۶

(۳) الاتقان ج/۱ ص ۵۹، تاریخ الخلفاء ص ۱۸۵، تفسیر ابن کثیر ج/۴ ص ۲۸، ۲۹، تاسیس الشیعہ لعلوم الاسلام ص ۳۱۶، ۳۱۷۔

(۴) مناقب آل ابی طالب ج/ ۲ ص ۴۱، بحار ج/ ۸۹ ص ۵۲۔

(۵) مناقب آل ابی الطالب ج/ ۲ ص ۴۱۔

(۶) اعیان الشیعہ ج/ ۱ ص ۸۹، معالم العلماء ص ۲۔ (۷) مناقب ابن شہر آشوب ج/ ۲ ص ۴۰، ۴۱۔

Presented by www.ziaraat.com

حضرت امام محمد باقرؑ سے مروی ہے کہ قرآن کو نزولی ترتیب کے مطابق حفظ اور جمع کرنے والے صرف حضرت علیؑ اور ائمہؑ تھے اور ان کے علاوہ جو بھی قرآن کے حفظ کا نزول کی بنیاد پر دعوی کرے جھوٹا ہے۔[1] حضرت امیرؑ سے اس بارے میں منقول ہوا ہے کہ پیغمبر اکرمؐ پر کوئی آیت نازل نہیں ہوئی مگر یہ کہ مجھے انہوں نے اسکی تعلیم دی اور لکھوائی اور میں نے اسے اپنے ہاتھ سے لکھ لیا اور حضورؐ نے اسکی تاویل، تفسیر، اور ناسخ و منسوخ کی بھی تعلیم دی۔"[2]

رسول اکرمؐ نے اپنی وفات سے پہلے قرآن کی متفرق آیات جو آنحضرتؐ کے بستر کے پیچھے کاغذوں اور چمڑے پر لکھی ہوئی تھیں حضرت علیؑ کے حوالے کیں اور حضرت علیؑ سے کہا کہ انہیں جمع کریں اور تورات و انجیل کی طرح قرآن کو ضائع نہ ہونے دیں حضرت علیؑ نے بھی قرآن کی متفرق آیات ایک زرد رنگ کے پیراہن میں اکٹھی کرلیں اور گھر لے آئے اور قرآن کے جمع کرنے میں مشغول ہوگئے اور فرمایا جب تک قرآن جمع نہ کرلوں عبا کاندھے پر نہیں رکھونگا اور جب کوئی شخص حضرتؑ کی ملاقات کو آتا تو بغیر عبا ہی کے حضرتؑ کی زیارت کرتا اور صورتحال یہی تھی یہاں تک کہ امامؑ نے قرآن جمع کرلیا۔[3]

---

(۱) بصائر الدرجات ص ۱۹۳ ، الکافی ج ۱ ص ۱۷۸ ، تفسیر البرہان ج ۱ ص ۲۰ ، ۱۵ ، البیان خوئی ص ۲۲۲ ، الوافی ج ۲/ کتاب الحجۃ باب ۷۶ ص ۱۳۰ ، کنز العمال ج ۲ ص ۳۵۷ ، فواتح الرحموت بر حاشیہ المستصفی ج ۲ ص ۱۲۔

(۲) کتاب سلیم ابن قیس ص ۷۶ بصائر الدرجات ص ۱۹۸ ، اکمال الدین ج ۱ ص ۲۸۴ ، بحار الانوار ج ۸۹ ص ۹۹ ، ۴۱ ، احتجاج ج ۱ ص ۲۲۳ ، البرہان فی تفسیر القرآن ج ۱ ص ۱۲ ، التمہید ج ۱ ص ۲۲۹ ، اکذوبۃ فی تحریف القرآن سے منقول۔

(۳) بحار ج ۸۹ ص ۴۸ ، ۵۲ ، تفسیر قمی ج ۲ ص ۴۵۱ ، مقدمہ تفسیر برہان ص ۳۶ ، الحجۃ البیضاء ج ۲ ص ۲۶۳ ، الاتقان ج ۱ ص ۵۷ ، تفسیر الصراط المستقیم ج ۱ ص ۳۶۶ حاشیہ پر وافی ج ۲ ص ۲۷۳ اور تفسیر قمی سے منقول ، وافی ج ۵ ص ۲۷۴ ، تاریخ القرآن زنجانی ص ۴۴ ، ۴۵ ، ۴۳ ، تاریخ القرآن ابیاری ص ۸۴ ، ۱۰۹ ، عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۶ ، اکذوبہ تحریف القرآن ص ۱۸ ، فتح الباری ج ۹ ص ۱۰ ، مناقب ابن شہر آشوب ج ۲ ص ۴۱۔

Presented by www.ziaraat.com

بعض اس بارے میں کہتے ہیں حضرت علیؑ کا مصحف وہ پہلا مصحف تھا جو حافظے کی مدد سے لکھا گیا اور جمع کیا گیا (۱) حضرتؑ کا ہر کام سے پہلے قرآن جمع کرنے کی قسم کھانا اور حضرت ابوبکر کی بیعت نہ کرنا اور حضرت عمر کا اس سلسلے میں حضرتؑ کے ساتھ تندی اور سخت گیری کرنا متعدد حوالوں سے ثابت اور مرقوم ہے۔ (۲) اسی جیسی روایات اور نظریات مندرجہ ذیل روایت کی بخوبی تائید کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے رسول اسلامؐ کی وفات کے تیسرے دن تک قرآن جمع کرلیا۔ (۳)

لہذا یہ جو بعض نے گمان کیا ہے امامؑ نے تین دن کے اندر اندر قرآن لکھ لیا یا اسے حفظ کرلیا (۴) صحیح نہیں ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ امامؑ نے ان تین دنوں میں پہلے سے لکھی ہوئی آیات کو منظم اور مرتب کرلیا اور روایت بھی اس کی تائید کرتی ہے۔

دوسری طرف سے یہ بھی قبول کر لینا چاہیئے کہ امامؑ کا مصحف زید کے قرآن سے پہلے جمع ہوچکا تھا کیونکہ روایات تصریح کرتی ہیں کہ زید نے جنگ یمامہ کے بعد قرآن جمع کرنا شروع کیا۔

حضرت علیؑ کے مصحف کے بارے میں شیخ مفید اور دوسرے کہتے ہیں، امامؑ نے اپنے مصحف میں بعض آیتوں کی تاویل مفصل لکھی تھی۔ (۵) شیخ مفید مصحف امام علیؑ کا موجودہ قرآن کے ساتھ موازنہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں موجودہ قرآن سے ناسخ و منسوخ اور تفسیر و تاویل کے موارد حذف کر دیئے گئے ہیں

---

(۱) تاریخ القرآن آبیاری ص ۸۲، الفہرست ابن ندیم ص ۳۰، تاسیس الشیعہ لعلوم الاسلام ص ۳۱۷، ۳۲۰۔

(۲) المصنف عبدالرزاق ج/۵ ص ۴۵۰ اس کے حاشیہ پر، انساب الاشراف ج/۱ ص ۵۸۷ سے منقول، اعیان الشیعہ ج/۱ ص ۸۹، حیاۃ الصحابہ ج/۳ ص ۴۵۵، حلیۃ الاولیاء ج/۱ ص ۶۷، کنز العمال ج/۲ ص ۲۰۵، تاریخ الخلفاء ص ۱۸۵، طبقات ابن سعد ج/۲ ص ۳۳۸، مناقب آل ابی طالب ج/۲ ص ۴۱، تاسیس الشیعہ لعلوم الاسلام ص ۳۲۱، ۳۱۷۔

(۳) الفہرست ابن ندیم ص ۳۰، الاوائل عسکری ج/۱ ص ۲۱۳، ۲۱۵، تاریخ القرآن آبیاری ص ۸۲، اعیان الشیعہ ج/۱ ص ۸۹، مقدمہ تفسیر البیان ص ۲۶، اکذوبہ تحریف القرآن ص ۱۲، مصنف ابن ابی شیبہ ج/۱ ص ۵۴۵۔

(۴) اکذوبہ تحریف القرآن ص ۱۲ تاریخ القرآن عبدالصبور شاہین ص ۸۵ سے منقول۔

(۵) مفید، ارشاد اور الرسالۃ السرویہ سے منقول، تاریخ القرآن ص ۲۸، اعیان الشیعہ ج/۱ ص ۸۹۔

Presented by www.ziaraat.com

جبکہ حضرت علیؑ کا مصحف ان چیزوں پر مشتمل تھا اور یہ خدا کی طرف سے نازل ہوئیں تھیں لیکن قرآن کا حصہ نہیں ہے جو معجزہ ہے البتہ کبھی تاویل کو قرآن کہا گیا ہے اور خدا فرماتا ہے۔ "**ولا تعجل بالقرآن من قبل ان یقضی الیک وحیہ و قل رب زدنی علماً**"(۱) خدا پیغمبرؐ کو حکم دیتا ہے کہ وحی کے مکمل ہونے سے پہلے قرآن کی تاویل نہ کریں اس آیت نے قرآن کی تاویل کو قرآن کہا ہے۔(۲)

اسی طرح شیخ مفید مصحف حضرت علیؑ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ حضرتؑ نے مکی سورتوں اور آیات کو مدنی پر اور منسوخ کو ناسخ پر مقدم کیا اور ہر چیز کو اسکی جگہ پر رکھا۔(۳)

امام علیؑ سے مروی ہے کہ "جب انہوں نے قرآن کو تاویل و تنزیل پر مشتمل اور محکم و متشابہ آیات پر مشتمل دیکھا جو کہ ناسخ و منسوخ بھی رکھتا ہے جس میں ذرا برابر کمی نہیں ہوئی حتیٰ کہ ایک حرف بھی اس سے ساقط نہیں ہوا اور اس میں تمام حق و باطل کے پیروکار مشخص و معین کردیئے گئے ہیں اور ان کے نام لکھے ہوئے ہیں، انہوں نے دیکھا کہ یہ قرآن ان کے عہد و پیمان کے توڑنے پر روشن دلیل ہے تو انہوں نے کہا ہمیں اسکی ضرورت نہیں۔"(۴)

اس بارے میں ابیاری کہتا ہے۔ متعدد افراد سے منقول ہے کہ امامؑ کا مصحف نزولی ترتیب اور منسوخ کے ناسخ پر مقدم کیئے جانے کی بنیاد پر لکھا گیا تھا۔(۵) شیخ صدوق حضرت علیؑ کے مصحف کے قبول نہ کیئے جانے کا واقعہ یوں نقل کرتے ہیں، جب حضرت علیؑ نے قرآن لکھ لیا تو اسے

---

(۱) سورہ طہ آیہ ۱۱۴۔

(۲) اوائل المقالات ص ۵۵، بحر الفوائد ص ۹۹ اوائل سے منقول۔

(۳) عدۃ رسائل مفید ص ۲۲۵، المسائل السرویہ۔

(۴) الاحتجاج/۱ ص ۳۸۳، بحار ج/۸۹ ص ۴۰، ۴۱، البیان ص ۲۲۲، تفسیر صافی مقدمہ ششم ج/۱ ص ۴۴، سے منقول بحر الفوائد ص ۹۹۔

(۵) تاریخ القرآن ابیاری ص ۸۵، تاریخ القرآن زنجانی ص ۲۴ سے منقول، اعیان الشیعہ ج/۱ ص ۸۹ اتقان اور ابی داؤد سے منقول، تاسیس الشیعہ لعلوم الاسلام ص ۳۱۶۔

Presented by www.ziaraat.com

قوم کے پاس لائے اور فرمایا یہ تمہارے پروردگار کی کتاب قرآن ہے ویسا ہی ہے جیسا تمہارے پیغمبرؐ پر نازل ہوا تھا نہ اس پر کوئی حرف زیادہ کیا گیا ہے اور نہ ہی اس سے کوئی حرف کم کیا گیا ہے۔ تو انہوں نے کہا ہمیں اس مصحف کی ضرورت نہیں ہے، ہمارے پاس اس جیسا موجود ہے تو حضرت امیرالمومنینؑ اس حال میں واپس لے چلے کہ یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے "فنبذوه وراء ظهورهم و اشتروا به ثمناً قليلاً فبئس مايشترون"۔ (۱) اس مصحف کے قبول نہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ جب حضرت ابوبکر نے اس کا پہلا صفحہ کھول کر دیکھا تو اس میں اپنی اور اپنے ہمنواؤں کی رسوائی دیکھی یعنی مہاجر اور انصار اس سے ڈرے کہ اس مصحف سے ان کے مفادات خطرے میں پڑجائیں گے لہذا انہوں نے اسے رد کردیا اور خود انہوں نے اس کے مقابلے میں مصحف تیار کرنے کا ارادہ کرلیا اور قرعہ فال "زید ابن ثابت" کے نام نکلا اور انہوں نے زید کو حکم دیا ایسا قرآن جمع کرے جو ان کے مفادات سے نہ ٹکراتا ہو"۔ (۲) "ابن سیرین" کا نظریہ یہ ہے کہ امامؑ نے اپنے مصحف میں ناسخ کو منسوخ سے جدا کردیا تھا، ابن سیرین سے منقول ہے کہ میں نے حضرت علیؑ کا مصحف حاصل کرنے کا ارادہ کیا تو مدینہ میں اسے ڈھونڈا لیکن اسے نہ پاسکا۔ (۳) اسی طرح ابن سیرین سے منقول ہے کہ امامؑ کا مصحف نزولی ترتیب پر لکھا گیا تھا اگر یہ مصحف ہاتھ لگ جاتا تو اس میں بہت زیادہ علم تھا۔ (۴)

---

(۱) اعتقادات صدوق باب الاعتقاد فی مبلغ القرآن، مناقب ابن شہر آشوب ج ۲ ص ۴۱۔

(۲) احتجاج ج ۱ ص ۲۲۶، بحار ج ۸۹ ص ۴۲، ۴۳، بصائر الدرجات ص ۱۹۳، غرر الفوائد ص ۵۸۔

(۳) الاتقان ج ۱ ص ۵۸، مناہل العرفان ج ۱ ص ۲۴۷، تاریخ القرآن زنجانی ص ۴۸، الصواعق المحرقہ ص ۱۲۶، طبقات ابن سعد (مطبوعہ صادر) ج ۲ ص ۳۳۸، تاسیس الشیعہ لعلوم الاسلام ص ۳۱۶۔

(۴) الاستیعاب بر حاشیہ الاصابہ ج ۲ ص ۲۵۳، الصواعق المحرقہ ص ۱۲۶۔

اور دوسری روایت میں ہے کہ "میں اس میں علم کو پاؤں گا"۔ [1] "ابن جزی" اس بارے میں کہتا ہے، اگر امام کا مصحف ہاتھ آجاتا تو اس میں بہت زیادہ علم ملتا [2] زھری کہتا ہے، اگر امام کا مصحف مل جاتا تو بڑا مفید ہوتا اور اس میں بے پناہ علم تھا۔ [3] ہم بعید نہیں سمجھتے کہ مصحف علی وہی مصحف ہو جو حضرت امام رضا نے بزنطی کو دیا اور اسے کہا اس مصحف کے اندر دیکھنے سے پرہیز کرنا بزنطی کہتا ہے، میں نے مصحف کھولا اور یہ آیت پڑھی "لم یکن الذین کفروا" تو اچانک مجھے ستر قریش کے افراد اور انکے باپ کے نام نظر آئے۔ اس کے بعد امام نے وہ مصحف مجھ سے واپس لے لیا [4] یہی روایت کشی نے نقل کی ہے اور اس میں بزنطی کو مصحف کے اندر نگاہ کرنے سے نہیں روکا اور یہی روایت صحیح نظر آتی ہے کیونکہ اس کا کوئی معنی نہیں کہ امام بزنطی کو مصحف دیں اور اسے مصحف کے اندر دیکھنے سے روک دیں، مگر یہ کہ امام کا مقصد بزنطی کو آزمانا ہو۔

"ابو رافع امیرالمومنین حضرت علیؑ کے ذریعے قرآن کے جمع کیئے جانے کے بارے میں کہتا ہے، حضور اکرمؐ نے اپنی آخری بیماری میں جس میں آنحضرتؐ کی وفات ہوئی حضرت علیؑ سے فرمایا، اے علیؑ یہ خدا کی کتاب ہے اسے اپنے پاس رکھو امام نے بھی قرآن کو ایک پیراہن میں لپیٹ لیا اور اپنے گھر لے گئے اور جب رسول اکرمؐ کا وصال ہوگیا تو

---

(1) تاریخ الخلفاء ص ۱۸۵، طبقات ابن سعد ج/۲ ص ۱۰۱، اعیان الشیعہ ج/۱ ص ۸۹، مقدمہ تفسیر برہان ص ۳۱، کنز العمال ج/۲ ص ۳۵۲، الاستیعاب بر حاشیہ الاصابہ ج/۲ ص ۲۵۳، تاسیس الشیعہ لعلوم الاسلام ص ۳۱۹۔
(2) التسہیل فی علوم القرآن ج/۱ ص ۳۲۷، التسہیل لعلوم التنزیل ج/۱ ص ۴۔
(3) الواقع والرحموت بر حاشیہ المستصفی ج/۲ ص ۱۲۔
(4) مقدمہ تفسیر البیان ص ۲۲۷، مناہل العرفان ج/۱ ص ۲۴۷، الکافی ج/۲ ص ۶۳۱، المحجۃ البیضاء ج/۲ ص ۲۶۳، ۲۶۴، بحار ج/۸۹ ص ۵۴، اختیار معرفۃ الرجال ص ۵۸۹، الوافی ج/۵ ص ۲۷۴۔

Presented by www.ziaraat.com

حضرت علیؑ قرآن کی جمع آوری میں مصروف ہوگئے اور اسے نزولی ترتیب کے مطابق جمع کیا اور حضرتؑ اس کام پر آگاہ اور عالم تھے۔ (۱)

مصحفِ علیؑ کہاں پر ہے؟

اگرچہ بعض کی روایت سے سمجھا جا سکتا ہے کہ مصحف علیؑ حضرت امام رضاؑ کے پاس تھا لیکن یہ روایت مطلب ثابت کرنے کے لیئے کافی نہیں ہے البتہ متعدد روایات تصریح کرتی ہیں کہ مصحف امام علیؑ اس وقت امام زمانہ حضرت مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف کے پاس ہے اور ظہور کے وقت امام اس قرآن کو ظاہر کریں گے۔ (۲) ہوسکتا ہے یہ وہی مصحف ہو جسکی صفات روایات میں یوں مذکور ہوئی ہیں کہ امامؑ زمانہ کے مصحف کی ترتیب موجودہ قرآن کی ترتیب کے مخالف ہے اور امامؑ لوگوں کو اس مصحف کی تعلیم دیں گے۔

مصحف علیؑ کی خصوصیات

سابقہ روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ مصحف علیؑ متعدد خصوصیات پر مشتمل تھا ان میں سے چند ایک مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ یہ مصحف نزولی تاریخ کی بنیاد پر لکھا گیا تھا۔

۲۔ منسوخ آیات ناسخ آیات سے پہلے لکھی گئی تھیں۔

۳۔ بعض آیات تاویل و تفصیل کے ساتھ اس مصحف میں لکھی گئیں تھیں۔

۴۔ بعض آیات کی تفسیر جو خدا کی طرف سے نازل ہوئی تھی اس مصحف میں موجود تھی۔

---

(۱) مناقب آل ابی طالب ج/۲ ص ۴۱، بحار ج/ ۸۹ ص ۵۲۔

(۲) الکافی ج/۲ ص ۶۳۳، بصائر الدرجات ص ۱۹۳، احتجاج ج/۱ ص ۲۲۸، بحار ج/ ۸۹ ص ۴۲، ۴۳، المحجۃ البیضاء ج/۲ ص ۲۶۳، مصباح الفقیہ کتاب الصلوۃ ص ۲۷۵۔

Presented by www.ziaraat.com

۵ ۔ محکم اور متشابہ آیات اس مصحف میں واضح کر دی گئی تھی۔

۶ ۔ اس مصحف میں نہ ایک حرف کم تھا اور نہ زیادہ۔

۷ ۔ حق اور باطل کے پیروکاروں کے نام اس میں لکھے ہوئے تھے۔

۸ ۔ یہ مصحف رسول اکرمؐ کی املاء اور حضرت علیؑ کے خط کے ساتھ لکھا ہوا تھا۔

۹ ۔ بعض مہاجرین اور انصار کی بداعمالیاں جو کہ اسلام کے اصولوں سے متصادم تھیں اس میں بیان کی گئی تھیں۔

دو ضروری وضاحتیں

۱ ۔ مصحف امیر المومنینؑ کی خصوصیات امام زمانؑ کے دور میں اس کی تعلیم کی دشواری کو بیان کرتی ہیں اس بارے میں امام محمد باقرؑ سے روایت ہوئی ہے کہ جب قائم آل محمدؐ ظہور کریں گے تو قرآن کی تعلیم کے لیئے بڑے بڑے خیمے نصب کیئے جائیں گے اور اس مصحف کا حفظ کرنا اس شخص پر دشوار ہوگا جس نے آج مصحف حفظ کر رکھا ہے کیونکہ اس مصحف کا جمع کیا جانا موجودہ مصحف کے ساتھ اختلاف رکھتا ہے۔ (۱)

۲ ۔ مصحف علیؑ موجودہ مصحف کے ساتھ مذکورہ بالا اختلاف کے علاوہ ذرہ برابر بھی فرق نہیں رکھتا دونوں مصحف ایک ہی ہیں۔ مصحف علیؑ کی خصوصیات کو اہلسنت کے علماء و محققین اور محدثین قبول کرتے ہیں۔ خود انکی کتابوں میں یہ خصوصیات مذکور ہیں ان مذکورہ بالا معروضات کے پیش نظر شیعہ پر یہ تہمت لگانا کہ ان کا قرآن جسے ان کے امام مہدیؑ لائیں گے موجودہ قرآن سے ہٹ کر ہے۔ (۲) بہت ہی غیر منصفانہ بات ہے۔

---

(۱) روضۃ الواعظین ص ۲۶۵ ، الغیبۃ نعمانی ص ۳۱۸ ، ۳۱۹ ، ارشاد مفید ص ۳۶۵ ۔

(۲) الشیعہ والتشیع ص ۱۳۸ ۔

Presented by www.ziaraat.com

ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ جس نے یہ تہمت لگائی ہے بغیر کسی غرض و مرض کے یہ کام کیا ہے اس ضمن میں وہ کوئی عذر نہیں رکھتا کیونکہ وہ قرآن جو امام مہدی ؑ ظاہر کریں گے اس کا موجودہ قرآن کے ساتھ فرق صرف اور صرف نزولی ترتیب بعض تاویلات اور تفسیروں کے لحاظ سے ہے نہ کہ اصل قرآن کے لحاظ سے۔

پیغمبر ؐ کے حکم سے لکھا ہوا قرآن خلفاء تک نہیں پہنچا

سابقہ روایات اور زید کے ہڈیوں، چمڑے، کھجور کے چھلکوں اور لوگوں کے حافظوں کے ذریعے قرآن کے جمع کرنے کا واقعہ ثابت کرتا ہے کہ زید نے اپنا مصحف اس قرآن سے حاصل نہیں کیا جو پیغمبر ؐ کے سامنے لکھا گیا تھا۔ یہ دعویٰ سراسر غلط ہے کہ زید کے مصحف کی بنیاد وہ قرآن تھا جو حضرت عائشہ کے گھر میں تھا۔[1] چونکہ حقیقت حال یہ ہے کہ وہ قرآن خود پیغمبر ؐ نے اپنے آخری وقت میں حضرت علی ؑ کے حوالے فرما دیا تھا اور امام ؑ نے اس مصحف کو ترتیب دیا اور اس کے بعد اسے قوم کے سامنے پیش کیا لیکن انہوں نے اسے اپنے مفادات سے متصادم ہونے کی وجہ سے رد کر دیا اور اپنے لیئے قرآن کی جمع آوری کے خاطر پتھر، چمڑے، ہڈیوں اور لوگوں کے حافظوں پر دستک دی اور ان متفرق آیات سے انہوں نے قرآن جمع کیا۔

تنزیل سے کیا مراد ہے ؟

پہلے حضرت امیر المومنین ؑ سے روایت کر چکے ہیں کہ حضرت ؑ نے فرمایا: "۔۔۔ انہوں (خلفاء) نے ایسا قرآن دیکھا کہ جو تاویل اور تنزیل پر مشتمل تھا ۔۔۔"۔[2] تنزیل سے کیا مراد ہے ؟

---

(1) البرہان زرکشی ج 1 ص 238، الاتقان ج 1 ص 55، مناہل العرفان ج 1 ص 242، بحوث فی تاریخ القرآن وعلومہ ص 134۔

(2) ہم پہلے یہ روایت اور اسکے حوالے ذکر کر چکے ہیں لہذا تکرار کی ضرورت نہیں۔ رجوع کریں۔ اکذوبہ تحریف القرآن ص 30 آلاء الرحمان ص 257 اور نہج البلاغہ وغیرہ سے منقول۔

Presented by www.ziaraat.com

اس سوال کے متعدد جوابات ہوسکتے ہیں جن میں سے چند ایک یہ ہیں۔

۱۔ تنزیل سے مراد خود قرآن ہو یعنی خود قرآن کی عبارت تنزیل ہے اور جو کچھ اس کے علاوہ ہے وہ تاویل ہے۔

۲۔ تنزیل سے مراد آیات کا شان نزول ہو جیسا کہ بعض آیات کے ذیل میں منافقین کا نام لیا جانا وغیرہ ہو۔

۳۔ تنزیل سے مراد وہ تفسیریں ہوں جو خدا نے بعض آیات کے ضمن میں نازل فرمائیں۔ اور وحی کے علاوہ ان کے جاننے کا کوئی طریقہ نہ ہو جیسے نماز کی کیفیت، زکوٰۃ کی مقدار اور نصاب یا دوسری متعدد آیات جن کے معانی کا ادراک کرنا وحی پر موقوف ہے یہ بھی وحی ہے جو خدا کی طرف سے پیغمبر اکرمؐ پر نازل کی جاتی ہے لیکن قرآن نہیں ہے بلکہ حدیث قدسی شمار ہوگی شاید بعض احادیث نے جو بعض اضافوں کی طرف اشارہ کیا ہے کہ فلاں آیت اس طرح نازل ہوئی اس سے مراد یہی مطلب ہے یعنی اس آیت کے ہمراہ خدا کی طرف سے اسکی شرح و تفسیر بھی نازل ہوئیں اور حدیث نے توضیح و بیان کے عنوان سے آیت اور شرح کو اکٹھا ذکر کردیا ہو۔

آیۃ اللہ خوئی اس بارے میں یوں بیان فرماتے ہیں "ضروری نہیں جو چیز وحی ہو وہ قرآن بھی ہو، جو کچھ اس باب میں روایات سے استفادہ ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ مصحف علیؑ میں تاویل و تنزیل کے اضافے پائے جاتے تھے لیکن یہ روایات قطعاً یہ نہیں کہتی کہ یہ اضافے قرآن تھے لہذا مصحف علیؑ میں جو منافقین کے نام آئے ہیں وہ تفسیر شمار کیئے جائیں گے نہ کہ یہ نام قرآنی آیات ہیں اور اس پر ہماری دلیل قرآن کا ہر قسم کی تحریف اور کمی یا بیشی سے محفوظ ہونا ہے"۔

Presented by www.ziaraat.com

اس دلیل کے علاوہ پیغمبر اکرمؐ کی سیرت منافقین کے دلوں کو ساتھ ملاکر رکھنا تھی اور حضرتؐ حتی المقدور کوشش کرتے تھے ان کی منافقت کو ظاہر نہ کریں اور حسن اخلاق کے ذریعے انہیں اسلام کی طرف متمایل کریں۔ آپؐ کی سیرت سے معمولی حد تک واقفیت کرنے والا شخص بھی آنحضرتؐ کے اس انداز سے آگاہ ہے۔ اس انداز کے پیش نظر مناسب و معقول نہیں کہ منافقین کے نام قرآن میں آتے اور حضورؐ کے حکم پر ان پر لعنت کی جاتی۔ مسلمانوں کو ان کی منافقت کی خبر دی جاتی اس کا احتمال تک نہیں دیا جاسکتا چہ جائیکہ اس کا تصور کریں اور پھر اسکے صحیح یا سقیم ہونے کے بارے میں بحث کریں[1]

مذکورہ بالا بیان سے روشن ہوجاتا ہے کہ کیسے سورۂ احزاب بعض قریش اور غیر قریش کے مردوں اور عورتوں کی برائیوں پر مشتمل تھی، اس بارے میں ذیل کی روایت حضرت امام صادقؑ سے نقل کرتے ہیں کہ "اے ابن سنان سورۂ احزاب نے قریش کی عورتوں کو رسوا کردیا اور یہ سورہ احزاب سورۂ بقرہ سے بڑی تھی لیکن اسے تحریف کرکے چھوٹا کردیا گیا" [2] اس روایت کا مطلب یہ ہے کہ اس سورہ میں تاویل، شان نزول اور مقاصد کے بیان کے سلسلہ میں تشریحات موجود تھیں جنہیں حذف کردیا گیا اور یہ معانی کی تحریف کی قسم سے ہے جس کا بیان پہلے ہوچکا۔

البتہ آیۃ اللہ فانی (حفظہ اللہ) نے اس بات پر اعتراض کیا ہے اور کہا ہے قرآن کی شان یہ نہیں ہے کہ عورتوں کی برائیاں بیان کرے۔[3] لیکن ہماری نظر میں یہ اعتراض صحیح نہیں ہے کیونکہ خود قرآن نے متعدد موارد میں عورتوں کی خلاف کاریوں کا تذکرہ کیا ہے آپ نمونہ کے لیئے ملاحظہ فرمائیں۔

---

(۱) البیان آیۃ اللہ خوئیؒ ص ۲۲۳، ۲۲۵، بحوث فی تاریخ القرآن و علومہ ص ۲۴۳، ۱۵۱۔

(۲) مقدمہ تفسیر البرہان ص ۳۶؛ بحار ج ۸۹ ص ۵۰، ثواب الاعمال ص ۱۳۷، بحوث فی تاریخ القرآن و علومہ ص ۲۱۵، مناہل العرفان ج ۱ ص ۲۷۳۔

(۳) آراء حول القرآن ص ۱۸۲۔

Presented by www.ziaraat.com

سورہ احزاب میں پیغمبرؐ کی بیویوں کے بعض کاموں کی طرف اشارہ ملا حظہ و الا مسئلہ یا اس قسم کے دوسرے اشارات ، اس کے پیش نظر آیۃ اللہ فانی (حفظہ اللہ) کے اعتراض کا مورد نہیں رہتا۔ بہر حال امامؑ کی مراد یہ ہے کہ سورۂ احزاب میں بعض عورتوں کے احکام پائے جاتے تھے اور قریش کو بدرجہ اولیٰ ان پر عمل کرنا چاہیئے تھا چونکہ انہوں نے ان احکام پر عمل نہ کیا لہذا اپنے آپ کو رسوا کرلیا، اور شاید بعض آیات کی تفسیر میں قریش کی چند عورتوں کے ناپسندیدہ اعمال بیان کیئے گئے ہوں جیسا کہ خدا نے ابولہب کی بیوی کی بداعمالیاں " حمالۃ الحطب " کہہ کر یا نوحؑ اور لوطؑ کی بیویوں کے برے اعمال کا تذکرہ کیا ہے۔

ان معروضات کی روشنی میں امام صادقؑ سے منقول اس روایت کا مفہوم بھی واضح ہوجائے گا کہ خدا نے قرآن میں سات افراد کا نام لیا جن میں سے قریش نے چھ کے نام مٹا دیئے اور ابولہب کا نام رہنے دیا۔[1] یا امام صادقؑ کی دوسری روایت کہ قرآن میں گذشتہ، موجودہ اور آئندہ کے مسائل کا ذکر موجود ہے اور اسی طرح قرآن میں کچھ لوگوں کے نام تھے جو گرا دیئے گئے، ممکن ہے ایک اسم کے بہت سے معانی اور بہت سی وجوہات ہوں جن کے بارے میں صرف اوصیاء کو خبر ہوسکتی ہے۔[2] اسی طرح اس روایت کے معنی بھی روشن ہوجائیں گے کہ، جب امیر المومنینؑ نے اپنا مصحف مکمل کرلیا تو اسے حضرت ابوبکر کے پاس لائے، حضرت ابوبکر نے جب پہلا صفحہ کھولا تو اپنی رسوائیوں کا مشاہدہ کیا، تو حضرت عمر اپنی جگہ سے اچھلے اور کہا اے علیؑ اس مصحف کو واپس لے جاؤ ہمیں اسکی ضرورت نہیں ہے۔ حضرت علیؑ بھی مصحف لیکر ان سے دور ہوگئے اس کے بعد حضرت ابوبکر نے زید کو بلایا۔"[3]

---

(۱) بحار الانوار ج/ ۸۹ ص ۵۴ ص ۵۵ ، اختیار معرفۃ الرجال ص ۲۹۰۔

(۲) بصائر الدرجات ص ۱۹۵ ، ۱۹۶ ، وسائل الشیعہ ج/ ۱۸ ، ص ۱۴۵ ، تفسیر عیاشی ج/ ۱ ص ۱۲۔

(۳) احتجاج ج/ ۱ ص ۲۲۷ ، ۲۲۸ ، بحار ج/ ۸۹ ص ۴۱۔

Presented by www.ziaraat.com

یا بزنطی والی روایت کہ امام رضاؑ نے مجھے مصحف دیا میں نے اس میں آیت " لم یکن الذین کفروا " دیکھی تو اس کے ذیل میں ستر افراد کے نام بمعہ باپ کے لکھے ہوئے تھے اس کے بعد امامؑ نے وہ مصحف واپس لے لیا۔ [1] بعید نہیں ہے کہ یہ نام آیت کی تفسیر کے عنوان سے ہوں یا ان ناموں کو جبرائیل امینؑ تفسیر کے عنوان سے خدا کی طرف سے لائے ہوں۔ ائمہؑ سے صادر ہونے والی تمام روایات کے بارے میں ہمارا یہی نظریہ ہے۔ [2]

آیت کے ضمن میں تفسیر کو خدا کے جانب سے نازل شدہ سمجھنے کے بارے میں ہماری بات کی تائید " اصبغ ابن نباتہ " کی حضرت علیؑ سے مروی اس روایت سے ہوتی ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا: " میں گویا عجم کو دیکھ رہا ہوں کہ جنھوں نے مسجد کوفہ میں خیمے نصب کر رکھے ہیں اور لوگوں کو قرآن کی اس طرح تعلیم دے رہے جیسے وہ نازل ہوا، تو میں نے کہا یا امیر المومنینؑ کیا موجودہ قرآن اس طرح نہیں ہے جیسے نازل ہوا ؟ تو حضرتؑ نے فرمایا: نہیں، قریش میں سے ستر (۷۰) افراد اور ان کے آباء کے نام قرآن سے حذف کر دیئے گئے اور صرف ابولہب کا نام پیغمبرؐ کی تحقیر کی خاطر باقی رکھا گیا۔ کیونکہ ابولہب پیغمبرؐ کا چچا تھا۔ " [3] البتہ انھوں نے اس حرکت سے پیغمبرؐ کی تحقیر کی کوشش کی لیکن حضرتؐ کا مقدس دامن ہر قسم کے غبار سے صاف اور پاک رہا۔

حسن ختام کے طور پر حضرت امام جعفر صادقؑ سے ایک روایت ذکر کرتے ہیں۔ امام فرماتے ہیں " اگر قرآن کو اس طرح پڑھا جاتا جیسے وہ نازل ہوا تھا تو لوگ ہمیں ناموں کے ساتھ قرآن میں پاتے۔ " [4] اس سے مراد یہ ہے کہ ائمہؑ کے نام بعض آیات کی تفسیر کے عنوان سے خدا کی طرف سے نازل کیے گئے تھے۔

---

(۱) یہ حوالے پہلے بیان ہو چکے۔ (۲) الوافی ج ۵ ص ۲۷۴۔

(۳) الغیبۃ نعمانی ص ۳۱۸۔

(۴) تفسیر برہان ج ۱ ص ۲۲، عدۃ رسائل مفید ص ۲۲۵، المسائل السرویہ اور تفسیر عیاشی ج ۱ ص ۱۳۔

Presented by www.ziaraat.com

اگر قرآن اس طرح پڑھا جاتا جیسے نازل ہوا تھا

اس بات کے پیش نظر کہ حضرت علیؑ نے قرآن کو نزول کی بنیاد پر لکھا اور قوم کے سامنے پیش کیا لیکن انھوں نے امامؑ کا مصحف قبول نہ کیا ایک روایت کہتی ہے اگر قرآن اس طرح پڑھا جاتا جیسے نازل ہوا تھا تو ائمہؑ کے نام اس میں دیکھے جاتے ، یا پیغمبرؐ سے مروی دوسری روایت کہ ، "اگر قرآن اس طرح پڑھا جاتا جیسے نازل ہوا تھا تو دو افراد بھی آپس میں اختلاف نہ کرتے"[۱] مذکورہ بالا روایت سے دو نکتوں کا استفادہ ہوتا ہے ،

پہلا تو یہ کہ ، اگر لوگوں کو آیات کے شان نزول ، الٰہی تفسیروں (جو خدا کی طرف سے نازل ہوئی) اور آیات کی تاریخ نزول کا پتہ چل جائے تو انہیں بُرے کو نیک سے اور صحیح شخص کو غلط شخص سے ممتاز کرنے اور پہچاننے کا معیار اور اصول ہاتھ آجائے گا ۔ اس کے بعد خیانت کار افراد اور باطل کے پیروکاروں پر حکومتی محدوں یا اسلام کے معانی و مفاہیم اور اقدار میں دخل اندازی کا راستہ بند ہوجائے گا ۔

دوسرا یہ کہ ، اہل سنت کی کتابیں ایسی روایات سے بھری پڑی ہیں جو قرآن کی قرائت میں پیدا ہونے والے اختلاف کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ حالانکہ جیساکہ آئندہ ہم امام محمد باقرؑ سے روایت بیان کریں گے کہ ، "قرآن واحد ہے اور واحد خدا کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اور اختلافات راویوں کے پیدا کردہ ہیں" اب اگر قرآن اسی طرح پڑھا جاتا جیسے نازل ہوا تھا تو دو شخص بھی آپس میں اختلاف نہ کرتے اختلاف اس وقت پیدا ہوا کہ جب ہر شخص نے قرآن کو اپنے لہجے پر پڑھنا چاہا اور قرآن میں اپنی تاویل اور تفسیر داخل کرنا چاہی۔ انشاء اللہ مزید وضاحت بعد میں آئے گی ۔

---

(۱) الوافی ج ۲، ۵ ص ۲۷۳۔

Presented by www.ziaraat.com

قرآن کو تنزیل کے مطابق پڑھنے سے ائمہؑ کا روکنا۔

قرآن کا تنزیل کے ساتھ پڑھنا یعنی ان تفسیروں کے ساتھ جو خدا کی طرف سے نازل ہوئی ہیں اگرچہ وہ قرآن نہیں ہیں یہ کام ابتداء میں تو آسان نظر آتا ہے لیکن اس میں متعدد خطرات بھی پائے جاتے ہیں یہ قرائت اگر کی جائے تو ظالم حکمران قاری اور قرائت کی نابودی پر تل جائیں گے اگر قرآن کو اسکی حقیقی تفسیر کے ساتھ پڑھا جائے تو گذشتہ طاغوت اور ظالم و جابر حکمران جو اپنے تمام جرائم اور گمراہیوں کے باوجود لوگوں کے لیئے انسانیت کے اعلیٰ نمونوں کے طور پر پہچانے جاتے ہیں زیرِ سوال آجائیں گے اور چونکہ یہ شخصیات ہمیشہ احترام کی نظروں سے دیکھی جاتی ہیں لہذا ہر ایسی کوشش جو انکی حیثیت کو مخدوش کرتی ہو سختی سے کچل دی جائے گی یہ کوشش اگرچہ کسی مقدس ترین شخص اور مقدس ترین کتاب کی طرف سے بھی ہو تب بھی ان ظالموں کی نظر میں اس شخصیت کو نابود کرنا ضروری ہوجائے گا اور اس کتاب کو پھاڑنا یا جلانا ضروری ہوجائے گا۔ لہذا جب تک اقتدار ان ظالموں کے ہاتھ میں ہے ایسے اسرار پنہان رہنا چاہئیں۔ ان رازوں کا آشکار کرنا بہت زیادہ خطرات رکھتا ہے کیونکہ یہ بزدل لوگ کسی جسارت سے بھی نہیں ہچکچاتے یہی وجہ تھی کہ ائمہؑ نے قرآن کو تاویل کے ساتھ قرائت کرنے سے منع فرمایا۔ "سفیان ابن سمط" امام صادقؑ سے اس طرح نقل کرتا ہے کہ میں نے حضرتؑ سے قرآن کی تنزیل کے بارے میں سوال کیا تو حضرتؑ نے فرمایا "قرآن اسی طرح پڑھو جیسے تم نے اسکی تعلیم حاصل کی ہے"(۱) حضرتؑ کا یہ جواب اس بات پر قرینہ ہے کہ سوال آیات کے ساتھ نازل ہونے والی تفسیر کے بارے میں تھا امامؑ نے بھی مختصر مفید اور محکم جواب دیا۔

---

(۱) الکافی ج ۲، ص ۶۳۱ ۔

Presented by www.ziaraat.com

مصحف فاطمہ سلام اللہ علیہا اور مصحف حضرت عائشہ

بحث کی مناسبت سے یہاں پر ہم دو مطالب کی طرف اشارہ کریں گے ۔

پہلا یہ کہ ، بعض نے شیعوں کو بدنام کرنے کے لئے ان پر ایک اور تہمت لگانے کی کوشش کی ہے وہ یہ کہ شیعہ کا ایک الگ قرآن ہے اور اس کا نام مصحف فاطمہؑ ہے یعنی اس تہمت لگانے والے کی نظر میں شیعوں کا قرآن مسلمانوں کے قرآن کے علاوہ ہے لیکن حقیقت مطلب یہ ہے کہ اس مصحف کے بارے میں متعدد روایات پائی جاتی ہیں اور ان روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مصحف قرآن نہیں ہے اور نہ فاطمہ سلام اللہ علیہا نے اور نہ کسی اور نے ایسا دعویٰ کیا ہے کہ یہ موجودہ قرآن کے مقابلے میں ایک قرآن ہے۔ بلکہ یہ مصحف دوسری کتابوں کی طرح ایک کتاب ہے نہ اس میں حلال کا تذکرہ ہے اور نہ حرام کا تذکرہ بلکہ اس میں حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی وصیت ہے اور آئندہ رونما ہونے والے واقعات کا ذکر ہے۔ [1]

دوسرا یہ کہ ، ام المومنین عائشہ کے مصحف کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ کا قرآن دوسرے مسلمانوں کے قرآن سے اختلاف رکھتا ہے حضرت عائشہ کے مصحف میں کئی اضافے پائے جاتے ہیں مثلاً پہلی صفوں کے نمازیوں پر سلام والی آیت [2] یا بعض آیات میں "صلاۃ العصر" کے لفظ کا اضافہ ہے۔ [3] یا دوسرے اضافے موجود ہیں تو صرف حضرت عائشہ کے مصحف کے بارے میں ہے۔ فی الحال ہم حضرت حفصہ کے قرآن اور جو کچھ اس میں ہے اسکو زیر بحث نہیں لاتے۔

---

(۱) الکافی باب ذکر الصحیفہ ج ۱ ص ۱۸۲، ۱۸۷ ، دراسات فی الکافی والصحیح ص ۲۴۳، ۲۹۸۔

(۲) الاتقان ج ۲ ص ۲۵ ، دراسات فی الکافی والصحیح ص ۲۹۷ ، الدر المنثور ج ۵ ص ۲۲۰ ، اکذوبہ تحریف القرآن ص ۲۵، ۲۶ ، المصاحف ابو داؤد سجستانی ص ۸۵ سے منقول۔

(۳) المصنف ج ۱ ص ۵۷۸۔

Presented by www.ziaraat.com

عاصم کی قرائت وہی حضرت علی ؑ اور پیغمبر ؐ کی قرائت ہے۔

" طحاوی " یحیٰ ابن اکثم سے روایت کرتا ہے کہ اس نے کہا " اگر قرائت مخرج کی صحت کے لحاظ سے ہو تو پھر عاصم سے زیادہ صحیح کوئی قرائت نہیں ہے ، کیونکہ عاصم کہتا ہے میں نے اپنی قرائت ابوعبدالرحمن سے لی ہے اور عبدالرحمن نے بھی اپنی قرائت حضرت علی ؑ سے روایت کی ہے اور حضرت علی ؑ نے قرائت پیغمبر اکرم ؐ سے سیکھی ہے اسی روایت میں آگے چل کر کہتا ہے، ابو جعفر نے کہا اور صحیح کہا ہم نے عاصم کی قرائت حرف بحرف روح ابن فرج سے سیکھی اور روح ابن فرج کہتا ہے، میں نے اپنی قرائت یحیی ابن سلیمان جعفی سے اخذ کی ہے۔

" یحیٰ ابن سلیمان " نقل کرتا ہے کہ حضرت ابوبکر ابن عیاش کہتا ہے کہ میں اپنی قرائت عاصم سے روایت کرتا ہوں اور میں نے عاصم سے کہا تم نے اپنی قرائت کس سے سیکھی ؟ تو عاصم نے کہا : میں نے اپنی قرائت سلمی سے اور سلمی نے اپنی قرائت حضرت علی ؑ سے لی ہے، اور حضرت علی ؑ نے اپنی قرائت خود پیغمبر ؐ سے حاصل کی آخر میں کہتا ہے ، ابراہیم ابن احمد ابن مروان واسطی محمد ابن خالد ابن عبداللہ واسطی سے نقل کرتا ہے، وہ کہتا ہے کہ ، میں نے حفص ابن سلیمان کوفی سے سنا وہ عاصم سے نقل کر رہا تھا کہ عاصم نے کہا ابوعبدالرحمن نے کہا ، میں نے قرآن حضرت علی ؑ کے پاس پڑھا اور یہ کام جاری رکھا اور صرف حضرت علی ؑ ہی کی قرائت پر اکتفا کی اور اس قرائت پر مہارت حاصل کر لی ۔۔۔" اس کے بعد طحاوی اضافہ کرتے ہوئے کہتا ہے، عاصم نے اپنی قرائت ابن مسعود سے اور اس نے پیغمبر ؐ سے حاصل کی تھی ، عاصم نے زید سے ملاقات کی تو دیکھا اسکی قرائت کے ساتھ زید کی قرائت کا ایک لفظ میں اختلاف نہیں تھا پس اگر کوئی کہے کہ عاصم کی قرائت پیغمبر اکرم ؐ سے ہے تو اس نے فضول بات نہیں کی۔ (۱)

---

(۱) ان تمام مطالب کے لیئے رجوع کریں : مشکل الآثار ج۱/ ص ۱۲۳ ، وفیات الاعیان ج۲/ ص ۳۲۰ ، التمہید فی علوم القرآن ج۲/ ص ۲۲۳ ، معرفۃ القراء الکبار ذہبی ج۱/ ص ۵۱ سے منقول ، قرائات القراء المعروفین ص ۱۰۴ ، ۱۰۸۔

Presented by www.ziaraat.com

بہر حال عاصم کی امیر المومنینؑ سے قرائت لینے والی بات مشہور ہے جسے اکثر مورخین نے ذکر کیا ہے۔ (۱) حفص نے بھی عاصم سے ایسی قرائت سیکھی حفص کہتا ہے، عاصم نے مجھے کہا: میں نے جو قرائت تجھے تعلیم دی ہے وہ حضرت علیؑ کی قرائت ہے جسے میں نے ابوعبدالرحمن سلمی سے حاصل کیا اور عاصم کہتا ہے میری قرائت ابوعبدالرحمن کی قرائت کے ساتھ ذرہ برابر اختلاف بھی نہیں رکھتی ہے اور ابوعبدالرحمن بھی اپنی قرائت میں حضرت علیؑ کے ساتھ ذرہ برابر اختلاف نہیں رکھتا تھا۔ (۲)

اسی طرح عبدالجلیل رازی سے "نقض الفضائح" میں منقول ہے کہ کوفہ کے دوسرے قاریوں کی مانند عاصم قرائت میں شیعوں کا پیشوا تھا۔ اسی طرح رازی سے منقول ہے کہ مکہ، مدینہ، کوفہ اور پھر بصرہ کے اکثر قاری شیعیان اھل بیت ہیں اور اس عظیم خاندان کی محبت میں شہرت رکھتے ہیں۔ (۳) یا یہ کہ آج کے تمام مصاحف حفص کی قرائت پر ہیں اور حفص نے اپنی قرائت عاصم سے اس نے عبدالرحمن سلمی سے اور اس نے حضرت علیؑ سے حاصل کی۔ (۴)

اس بارے میں علامہ شیخ محمد ہادی معرفت نے متعدد نصوص و روایات نقل کی ہیں رجوع کریں۔ (۵)

" ابن شہر آشوب " کہتا ہے ، ــــ عاصم نے اپنی قرائت ابو عبدالرحمن سے سیکھی اور ابو عبدالرحمن کہتا ہے میں نے اپنی قرائت پوری کی پوری حضرت علیؑ سے سیکھی ، عاصم کے

---

(۱) التمہید ج/ ۲ ص ۱۹۵، ۲۲۵، ۲۲۶، الکنی و الالقاب ج/ ۱ ص ۱۱۱ تھذیب تاریخ دمشق ج/۷ ص ۲۳، نباہ المقلد الفاطمیۃ ص ۱۰۰، قرآن القراء المعروفین ص ۱۴۴ تا ۱۳۰، والتفسیر فی القرآن السبع ص ۱۹۔

(۲) التمہید ج/ ۲ ص ۱۹۵، ۲۲۵، ۲۲۶۔

(۳) التمہید ج/ ۲ ص ۱۹۵، ۲۲۵، ۲۲۶۔

(۴) التمہید ج/ ۲ ص ۱۶۲، ۱۸۳ ۔

(۵) التمہید ج/ ۲ ص ۲۳۱، التشریع ج/۱ ص ۱۵۵۔

Presented by www.ziaraat.com

بارے میں کہا گیا ہے کہ سب سے فصیح قرائت اسی کی ہے۔ [۱] اسی طرح امام محمد باقرؑ اپنے والد گرامی حضرت امام سجادؑ سے روایت کرتے ہیں کہ اہل مدینہ کی قرآت حضرت علیؑ والی قرائت ہے۔ [۲]

مذکورہ بالا حقائق کے پیش نظر "جاحظ" کے جھوٹ کا پردہ چاک ہوجاتا ہے جو کہتا ہے کہ حافظوں کے باب میں خصوصاً رسول اکرمؐ کے زمانے میں حضرت علیؑ کا نام نہیں لیا گیا ہے۔ اسی طرح حضرت علیؑ کو قرائتوں اور حروف و وجوہ والے افراد سے بھی شمار نہیں کیا جاتا ہے۔ اور حضرت علیؑ کی قرائت اور مصحف کے بارے کچھ نہیں کہا جاتا۔ [۳] جاحظ کے ان بکواسات کا محرک صرف اور صرف حضرت علیؑ کی ذات سے اس کی دشمنی، بغض اور کینہ و حسد ہے۔

---

(۱) المناقب ج/۲ ص ۴۳۔

(۲) قراءات القراء المعروفین ج/۲ ص ۴۸۔

(۳) العثمانیہ ص ۹۹۔

Presented by www.ziaraat.com

تیسرا حصّہ :

قرآن کا رسم الخط اور ....

قرآت قرآن ....

١ـ قرآت اور حروف سبعہ

٢ـ قرآن کا رسم الخط تہمتوں کے قید خانے میں

٣ـ عمدی دست اندازیاں یا سستی و کاہلی کا نتیجہ

٤ـ مزجی تفسیر یا مترادف الفاظ کے ذریعے تفسیر

5ـ اجتہادات و عقائد

Presented by www.ziaraat.com

پہلی فصل

قرآت اور حروف سبعہ (سات حروف)

مختلف اور شاذ قرائتیں:

بعض روایات میں قرآنی آیات کے اختلاف کی طرف اشارہ ہوا ہے۔ جبکہ بعض آیات کے بارے میں کمی، زیادتی یا مختصر تغیر و تبدل کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان روایات میں قرآنی آیات کے اختلاف کا سبب صحابہ کی قرائتوں کو شمار کیا گیا ہے اور دعوی کرتے ہیں کہ قرآن میں یہ قراءت تھیں۔ اور کئی لوگوں نے اس بات کی تائید کی ہے۔ لیکن اگر ان روایات میں غور و فکر کیا جائے تو یقین کا دعوی نہ بھی کریں تو اطمینان بہر کیف حاصل ہوجاتا ہے کہ یہ روایات بے بنیاد اور ناقابل اعتبار ہیں کوئی دلیل بھی ان روایات کی تائید نہیں کرتی۔

Presented by www.ziaraat.com

سات حروف پر قرآن کے نزول کا دعویٰ

اس بحث کی تفصیلات میں جانے سے پہلے ضروری ہے کہ جو حدیث قراءتوں کے اختلاف کی دلیل اور توجیہ کے عنوان سے پیش کی جاتی ہے۔ اس کے باطل ہونے کو ثابت کیا جائے۔ اس حدیث نے قرآن کے الفاظ میں پائے جانے والے اختلاف کو شرعی حیثیت دے رکھی ہے۔ یہ حدیث کہتی ہے۔ "قرآن سات حروف (لہجہ) پر نازل ہوا ہے۔" (۱)

---

(۱) رجوع کریں۔ صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴۔ صحیح بخاری ج ۳ ص ۱۳۹۔ التاج الصحیح ترمذی ج ۵ ص ۱۹۳ – ۱۹۵، مسند احمد حنبل ج ۲ ص ۳۳۲، ۳۴۰، اور ج ۵ ص ۲۸، ۴۱، ۱۲۰، ۱۲۲، ۵۱، ۱۱۲، ۲۲۳، ۳۳۵، ۳۸۵، اور ۳۹۱ نیز ج ۱ ص ۴۴۵، ۴۳۳، ۴۹۹، ۲۲۳، ۴۲۳، ۴۰۵، ۴۲۴، ۳۱۸، ۳۲۱، ۳۵۲، ۴۵۱۔ نیز ج ۲ ص ۳۰۰، ۳۳۰ ج ۴ ص ۱۷۹، ۱۷۰، مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۵۰، ۱۵۳، لباب التاویل ج ۱ ص ۹، ۱۰، جامع البیان ج ۱ ص ۹، ۱۳، ۱۴، ۱۸، ۲۲، ۲۳، ۱۹، ۲۰۰، غرائب القرآن (حاشیہ جامع البیان) ج ۱ ص ۸، ۲۱، التاج الاحکام القرآن ج ۱ ص ۳۲، ۳۳، ۳۸، ۳۹، ذکر اخبار اصفہان ج ۱ ص ۲۲، ۳۳، ۲۵، حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۹۵، مشکل الآثار ج ۳ ص ۱۶۲، ۱۸۱، ۱۸۴، ۱۹۵، ۳۲۱، غریب الحدیث ج ۳ ص ۱۱۱۔ سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۶۷۔ الاتقان ج ۱ ص ۳۷، الموطا ج ۱ ص ۲۰۷، المصنف عبدالرزاق ج ۱۱ ص ۲۱۸، ۲۲۰، التبیان ج ۱ ص ۷، تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۱۲، کشف الاستار ج ۳ ص ۸۹، ۹۰، مناقب آل ابی طالب ج ۲ ص ۴۳، البرہان زرکشی ج ۱ ص ۲۱۱، ۲۲۲، ۲۲۳، الاتقان ج ۱ ص ۴۵، ۵۰ (اکیس صحابہ سے حدیث نقل کی ہے)، خصال شیخ صدوق ج ۲ ص ۳۹۸، وسائل الشیعہ ج ۳ ص ۸۶۴، بحار الانوار ج ۸۹ ص ۵۰ بہ نقل از المناقب اور تفسیر نعمانی۔ مستدرک الوسائل ج ۲ جزء ۳ ص ۲۵۳، تفسیر برہان (مقدمہ) ص ۵، ارشاد الفحول ص ۳۱، مناہل العرفان ج ۱ ص ۱۳۳، ۱۳۷ طبرانی وغیرہ سے نقل کرتے ہوئے، البیان ص ۱۸۷، ۱۹۳، التمہید فی علوم القرآن ج ۲ ص ۹۳، ۹۷، مصابیح الانوار ج ۲ ص ۲۹۴، الامام زید ص ۳۵۳، کنز العمال ج ۲ ص ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۹، ۳۷۵، ۳۸۰ مذکورہ بالا مصادر میں سے بعض سے نقل کرتے ہوئے اور طیالسی، ابن عساکر، بغوی شعب الایمان بیہقی، طبرانی الاوسط ابو نصر سجزی، باوردی ابن جریر ابو نصر مقدسی التاریخ خطیب بغدادی الافراد دارقطنی۔ ابن منیع نسائی سعید ابن منصور ابو یعلی حاکم ابن حبان رویانی عبد ابن حمید حارث ابی عوانہ بیہقی ابن ابی داؤد تاسیس الشیعہ لعلوم الاسلام ص ۳۱۸ اور النشر فی القراءات العشر ج ۱ ص ۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۶، ۲۹، ۳۳، ۳۴، ۳۰۰ سے نقل کرتے ہوئے۔

ابن جزری نے بیس صحابہ کا نام ذکر کیا ہے جنہوں نے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔[1] لیکن ہم درج ذیل دلیلوں کی بنیاد پر اس حدیث کو صحیح نہیں سمجھتے:

۱۔ امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ سے منقول روایت میں ہے کہ انہوں نے قرآن کے سات حروف (لہجوں) پر نزول کو جھوٹ بتلایا ہے اور اس حدیث کو جھوٹا قرار دیا ہے۔ امام محمد باقرؑ سے روایت کے الفاظ یوں ہیں "خدا کے دشمنوں نے جھوٹ کہا ہے قرآن، خدائے واحد کی طرف سے حرف واحد پر نازل ہوا ہے (نزل علی حرف واحد من عند الواحد) اور دوسری روایت میں اضافہ فرمایا "...... لیکن اختلافات راویوں کی طرف سے وجود میں آئے ہیں......"۔

اس طرح کی تعبیروں کے ساتھ متعدد روایات معصومینؑ سے وارد ہوئی ہیں آپ خود روایات کو دیکھنے کے لیئے نیچے دیئے گئے حوالوں کی طرف رجوع کریں۔[2] شیخ طوسی اس بارے میں فرماتے ہیں "اور جان لو کہ جو چیز شیعہ مذہب میں مشہور اور ائمہؑ کی روایت میں وارد ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ قرآن ایک حرف پر، ایک پیغمبرؐ پر

---

(۱) النشر ج ۱ ص ۲۱۔

(۲) کتاب فضل القرآن از اصول کافی باب النوادر ج ۲ ص ۶۳۰ حدیث ۱۲ و ۱۳، التفسیر ج ۲ ص ۱۴۳ و ۲۰۵ بہ نقل از کافی، تفسیر برہان ج ۱ ص ۱۰، بحوث فی تاریخ القرآن و علومہ ص ۲۵، البیان ص ۱۹۳، مصباح الفقیہ کتاب الصلوۃ ص ۲۷۴، فصل الخطاب ص ۲۱۳ (اس میں متعدد روایات ہیں)، الوافی ج ۵ ص ۲۷۴، ۲۷۵، مصباح الانوار ج ۱ ص ۲۹۶، وسائل ج ۴ (حاشیہ) ص ۸۲۲ روایت از کافی، سیاری کی التحریف و التنزیل اور برقی و غیرہ اعتقادات صدوق باب الاعتقاد فی مبلغ القرآن۔

Presented by www.ziaraat.com

نازل ہوا ہے ـــــ"۔[1] اسی طرح " سلیمان ابن صرد " سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے پیغمبر ؐ سے نقل کیا ہے کہ پیغمبر اکرم ؐ نے فرمایا " جبرائیل امینؑ میرے پاس آئے اور کہا " قرآن کو ایک حرف پر پڑھیے۔[2]

سات معنوی حروف:

ممکن ہے کہ اس جملے " خدا کے دشمنوں نے جھوٹ بولا سے مراد یہ ہو کہ انھوں نے اپنی پلید اغراض کو پانے اور مذموم مقاصد کی تکمیل کے لیے حدیث کے معنی میں تحریف کی ہے یعنی یہ کہ وہ اپنی من پسند حدیث و تفسیر کی توجیہوں کے ساتھ قرآن کو اپنی خواہشات کے پورا کرنے کا ذریعہ بنا سکیں لہذا امام ؑ نے انھیں جھوٹا شمار کیا۔ یہ احتمال اس لحاظ سے ہے کہ اس حدیث کے صحیح معنی جیسا کہ روایت میں بھی آیا ہے۔ یہ ہیں کہ قرآن کریم سات محور اور بنیادوں پر نازل ہوا ہے یعنی قرآن کی تمام آیات کو سات حصوں پر تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ دستورات، نواہی، تشویقات و ترغیبات برانگیختہ کرنا، ڈرانا، جدل، قصّے اور ضرب المثل البتہ ان روایات میں ان سات حصوں کے بیان میں ایک دوسرے کے ساتھ مختصر اختلاف پایا جاتا ہے اس تقسیم سے آگاہی کے لیئے ذیل میں دیے گئے

---

(1) التبیان ج1، ص 7۔

(2) کنز العمال ج2، ص 53 ابن منیع سے نقل کیا ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

حوالوں کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے۔[1]

البتہ بعض شیعہ روایات سے یہ بھی استفادہ ہوتا ہے کہ " احرف سبعہ " (سات حروف) سے مراد قرآن کے بطون اور تاویلیں ہیں امام ابو جعفرؑ (امام محمد باقرؑ) سے روایت ہے کہ فرمایا حق قرآن کی تفسیر سات حرفوں پر ہے " از جملہ علم ما کان اور علم ما یکون (گذشتہ و آئندہ کا علم) ہے اور ان وجوہات کو صرف ائمہ جانتے ہیں۔"[2] اسی طرح وہ روایت جو کہ حماد سے اس بارے میں نقل کی گئی ہے حماد کہتا ہے میں نے امام صادقؑ کی خدمت میں عرض کیا آپ سے نقل کی جانے والی احادیث مختلف ہیں؟ حضرت نے فرمایا قرآن سات حروف پر نازل ہوا ہے اور امامؑ کی کم از کم قدرت یہ ہے کہ وہ سات وجہوں پر فتویٰ دے سکتا ہے۔[3]

---

(۱) بحار الانوار ج ۹۲ ص ۹۶، ۹۷ · اور ج ۹۰ ص ۴ · غریب الحدیث ج۳ ص ۱۶۰ · الجامع لاحکام القرآن قرطبی ج ۱ ص ۴۹ · جامع البیان (تفسیر طبری) ج ۱ ص ۲۳، ۲۴ · تفسیر ابن کثیر فاتحہ جزء ۲ ص ۱۵، ۲۰، ۲۲، ۲۴ طحاوی، باقلانی اور ابن جریر سے نقل کرتے ہوئے · کنز العمال ج ۱ ص ۵۴۱، ۵۵۲ ج ۲ ص ۴۳ ابن جریر حاکم، طبرانی، ابن حزم الاعلام ابونصر سجزی سے نقل کرتے ہوئے · البرہان زرکشی ج ۱ ص ۲۲۴ · البصائر والذخائر ج ۱ ص ۱۴۰ · النشر ج ۱ ص ۲۵ · الاتقان ج ۱ ص ۴۸ · مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۵۳ طبرانی سے نقل کرتے ہوئے · التبیان ج ۱ ص ۷ · البیان خوئی ص ۲۰۰ · مصباح الفقیہ کتاب الصلوۃ ص ۲۷۵ · التمہید ج ۲ ص ۹۴ رسالہ نعمانی فی صنوف آی القرآن سے نقل کرتے ہوئے · مصابیح الانوار ج ۲ ص ۲۹۶ · فتح الباری ج ۹ ص ۲۶ · مشکل الآثار ج ۴ ص ۱۸۴، ۱۸۵ · مسند زید ابن علی ص ۳۸۵ · القرآن الرحمان ص ۳۰، ۳۱ ابن انباری ابن منذر وغیرہ سے نقل کرتے ہوئے۔

(۲) بصائر الدرجات ص ۱۹۶ · وسائل الشیعہ ج ۱۸ ص ۱۳۵ · کنز العمال ج ۲ ص ۹، ۱۰ پر نقل از سجزی در ابانہ جو کہ حضرت علیؑ سے نقل کرتا ہے کہ قرآن دس حروف پر نازل ہوا ہے۔ خوشخبری دینے والا ڈرانے والا۔ ناسخ، منسوخ، مثل محکم، متشابہ، حلال اور حرام۔

(۳) خصال ج ۱ ص ۳۵۸ · تفسیر عیاشی ج ۱ ص ۱۲، ۱۳ · اس کے حاشیہ میں بحار سے ج ۱۹ ص ۲۴، ۳۰ · برہان ج ۱ ص ۲۱، ۲۲ · مصابیح الانوار ج ۲ ص ۲۹۶ · مصباح الفقیہ کتاب الصلوۃ ص ۲۷۵۔

Presented by www.ziaraat.com

۲ ـ قرآن کے سات حروف پہ نازل ہونے کے بارے میں روایات مختلف ہیں بعض میں ہے کہ قرآن سات حروف پہ نازل ہوا ہے جیسا کہ اوپر ذکر ہوا بعض روایات میں ہے کہ قرآن پانچ حروف پہ نازل ہوا ہے۔[۱] اور بعض میں چار حروف کا تذکرہ ہوا ہے۔[۲] جبکہ بعض دوسری روایت میں قرآن کے تین حروف پہ نازل ہونے کا ذکر ہے۔[۳]

اور بعض دوسری روایات قرآن کے نزول کو دس حروف پہ سمجھتی ہیں۔[۴] ان میں سے کون سی تعداد صحیح ہے اور کن روایات کو ترجیح دی جائے؟

۳ ـ جیسا کہ کہا جاتا ہے جب حضرت عثمان نے لوگوں کو ایک قرائت پہ مجبور کیا تو اس نے عملی طور پہ اس جیسی احادیث اور پیغمبر اکرمؐ کے اس فرمان کہ "قرآن کی قرائت متعدد ہیں سات، پانچ و غیرہ" کے خلاف قیام کیا۔ کسی نے حضرت عثمان پہ اعتراض نہ کیا جبکہ موقع تھا کہ بڑے صحابہ[۵] جن کے سرکردہ حضرت علیؑ تھے اس پہ اعتراض کرتے اور اگر یہ حدیثیں صحیح ہوتیں تو انہیں حضرت عثمان کے خلاف دلیل کے طور پہ لاتے۔ لیکن نہ صرف یہ کہ حضرت علیؑ نے کوئی اعتراض نہ

---

(۱) جامع البیان طبری ج ۱ ص ۲۳، البیان ص ۲۰۱ جامع البیان سے نقل کرتے ہوئے۔

(۲) البیان ص ۲۱، کنزالعمال ج ۲ ص ۳۳ طبری ابو نصر سجزی ابن منذر اور کتاب الوقف میں ابن انباری سے نقل کرتے ہوئے۔

(۳) مستدرک ج ۲ ص ۲۲۳، البیان زرکشی ج ۱ ص ۲۲، مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۵۲، ۱۵۴، طبرانی و البزاز سے نقل کرتے ہوئے کشف الاستار ج ۳ ص ۹۰، ۹۱، کنزالعمال ج ۲ ص ۳۴ ابن جریر، احمد اور حاکم سے نقل کرتے ہوئے، میزان الاعتدال ج ۱ ص ۵۴۴ اور مشکل الآثار ج ۴ ص ۱۹۵۔

(۴) کنزالعمال ج ۲ ص ۹، ۱۰ سجزی سے الابانہ میں کہ جو حضرت علیؑ سے نقل کرتا ہے۔

(۵) سوائے اس روایت کے جو اعتراض کی نسبت عبداللہ ابن مسعود کی طرف دیتی ہے اور یہ روایت بھی شاذ ہے اور پہلے یہ مذکور ہو چکی ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

کیا اور حضرت عثمان کے مقابلے میں کھڑے نہ ہوئے بلکہ وہ تنہا شخصیت تھے جنہوں نے حضرت عثمان کے اس کام کی تائید بھی فرمائی اور اس کام میں اس کی مدد فرمائی اس مطلب پر نصوص آئندہ فصل میں ذکر کریں گے۔

۴۔ یہاں یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ کیوں یہ حروف پانچ، سات یا دس کی تعداد میں محدود ہوں زیادہ کیوں نہیں ؟ یا اس سے کمتر کیوں نہیں ؟ اگر لہجوں کی یہ تعداد عربی قبیلوں کے لیے آسانی پیدا کرنے کی خاطر ہے جیسا کہ دعوی یہی کیا گیا ہے تو قبیلے سات سے کہیں زیادہ تھے اسی طرح انکے لہجے بھی بہت زیادہ مختلف تھے یہاں تک کہ عرب قبیلوں کی تعداد میں اختلاف واقع ہوا ہے۔ [۱] بہر کیف یہ توجیہ اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مارنے کے علاوہ کچھ نہیں۔

۵۔ اگر سات حروف سے مراد امت پر آسانی پیدا کرنا ہے جیسا کہ قرآن کے سات حروف پر نازل ہونے کے بارے میں آنے والی بعض روایات میں اس کی تصریح موجود ہے۔ [۲] تو یہ آسانی عرب کے ساتھ ہی کیوں مخصوص ہے امت رسولؐ کے دوسرے افراد کو کیوں شامل نہیں۔ خدا سے اپنی امت پر بوجھ کم کرنے کی دعا کی۔ اور صحیح روایت میں ہے کہ اپنی امت سے مشقت کم کرنے کی دعا کی۔ [۳] اور خود ان لوگوں کے قبول امت پر آسانی کا مطلب ان پر بوجھ کم کرنے ہے تاکہ اس طرح سے اس امت کو خاص عزت و شرف اور خدا کی خاص رحمت حاصل ہوسکے۔ [۴]

---

(۱) النشر ج ۱ ص ۲۳۔

(۲) النشر ج ۱ ص ۲۲. فتح الباری ج ۹ ص ۲۳، اور اس کتاب کے ص ۲۷ پر ابن حمید سے منقول ہے۔

(۳) النشر فی القراءات العشر ج ۱ ص ۲۲، ۲۶، ۵۲۔

(۴) النشر فی القراءات ج ۱ ص ۲۲، ۲۵، ۲۶۔

Presented by www.ziaraat.com

بہر حال اگر امت پر آسانی کرنا مقصود ہے تو کیا خود یہ حضرات قبول کر سکتے ہیں کہ کوئی کہے جیسا کہ عبدالمنعم النمر کا عقیدہ بھی ہے کہ عجم قرآن کو اپنے لہجے کے ساتھ قرائت کر سکتے ہیں مثلاً "حا" کی جگہ "ھاء" "عین" کی بجائے "ھمزہ" اور "ذال، ضاد، ظاء" کو "زاء" پڑھیں یا "ثاء" کو "سین" پڑھیں۔[1] یا اس طرح کلام آسان کر دیں کہ طحاوی کی کلام کو اپنے لیئے نصب العین بناتے ہوئے قائل ہوجائیں "کہ خداوند عالم نے عرب پر اتنی آسانی کردی کہ وہ صرف قرآن کے معانی کی تلاوت کریں اگرچہ الفاظ جن کے ذریعے وہ تلاوت کررہے ہیں ان الفاظ کے مخالف ہوں جو پیغمبرؐ نے فرمائے ہوں۔"؟[2]

۴۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ پیغمبرؐ کے زمانے میں عرب کے لیئے ایک حرف پر تلاوت دشوار تھی لیکن اس کے تھوڑے عرصے کے بعد یعنی حضرت عثمان کے دور میں بلکہ حضرت ابوبکر کے دور میں ہی لوگ ایک قرائت کو قبول کرکے اور مختلف لہجوں کو ترک کردیں؟ اگر کتابت کے امکان نے ایک لہجہ و قرائت کا موقع فراہم کردیا تھا جیسا کہ طحاوی اور طبری دعوی کرتے ہیں اور بعد میں ہم انکے نظریئے کو بیان کریں گے، تو یہی امکان پیغمبر اکرمؐ کے زمانے میں بھی تھا اس مختصر عرصے میں کوئی بڑا واقعہ بھی رونما نہیں ہوا اور نہ ہی کتابت وغیرہ کے انداز میں کوئی اہم تبدیلی واقع ہوئی تھی۔

بے فائدہ توجیہیں

بعض نے اس روایت کی توجیہ یوں کرنے کی سعی لا حاصل کی ہے کہ یہ سات کا عدد مبالغے اور کثرت کے بیان کی خاطر ہے۔[3] ہماری نظر میں یہ توجیہہ کئی جہات سے غلط ہے۔

---

(۱) علوم القرآن الکریم ص ۱۵۱۔

(۲) مشکل الآثار ج/۴ ص ۱۸۹۔

(۳) التشریح ج/۱ ص ۲۵-۲۶۔

Presented by www.ziaraat.com

۱۔ چونکہ بہت سی دوسری روایات تعداد کو سات کے علاوہ میں ، چار یا پانچ بھی بیان کرتی ہیں۔

۲۔ خود اسی " سات حروف " والی روایت میں تصریح موجود ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے کئی دفعہ جبرائیل سے رجوع کیا اور ہر مرتبہ جبرائیل نے ایک حرف کا اضافہ کیا ـــــ یہاں تک کہ پیغمبرؐ کے رجوع کی تعداد سات تک پہنچ گئی اور حروف بھی سات ہوگئے ، اس روایت کا ظہور سات کے عدد میں ہے نہ کہ مبالغہ میں۔

۳۔ " حضرت ابوبکر " پیغمبر اکرمؐ سے روایت کرتے ہیں کہ " ـــــ میں نے میکائیل کی طرف دیکھا اور وہ چپ رہا تو میں نے سمجھ لیا کہ حروف اور لہجوں کی تعداد ختم ہوچکی ہے" جزری اس روایت کی تشریح میں کہتاہے کہ یہ روایت مفہوم عدد کے حقیقی ارادہ پر دلالت کرتی ہے لھذا مذکورہ عدد روایت میں حدّ بندی کے لیے استعمال ہوا ہے۔ (۱)

۴۔ اگر "سات حرف" سے مراد قبیلوں کے لہجے ہوں۔ (۲) تو پیغمبر اکرمؐ نے اس روایت کو کیونکر عمر ابن خطاب اور ہشام بن حکیم ابن حزام کے خلاف استعمال کیا؟ یہ واقعہ صحیحین میں اس طرح سے منقول ہے کہ حضرت عمر ابن خطاب اورہشام ابن حکیم کے درمیان قرآن کی قرائت کے سلسلہ میں اختلاف ہوا تو پیغمبر اکرمؐ نے فیصلہ صادر فرمایا اور یوں استدلال فرمایا کہ قرآن سات حروف پہ نازل ہوا ہے، اس طرح سے دونوں کی قرائتوں کو صحیح قرار دیا۔ (۳) سوال یہ ہے کہ کیا حضرت عمر کا

---

(۱) النشر ج/ ۱ ص ۲۶۔

(۲) رجوع کریں ۔ فتح الباری ج/ ۹ ، ص ۲۳ ، ۲۴ ، ۲۵ ، اور اس روایت کو ابن قتیبہ تاویل مشکل القرآن میں نقل کرتاہے۔

(۳) صحیح بخاری ج/ ۲ ص ۴۰ ، مشکل الآثار ج/ ۴ ص ۱۸۷ ، ۱۸۸ ، النشر ج/ ۱ ص ۲۲۔

Presented by www.ziaraat.com

ہشام کے ساتھ لہجے میں اس قدر شدید اختلاف تھا کہ ان کے لیئے ایک دوسرے کے لہجے پر قرآن پڑھنا ممکن نہیں تھا یا دشوار تھا؟ کیا وہ دونوں قریش سے نہیں تھے۔ طحاوی و غیرہ کی تصریح کے مطابق وہ دونوں قریش سے تھے۔[1] اور کیا خود یہ واقعہ "سات حروف پر قرآن کے نزول" والی ان روایات کے ساتھ متصادم نہیں جو یہاں تک اجازت دیتی ہیں کہ "ھلم" کے بجائے "تعال" اور "اقبل" بھی پڑھا جاسکتا ہے اور اس واقعہ کی یہ توجیہ کہ حضرت عمر نے سورہ فرقان کو الفاظ کی تبدیلی سے پہلے سنا اور ہشام نے بعد میں ـــ یہ توجیہ بھی مشکل کو حل نہیں کرتی کیونکہ یہ بات معنی نہیں رکھتی کہ پیغمبر اکرم ؐ نے ہشام کو قریش کے لہجے کے علاوہ کسی اور لہجے پر تعلیم دی تھی، حالانکہ پیغمبرؐ خود قریش میں سے تھے اور سب قریشیوں کو پہچانتے تھے اور ان کے لہجے سے بھی بخوبی آگاہ تھے۔ اس کے علاوہ اس واقعہ کے معنی یہ ہیں کہ سات مسلسل نزولوں میں قرآن میں تدریجاً پے در پے تبدیلیاں پیدا ہوئی ہوں اور ہر نزول سابقہ نزول کے ساتھ لہجہ اور لغت میں اختلاف رکھتا ہو، جبکہ اس مطلب کے سامنے سر تسلیم خم کرنے اور اسے قبول کرنے پر ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں ہے، اور نہ اس استدلال پر کسی قسم کا کوئی شاہد پایا جاتا ہے۔

طحاوی کی توجیہ بھی ہماری نظر میں بے فائدہ ہے۔ طحاوی کا دعویٰ یہ ہے کہ قرآن پیغمبر اکرم ؐ پر ایک لہجہ اور لغت کے ساتھ نازل ہوا لیکن پیغمبرؐ نے ضرورت کے پیش نظر لوگوں کے لیے آسانی پیدا کی اور انھیں سات لہجوں پر قرآن پڑھنے کی اجازت دی۔[2] اس توجیہ کا مطلب یہ ہے کہ وہ حقیقت واحد جو پیغمبرؐ پر نازل ہوئی تھی اسے پیغمبر اکرم ؐ نے اس طرح لوگوں کے سامنے پیش کیا کہ ان کے اوپر معاملہ مشتبہ ہوگیا اور حقیقت شکوک و

---

(۱) مشکل الآثار ج/ ۴ ص ۱۸۷، المنظر ج/ ا ص ۲۳۔

(۲) مشکل الآثار ج/ ۴ ص ۱۹۰۔

Presented by www.ziaraat.com

شبہات کے پردوں میں چھپ گئی، حتی کہ حضرت عمر اور ہشام والا واقعہ جو کہ اوپر بیان ہو چکا ہے اسکی تکذیب کرتا ہے۔

رہی یہ توجیہ کہ پیغمبرؐ کسی غیر قریشی کو قرآن کی تعلیم دے رہے تھے تو ہشام نے اسے سن لیا اور اس قرآن کو حفظ کرلیا یہ بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ ہشام جو کہ لہجوں کے اختلاف سے واقف تھا اسے چاہیئے تھا کہ قرآن کو اپنے لہجے پر لوٹا لیتا بالخصوص اگر اسکے لیئے دوسرے لہجہ پر پڑھنا ممکن نہ ہوتا یا مشکل ہوتا جیسا کہ یہی دعوی کیا گیا ہے، اس کے علاوہ روایات میں جو موارد جیسے، هلم، تعال اور اقبل وغیرہ بیان کیئے گئے ہیں اس احتمال سے میل نہیں کھاتے اور اسے رد کرتے ہیں، اس حد تک کہ وہ روایات لہجوں میں اختلاف کی اجازت دیتی ہیں (اگر روایات صحیح ہوں) کہ کلمات نہ بدلیں اور کسی کے لیئے کلمات کی ادائیگی عسر و حرج کی موجب نہ ہو اگرچہ کلمات کے معانی کو نہ پاسکے، بالآخر یہ سب صرف احتمال کی حد تک ہیں جن پر کوئی دلیل و مؤید موجود نہیں ہے۔

چھ حرف (لہجہ) کا نسخ:

ہم اس فصل کے آخر میں طحاوی، طبری، جزری اور قطان کے چھ لہجہ کے نسخ کے بارے میں دعوی کی طرف اشارہ کرتے ہیں ان کا دعوی یہ ہے کہ کیونکہ حضرت عثمان (جو کہ ان کے بقول گمراہی سے معصوم ہے) کے ذریعے امت ایک حرف پر جمع ہوگئی لھذا بقیہ لہجے خود بخود نابود ہوگئے یعنی عذر کے دور ہونے، قرآن کی قرائت و کتابت لکھنے اور حفظ کرنے کے امکانات بہتر ہونے کی وجہ سے حضرت عثمان کے ذریعہ سے صرف ایک قرائت باقی رکھی گئی، اور بقیہ لہجے ختم کردیئے گئے اور منسوخ ہوگئے اور لوگوں نے بھی اس بارے میں اپنے امام کی پیروی کی اور اسکے مشفقانہ نظریئے پر عمل کیا جو کہ پوری امت کے لیئے سودمند تھا۔ حضرت عثمان نے اس طریقہ سے فتنہ کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا اور قرآن

Presented by www.ziaraat.com

کو کمی و بیشی جیسے ممکنہ رخنوں سے بچا لیا۔(۱)

یہ دعویٰ بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ خدا کی شریعت کو صرف خود پیغمبرؐ نسخ کر سکتے ہیں، کیا یہ ممکن ہے کہ حضرت عثمان تو اس حقیقت کو سمجھ سکتا ہے کہ سات لہجے فتنہ و فساد اور قرآن میں کمی یا بیشی کے موجب بن سکتے ہیں لیکن اس حقیقت کو نہ خدا سمجھ سکے اور نہ ہی رسول گرامیؐ یہ کیسے ممکن ہے کہ خدا اور رسولؐ ایسی چیز کو تشریع کریں کہ جو اختلاف و فتنہ کی موجب ہو "تعالیٰ عن ذالک علوا کبیراً" خدا اور اس کا رسول ایسی نامناسب باتوں سے پاک و منزہ ہیں۔

یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جو الفاظ اور حروف خدا کی طرف سے نازل ہوئے ہوں، صحابہ ان کے ضائع کرنے پر موافقت کرلیں اور کیا ایسی صلاحیت ان میں تھی؛ حالانکہ یہ لہجہ نسخ نہیں ہوا تھا۔

البتہ صحابہ کا حضرت عثمان کے کام کی موافقت کرنا اور اس پر خاموش رہنا اور حضرت علیؑ کا اس کام کی حمایت کرنا جو کہ حضرت عثمان نے لوگوں کو ایک مصحف پر جمع کیا۔ اگر کسی بات پر دلالت کرتا ہے تو وہ یہ کہ دوسری قرائتیں صحیح نہیں تھیں اور قرآن کو مختلف قراآت کے ساتھ پڑھنا جائز نہیں ہے، بلکہ یہ دلالت کرتا ہے کہ قرآن کا سات لہجوں پر نازل ہونا غلط ہے اور کم از کم اس حدیث کا صحابہ کی نظر میں غیر معتبر اور غلط ہونا ثابت ہے۔

---

(۱) بمبیح قرآن آبیاری ص ۲۳۳، مباحث فی علوم القرآن قطان ص ۱۴۱، ۲۴۲ اور ۱۹۳ طبری سے نقل کرتے ہوئے ج/۱ ص ۷۵، مناھل العرفان ج/۱ ص ۲۵۲ امت کی عصمت کے دعوی اور یہ کہ پیغمبرؐ کے بعد امت کا اجماع نبوت کی حد تک ہے کے لیئے رجوع کریں۔ المنتظم ابن جوزی ج/۵ ص ۲۱۰، الامام ج/۷ ص ۱۴۷، الاحکام فی اصول الاحکام آمدی ج/۱ ص ۲۰۳، ۲۰۵، بحوث مع اهل السنه والسلفیه ص ۲۷ بزرگ حنبلی عالم ابو الوفاء ابن عقیل سے نقل کرتے ہوئے اسی طرح ہر زمانے میں اجماع کی حجیت کے لیئے رجوع کریں۔ الاحکام آمدی ج/۱ ص ۲۰۸، تھذیب الاسماء ج/۱ ص ۱۳۴ النشر فی القراآت العشر ج/۱ ص ۷، ۲۱۰، ۲۷ اور اهل سنت کی وہ اصول فقہ کی کتب جو اجماع کی حجیت سے بحث کرتی ہیں۔

اسی طرح قرائتوں کے اختلاف کے اسباب اور آیات میں تغیر و تبدل کی علتوں کا بیان اس حدیث " قرآن کا سات حروف پہ نازل ہونا " کو مورد سوال ٹھہراتا ہے جیساکہ اس بارے میں شیعہ کتابوں میں وارد ہونے والی روایات کو بھی قبول نہیں کیا جاسکتا، سابقہ جوابات کے علاوہ کافی ہے کہ یہاں پہ درج ذیل واقعہ کی طرف اشارہ کردیا جائے۔

ایک شخص امام صادق ؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے قرآن کی کچھ آیات عام طریقے سے ہٹ کر پڑھیں تو امام ؑ نے اس سے فرمایا خاموش ہوجاؤ اس جیسی قرائت پہ مت پڑھو بلکہ جیسے دوسرے تلاوت کرتے ہیں اس طرح پڑھو۔ [1] البتہ اس بارے میں اور روایات بھی موجود ہیں کہ جنہیں بعد میں پیش کیا جائے گا ہم انشاء اللہ احادیث کی کتابوں میں موجود بہت سی روایات پہ اعتماد کرتے ہوئے قرائت میں پائے جانے والے اختلافات پہ موجود اسباب و عوامل کو ذکر کریں گے اور یہ کام آنے والی فصلوں میں انجام پائے گا۔

---

(۱) رجوع کریں۔ کافی ج۲/ ص ۶۳۳، بصائر الدرجات صفحہ ۱۹۳، المحجۃ البیضاء ج۲/ ص ۲۶۳، الوافی ج۵/ ص ۲۷۳، مصباح الفقیہ کتاب الصلاۃ ص ۲۷۵، التمھید ج۱/ ص ۲۹۸، وسائل ج۴/ ص ۸۲۱۔

Presented by www.ziaraat.com

دوسری فصل

قرآن کا رسم الخط تہمت کے قید خانے میں

نقطہ آغاز:

سابقہ فصل میں قرآت کے رسم الخط بلکہ قرآنی آیات کے سننے کی وجہ سے جو اختلافات وجود میں آئے ہیں ان کی طرف مختصر اشارہ کیا گیا اور اس بارے میں صحابہ سے بعض روایات بھی پیش کی گئیں، اس فصل میں ہم تفصیل کے ساتھ اس مسئلہ پر روشنی ڈالیں گے، اور درج ذیل محوروں پر بحث کریں گے۔

الف۔ آیات میں اعراب (زبر، زیر، پیش اور سکون) کا نہ ہونا۔

ب۔ قرآن کے حروف پر نقطے نہ ہونا۔

ج۔ قرآنی رسم الخط کی خصوصیات۔

د۔ لکھنے والوں کے اشتباہات اور غلطیاں۔

ھ۔ قرآنی آیات میں شخصی اجتہادات جہاں تک قرآن کا رسم الخط اجازت دیتا ہے۔

و۔ قرائت میں کوتاہی۔

ز۔ قوت سامعہ کی خطاء اور نادرست سننا۔

ح۔ لہجوں کا اختلاف۔

Presented by www.ziaraat.com

پڑھنے میں غلطی:

جس رسم الخط کے مطابق قرآن لکھ کر بڑے بڑے اسلامی شہروں میں بھیجا گیا یہی زیادہ تر اختلافات کا موجب بنا، کیونکہ اس رسم الخط کو مختلف طریقوں سے پڑھا جا سکتا تھا، اور وہ تمام لوگ جو اس رسم الخط کو پڑھتے تھے، انہوں نے خود پیغمبر اکرمؐ سے قرآن کو سنا نہیں تھا تاکہ قرآن کو اس طرح سے پڑھیں جیسے انہوں نے پیغمبرؐ کو پڑھتے سنا ہو۔ ایسے لوگوں کی تعداد بہت کم تھی جنہوں نے خود پیغمبر اکرمؐ سے قرآن کا سماع کیا تھا اور وہ بھی قرآن کے کچھ حصے۔ لہذا وہ لکھی ہوئی آیات کو اپنی سوجھ بوجھ کے مطابق پڑھتے تھے۔ ابو احمد عسکری اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"لوگوں نے چالیس سال سے زیادہ مدت تک مصحف حضرت عثمان کو پڑھا اور یہ سلسلہ عبدالملک ابن مروان کے زمانے تک جاری رہا جب یہ غلط پڑھنا پورے عراق کو اپنی لپیٹ میں لے چکا تھا تو حجاج کو اس سے خطرہ محسوس ہوا ــــ" اس کے بعد ابو احمد عسکری شبہ کے موارد والے حروف پر نصر ابن عاصم کی طرف سے علامتیں لگانے کا ذکر کرتے ہیں۔(۱)

غلط پڑھنے اور اختلاف کا ابتدائی زمانے تک پھیلے ہوئے ہونا

یہ بات کہنے کی ہے کہ غلط پڑھنا خود حضرت عثمان کے زمانے میں بھی عام ہو چکا تھا یہاں تک کا سبب حضرت عثمان کے مصاحف لکھ کر اسلامی شہروں میں بھیجے جانے والے اقدام کو شمار کیا جاتا ہے۔(۲)

---

(۱) التمہید ج ۱ ص ۳۰۹، کتاب التصحیف ص ۱۳، زندگی حجاج از کتاب وفیات الاعیان ج ۲ ص ۳۲ سے منقول القراآت القرآنیہ ص ۱۱۸، الحیاۃ العقلیہ فی الاسلام ص ۲۵ سے منقول بقول عسکری ص ۱۳۔

(۲) کنز العمال ج ۲ ص ۳۷۵ ابن ابی داؤد، ابن انباری اور المحقق میں خطیب سے منقول، الاتقان ج ۱ ص ۵۹ ابن اشتہ، المیزان ج ۱۲ ص ۱۲۲ سے منقول، مباحث فی علوم القرآن ص ۱۴۰ طبری بہ تحقیق محمد شاکر و احمد شاکر ج ۱ ص ۲۱، ۶۲ سے منقول۔

Presented by www.ziaraat.com

ی دوسری بات یہ ہے کہ جب قرائتوں میں اختلاف کی خبر حضرت عثمان تک پہنچی تو اس نے کہا تم لوگ میرے سامنے قرآن پر جھوٹ باندھتے ہو اور اس کے پڑھنے میں غلطیاں کرتے ہو ؟ پس جو لوگ مجھ سے دور ہیں تو ان کے لیئے جھوٹ باندھنا اور قرآن کو غلط پڑھنا بہت آسان ہوگا۔ [1]

ایک روایت کے مطابق حضرت عثمان کو خبر دی گئی کہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ فلاں خاندان کا قرآن ہے یہ فلاں آل کا قرآن ہے تو عثمان نے ایک مصحف بنانے کی ٹھان لی۔ [2] جس دور میں ولید ابن عقبہ کوفہ پر حاکم تھا یزید نخعی نقل کرتا ہے کہ میں مسجد کوفہ میں تھا جب ایک منادی نے آواز دی کہ جو بھی ابوموسی کی قرائت پر ہے وہ "باب کندہ" والے گوشے میں چلا جائے اور جو بھی ابن مسعود کی قرائت پر ہے وہ "دار عبداللہ" والے گوشے میں چلا جائے یا سورہ بقرہ کی ایک آیت میں اختلاف قرائت پیش آیا ایک شخص " و اتموا الحج والعمرۃ للبَیْتِ " پڑھ رہا تھا اور دوسرا " واتموا الحج والعمرۃ للہ " [3] پڑھ رہا تھا حذیفہ جو کہ وہاں حاضر تھے غصے میں آگئے اور اس بارے میں عبداللہ ابن مسعود سے بات کی اور اس کے بعد حضرت عثمان سے اس مسئلہ کا حل چاہا۔ [4]

عثمان کا لوگوں کو ایک قرائت پر اکٹھے کرنا۔

متعدد حوالوں سے یہ بات ثابت [5] ہے کہ حضرت عثمان کے زمانے میں اس حد تک قرائت کا اختلاف رواج پا چکا تھا کہ حذیفہ کے لیئے پریشانی کا باعث بنا اور حذیفہ نے حضرت عثمان کو

---

(۱) الاتقان ج/۱ ص ۵۹ ۔ مشکل الآثار ج/۴ ص ۱۹۳ ۔ التمہید ج/۱ ص ۲۷۵ ۔ القرآن والمصاحف ص ۲۱ سے منقول۔

(۲) تاریخ یعقوبی ج/۲ ص ۱۷۰ ۔ تفسیر میزان ج/۱۲ ص ۱۲۲۔

(۳) سورہ بقرہ / ۱۹۵۔

(۴) التمہید ج/۱ ص ۲۷۸ المصاحف ص ۱۱ - ۱۴ اور فتح الباری ج/۹ ص ۱۵ سے منقول۔

(۵) فتح الباری ج/۹ ص ۱۵ - ۲۰ ۔ صحیح بخاری ج/۳ ص ۲۲۵ ۔ جامع البیان ج/۱ ص ۲۱ - ۲۲ ۔ الاتقان ج/۱ ص ۵۹ ۔ الکامل فی التاریخ ج/۳ ص ۵۵۔

Presented by www.ziaraat.com

اس مشکل کے حل کرنے کی طرف متوجہ کیا۔ حضرت عثمان بھی اس مسئلہ کے حل کے لیئے آمادہ ہوگئے۔ حذیفہ کا یہ عمل وخشت اور حضرت عثمان کا اسکی پیشکش کو قبول کرنا اس وجہ سے تھا کہ پیغمبرؐ کے اس عظیم سرمائے کو بہت بڑا نقصان پہنچنے کا اندیشہ تھا جس کی وجہ سے قرآن جیسا اسلام کا جاودان معجزہ خطرے سے دوچار ہوسکتا تھا۔

حضرت علیؑ کا حضرت عثمان کے اس کام کی تائید کرنا ۔

ایک روایت امیر المومنینؑ سے نقل ہوئی ہے جس کے مطابق آپؑ حضرت عثمان کے توحید مصاحف و قرائت والے عمل کی تائید فرماتے ہیں روایت کے مطابق حضرت علیؑ نے فرمایا اگر حکومت میرے ہاتھ میں ہوتی تو یقیناً میں بھی یہی کام کرتا جو حضرت عثمان نے کیا۔ [1] یا اسی مضمون کے قریب قریب یہاں تک کہ جب حضرت علیؑ خلافت ہاتھ میں لیتے ہیں تو اس وقت بھی انہوں نے وہ قرآن ظاہر نہ فرمایا جو انہوں نے اپنے ہاتھوں سے لکھا تھا اگرچہ حضرتؑ کا لکھا ہوا قرآن ترتیب، تاویل، تنزیل اور ناسخ و منسوخ جیسے مسائل پر مشتمل ہونے کی وجہ سے موجودہ قرآن سے اختلاف رکھتا تھا۔ امامؑ نے یہ کام اس لیے کیا تاکہ لوگوں کو ایک قرائت پر جمع کرنے کے سلسلہ میں حضرت عثمان کے کام کی تائید کریں تاکہ قرآن کو موقع پرست افراد کی دست اندازیوں سے ہمیشہ کے لیئے بچایا جاسکے جو کہ قرآن کو اپنے سیاسی مقاصد اور نفسانی خواہشوں کی خاطر بدلنے کے لیئے ہر لحظہ آمادہ تھے۔

---

(1) البیان ج۱/ص ۲۲۰، ۲۲۵، تفسیر القرآن العظیم ج۴ خاتمہ ص ۱۱، غرائب القرآن ج۱/ ص ۲۳، تاریخ القرآن زنجانی ص ۶۸، سنن بیہقی ج۲/ ص ۴۲، مناهل العرفان ج۱/ ص ۲۵۵، ۲۵۶، سعد السعود ص ۲۷۸، ارشاد الساری ج۷/ ص ۴۴۸، الاتقان ج۱/ ص ۵۹، ۶۰، الجامع لاحکام القرآن قرطبی ج۱/ ص ۵۴، المصحف الکبری ج۱/ ص ۱۸۱، تاریخ القرآن ابیاری ص ۱۱۱، کنز العمال ج۲/ص ۳۷۰، بحوث فی تاریخ القرآن و علومہ ص ۴۴۳، الکامل فی التاریخ ج۳/ ص ۱۱۲، التمہید ج۱/ص ۲۸۹، ۲۸۸، المقنع ج۱/ص ۲۲، ۸، مباحث فی علوم القرآن و فتح الباری ج۹/ ص ۱۶۔

Presented by www.ziaraat.com

اصل مطلب کی طرف رجوع، قرآنی رسم الخط اور اسکی مشکلات۔

ابن ابی ہاشم کی نظر میں قراتوں کے اختلاف کا سبب حروف کا نقطوں اوراعراب سے خالی ہونا ہے " یہی وجہ تھی کہ بلاد اسلامی کے اطراف و اکناف کے قاریوں کے درمیان اختلاف نے سر ابھارا"۔ (۱) اس کلام کا مطلب یہ ہے کہ قراتوں کا اختلاف پیغمبر اکرم کی اس روایت کہ قرآن سات حروف پر نازل ہوا کا نتیجہ نہیں تھا۔

قراتوں کے اختلاف کے بارے میں ابن جریر کہتاہے ، مصاحف شہروں میں تقسیم ہوگئے۔ انکے حروف چونکہ نقطوں کے بغیر تھے اس لیے لوگوں نے بھی حروف کو درست شکل پر سمجھنے اور پڑھنے کے لیئے کوئی دقیقہ فروگذار نہ کیا۔ (۲)

لیکن حقیقت مطلب اس کے علاوہ ہے جو کچھ طبری نے کہا ہے ۔ لوگوں نے الفاظ کی درست ادائیگی کے لیئے شخصی اجتہادات شروع کردیئے اور مشکلات کا سبب یہی بات بنی ہے نہ کہ قاریوں سے سماع۔ ابن جریر مزید کہتاہے " کیونکہ شہروں میں موجود مصاحف نقطوں اور اعراب سے خالی تھے اور ان مصاحف کی تعلیم دینے والے معلم صحابہ تھے ـــــ صحابہ نے جو کچھ خود سنا تھا اور مصاحف اور انکی تلاوت کے بارے میں جو کچھ انہوں نے سیکھا تھا اسی کو دوسروں تک پہنچانے کی ذمہ داری تھی اور صحابہ نے جو کچھ سماعاً حاصل کیا تھا اس کے حفظ پر زور دیتے تھے۔" (۳)

---

(۱) فتح الباری ج/۹ ص ۲۸، ۱۰ تفسیر ج/۲ ص ۱۸ التبیان ص ۸۶ سے منقول۔

(۲) تاریخ القرآن الصغیر ص ۱۰۹ المرشد الوجیز ابی شامہ ص ۱۵۱ سے منقول۔

البتہ بروکلمن کی عبارت میں اس نکتہ کی تصحیح ضروری ہے کہ اس نے کہا عربی رسم خط اس وقت پوری طرح نقطہ گذاری نہیں ہوا تھا جبکہ صحیح یہ ہے کہ اس وقت عربی رسم خط میں بالکل نقطے تھے ہی نہیں اور یہی چیز اس اختلاف کا موجب بنی اور بہت سوں کو شک و تردید میں ڈال گئی۔

(۳) تاریخ القرآن الصغیر ص ۱۰۷، ۱۰۸ بقول طبری المرشد الوجیز ص ۱۴۹ سے منقول۔

Presented by www.ziaraat.com

گلڈ ھر کا نظریہ ہے کہ " قرائتوں میں اختلاف کا سبب عربی رسم الخط کا نقطوں اور اعراب سے خالی ہونا ہے"[1]

گلڈ ھر کی پیروی میں " کارل بروکلمن " کہتا ہے کہ در حقیقت کتابت اس وقت اپنے مرحلہ کمال تک نہیں پہنچی تھی اور یہی چیز قرائتوں کے بعض اختلافات کا موجب بنی بالخصوص اس وقت کتابت بطور کامل نقطہ گذاری سے محروم تھی اور اعرابی حالتوں سے بھی خالی تھی ۔ یہی وجہ ہے کہ کچھ قاریوں نے قرائتوں کی تصحیح اور انکے اختلافات مشخص کرنے کی کوشش کی۔[2] اور " بروکلمن " یہی مطلب اپنی کتاب میں دوسری جگہ پر بھی بیان کرتاہے حوالہ کے لیئے اسکی کتاب کی طرف رجوع کریں۔[3] البتہ بروکلمن کی عبارت میں اس نکتہ کی تصحیح ضروری ہے کہ اس نے کہا عربی رسم الخط اس وقت پوری طرح نقطہ گزاری نہیں ہوا تھا جبکہ صحیح یہ ہے کہ اس وقت عربی رسم الخط میں بالکل نقطے نہیں تھے اور یہی چیز بہت سے قرائتی اختلافات کا موجب بنی اور بہت سوں کو شک و تردید میں ڈال گئی لیکن قسطلانی اس بارے میں کہتاہے جب قرآنی رسم الخط سے پیدا شدہ اختلافات بہت زیادہ ہوگئے اور بدعتی اور نفسانی خواہشات کے پیروکار لوگوں نے آیات کی اس طرح سے تلاوت کی جو کوئی مسلمان نہیں کرسکتا تھا تو مسلمانوں نے قرائت کے مورد وثوق اماموں کو اپنے لیئے نصب العین بنانے کی ٹھانی یہ وہ آئمہ تھے جنھوں نے اپنے آپ کو قرآن کریم کے لیئے وقف کرلیا تھا۔[4]

---

(۱) وہی حوالہ ص ۹۹ ، ۱۰۰ مذاہب التفسیر الاسلامی ص ۸ اور بعد سے منقول۔

(۲) تاریخ القرآن الصغیر ص ۱۰۰ بروکلمن سے منقول تاریخ الادب العربی ج ۱ ص ۱۴۰۔

(۳) وہی حوالہ تاریخ (تاریخ ادب عربی ج ۳ ص ۱ سے منقول۔

(۴) تاریخ القرآن الصغیر ص ۱۰۲ ، لطائف الاشارات قسطلانی ج ۱ ص ۳۱ سے منقول۔

Presented by www.ziaraat.com

"دمیاطی بنا" (متوفی ۱۱۱۷ ہجری قمری) نے بھی قسطلانی کی پیروی کرتے ہوئے یہی دلیلیں ذکر کیں اور انھیں صریحاً بیان کیا۔[1] اس کے علاوہ "یحیی ابن یعمر" (متوفی ۹۰ ہجری) نے قراءتوں کے بارے میں ایک کتاب لکھی۔ اس میں اس نے لوگوں کی مختلف قراءتوں کا تذکرہ کیا جو رسم الخط سے مناسبت رکھتی تھیں۔[2] ہم بھی آنے والے صفحوں میں قراءتوں کے اختلاف کے اسباب پر تفصیل سے روشنی ڈالیں گے۔

الفاظ پر اعراب کا نہ ہونا

اگر کسی کلمہ پر حرکت (زبر، زیر، پیش اور جزم) نہ ہو تو پڑھنے میں اس کلمہ میں چند احتمال ہوسکتے ہیں مثلاً "مصر" ایک کلمہ ہے اسکی "میم" پر تین حرکتیں ہوسکتی ہیں اور ہر حرکت کے ساتھ اسکے معنی جدا ہیں؛ یہ مسئلہ قرائت کے اختلاف کے بنیادی عوامل میں سے ایک ہے قراءتوں کے اختلافات کی مختلف اقسام بیان کرنے کے لیئے چند نمونے ہم یہاں پیش کرتے ہیں۔

آیت شریفہ "یعکفون علی اصنام لھم"[3] یعکفون کی کاف کو پیش (ضمہ) اور زیر (کسرہ) کے ساتھ قرائت کیا گیا ہے[4] جناب طبری" کہتے ہیں یہ دو لغتیں ہیں۔

آیت شریفہ کے کلمہ "یضارّ" کو راء پر پیش اور زبر کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔[5]

---

(۱) وہی حوالہ، القراءات و القرآن تاریخ و تعریف ص ۳۳ اتحاف فضلاء البشر دمیاطی ج ۱ ص ۵۰ سے منقول۔

(۲) القراءات القرآنیہ تاریخ و تعریف ص ۲۷، ۲۸، مقدمتان فی علوم القرآن ص ۲۷۵ سے منقول۔ نیز رجوع کریں تاریخ القرات العربی فواد سزگین ج ۱ ص ۱۳۶۔

(۳) سورہ اعراف / ۱۳۸۔

(۴) الکشاف ج ۲ ص ۱۵۰، مجمع البیان ج ۴ ص ۴۷۵۔

(۵) مناہل العرفان ج ۱ ص ۱۴۳، الاتقان ج ۱ ص ۴۹، کشاف ج ۱ ص ۴۷۷ حسن نے آیت کو زیر کے ساتھ پڑھا ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

آیت شریفہ " --- فیقتلون و یقتلونَ ----- " میں پہلے فعل کو معلوم دوسرے کو مجہول اور برعکس پڑھا گیا ہے۔[۱]

ابن مسعود آیت " --- مجراھا و مرساھا " میں دونوں میموں کو زبر کے ساتھ پڑھتے تھے۔[۲]

ابن مسعود آیت " بل عجبت و یسخرون " کو صیغہ متکلم کے ساتھ پڑھتے تھے۔[۳]

حرمیان (مکی و مدنی) " یرتع " کی عین کو زیر کے ساتھ پڑھتے جبکہ دوسرے عین کو ساکن پڑھتے ہیں۔[۴]

ابن عباس آیت " ------- قلوبنا غلف " میں لام کو شد کے ساتھ پڑھتے تھے۔[۵]

اور " ------- حتی یطھرن " کو " حتی یطھّرن " بھی پڑھتے ہیں۔[۶]

" ذوالعرش المجید " میں " المجید " کو پیش اور زیر کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔

" والانصار " میں راء کو پیش اور زیر کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔

" ھل من خالق غیر اللہ " میں " غیر " کو پیش اور زیر کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔

باعِد فعل امر کو باعَدَ فعل ماضی کے صیغہ کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔

" ولکن الشیاطین " میں لکن کو شد اور الشیاطین کو زبر کے ساتھ اور لکن کو بغیر شد اور شیاطین کو پیش کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔

---

(۱) الجامع لاحکام القرآن ج / ۸ ص ۲۶۸ ، التمہید فی علوم القرآن ج / ۲ ص ۱۲ ، مناہل العرفان ج۱/ ص ۴۴۲ ، النشر ج / ۱ ص ۴۶

(۲) مجمع الزوائد ج/ ۷ ص ۱۵۵ طبرانی سے منقول۔

(۳) وہی حوالہ۔

(۴) التمہید فی علوم القرآن ج/ ۲ ص ۹۹ الکشف عن وجوہ القراءات السبع ج/ ۲ ص ۵۰۷ ۔

(۵) مجمع الزوائد ج/ ۷ ص ۱۵۳ الاوسط میں طبرانی سے منقول۔

(۶) حجۃ القراءات ص ۳۳۴ ، ۳۳۵ ۔

Presented by www.ziaraat.com

یا " یعرشون و یعرشون " جیسے کلمات کے اشتقاق و گردان میں اختلاف ہے۔ [۱]

" البخل " میں دو زبر " بخل " اور " باء " پر پیش اور " خاء " پر سکون کے ساتھ پڑھنا دو مشہور لغتیں ہیں۔ [۲]

بعض " یحسب " کو سین کی زیر کے ساتھ پڑھتے ہیں جبکہ دوسرے زبر کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ [۳]

" فزع " کو کبھی معلوم اور کبھی مجهول پڑھتے ہیں۔ [۴]

" میسرۃ " کو بعض سین کی زبر اور بعض پیش کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

" واذکر بعد امة " میں " امة " کو الف کی پیش اور میم پر شدّ کے ساتھ " امة " پڑھا گیا ہے۔ اور دو زبر اور میم کی شدّ کے بغیر " امة " بھی پڑھا گیا ہے۔

" تلقونه " کو " لام کی زبر اور " قاف " کی شدّ کے ساتھ اور لام کے سکون اور قاف کو بغیر شدّ کے زبر کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے۔ [۵]

آیت " یضیق صدری " کو " قاف " کی پیش اور زبر کے ساتھ قرائت کیا گیا ہے۔ [۶]

---

(۱) سب کے لیئے رجوع کریں: مناهل العرفان ج۱/ ص ۱۳۸ ۔ ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۳، ۲۴۳ ملک ابن انس، رازی، ابن قتیبہ، جزری اور ابن الخطیب سے منقول، نیز رجوع کریں الاتقان ج۱/ ص ۴۷، البیان ج۱/ ص ۸، التمهید ج۲/ ص ۱۰۷، الاتحاف ص ۲۳۱ اور القراءات الشاذہ ص ۲۱ سے، فتح الباری ج۹/ ص ۲۵، تفسیر رازی ج۱۳/ ص ۲۲۴ النشر ج۱/ ص ۲۷۔

(۲) البرهان زرکشی ج۱/ ص ۳۳۴، النشر ج۱/ ص ۲۶، ۲۸، التمهید ج۲/ ص ۱۱۱، ۱۰۷، الاتحاف ص ۱۹۰ اور الکشف عن وجوہ القراءات السبع ج۱/ ص ۳۸۹ سے منقول۔

(۳) التمهید ج۲/ ص ۱۱۱ الاتحاف ص ۲۲۸ سے منقول، النشر ج۱/ ص ۲۷۔

(۴) البرهان زرکشی ج۱/ ص ۳۳۵۔

(۵) البرهان زرکشی ج۱/ ص ۳۳۴، البیان ج۱/ ص ۸، الکشاف ج۱/ ص ۳۳۴ اور ج۲/ ص ۳۷۵، ۳۷۹، جامع الاحکام القرآن ج۹/ ص ۲۰۱ اور ج۱۲/ ص ۲۰۳، التمهید ج۲/ ص ۱۰۷، الاتحاف ص ۲۲۱ اور القراءات الشاذہ ص ۱۷، ۹۳ اور ص ۱۰۰ سے منقول، النشر ص ۳۱، ۲۷۔

(۶) البرهان زرکشی ج۱/ ص ۳۳۴۔

Presented by www.ziaraat.com

" ھن اطھر لکم " میں " راء " پر زبر اور پیش پڑھی گئی ہے۔[1]

آیت " اعلم ان اللہ علیٰ کل شیئ قدیر " میں کسائی " اعلم " فعل امر پڑھتا ہے اور دوسرے " اعلم " متکلم کا صیغہ پڑھتے ہیں۔

نافع آیت " لا تسئل عن اصحاب الجحیم " میں " لا تسئل " کو صیغہ نہی پڑھتا ہے اور دوسرے فعل مضارع مجہول پڑھتے ہیں۔[2]

اس بارے میں مثالیں بہت زیادہ ہیں جنہیں شمار کرنا ممکن نہیں لھذا اسی مقدار پر اکتفاء کرتے ہیں۔

نقطوں کا نہ ہونا۔

قراتوں کے اختلاف کا ایک اور سبب ابتداء اسلام میں حروف پر نقطوں کا نہ ہونا بھی تھا۔ اس زمانے میں یہ طریقہ بہت رائج اور عام تھا اور نقطے نہ ہونے کی وجہ سے اختلاف کا پیدا ہونا بہت جلد روشن ہوگیا ، زر بن حبیش عبداللہ ابن مسعود سے نقل کرتا ہے کہ ہمیشہ قرآن کو دیکھتے رہو اور یہ کام باقاعدگی سے کریں اگر " یاء " یا " تاء " میں اختلاف پیدا کرو تو اسے قرآن میں نوٹ کرلو۔[3] ہم ان اختلافات کے کچھ نمونے بیان کرتے ہیں۔

ابو عمرو آیت " و انزل جنودا لم یروھا " (توبہ / ۲۶) کو اس طرح پڑھتا ہے جبکہ ابن مجاہد اس قرائت کو غلط سمجھتا ہے۔[4] آیت " یرتع و یلعب " کو نافع اور کوفی دو یاء کے ساتھ جبکہ دوسرے دونوں کو " نون " کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

---

(۱) وہی حوالہ ، التبیان ج/ ۱ ص ۸ ، الجامع لاحکام القرآن ج/ ۹ ص ۷۶ ، النشر ج/ ۱ ص ۲۷ ، التمہید ج/ ۲ ص ۱۰۹ یہی کتاب حوالہ دیتی ہے ، کتاب سیبویہ ج/ ۱ ص ۳۹۷ ، القرآت الشاذۃ ابن خالویہ ص ۶۰ اور البحر المحیط ج/ ۵ ص ۲۴۷ کی طرف

(۲) التمہید ج/ ۲ ص ۱۸ ، الکشف عن وجوہ القرآت السبع ج/ ۱ ص ۳۳۲ و ص ۲۶۳۔

(۳) حدیث میں ذکروفی فی القرآن ہے جبکہ درست ذکرا فی القرآن ہے یہ حدیث مصنف صنعانی ج/ ۴ ص ۳۲۲ ہے۔

(۴) التمہید ج/ ۳۲ ص ۳۲ ، شواذ ابن خالویہ ص ۱۱۸ سے منقول۔

Presented by www.ziaraat.com

ابن کثیر پہلے کو " نون " اور دوسرے کو " یاء " کے ساتھ پڑھتا ہے۔ [1]

آیت " ما ننسخ من آیة او ننسها " کو سعد ابن ابی وقاص " تنسخ اور تنسها " پڑھتا تھا۔ [2]

اسی طرح " لا یقبل و لا تقبل " ، " یعلمون و تعلمون " [3] اور " ننشرها و ننشزها " [4] کی قرائت میں بھی قراء اختلاف رکھتے ہیں۔

درج ذیل آیات کے بارے میں یوں قرائتیں نقل ہوئی ہیں۔

سورہ یونس / ۳۰	" تبلو ۔ تتلو " [5]
سورہ یونس / ۹۲	" ننجیک ۔ ننحیک " [6]
سورہ عنکبوت / ۵۸	" لنبوئنهم ۔ لنثوینهم " [7]
سورہ سباء / ۱۷	" تجازی ۔ یجازی اور نجازی " [8]

---

(۱) التمہید ج/۲ ص ۹۹ ، الکشف ج/۲ ص ۱۷۵۔

(۲) جامع البیان طبری ج/۱ ص ۳۷۹۔

(۳) التبیان ج/۱ ص ۸ ، مناهل العرفان ج/۱ ص ۱۴۸ ، ۱۵۴ ، ۱۶۹ رازی اور ابن قتیبہ سے منقول ، کنز العمال ج/۲ ص ۳۸۳ مسند ، الاتقان ج/۱ ص ۴۹ ، ۷۷ سے منقول ، التمہید ج/۱ ص ۲۴۳ ، ۲۰۹ اور ج/۲ ص ۱۷ ، ۱۰۸ اتحاف ص ۴۴ سے منقول ، الکشف ج/۱ ص ۳۱۰۔

(۴) البرہان زرکشی ج/۱ ص ۳۳۵ ، الاتقان ج/۱ ص ۳۲ ، فتح الباری ج/۹ ص ۲۵ ، مجمع البیان ج/۲ ص ۳۶۸ ، مشکل الآثار ج/۴ ص ۱۹۶ ، النشر ج/۱ ص ۲۷ ، الکشف ج/۱ ص ۳۱۰۔

(۵) التمہید ج/۱ ص ۳۰۹ اور ج/۲ ص ۱۲ الاتحاف ص ۲۴۹ سے منقول ، النشر ج/۱ ص ۳۲ ، مجمع البیان ج/۵ ص ۱۰۵ ، الدر المنثور ج/۱ ص ۲۰۷ ابن المنذر اور ابی الشیخ سے منقول۔

(۶) التمہید ج/۱ ص ۳۰۹ ج/۲ ص ۱۷ ، ۱۲۰ ، مجمع البیان ج/۵ ص ۱۳۶ ، قرطبی ج/۸ ص ۳۷۹ سے منقول ، النشر ج/۱ ص ۳۲ ، ۳۹۔

(۷) التمہید ج/۱ ص ۳۰۹ ، مجمع البیان ج/۸ ص ۲۹۰ اور مشکل الآثار ج/۳ ص ۱۹۶ میں " لنبوینهم "۔

(۸) التمہید ج/۱ ص ۳۰۹ ، مجمع البیان ج/۸ ص ۳۸۳ ، الاتحاف ص ۳۵۹ سے منقول ، التبیان ج/۱ ص ۸ ، النشر ج/۱ ص ۲۷۔

Presented by www.ziaraat.com

" کانک حفی عنہا ۔ کانک خفی عنہا "[1]

" یکاد السماوات ۔ تکاد السماوات "[2]

" اذا فزع ---- و اذا فرغ "

" یقصّ الحق ----- یقضی الحق "[3]

" لیغرق اہلہا ۔ لتغرق ۔ "[4]

" من یطوع " حمزہ وکسائی کی قرائت میں یاء اور طاء مشدد اور مضارع مجزوم ہے، دوسرے اسے فعل ماضی " تاء " اور " طاء " زبر کے ساتھ پڑھتے ہیں[5]

" فتبینوا ۔ فتثبتوا " یہ دونوں قرائتیں متواتر ہیں[6]

سورہ بقرہ / ۲۷۱ " تکفر ۔ یکفر "[7]

سورہ آل عمران / ۴۸ " یعلمہ ۔ نعلمہ "[8]

حضرت عثمان " و ریاشا و لباس التقوی ---- " پڑھتے تھے جبکہ صحیح " و ریشاً " ہے۔[9]

البتہ ممکن ہے حضرت عثمان کا اس طرح پڑھنا آیت یاد نہ ہونے کی وجہ سے ہو اور اس نے اچھی

---

(۱) آکذوبہ تحریف القرآن ص ۲۳ المصاحف ص ۵۵ سے منقول۔

(۲) آکذوبہ ص ۲۷ المصاحف ص ۹۱ سے منقول۔

(۳) التمہید ج/ ۲ ص ۱۰۸ ، الاتحاف ص ۲۱۰ اور قرطبی ج/ ۲ ص ۴۳۹ سے منقول ، البرہان زرکشی ج/ ۱ ص ۳۳۵ و ۳۳۸ ، الاتقان ج/ ۱ ص ۱۸۵ ، النشر ج/ ۱ ص ۲۷۔

(۴) کنز العمال ج/ ۲ ص ۳۸۸ ابن مردویہ سے منقول۔

(۵) التمہید ج/ ۲ ص ۱۸ ، الکشف ج/۱ ص ۲۶۹۔

(۶) مناہل العرفان ج/ ۱ ص ۱۴۳ ، کشف الاسرار ج/ ۳ ص ۳۵ ، التمہید ج/ ۱ ص ۳۰۹ ج/ ۲ ص ۱۷ ، مجمع البیان ج/ ۳ ص ۹۴ ، مشکل الآثار ج/ ۳ ص ۱۹۱۔

(۷) التمہید ج/ ۲ ص ۱۷ ، الکشف ج/ ۱ ص ۳۱۲ ، ۳۱۷ ، حجۃ القراآت ص ۳۴۷ ، ۳۴۸۔

(۸) التمہید ج/ ۱ ص ۳۰۹ ، مجمع البیان ج/ ۲ ص ۴۴۳ ، حجۃ القراآت ص ۱۶۳۔

(۹) حیاۃ الصحابہ ج/ ۳ ص ۵۰۹ ، کنز العمال ج/ ۲ ص ۳۴۷ ابن جریر اور ابن حاتم سے منقول۔

طرح سے آیت کی تعلیم حاصل نہ کی ہو نہ کہ قرآن کے رسم الخط کی وجہ سے اسے پڑھنے میں یہ مشکل پیش آئی ہو کیونکہ اچھی طرح یاد نہ ہونے کی وجہ سے بھی غلطی کرنا ممکن ہے۔

" یغفر لکم ۔ نغفر لکم " کو بھی دو طرح پڑھا گیا ہے۔ (۱)

البتہ اس طرح کے موارد بہت زیادہ ہیں اس کم وقت میں سب کو شمار کرنا اور ڈھونڈھنا ممکن نہیں ہے۔

قرآن کے رسم الخط میں پائے جانے والے فرق:

قراتوں میں اختلاف کا ایک اور سبب صحابہ کا رسم الخط اور کتابت کے اصول و ضوابط سے مکمل طور پر آگاہ نہ ہونا بھی ہے۔ جو مصاحف بزرگ صحابہ کے توسط سے لکھے گئے تھے ان میں متعدد خطی غلطیاں پائی جاتی تھیں۔ ابن خلدون اسی بارے میں یوں اظہار خیال کرتا ہے۔

" ..... ابتدا اسلام میں عربی رسم الخط اپنی لازمی خوبصورتی ، استحکام و اتقان کے مرحلہ کو نہیں پہنچ سکا تھا بلکہ درمیانے درجے کا بھی نہیں کہا جاسکتا تھا ۔ کیونکہ اعراب اس وقت تک اپنی بدوی حالت سے باہر نہیں آسکے تھے وہ صنعت وہنر سے ابھی تک دور تھے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کے ہاتھوں کے لکھے ہوئے مصاحف میں خطی قواعد وضوابط کے اعتبار سے بہت سی غلطیاں تھیں اور زیادہ خوبصورتی بھی نہیں رکھتے تھے۔ " (۲)

اسی بارے میں "ابن الخطیب" کہتا ہے "۔ اسلام کے ابتدائی دور میں لوگوں کاکتابت کے اصولوں سے ناواقف ہونا اور اس پر قادر نہ ہونا، لکھوانے میں کمزوری اور علوم و فنون سے انکی دوری انکے مصاحف میں نادرستی کا سبب بنی اور پہلے لکھنے والے اپنے مصاحف میں واضح غلطیوں سے دوچار ہوئے

---

(۱) الاتقان ج ۱ ص ۵۵۔

(۲) مقدمہ ابن خلدون ص ۴۱۹ ، قرآن بلاشیر ص ۳۱ ، ۳۴ ، ۹۳ ، ۹۵ ، ۱۰۴۔

اور آشکار تناقضات کے مرتکب ہوئے وہ رسم الخط اور صحیح ہجوں کے جادہ سے منحرف ہوگئے۔[1]

ہم آئندہ صفحات میں امام محمد باقرؑ کے فرمان "کہ قرآن کی کتابت میں لکھنے والوں کی طرف سے کی گئی غلطیوں کی طرف اشارہ کریں گے۔

اسی بارے میں آبیاری کہتا ہے: ابن قتیبہ نے بعض قرائتوں پہ اعتراض و تنقید کرتے ہوئے یوں کہا ہے "یہ خطی غلطیاں یا تو عربوں کی قرائت کی کتابت کرنے والے کسی خاص مکتب کی بنیاد پہ ہیں یا کاتب نے لکھنے میں غلطی کی ہے، اگر یہ غلطیاں عرب کے کسی نحوی مکتب کی بنیاد پہ ہوں تو بحمد اللہ کوئی غلطی اور اشتباہ نہیں ہے اور اگر یہ کاتب کی غلطی ہے تو خدا اور اس کا رسولؐ کاتب کے گناہ سے بری الذمہ ہیں اور کاتب کی غلطی کو خدا اور اسکے رسول کی طرف نسبت نہیں دی جاسکتی۔ اگر اس قسم کی غلطی کو قرآن کی طرف منسوب کیا جاسکے تو پھر غلط پڑھنے والوں کی غلطیوں کو بھی قرآن کی طرف نسبت دی جاسکے گی کیونکہ غلط لکھنا اور غلط پڑھنا ایک ہے۔ مثلاً مصحف امام (مصحف حضرت عثمان) میں آیا ہے " ان ھذن لساحران"[2] ھذن بغیر الف کے ہے اور اسی طرح ہر اس جگہ پہ "الف" حذف ہوا ہے جہاں تلفظ میں محذوف ہے جیسے الصلوٰۃ، الزکوٰۃ اور الحیوٰۃ۔ یہ الفاظ "واو" کے ساتھ لکھے گئے ہیں اور تبرک کی خاطر آج بھی یہ الفاظ اسی طرح لکھے جاتے ہیں[3] (حالانکہ کتابت کی رو سے یہ غلط ہے) اس کے بعد آبیاری مزید کہتا ہے " ہمارے پاس رسم الخط میں ایسے کاتب موجود ہیں کہ جنہوں نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی جبکہ خداوند عالم نے اپنی کتاب کو حافظوں کے ذریعے زیادہ محفوظ

---

(1) التمہید فی علوم القرآن ج ۱ ص ۳۲۰ الفرقان ابن الخطیب ص ۸۶ سے منقول۔

(2) سورہ طہ آیہ ۶۳۔

(3) تاویل مشکل القرآن ص ۴۰، ۴۱۔

Presented by www.ziaraat.com

فرمایا بجائے مصاحف لکھنے والوں کے، اور حفظ کتابت پر مقدم ہے۔ کیونکہ حفظ کرنا عربوں میں مرسوم تھا اور کتابت اسی حفظ کو استحکام بخشنے کی خاطر وجود میں آئی نہ کہ حفظ کتابت کے استحکام کے لیئے شروع ہوا ہو لھذا حفظ کتابت پر مقدم ہوگا۔۔۔۔۔"۔ (۱)

حتی کہ خود حضرت عثمان جنہوں نے مصاحف کو ایک کرنے کا سلسلہ شروع کیا تھا مصاحف میں غلطیوں کے وجود کا اعتراف کرتے ہیں، روایت ہوئی ہے کہ جب مصاحف لکھ لیئے گئے اور حضرت عثمان کے سامنے پیش کیئے گئے تو حضرت عثمان نے ان میں کچھ غلط موارد دیکھے لیکن ان کی تصحیح اور تبدیلی پر راضی نہ ہوئے اور جب ان سے ان غلطیوں کی تصحیح کی بات کی گئی تو انہوں نے کہا "انہیں ایسے ہی رہنے دو یا جواب میں کہا انھیں رہنے دو عرب پڑھنے میں انھیں صحیح کرلیں گے یا عرب اس پر اعراب لگالیں گے نیز کہا اگر لکھنے والا ثقیف سے اور لکھوانے والا ھذیل سے ہوتا تو مصحف میں ایسی غلطیاں موجود نہ ہوتیں" یا دوسری روایت میں یوں آیاہے کہ انہوں نے کہا "انھیں ہاتھ نہ لگاؤ یہ غلطیاں نہ حرام کو حلال اور نہ حلال کو حرام کرتی ہیں"۔ (۲)

یہ بات قابل ذکر ہے کہ قرآن کے ہر قسم کے تغیر و تبدل سے محفوظ ہونے پر زور دیا جاتاہے یہاں تک کہ قرآن سے خطی غلطیوں کے تبدیل کرنے کی بھی اجازت نہیں دی گئی اس بارے میں علامہ شیخ محمد ہادی معرفت ذیل میں یوں استدلال کرتے ہیں "۔۔۔ قرآن میں خطی غلطیوں کا موجود ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ اتنی صدیاں گزرنے کے باوجود

---

(۱) تاریخ القرآن آبیاری ص ۱۳۵، ۱۳۶۔

(۲) طرائف ص ۳۹۱، ۳۹۰ تفسیر کبیر ج/ ۲۲ ص ۷۴ اور ج ۱۱ ص ۱۰۲ عثمان اور حضرت عائشہ سے منقول، الاتقان ج/ ۱ ص ۱۸۲، ۱۸۳ ابن انباری اور ابن اشتہ سے منقول مصاحف میں کنز العمال ج/ ۲ ص ۲۸۷ ابن ابی داؤد اور ابن انباری سے منقول چار روایتیں ہیں، مناھل العرفان ج/۱ ص ۳۷۹، تاریخ قرآن آبیاری ص ۱۱۸، دلائل صدق ج/ ۳ قسم اول ص ۹۲ تفسیر ثعلبی سے منقول، التمھید ج/۱ ص ۳۱۷ المصاحف ص ۳۲، ۳۳ سے منقول، محاضرات الادباء ج/ ۲ جزء ۴ ص ۴۳۳ معالم التنزیل سے منقول، غرائب القرآن در حاشیہ طبری ج/ ۶ ص ۲۴ عثمان و عائشہ سے منقول لباب التاویل ج/۱ ص ۴۴۲۔

Presented by www.ziaraat.com

قرآن جوں کاتوں ہر قسم کی تحریف سے محفوظ ہمارے پاس موجود ہے یہ ایسی کھلی غلطیاں تھیں کہ قرآن کی سالمیت کے لیے مضر نہیں تھیں اور تحریف بھی شمار نہیں ہوتی تھیں انہیں اسی طرح باقی رہنے دیا گیا اور ان کی اصلاح نہیں کی گئی۔۔۔۔ "۔ (۱)

واضح و روشن نمونے،

ہم یہاں کاتبوں کی ان بعض غلطیوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو مختلف نتائج اور معانی کا سبب بنتی ہیں ہماری کوشش یہی ہوگی کہ ان غلطیوں کو ترتیب وار ذکر کرکے انکی وضاحت کریں۔

الف، ایک کلمہ کو مختلف جگہوں پر دو طرح لکھنا ۔۔۔۔ یعنی ایک ہی کلمہ ہر جگہ جدا شکل میں لکھا گیا ہے مثلاً کلمہ " فیما " اکٹھا لکھا گیا ہے لیکن یہی کلمہ پارہ (۱۲) موارد میں جدا لکھا گیا ہے۔ " فی ما " کی صورت میں ۔ اس جیسی غلطی کے دوسرے نمونے درج ذیل ہیں۔

۱۔ " ممّا " اکٹھا ہے لیکن تین جگہ پر جدا لکھا ہوا ہے " من ما " کی صورت میں ۔

۲۔ " انّما " اکٹھا لکھا گیا ہے لیکن تین موارد میں جدا جدا ہے ایک مورد سورہ حج میں اور دو مورد سورہ لقمان میں " ان ما " کی صورت میں ۔

۳۔ " انّما " قرآن میں اکٹھا لکھا ہوا ہے لیکن سورہ انعام میں " انّ ما توعدون لآت " جدا طور پر آیا ہے۔

۴۔ " لکیلا " جدا لکھا ہوا ہے لیکن تین موارد میں اکٹھا آیا ہے۔

۵۔ " بئس ما " بھی اس طرح ہے ۔

۶۔ " این ما " جدا ہے لیکن چار موارد میں اکٹھا آیا ہے۔

۷۔ " الّا " اکٹھا لکھا جاتا ہے لیکن دس موارد میں جدا لکھا ہوا ہے۔

۸۔ " الّا " پورے قرآن میں اکٹھا ادغام کے ساتھ نون کو حذف کرکے لکھا گیا ہے۔

---

(۱) التمہید فی علوم القرآن ج ۱ ص ۳۱۷ ۔

۹۔ "المر" پورے قرآن میں سوائے دو موارد کے اکٹھا ادغام کے ساتھ ہے۔

۱۰۔ "الم" سورہ ھود میں اکٹھا اور ادغام کے ساتھ ہے اور سورہ قصص میں جدا آیا ہے اس کے علاوہ بھی کئی موارد ہیں کہ فی الحال جن کو چھیڑنے کی ضرورت نہیں۔[۱]

ب۔ مصاحف کی کتابت میں رائج غلطیوں میں سے ایک اس "الف" کا حذف کرنا ہے جو کلمات کے درمیان ہوتا ہے اور یہ چیز بہت زیادہ اختلافات کا باعث بنی۔ اس سلسلے میں بھی ہم چند نمونے ذکر کرتے ہیں۔

آیت میں ہے "لامنتہم" ہے اسے بعض "لاماناتہم" اور بعض "لامانتہم" پڑھتے ہیں۔[۲]

نافع، ابو عمرو اور ابن کثیر "و ما یخادعون الا انفسھم" پڑھتے ہیں چونکہ اس آیت کے ابتدا میں "یخادعون اللہ" "الف" عثمان ابن عفان۔ کے ساتھ آیا ہے یہ سمجھتے ہیں کہ دونوں ایک باب سے ہیں۔[۳]

عمرو ابن عاص، معاویہ اور ابن مسعود "تغرب فی عین حامیۃ" پڑھتے ہیں جبکہ اسے ابن عباس "فی عین حمئۃ" پڑھتے تھے۔[۴] اسی طرح "نفسا زکیہ اور زاکیہ"[۵] بھی پڑھا گیا ہے۔

مصحف میں آیت "و حرام علی قریۃ اھلکناھا" کا "حرام" "الف کے بغیر لکھا گیا ہے۔ لہذا حمزہ، کسائی اور شعبہ نے حرم "حاء" کے کسرہ اور "راء" کے سکون کے ساتھ پڑھا ہے۔[۶]

---

(۱) غرائب القرآن نیشاپوری، طبری کے حاشیہ پر ج/۱ ص ۲۹، ۳۵، المقنع دانی ص ۳۰ تا ص ۴۴، اتحاف فضلاء البشر ج/۱، ص ۳۲۹، ۳۳۱۔

(۲) مناھل العرفان ج/۱ ص ۲۴۷۔

(۳) التمہید ج/۲ ص ۱۹، الکشف ج/۱ ص ۲۲۳، الاتقان ج/۱ ص ۷۱، حجۃ القراءات ص ۸۷۔

(۴) مشکل الآثار ج/۱ ص ۱۱۰، ۱۱۵، الفائق ج/۱ ص ۳۲۰۔

(۵) مشکل الآثار ج/۳ ص ۱۹۹۔

(۶) التمہید ج/۲ ص ۱۹ شرح مورد الظمآن ص ۳۹ سے منقول۔

Presented by www.ziaraat.com

کوفیوں نے " جعل لکم الارض مھدا " پڑھا [1] چونکہ لکھا اسی طرح ہوا تھا جبکہ صحیح " مہادا " ہے۔

ابوجعفر اور بصری " و اذ وعدنا موسی " پڑھتے ہیں چونکہ رسم الخط اس طرح ہے جبکہ دوسرے " واعدنا " پڑھتے ہیں۔ [2]

ابوعمرو اور ابن کثیر " بل ادرک " پڑھتے ہیں چونکہ لکھا اس طرح ہوا ہے جبکہ دوسرے " ادراک " پڑھتے ہیں۔ [3]

نافع نے " فی غیابات الجب " پڑھا ہے یہ سمجھتے ہوئے کہ اس کلمہ سے دو الف حذف ہوئے ہیں لیکن دوسروں نے " فی غیابۃ الجب " پڑھا ہے۔ [4]

حضرت عثمان نے " و ریاشا " پڑھا جبکہ صحیح " و ریشا " ہے۔ [5] انہوں نے کہا کہ الف درمیان سے حذف ہوا ہے۔

اسی طرح " واختلف اللیل " اور " علم الغیوب " لکھا گیا ہے جبکہ صحیح " اختلاف اللیل " اور " علّام الغیوب " ہے۔ [6]

ایک شخص نے ابن مسعود سے سوال کیا کہ اس کلمہ " ماء غیر یاسن " یا " آسن " کو کیسے تعیین کرتے ہو ؟ تو ابن مسعود نے کہا میں نے پورا قرآن پڑھا ہے اگر قرائت میں فاصلہ مقصود نہ ہوتا تو میں ہر رکعت میں ایک قرآن ختم کرتا ۔ [7]

---

(۱) التمہید ج/ ۲ ص ۱۹ شرح موردالظمآن ص ۳۶ سے منقول، حجۃ القراآت ص ۴۵۳۔

(۲) التمہید ج/ ۲ ص ۱۹ ۔ مجمع البیان ج/ ۱ ص ۱۰۸ ، حجۃ القراآت ص ۹۶۔

(۳) التمہید ج/ ۲ ص ۲۰ ، الکشف ج/ ۲ ص ۱۳۳ ، حجۃ القراآت ص ۵۳۵ ۔

(۴) التمہید ج/ ۲ ص ۲۰ ، الکشف ج/ ۲ ص ۵۰ ، حجۃ القراآت ص ۳۵۵ ۔

(۵) حیاۃ الصحابہ ج/ ۳ ص ۲۰۵ ، کنزالعمال ج/ ۲ ص ۳۶ میں ابن جریر اور ابن ابی حاتم سے منقول۔

(۶) التمہید ج/ ۱ ص ۳۴۳ ، ۳۴۴۔

(۷) مسند احمد ج/ ۱ ص ۴۳۔

"الف" یا "یاء" اور "واو" کے حذف کے موارد کے بارے میں مزید معلومات کے لیئے ذیل میں درج حوالوں کی طرف رجوع کریں۔ المقنع دانی ص ۱۰۔ ۳۰، اتحاف فضلاء البشر ج/۱ ص ۸۴، کے بعد النشر فی القراآت العشر اور دوسری کتابیں جن میں یہ قرائت کے اس اختلاف کی بحث ہے۔

ج: اپنی بات کی مزید تائید کے لئے ہم کچھ اور واضح غلطیوں کو ذکر کرتے ہیں تاکہ ہماری بات کی صحت میں کسی قسم کا شک و تردید باقی نہ رہے۔

موجودہ رسم الخط جو کہ غلط ہے۔	صحیح رسم الخط
لا اذبحنّه	لاء ذبحنه
باييد	بائد [1]
جزاؤا الظالمين	جزاء الظالمين
ياء تيهم اء نبؤا	انباء
بالغداوة	بالغداة
لاياتيس	لاييأس
و لا تقولن لشاى ء	لشيء
اصحاب لئيكة	اصحاب الايكة
و جاى بالنبيين	وجيئي
يبنؤم	يا ابن امّ
الضعفؤا	الضعفاء [2]
لا اوضعوا	لاء وضعوا
لايلف قريش الفهم	لايلاف قريش ايلافهم [3]

---

(۱) الاتقان ج/۱ ص ۱۸۲۔

(۲) التمہید ج/۱ ص ۳۴۳، ۳۴۴، المقنع دانی از ص ۳۰ تا ۴۴، اتحاف فضلاء البشر ج/۱ ص ۸۵ تا ۹۴۔

(۳) القراآت القرآنیہ، تاریخ تعریف ص ۹۸، مجمع القراآت ص ۲۲۳، ۲۲۵۔

Presented by www.ziaraat.com

علامہ شیخ ہادی معرفت نے اپنی نہایت عمدہ کتاب " التمہید " میں ان موارد کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جن میں کلمات کو کبھی صحیح اور کبھی غلط لکھا گیا ہے قارئین مذکورہ کتاب کی طرف رجوع کر سکتے ہیں۔ (۱)

عثمانی مصاحف میں سہوی غلطیاں

مصاحف کی کتابت کرنے والوں کے کتابت اور اسکے صحیح لکھنے پر ماہر نہ ہونے کے علاوہ ان مصاحف میں ایسی غلطیاں بھی پائی جاتی تھیں کہ جو سہوی طور پر لکھنے اور نسخہ کی نقل بنانے والوں کی توجہ کے بغیر مصاحف میں وارد ہوگئی خصوصاً اس صورت میں کہ ان مصاحف کے لکھنے میں بہت زیادہ وقت صرف ہوا اور کچھ کاتب تھکاوٹ کی وجہ سے اس کام پر کما حقہ توجہ نہ رکھ سکے وہ تو (۹) مصاحف جو حضرت عثمان نے مختلف شہروں کو بھیجے ان میں ظاہراً ایسی غلطیاں پائی جاتی تھیں۔ ان مصاحف کے لکھنے کا طریقہ یہ تھا کہ ایک مشہور قاری آیات کو لکھواتا تھا اور بقیہ لکھتے جاتے تھے اس بارے میں " ابو العالیہ " ابیّ ابن کعب سے نقل کرتے ہوئے کہتا ہے " قرآن ابیّ ابن کعب کے مصحف کی بنیاد پر لکھا گیا " ابیّ دوسرے کاتبوں پر املاء کرتے تھے اور وہ لکھتے تھے (۲)

ابن جوزی زید کے حالات زندگی میں لکھتا ہے حضرت ابوبکر نے زید ابن ثابت کو حکم دیا کہ قرآن جمع کرے حضرت عثمان نے بھی یہ حکم دیا لہذا زید مصحف لکھتا تھا اور ابیّ اسے لکھواتے تھے (۳) ابن سعد نے طبقات میں جو روایت ثقہ راویوں کی سند کے ساتھ اور اپنے

---

(۱) التمہید ج ۱ ص ۳۲۵، ۳۲۶۔

(۲) التمہید ج ۱ ص ۳۸۵، ۳۹۱ المصاحف ص ۳۰ سے نقل کرتے ہوئے، مسند احمد ج ۵ ص ۱۳۴ (یہ تصریح کرتے ہیں کہ یہ واقعہ حضرت ابوبکر کے دور میں ہوا)۔

(۳) صفوۃ الصفوۃ ج ۱ ص ۱۸۸۔

Presented by www.ziaraat.com

ارسال کے ساتھ نقل کی ہے کہ حضرت عثمان نے ابیّ کو قرآن کے جمع کرنے کا حکم دیا۔[1] اس کا اشارہ بھی شاید ابیّ کی اسی املاء کی طرف ہو۔

عسقلانی کا نظریہ یہ ہے کہ مصحف کی تدوین کا کام پہلے زید اور سعید کے ذمے تھا۔[2] اس بارے میں جب حضرت عثمان نے لوگوں سے اچھے لکھنے والے کے بارے میں پوچھا تو لوگوں نے زید کا نام پیش کیا اور جب حضرت عثمان نے سب سے فصیح شخص کے بارے میں پوچھا تو لوگوں نے سعید ابن عاص کا نام لیا لھذا عثمان نے سعید ابن عاص کو تلاوت کرنے اور زید کو لکھنے کی ذمہ داری سونپی۔[3] اس کے بعد "عسقلانی" کہتا ہے کہ بعد میں کچھ آیات کی تلاوت کے لیئے ابیّ ابن کعب سے بھی مدد لی گئی۔[4] ایک دوسری روایت میں ہے کہ ابیّ ابن کعب حضرت ابوبکر کے دور میں مصاحف لکھنے والوں کے سامنے آیات کی تلاوت کرتے تھے اور وہ لکھتے تھے۔[5] عطاء سے روایت ہوئی ہے کہ "جب حضرت عثمان نے مصاحف کو ایک مصحف میں جمع کیا تو اس نے ابیّ ابن کعب کو بلا بھیجا ابیّ آیات کی املاء کرتے تھے اور زید لکھتے تھے اور سعید ابن عاص اعراب لگاتے تھے لھذا یہ مصحف ابیّ ابن کعب اور زید کی قرائت پر مرتب ہوا ہے۔"[6] البتہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جو مصحف حضرت ابوبکر کے دور میں

---

(۱) تھذیب التھذیب ج/۱ ص ۱۸۸۔

(۲) فتح الباری ج/۹ ص ۱۷، کنزالعمال ج/۲ ص ۳۶۱ المصاحف میں ابن انباری سے منقول۔

(۳) فتح الباری ج/۹ ص ۱۹، کنزالعمال ج/۲ ص ۳۶۰ ابن ابی داؤد اور ابن انباری سے منقول۔

(۴) فتح الباری ج/۹ ص ۱۷، طبقات ابن سعد ج/۳ قسم/۲ ص ۶۲، تھذیب التھذیب ج/۱ ص ۱۸۸، کنزالعمال ج/۲ ص ۳۶۰ ابن سعد سے منقول، التمھید ج/۱ ص ۲۸۲۔

(۵) فتح الباری ج/۹ ص ۱۳۔

(۶) کنزالعمال ج/۲ ص ۳۶۰ ابن سعد سے منقول۔

Presented by www.ziaraat.com

مرتب ہوا تھا اور حضرت حفصہ کے پاس محفوظ تھا ابیؒ اس سے لکھواتے تھے۔[1] لیکن ابوالعالیہ کی سابقہ گفتگو اس بات کے غلط ہونے کو واضح کرتی ہے۔ یا کہا جاتا ہے کہ ابان ابن سعید ابن عاص حضرت عثمان کے زمانے میں مصحف امام کو زید پر املاء کرتا تھا اور وہ بعد میں ۲۹ ہجری میں وفات پا گیا۔ لیکن یہ بات بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ اکثر مورخین کے نزدیک ابان کی وفات اس واقعہ سے پہلے ہوئی ہے۔ ابان کی موت یا " واقعہ اجنادین " بارھویں سن ہجری میں یا " واقعہ مرج الصفر " چودہ ہجری میں یا " واقعہ یرموک " پندرہ ہجری میں واقع ہوئی ہے[2]

مصاحف کا تقابل اور تصحیح کرنے والی کمیٹی

مذکورہ بالا کاموں کے علاوہ ایک ایسی کمیٹی بھی تشکیل دی گئی تھی جس کا کام مصاحف کی کاپیوں میں تقابل کرنا تھا تاکہ حتی المقدور سہوی یا عمدی تحریف سے بچا جاسکے اور لکھی ہوئی آیات کی صحت کے بارے میں اطمینان حاصل ہوسکے۔ ابو الاحوص سے منقول ہے کہ ــــ پیغمبر اکرمؐ کے بعض صحابہ ابوموسیٰ کے گھر میں مصاحف کو تقابل کے لیے پیش کرتے تھے۔ عبداللہ اٹھ کھڑا ہوا اور باہر نکل گیا ــــ"۔[3] یا عبداللہ بن ہانی بربری حضرت عثمان کا غلام کہتا ہے کہ میں حضرت عثمان کے پاس تھا اس حال میں کہ وہ مصاحف کو تقابل کے لیے ایک دوسرے کے سامنے پیش کر رہے تھے۔ حضرت عثمان نے مجھے بکری کا شانہ دیا جس پر چند آیات لکھی تھیں اور ابیؒ ابن کعب کے پاس بھیجا اس ہڈی پر درج ذیل آیات لکھی تھیں۔ " لم یتسنّ " ، "لا تبدیل للخلق" ، " فامہل الکافرین "۔

---

(۱) فتح الباری ج/۸ ص ۱۸۰۲۔

(۲) البدایہ والنہایہ ج/۷ ص ۳۴۰۔

(۳) طبقات ابن سعد ج/۲ قسم/۲ ص ۱۰۲۔

Presented by www.ziaraat.com

ابیٔ ابن کعب نے دوات منگوائی اور ایک " لام" کو حذف کر کے لکھا " لخلق اللّٰہ " اور "فامھل " مٹاکر " فمھّل " لکھا اور اسی طرح "یتسن " کی نون کے ساتھ ایک "ھاء" کا اضافہ کرکے " لم یتسنہ " لکھا۔[1]

ابن زبیر سے منقول ہے کہ حضرت عثمان نے مصاحف اکٹھے کیے اور مجھے حضرت عائشہ کے پاس اس کا مصحف لینے کے لیئے بھیجا میں جاکر وہ مصحف لے آیا۔[2] مصاحف کے تقابل اور یہ اطمینان کرلینے کے بعد کہ آیات ایک جیسی ہیں اور ان میں کوئی اختلاف نہیں حضرت عثمان نے دوسرے مصاحف کو پھاڑ دینے کا حکم دیا۔[3]

یہاں پر ایک دوسری روایت طحاوی سے موجود ہے کہ جس میں وہ زید ابن ثابت سے قرآن کے جمع کرنے اور تقابل کا واقعہ دوسری طرح سے نقل کرتا ہے کہ پہلے حضرت ابوبکر کے لیئے قرآن چمڑے کے ٹکڑوں ، شانے کی ہڈیوں اور درخت کے چھلکوں پر لکھا گیا ، حضرت ابوبکر کی وفات کے بعد حضرت عمر نے ان پراگندہ آیات کو ایک صحیفہ میں لکھا اور یہ صحیفہ حضرت حفصہ کے پاس باقی رہا یہاں تک کہ حذیفہ کی عثمان عثمان کے ساتھ گفتگو کا واقعہ پیش آیا اور حضرت عثمان نے زید اور سعید کو حکم دیا کہ اس کے لیئے مصحف لکھیں اس کے بعد کلمہ " تابوت " میں اختلاف اور حضرت عثمان کی دخالت کے واقعہ کا تذکرہ کرتا ہے اور گفتگو کا سلسلہ اس طرح آگے بڑھاتا ہے "۔ اس کے بعد اس نے دوبارہ مصحف کا تقابل کیا اور اس میں کوئی اشتباہی مورد نہ دیکھا اس کے بعد حضرت عثمان نے حضرت حفصہ کے پاس قاصد بھیجا اور اس سے مصحف حضرت عمر مانگا اور مصحف واپس کرنے کی قسم کھائی۔ حضرت حفصہ نے مصحف بھیج دیا جب ان دو مصحفوں

---

(۱) الاتقان ج۱، ص ۵۹ ابن انباری سے المصاحف اور اس کے ذریعے ابن جبیر سے منقول۔

(۲) شاید صحیح " مصحف " ہے " علیہا " کی ضمیر کے پیش نظر " فجئت بالصحف فعرضنا ھا علیہا "۔

میں موازنہ کیا گیا تو ان میں کوئی اختلاف نہیں تھا اس کے بعد حضرت عثمان نے مصحف حضرت حفصہ کو واپس بھیج دیا یوں انہیں اطمینان ہوگیا اور لوگوں کو مصحف کی نقلیں تیار کرنے کا حکم دے دیا"۔ (۱)

اسی طرح ابن ابی داؤد شام کے رہنے والے ایک شخص سے نقل کرتا ہے کہ اس نے کہا کہ ہمارا اور اہل بصرہ کا مصحف کوفیوں کے مصحف سے زیادہ صحیح ہے کیونکہ جب حضرت عثمان مصاحف لکھوارہا تھا تو اسے کوفہ والوں کی عبداللہ ابن مسعود کی قرائت کی بنیاد پر قرائت کی خبر پہنچی تو اس نے مصحف کے آخری تقابل سے پہلے ہی مصحف کوفہ بھیج دیا۔ لیکن ہمارا اور اہل بصرہ کا مصحف تقابل کے بعد بھیجا گیا۔ (۲) جیسا کہ منقول ہے "ابو درداء" اہل دمشق کے ساتھ مدینہ آیا تا کہ وہ لوگ اپنے مصحف کا ابیّ ابن کعب، زید ابن ثابت اور دوسروں کے مصاحف کے ساتھ تقابل کریں (۳) شاید حضرت عثمان نے مدینہ والے مصحف کو "امام" کا نام اسی وجہ سے دیا کہ دوسرے مصاحف اس پر پیش کیے جاتے تھے یا انھیں اس پر پیش ہونا چاہیئے تھا۔ اور اگر دوسرے مصاحف کا اس سے کوئی اختلاف ہوتا تو ترجیح اسی مصحف (امام) کو حاصل تھی اور معیار یہی تھا اور یہی قانونی اور قابل قبول مصحف سمجھا جاتا تھا۔

مصاحفِ حضرت عثمان کا ایک دوسرے سے اختلاف:

لیکن اتنی دقت نظر، آیات کے لکھنے میں بالغ نظری کا مظاہرہ اور بار بار مصاحف کا تقابل بھی سہوی غلطیوں سے بچنے کا سبب نہ بن سکا۔ اتنی بڑی کتاب کے لحاظ سے یہ مسئلہ طبیعی نظر آتا ہے خصوصاً اس لحاظ سے بھی کہ بعض عثمانی مصاحف آخری تقابل اور

---

(۱) مشکل الآثار ج/۴ ص ۱۹۳۔

(۲) فتح الباری ج/۹ ص ۱۸، التمہید ج/۱ ص ۲۹۷ ابن ابی داؤد المصاحف ص ۳۵ سے منقول۔

(۳) مقدمتان فی علوم القرآن ص ۸۵ سے منقول۔

Presented by www.ziaraat.com

صحیح آیات کی جانچ پڑتال سے پہلے ہی مسلمانوں کے شہروں کی طرف بھیج دیے گئے تھے۔ اس بارے میں مورخین کہتے ہیں کہ حضرت عثمان نے عجلت میں مصحف کوفہ بھیجا کیونکہ انہیں خبر پہنچی تھی کہ لوگ عبداللہ ابن مسعود [1] کہ اس کے اور عثمان کے درمیان قرآن کی کتابت کے سلسلہ میں جھگڑا ہوچکا تھا" کی قرائت کی طرف رجحان رکھتے ہیں اور اس کی قرائت سیکھتے ہیں، علماء نے عثمانی مصاحف میں متعدد اختلافی موارد کی طرف اشارہ کیا ہے، "عسقلانی" کہتا ہے اس کے علاوہ وہ اختلافات ہیں کہ کچھ "واو" بعض مصاحف میں موجود تھیں اور بعض سے محذوف اسی طرح کچھ تعداد "هاء" اور "لام" بعض مصاحف میں موجود تھیں اور بعض سے محذوف۔ [2] ابن عامر مقری (متوفی سنہ ۱۱۸ ہجری) ایک کتاب لکھتا ہے جس کا نام تھا "اختلاف مصاحف الشام والحجاز والعراق"۔ [3] "فضلی" اختلاف مصاحف کے بارے میں کہتا ہے۔ مصاحف (امام) کے درمیان اختلاف کم تھا مثلاً مصحف اہل مدینہ اور مصحف عراق کے درمیان بارہ ۱۲ حروف میں اختلاف تھا، اور اہل عراق اور اہل شام کے مصحف کے درمیان تقریباً چالیس حروف میں اختلاف تھا اور مصحف کوفہ اور بصرہ کے درمیان پانچ حروف میں اختلاف تھا۔ کتاب "المبانی" کے مقدمہ میں ایک خاص فصل میں اختلاف کے موارد اور انکی تعداد بتلائی گئی ہے اور مثالیں بھی جمع کردی گئی ہے اور یہ فصل "اختلاف المصاحف والقرآت والقول فی کیفیتہا" کی پانچویں فصل ہے۔ [4]

یہاں پہ ہم اس قسم کے بعض اختلافات کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

---

(۱) البتہ کہا جاتا ہے کہ مصحف امام وہ مصحف جو حضرت عثمان نے اپنے لیے مخصوص کر رکھا تھا رجوع کریں التمہید ج ۱ ص ۔

(۲) فتح الباری ج ۹ ص ۱۸، التمہید ص ۲۹۴ المصاحف سجستانی ص ۳۵ سے منقول (۳) فتح الباری ج ۹ ص ۲۷۔

(۴) تاریخ التراث العربی ج ۱ ص ۲۷، الفہرست ابن ندیم ص ۳۹، القرآت القرآنیہ تاریخ و تعریف ص ۳۲۔

(۵) القرآت القرآنیہ تاریخ و تعریف ص ۱۰۰۔

۱۔ مکہ کے مصحف کے علاوہ بقیہ مصاحف میں یہ آیت " منْ " کے بغیر آئی ہے " اعد لھم جنات تجری تحتہا الانہار " جبکہ مصحف مکہ میں " من " آیا ہے یعنی " من تحتہا الانہار "[۱] اور حافظوں نے بھی " من " کے ساتھ قرائت کو سینوں میں محفوظ کر رکھا ہے۔

۲۔ سورہ قصص ر ۳۷ میں " قال موسی " کی مصحف میں " واو " کے بغیر لکھا ہوا ہے جبکہ دوسرے مصاحف میں " واو " کے ساتھ " و قال موسی " لکھا ہوا ہے جبکہ صحیح " واو " کے بغیر ہے۔

۳۔ اہل شام کے مصحف میں " و اوصی بہا ابراھیم "[۲] آیا ہے جبکہ اہل کوفہ کے مصحف میں " و وصّی " ہے۔ مسلمانوں کا اسی دوسری قرائت کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔ وہ مصحف شام کی قرائت کو قبول نہیں کرتے لھذا اسے کاتب کی غلطی شمار کیا جائے گا۔

۴۔ مصحف مدینہ میں " سارعوا " " واو " کے بغیر آیا ہے[۳] اور مصحف کوفہ اور بصرہ میں " و سارعوا " واو کے ساتھ آیا ہے اور یہی دوسری صورت مسلمانوں کے ہاں قبول ہے۔

۵۔ مصحف بصرہ اور کوفہ میں " و قال الملأ "[۴] "واو" کے ساتھ آیا ہے جبکہ مصحف شام اور مدینہ میں " واو " کے بغیر آیا ہے اور یہی دوسرا قول امت نے قبول کیا ہے اور "واو" کو رد کر دیا ہے۔

۶۔ مصحف مدینہ اور شام میں " ھو الذی ینشر کم " لکھا ہوا ہے جبکہ مصحف کوفہ اور بصرہ میں " ھو الذی یسیر کم " لکھا ہوا ہے اور امت نے دوسری صورت کے صحیح ہونے

---

(۱) البرہان زرکشی ج۱ ص ۳۳۷، فتح الباری ج۹ ص ۲۷، اتقان ج۱ ص ۵۹، مناہل العرفان ج۱ ص ۱۴۳ نیز رجوع کریں عدۃ رسائل مفید ص ۲۲۹ مسائل سرویہ۔

(۲) سورہ بقرہ آیہ ۱۳۲۔

(۳) سورہ آل عمران آیہ ۱۳۳۔

(۴) سورہ انعام آیت آیہ ۶۳۔

پر اجماع کیا ہے اور پہلی صورت کو رد کردیا ہے۔ [۱] یہ مختصر اشارہ تھا اختلاف مصاحف کی طرف البتہ سید ابن طاؤس نے مصاحف عثمانی کے تمام اختلافی موارد کو شمار کیا ہے اسی طرح علامہ شیخ ہادی معرفت نے بھی ان موارد کو بڑی باریک بینی سے فہرست وار لکھا ہے انہوں نے مصاحف عثمانی کی غلطیوں کی تعداد سات ہزار تک بیان کی ہے جو چاہے اس محترم شخصیت کی کتاب کی طرف رجوع کرسکتا ہے۔ [۲]

یہاں ہم اس نتیجہ پہ پہنچتے ہیں کہ تمام موارد میں اختلاف کے باوجود قرآن کی قرائت میں ہر دور کے مسلمانوں کا اتفاق نظر اور اجماع قرآن کا حافظ و نگہبان رہا اور آیات کا سینہ بہ سینہ نقل ہونا اور قرآن کے لکھنے میں اہتمام برتنا ہی باعث بنا کہ آیات قرآن کے ایک جیسا ہونے پہ اتفاق نظر حاصل ہوجائے ، آیات کے مورد میں یہی اتفاق نظر بہترین دلیل ہے اس بات پہ کہ لگتا ہے قرآن میں بعض خطائیں اور غلطیاں جو نظر آتی ہیں یہ کاتبوں کے سہو کا نتیجہ ہیں۔

نسخہ برداری اور قرائت میں سہو و خطاء:

یہاں پہ بہتر ہے کہ ایک اور قسم کے اشتباہ اور قرائت میں اختلاف کے ایک اور سبب کی طرف اشارہ کیا جائے جو مصاحف سے نسخہ برداری کرنے والے کاتبوں کی غلطی کی وجہ سے ہے۔ یہ بات طبیعی ہے کہ جب ایک نسخہ تیار کرنے والا مصحف سے دیکھ کر لکھے گا تو کوئی نہ کوئی حرف یا ممکن ہے کہیں پہ پوری سطر کم یا زیادہ ہوجائے۔

---

(۱) سعد السعود ص ۲۷۵ ۔ ۲۸۱ ، التمہید فی علوم القرآن ج ۲ ، ص ۳۵۴ ۔ ۳۵۳ ، النشر فی القراءات العشر ج ۱ ، ص ۱۱ اس کتاب میں اور موارد بھی مذکور ہوئے ہیں۔

(۲) دونوں سابقہ حوالے۔

Presented by www.ziaraat.com

مثلاً شام کے نواحی علاقوں سے لوگ مدینے آتے تاکہ مصحف امام سے اپنے لیئے قرآن کا نسخہ تیار کریں۔[1] اور واضح ہے کہ نسخہ برداری کرنے کے بعد انہیں تقابل کا وقت نہیں ملتا تھا اور وہ مصحف اسی صورت میں دوسروں کے ہاتھوں پہنچ جاتا اور اگر اس میں کوئی غلطی ہوتی تو وہ اسے صحیح سمجھتے ہوئے اسی طرح پڑھتے تھے اور دوسروں تک بھی پہنچاتے تھے اس گمان کے ساتھ کہ یہ فلاں صحابی کی قرائت ہے البتہ یہ اس صورت میں تھا کہ خود قاری صحیح پڑھنے کی قدرت رکھتا ہوا ورنہ ممکن ہے اس سے زیادہ غلطیوں کے ساتھ دوسروں تک منتقل کرے۔ اور شاید بہت سی شاذ قرائتیں جنکی ابن مسعود و غیرہ کی طرف نسبت دی جاتی ہے نسخہ تیار کرنے والوں کی غلطیوں کا نتیجہ ہوں کیونکہ ممکن ہے جو شخص اچھی قرائت رکھتا ہو وہ کسی مشہور صحابی کے مصحف پر دسترسی پیدا کرلے اور اس مصحف سے اپنے لیئے مصحف تیار کرلے اور بعد میں اس شخص کا تیار شدہ نسخہ کسی دوسرے شخص تک پہنچے تو وہ اسے اس مشہور صحابی کی قرائت سمجھتا اور وہ بعد میں اس قرائت کو اس صحابی کی طرف منسوب کرکے دوسروں کو بیان کرتا اور اگلا مزید دوسرے لوگوں کو بیان کرتا۔ اس کے علاوہ کبھی یوں بھی ہوتا کہ ایک شخص اپنے مصحف میں توضیح و تفسیر کے عنوان سے کوئی چیز لکھتا تو کوئی دوسرا اسے دیکھ کر یہی سمجھتا کہ یہ قرآن کا جزء ہے لہذا بعد میں اس اضافے کو خاص قرائت کے عنوان سے اس مصحف والے شخص کی طرف نسبت دی جاتی۔

---

(۱) کنز العمال ج ۲ ص ۲۳۳ ابن ابی داود سے منقول۔

Presented by www.ziaraat.com

راغب اصفہانی کہتا ہے ، " جن لوگوں نے مصحف لکھے انھیں کتابت پر کافی حد تک مہارت حاصل نہیں تھی لہذا ایسی جگہوں پر حروف لکھ دیئے جہاں انکی ضرورت نہیں تھی"۔ (۱) اس مورد میں حضرت امام محمد باقرؑ سے ایک روایت منقول ہے جس میں حضرتؑ ان حروف کی طرف اشارہ فرماتے ہیں کہ جو کاتبوں نے سہواً لکھ دیئے اور دوسروں نے انہیں آیات کا حصہ سمجھ لیا۔ (۲) جیسا کہ امیرالمومنین حضرت علیؑ سے روایت میں ہے کہ حضرتؑ قرینہ کے ذریعے اشارہ کرتے ہیں کہ کاتبوں اور نسخہ برداروں نے بعض جگہ الف لام حذف کردیا کم از کم رسم الخط میں اس طرح تھا۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں ، " جب انھوں نے مصحف دیکھا کہ جو تنزیل و تاویل پر مشتمل تھا اس سے نہ "الف" کم کیا گیا تھا اور نہ "لام" ایک دوسری روایت میں ہے " حتی کہ اس سے ایک حرف بھی کم نہیں تھا"۔ (۳) اور تیسری روایت میں ہے " جب حضرتؑ مصحف لائے تو کہا " یہ پروردگار کی کتاب ہے اسی طرح جیسے آپ کے رسولؐ پر نازل ہوئی تھی نہ ایک حرف اس پر اضافہ کیا گیا ہے اور نہ کوئی حرف اس سے کم کیا گیا ہے، تو انھوں نے کہا ہمیں اسکی ضرورت نہیں ہے"۔ (۴)

---

(۱) محاضرات الادباء ج/ ۲ جزء / ۴ ص ۴۳۳۔

(۲) تفسیر برہان مقدمہ ص ۵۰ و ۳۷ عیاشی سے منقول۔

(۳) الاحتجاج ج/۱ ص ۳۸۳ و ص ۲۲۲ کتاب سلیم ابن قیس ص ۹۹، بحار ج/ ۸۹ ص ۴۰ ، ۴۱ ، البیان آیت اللہ خوئی ص ۲۲۲ و تفسیر صافی مقدمہ ۶ ص ۴۱۔

(۴) وافی ج/ ۵ ص ۲۷۳ ، اعتقادات صدوق باب الاعتقاد فی مبلغ القرآن۔

واضح اور روشن نمونے:

یہاں پر مناسب ہے نسخہ برداری کرنے والوں کے اشتباہ کے کچھ نمونے ذکر کیئے جائیں جو کہ ہماری نظر میں سہو قلم کا نتیجہ ہیں۔

۱۔ عبدالرزاق نے "المصنف" میں درج ذیل قرائت کو "شریح" کی طرف منسوب کیا ہے " واذ وا الامانات الی اھلھا"۔ (۱) حبیب الرحمن اعظمی اس بات پر تعلیقہ لگاتے ہوئے کہتا ہے اصل آیت " ان تؤدوا الامانات " ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ آیت کی یہ غلط کتابت نسخہ برداری کرنے والے کاتب کی غلطی سے ہے۔ " اخبار القضاۃ " میں آیا ہے کہ اس کے بعد اس نے تلاوت کی " انّ اللّٰہ یامرکم ان تودوا الامانات ......"۔ (۲)

۲۔ مجاہد نقل کرتا ہے کہ میں ابن عباس کے پیچھے گیا تو اسے میں نے رکن اور باب کعبہ کے درمیان خدا کے حضور مناجات کرتے ہوئے دیکھا اس حال میں کہ اپنے غلام عکرمہ کا سہارا لیے ہوئے تھے میں نے پوچھا "ساحران تظاہرا" صحیح ہے یا "سحران" ہے ابن عباس نے کچھ نہ کہا، عکرمہ نے کہا " ساحران تظاھرا " اور میں سوال کرنے میں آگے تک چلا گیا۔ (۳)

حبیب الرحمان یہاں عکرمہ کے اس جواب پر تعلیقہ لگاتے ہیں کہ یہ قرائت ابن زبیر کی طرف بھی منسوب ہے جیسا کہ "المجمع" طبرانی کی اسناد کے ساتھ نقل کرتا ہے، لیکن " ازرقی " کہتا ہے کہ "سحران" کتاب کی تصحیح کرنے والے نے کہا ہے اور دوسرے نسخہ میں "ساحران" آیا ہے"۔ (۴)

جیساکہ آپ نے دیکھا ایک کلمہ کے نقل میں کس حد تک اختلاف پایا جاتا ہے یہی بات ہمارے مطلب کی تائید کرتی ہے۔

---

(۱) و (۲) المصنف عبدالرزاق ج ۸، ص ۳۰۵ متن اور حاشیہ میں۔

(۳) المصنف عبدالرزاق ج ۵، ص ۵۵ حاشیہ میں ازرقی اس مطلب کو اپنے دادا سے اور وہ ابن عیینہ اور وہ حمید ابن قیس سے ج ۱، ص ۲۴۸ میں نقل کرتا ہے۔

(۴) المصنف عبدالرزاق ج ۵، ص ۵۵ حاشیہ۔

Presented by www.ziaraat.com

۳ ۔ آیت " و جاءتْ سکرۃُ الموتِ بالحق " میں حضرت ابوبکر اور ابن مسعود کی قرائت اس طرح سے ہے " و جاءت سکرۃ الحق بالموت "۔ (۱) قرطبی کی نظر میں حضرت ابوبکر کا اس آیت کو قرائت کرنا فراموشی کی وجہ سے ہے نہ کہ خاص قرائت کی بنیاد پر حضرت ابوبکر سے دو روایتیں نقل کی گئی ہیں ایک اسی طرح سے ہے جیساکہ مصحف میں لکھا ہے اور اسی پر عمل کیا جائے گا اور دوسری اس کے مخالف ہے اور اسے رد کردیا گیا ہے اور اس روایت کو اسکی فراموشی کا نتیجہ سمجھنا چاہیئے اگر اس نے اس طرح سے کہا ہو یا اس روایت کو راوی کا اشتباہ سمجھنا چاہیئے۔ (۲)

۴ ۔ " اذا جاءَ نصر اللّٰہ والفتح " کی بجائے " اذا جاء فتح اللّٰہ والنصر " کی قرائت میں زرقانی دعوی کرتا ہے کہ دوسری قرائت پر عمل کیا جائے۔ (۳) لیکن ہماری نظر میں زرقانی کی یہ بات کوئی دلیل نہیں رکھتی بلکہ اندھیرے میں تیر پھینکنے والی بات ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ نسخہ تیار کرنے والے کاتب یا نقل کرنے والے کی غلطی کی وجہ سے ہے اور ایسے اشتباہات کی کمی بھی نہیں ہے۔

۵ ۔ " میمون ابن مہران " " معمر " سے نقل کرتا ہے کہ میں ایک عورت کی طلاق کے فدیہ سے متعلق ابی بن کعب کا نظریہ پوچھنے کے لیئے " ایوب " کے پاس گیا اور اس کے لیئے یہ بات نقل کی اور پھر ہم اکٹھے ایک شخص کے پاس گئے جس کے پاس ابیؑ کے بقول ایک قدیمی مصحف تھا کہ اسے اس نے ایک ثقہ شخص سے نقل کیا تھا، جب ہم نے مصحف

---

(۱) الجامع لاحکام القرآن ج/ ۱۷ ص ۱۲ ، ۱۳۰ ۔ البرہان زرکشی ج/ ۱ ص ۳۳۵ و ۲۱۵ ۔ البیان ج/ ۱ ص ۹۹۸ ، الاتقان ج / ۱ ص ۳۷ ، مناہل العرفان ج/ ۱ ص ۲۲۲ ، التمہید ج/ ۲ ص ۱۲ ، القرآت الشاذہ ص ۱۴۴ سے منقول ، محاضرات الادباء ج/ ۲ جزء/ ۴ ص ۴۳۳ ، فتح الباری ج/ ۹ ص ۲۵ ، الفہرست ج/ ۱ ص ۲۶ ، ۲۷۔

(۲) الجامع لاحکام ج/ ۱۷ ص ۱۲۔

(۳) مناہل العرفان ج/ ۱ ص ۲۲۲ ، فتح الباری ج/ ۹ ص ۲۷۔

کھولا اور پڑھا تو لکھا تھا " الا ان یظنا الا یقیما حدود اللہ فلا جناح علیہما فیما افتدت بہ لا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ "۔ (۱) جیسا کہ آپ نے ملاحظہ کیا اس میں آیت کے بعض فقرے حذف کر دیئے ہیں اور انہیں بعد والی آیت کے ساتھ ملا دیا گیا ہے۔ اس جیسے اشتباہات کو نسخہ تیار کرنے والے کی غلطی سمجھنا چاہیئے۔ درج ذیل موارد بھی بعید نہیں ہے کہ انہی کاتبوں کی غلطیوں کا نتیجہ ہوں۔

۶ ـ روایت ہوئی ہے کہ عمر حضرت آیت " و ان کان مکرھم " کو " و ان کاد مکرھم " پڑھتے تھے (۲) شاید یہ اشتباہ " دال " اور " نون " کی مشابہت سے پیش آیا ہو۔

۷ ـ دوسرا قرائت کرتا ہے " ضربت علیھم المسکنۃ و الذلّ "۔ (۳)

شاید " یا حسرۃ علی العباد " (۴) کی بجائے " یا حسرۃ العباد " کی قرائت اسی سے ہو نسخہ تیار کرنے والے نے " علیٰ " کو گرا دیا ہو۔

۸ ـ اسی طرح " بل یداہ بسطان " (۵) " مبسوطتان " کی جگہ پر اسی طرح کے اشتباہات میں سے ہے۔

۹ ـ " اولئک لھم نصیب مما اکتسبوا " (۶) کی قرائت " کسبوا " کی بجائے اسی طرح ہے۔

---

(۱) المصحف صنعانی ج ۲، ص ۵۰۳ حاشیہ میں جامع البیان طبری ص ۲۷۸ ج ۲ سے منقول آیت / ۲۳۰ و ۲۳۱ سورہ بقرہ کے اختلاف کے ساتھ۔

(۲) مقدمہ تفسیر برہان ص ۳۲ ابن انباری و ابن جریر اور دوسروں سے منقول۔

(۳) محاضرات الادباء ج ۲، ۲ جزء / ۴ ص ۴۳۳۔

(۴) آلاء الرحمٰن تحریف القرآن ص ۳۳ المصاحف ص ۵۵ سے منقول۔

(۵) وہی حوالہ ص ۳۳ المصاحف ص ۵۳ سے منقول۔

(۶) وہی حوالہ ص ۳۳ المصاحف ص ۵۵ سے منقول۔

۱۰ ـ اسی طرح " کذلک " سے پہلے " واو " کا گرانا آیت " و کذلک اخذ ربک اذا اخذ القری و هی ظالمة "(۱) اس جیسے اشتباہات میں سے ہے۔

۱۱ ـ "سارعوا " سے پہلے بھی " واو " کا گرانا آیت " و سارعوا الی مغفرة من ربکم " میں اسی باب سے ہے۔(۲)

۱۲ ـ ابن مسعود کی طرف منسوب یہ قرائت " اینما یوجه "(۳) " یوجهه " کی بجائے ، بھی نسخہ تیار کرنے والے کاتب ہی کا اشتباہ ہے۔

۱۳ ـ اسی طرح ابن عباس کی قرائت " و ادکر بعد أ مَه " " امه " کی بجائے نسخہ کے کاتب کا سہو ہے۔(۴)

۱۴ ـ ابن مسعود اور بعض دوسروں کی قرائت " و ما خلق الذکر و الانثی " کی بجائے " و الذکر والانثی " کہ علقمہ کہتا ہے ابن مسعود نے اس آیت کو اسی طرح پیغمبرؐ سے سنا تھا، ابو درداء کہتا ہے " ۔ میں نے خود پیغمبر اکرمؐ سے آیت اسی طرح سنی تھی اور یہ لوگ اسے قبول کرنے سے انکار کرتے ہیں۔(۵) لیکن ہم اس نسبت کو قبول نہیں کرتے جو یہ علقمہ اور

---

(۱) وہی حوالہ ص ۴۴ المصاحف ص ۵۶ سے منقول۔

(۲) التمهید ج/ ۲ ص ۱۳ التیسیر ص ۹۹ سے منقول، الکشف عن وجوہ القرآت ج/ ۱ ص ۳۵۶۔

(۳) مجمع الزوائد ج/ ۷ ص ۱۵۵ طبرانی سے منقول۔

(۴) صحیح بخاری ج/ ۳ ص ۱۳۹ اور ج/ ۲ ص ۱۹۷، مسند احمد ج/ ۹ ص ۴۴۹ اور ص ۴۵۱، صحیح مسلم ج/ ۲ ص ۲۰۶، صحیح ترمذی ج/ ۵ ص ۱۹۱، الکشاف ج/ ۳ ص ۱۷۰، البرہان زرکشی ج/ ۱ ص ۳۱۵، محاضرات الادباء ج/ ۲ جزوہ / ۴ ص ۴۳۳، المعشر ج/ ۱ ص ۱۳، ۲۲، الاتقان ج/ ۱ ص ۴۱، ۷۶، فتح الباری ج/ ۸ ص ۲۵، الدر المنثور ج/ ۶ ص ۳۵۸ سعید ابن منصور، نسائی، عبدابن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن مردویہ، اور دوسروں سے منقول۔ اکذوبہ تحریف القرآن ص ۲۷ بعض مذکورہ بالا منابع اور جامع الاصول ج/ ۳ ص ۴۹ سے منقول۔

(۵) الاتقان ج/ ۱ ص ۵۸۔

Presented by www.ziaraat.com

ابودرداء کی طرف دیتے ہیں شاید راویوں نے یہ جھوٹی نسبت دی ہو یا ہو سکتا ہے علقمہ اور ابودرداء نے واقعاً اسی کو پیغمبر اکرم ؐ سے سنا ہو لیکن اسکی تفسیر کے درپے ہوں نہ یہ کہ یہ پیغمبر ؐ کی قرائت ہے۔

۱۵ _ مجاہد اور طاؤس سے منقول ہے کہ غلام (مملوک) کو اپنے مولی کی لونڈی کے بالوں پر نظر نہیں کرنی چاہیئے اور بعض قرائتوں میں ہے " و ما ملکت ایمانکم ، الذین لم یبلغوا الحلم "۔ (۱) ظاہراً اس کی روایت میں لوگوں نے آیت کو " الذین " " واو " کے بغیر پڑھا ہے اور قاری نے بھی جیسا دیکھا اسی طرح پڑھا یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ کوئی خاص قرائت ہے۔

عمدی تحریف (جان بوجھ کر تحریف کرنا) :

مذکورہ بالا سہوی تحریفات کے علاوہ ہم بعید نہیں سمجھتے کہ بعض تحریفیں جان بوجھ کر کی گئی ہوں بالخصوص اس لحاظ سے کہ بعض بڑی شخصیات نے قرآن کریم سے نسخہ تیار کرنے کے لیئے غیر مسلم کاتبوں کی خدمات حاصل کی تھیں ۔ عبدالرزاق " ثوری سے وہ ابن ابی لیلی سے اور وہ اپنے بھائی عیسی سے نقل کرتا ہے " حیرہ " کے ایک نصرانی نے ستر درہم لے کر عبدالرحمان ابن ابی لیلی کے لیئے مصحف لکھا " (۲) جیسا کہ بیت المقدس کے کاتبوں نے ان آیات میں تحریف کی کوشش کی جن سے انکی حقیقت روشن ہوتی تھی لیکن خدا نے انہیں ذلیل و رسوا کیا اور اپنی کتاب کی حفاظت کی اور دین اسلام کو عزت بخشی " انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون "۔

کیا حضرت عثمان نے قرائتوں کو مصاحف پر متفرق کیا ؟

عجیب ترین دعوی جو ہم نے سنا ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ عثمانی مصاحف میں جو کہ ہے کسی حرف کے لکھنے یا نہ لکھنے میں اختلاف پائے جاتے ہیں یہ خود حضرت عثمان

---

(۱) المصنف ، عبدالرزاق ج ۷ ، ص ۲۱۳۔

(۲) المصنف ، عبدالرزاق ج ۸ ص ۱۲۳۔

Presented by www.ziaraat.com

کا ایسا کیا ہوا تھا کیوں کہ جب حضرت عثمان نے مصاحف ایک کرنے کا ارادہ کیا اور قریش کے لہجے کو دوسرے لہجوں پر مقدم کیا اور اس کے لیے واضح ہوگیا کہ کلامِ خدا مختلف لہجوں پر نازل ہوا ہے اور اسی طرح سے پیغمبر اکرمؐ سے سنا گیا ہے اور اسے معلوم ہوا کہ قرآن کو مختلف لہجوں کے ساتھ ایک مصحف میں جمع کرنا ممکن نہیں ہے مگر یہ کہ ایک کلمہ کو دوبارہ لکھا جائے اور یہ کام چونکہ مشکلات اور سختی کا باعث تھا اور خود اپنی جگہ پر آیات میں بے نظمی کا باعث بھی تھا اور نہ صرف مشکل کو حل کرتا بلکہ مزید مشکلات ایجاد کرنے کا سبب بنتا لہذا حضرت عثمان نے قرائتوں کو اپنے حال پر چھوڑدیا اور مختلف قرائتوں کو مصاحف میں بکھیر دیا جس کی وجہ سے بعض قرائتیں لکھی گئیں بعض حذف ہوگئیں اور تمام مصاحف کے بارے میں یہی عمل دہرایا تاکہ امت ان ظاہری مخالفت والی آیات کو حفظ کرکے اس کے ذریعے اس کو پالیں جو خدا کی طرف سے نازل ہوا اور پیغمبر اکرمؐ کی زبانی سنا گیا ہے یہی مختلف شہروں میں بھیجے گئے اصلی مصاحف کے درمیان اختلاف کا سبب ہے۔ (۱)

"مھدوی" کہتا ہے "۔ تمام قرائتیں جن پر قرآن نازل ہوا ہے مصحف کے خط میں موجود ہیں اور اس سے خارج نہیں ہیں اور مجموعی طور پر مصاحف میں موجود ہیں"۔ (۲) یہ دعویٰ بعض فقیہ قاریوں اور متکلمین کی طرف بھی منسوب کیا گیا ہے (۳) اس جیسا دعویٰ ہم نے اس سے پہلے ذکر کیا ہے کہ سات قرائتیں حضرت ابوبکر کے مصحف میں بھی موجود ہیں اس دعویٰ کے جواب میں ہم درج ذیل مطالب عرض کرتے ہیں۔

---

(۱) القراآت القرآنیہ ص ۱۰۱، ۱۱۶، المقنع ص ۱۱۳ و ۱۱۵ سے منقول۔

(۲) وہی حوالہ، مختصر وجوہ القراآت سے منقول۔

(۳) النشر فی القراآت العشر، ج ۱، ص ۳۱۔

ایک تو یہ کہ ۔ خود حضرت عثمان نے مصاحف میں بعض غلطیوں کا اعتراف کیا ہے اور دوسروں نے بھی کچھ اشتباہات کی طرف اشارہ کیا ہے اور ہم اس حقیقت کو تفصیل کے ساتھ ذکر کر چکے ہیں اس کو دھراتے نہیں ہیں۔

دوسرا یہ کہ ۔ عثمانی مصاحف میں پائے جانے والے ان اختلافات کا کیا کیا جائے جنہیں امت نے کتابت کی غلطی سمجھ کر رد کر دیا اور سب نے انھیں غلط سمجھا ۔کیا وہ بھی مقبول اور نازل ہونے والی آیات سمجھی جائیں گی ؟

تیسرا یہ کہ ۔ رسم الخط میں ایک ہی کلمہ کو دو طرح لکھنے کے لیئے ایک ہی مصحف میں کیا کیا جائے؟ اور بہت سے کلمات سے " الف " کے گرانے اور بہت سی دوسری املائی غلطیوں کی کیا توجیہ کی جائے گی ؟

چوتھا یہ کہ ۔ بعض کلمات جو کہ تمام مصاحف میں یکساں لکھے گئے ہیں لیکن ابن مسعود وغیرہ سے ان کی قرائت کمی و زیادتی یا حذف و اتصال کے ساتھ نقل کی گئی ہے تو کیا انھیں بھی قرائتوں سے سمجھنا چاہیئے ؟ اگر اس طرح ہے تو پھر کیوں انھیں مصحف میں لکھا نہیں گیا اور کیا ، لہجوں کی بنیاد پر قرائتوں کو کبھی اس طرح اور کبھی اس طرح لکھا جاتا تھا ؟

پانچواں یہ کہ ۔ حضرت عائشہ اور دوسروں کا یہ اصرار کہ مصاحف میں لکھے گئے بعض کلمات غلط ہیں اس کا کیا کیا جائے گا ؟ کاتب بعض دفعہ لکھتے وقت اونگھ جاتا تھا ؟ اس کے علاوہ بھی اور جوابات ہوسکتے ہیں جو ہماری سابقہ گفتگو سے واضح ہوسکتے ہیں ان کے دوبارہ تذکرے کی ضرورت نہیں ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

تیسری فصل

عمدی دست اندازیاں یا سستی و کاہلی کا مظاہرہ:

تمہید

قراتوں کے اختلافات کا ایک اور سبب جس میں رسم الخط کا کوئی کردار نہیں ہے قاری کا ماہر نہ ہونا یا قاری کا اپنا شخصی اجتہاد تھا جو اس قرائت کا سبب بنا البتہ کبھی رسم الخط سے ہٹ کر کوئی اختلاف قاری کی سماعت میں غلطی یا اس کے حافظے کی کمزوری یا عرب قبائل کے لہجوں میں فرق کی بنیاد پر وجود میں آتا ہے۔ آئندہ صفحات میں ہم انہی عوامل کی مختصر وضاحت کریں گے۔

وہ قرائتیں جو رسم الخط کے موافق یا مخالف ہیں:

قراتوں کے اختلاف اور بے نظمی کا ایک اور عامل جو کہ موقع پرستوں کے لیئے راستہ کھول دینے اور ہویٰ و ہوس کے بندوں کے لیئے قرآن میں دست اندازی کا مقدمہ فراہم کرنے کا موجب بنا، وہ کام تھا جو قرائت کے میدان میں مشہور شخصیات نے انجام دیا اور یہی ان کا اس سلسلہ میں طریقہ کار تھا۔ اس سلسلے میں درج ذیل شخصیات کا نام لیا جا سکتا ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

۱۔ ابوبکر ابن مقسم ۔ ہم اجتہادات اور نظریات کی فصل میں ذکر کریں گے کہ یہ شخص قراتوں میں خود جس کلمہ کو عربی زبان کے لحاظ سے فصیح ترین سمجھتا تھا اسی کو پڑھتا تھا اگرچہ وہ قرآن کے رسم الخط کے مخالف ہوتا۔ اسے اس کام سے روکنے کے لیئے ایک کمیٹی بنائی گئی جس نے اسے اس کام سے روکا۔

۲۔ ابوبکر العطار ۔ ابوبکر نے اپنے استاد " ابن شنبوذ " کی پیروی کرتے ہوئے ایسے حروف کا انتخاب کیا کہ جو اہل سنت کے بزرگ علماء و ائمہ کے مخالف تھے ۔ " ۔ اس کا نظریہ یہ تھا کہ جو قرائت بھی رسم الخط کے موافق ہو اس کا پڑھنا جائز ہے اگرچہ کوئی اصلیت و بنیاد نہ رکھتی ہو ۔ (۱) وہ زیادہ قراتوں کی روایات کا پابند نہیں تھا۔ اس نے اپنے لیئے ایسی قرائت کا انتخاب کیا تھا جو اسکی اپنی نظر میں سیاق آیت سے مناسبت رکھتی ہے مثلاً وہ پڑھتا تھا " خلصوا نجبا " " نجیا " کو "باء" کے ساتھ پڑھتا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ علماء نے اسکے خلاف بغاوت کردی اور امیر نے اسے عدالت میں طلب کرلیا وہ اپنا دفاع کرنے میں ناکام رہا لھذا اسے توبہ کرنے پر مجبور کیا گیا ۔"۔ (۲)

۳۔ ابن شنبوذ ۔ اس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اس کی اپنی نظر میں جو صحیح ہوتا اسے پڑھتا تھا اگرچہ عثمانی مصاحف کے رسم الخط کے مخالف ہوتا۔ اسکے اس کام کو غلط کہا گیا یہاں تک کہ وقت کے وزیر "ابن مقلہ" نے اس کو توبہ کروانے کے لیئے ایک اجلاس بلایا اور اسے کوڑے مارے گئے اور مجبوراً اس نے توبہ کا اظہار کیا۔ (۳) " قاضی عیاض " اس بارے میں کہتاہے "ابن شنبوذ مقری " (جو کہ ابن مجاہد کے ساتھ قراتوں کی ذمہ داری رکھتا تھا) کو توبہ کروانے کے سلسلے میں بغداد کے فقہاء کا اتفاق نظر ہوگیا۔

---

(۱) التمہید ج/ ۲ ص ۳۰ ، بغیۃ الوعاۃ ص ۳۱ اور معرفۃ القراء الکبار ج/ ۱ ص ۲۳۶ سے منقول ، القراءات القرانیہ تاریخ و تعریف ص ۱۵ تاریخ القرآن شاہین ص ۲۰۷ سے منقول۔

(۲) النشر ج/ ۱ ص ۱۷ ، التمہید ج/ ۲ ص ۳۵ النشر اور معرفۃ القراء الکبار ج/ ۱ ص ۲۳۶، ۲۳۵ سے منقول۔

(۳) التمہید ج/ ۲ ص ۳۱ طبقات القراء ج/ ۲ ص ۵۵ سے منقول ، النشر ج/ ۱ ص ۳۵، ۲۱ ، ۳۳۔

Presented by www.ziaraat.com

یادر "ابو علی ابن مقلہ" وزیر کی مجلس میں ابن شنبوذ نے اپنے اوپر لگائے گئے الزامات تسلیم کرلیئے۔ اسکے اعترافات قلمبند کر لیئے گئے۔ یہ واقعہ ۳۲۳ ہجری میں ہوا اسکے خلاف فتویٰ دینے والوں میں سے ابوبکر ابہری و غیرہ جیسے لوگ تھے۔ (۱) اس بارے میں ابن خلکان غسانی اور ملا علی قاری کی تحریروں کی طرف رجوع کریں۔ (۲)

خطیب بغدادی اور ابن جوزی کہتے ہیں "ابن شنبوذ نامی شخص کا واقعہ بغداد میں مشہور ہوگیا وہ لوگوں کو ایسی قرائت سکھلاتا تھا اور خود بھی ایسی قرائت محراب میں پڑھتا تھا کہ جو حروف اور الفاظ میں مصاحف کے مخالف تھی اسی طرح وہ حضرت عثمان کے جمع کرنے سے پہلے والے مصاحف سے روایت کرتا تھا اور اسی روایت کے مطابق قرائت کرتا تھا۔" (۳) ایک اور بات جو قابل ذکر ہے یہ کہ ابن شنبوذ نے اپنی قرائت میں کسی بدعت کا ارتکاب نہیں کیا تھا اور اپنی طرف سے کوئی قرائت نہیں گھڑی تھی بلکہ وہ ان روایات کے مطابق جو اس کے پاس تھیں اور اہلسنت کی کتب ان روایات سے بھری پڑی ہیں قرائت کرتا تھا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ قرائت میں انہی روایات کے منقولات سے خارج نہیں ہوا۔ وزیر ابن مقلہ کے سامنے اس کے اعترافات ایک کاغذ پر لکھ لیے گئے۔ اس نسخہ میں وہ اپنی قرائت کو ان روایات کی طرف نسبت دیتا ہے جو بعض صحابہ سے نقل ہوئیں یہاں پر ہم ابن مقلہ وزیر کی مجلس کی کاروائی ذکر کرتے ہیں اور ابن شنبوذ کی قرائت اور صحابہ سے منقول روایات کے درمیان تقابل کو قاری پر چھوڑ دیتے ہیں۔

---

(۱) الشفاء ج/ ۲ ص ۳۰۶، ۳۰۷، المختصر ج/ ۱ ص ۳۰۔

(۲) وفیات الاعیان ج/ ۳ ص ۳۹۹۔ ۴۰۱، شرح شفاء ملا علی قاری ج/ ۲ ص ۳۲۱، المنتظم ج/ ۶ ص ۲۶۵، ۳۰۸، تاریخ ابن الوردی ج/ ۱ ص ۴۶۷، صلہ تاریخ طبری ص ۲۹۱، النجوم الزاہرہ ج/ ۳ ص ۲۳۸، ۲۳۹، البدایہ والنہایہ ج/ ۱۱ ص ۱۸۳، ۱۹۵، شذرات الذہب ج/ ۲ ص ۳۱۳، ۳۱۴، ۲۹۷، تاریخ بغداد ج/ ۱ ص ۲۸۰، ۲۸۱۔

(۳) المنتظم ج/ ۶ ص ۳۰۸، تاریخ بغداد ج/ ۱ ص ۲۸۰۔

Presented by www.ziaraat.com

ابن شنبوذ کی قرائتوں کے نمونے۔

وزیر کی مجلس کی کاروائی ابن خلکان یوں بیان کرتا ہے۔ محمد ابن احمد معروف بہ ابن شنبوذ سے اسکی قرائت کے بارے میں پوچھا گیا ابن شنبوذ کی قرائت کے مطابق آیات پڑھی گئیں اور اس نے اعتراف کیا۔ ابن شنبوذ کی قرائت پر آیات درج ذیل صورت میں ہیں۔

۱) " اذا نودی للصلوة من یوم الجمعة ۔ فامضوا ۔ الی ذکر اللہ "

۲) " و تجعلون ۔ شکرکم ۔ انکم تکذبون "

۳) " تبت یدا ابی لھب و ۔ قد ۔ تب "

۴) " کا ۔ لصوف ۔ المنفوش "

۵) " فالیوم ۔ ننحیک ۔ ببدنک "

۶) " و کان ۔ امامھم ۔ ملک یاخذ کل سفینة ۔ صالحة ۔ غصبا "

۷) فلمّا خرّ تبینت ۔ الانس ۔ انّ الجن لو کانوا یعلمون الغیب ما لبثوا ۔ حولاً ۔ فی العذاب المھین ۔ "

۸) واللیل اذا یغشی والنھار اذا تجلی و الذکر والانثی "

۹) فقد کذب الکافرون فسوف یکون لزاماً "

۱۰) و لتکن منکم ۔ فئة ۔ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر ۔ و ۔ یستعینون اللہ علی ما اصابھم ۔ اولئک ھم المفلحون "

۱۱) " الا تفعلوہ تکن فتنة فی الارض و فساد ۔ عریض ۔ "

ابن شنبوذ نے مذکورہ بالا تمام موارد کا اعتراف کرلیا اور کہا کہ میں اس طرح پڑھتا ہوں ، مجلس کے حاضرین نے بھی جو کچھ سنا اسکی گواہی دی۔ ابن شنبوذ نے اپنے ہاتھ سے لکھا: " محمد ابن احمد ابن ایوب المعروف ابن شنبوذ کہتا ہے جو کچھ اس رقعے میں لکھا گیا ہے صحیح ہے اور وہ میرا نظریہ اور عقیدہ

Presented by www.ziaraat.com

ہے۔ (۱) البتہ یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ کچھ اور حضرات ایسے بھی ہیں کہ جو اپنے اعتقادات میں ابن شنبوذ سے کم نقصان دہ نہیں ہیں انکے نظریات میں بھی ایسے منفی پہلو پائے جاتے ہیں جو قرآن میں دست اندازی کا راستہ کھولتے ہیں۔ ابن جزری کی اس بات پر توجہ کریں " جو قرائت بھی کسی طرح سے عربی نحو کے ساتھ موافقت کرے اور عثمانی مصاحف میں سے کسی ایک کے ساتھ موافقت رکھتی ہو اگرچہ احتمالی ہو اور اس قرائت کی سند صحیح ہو تو وہ قرائت صحیح ہے۔ اس کا رد کرنا جائز نہیں ہے۔ اس کا انکار کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ ممکن ہے یہ ان سات حروف اور قراآت میں سے ہو جس پر قرآن نازل کیا گیا ہے اور لوگوں پر ان قراآت کا قبول کرنا واجب کیا گیا ہے اب یہ صحیح السند قرائت قرائت کے سات ائمہ یا دس ائمہ میں سے کسی کی ہو یا انکے غیر کی ہو ـــــ"۔

پھر اپنی گفتگو کے ذیل میں لکھتا ہے " یہ مطلب متقدمین اور متاخرین محققین کا قابل قبول ہے ـــــ اور یہی متقدمین کا وہ مذہب ہے جس کا کوئی مخالف نہیں ہے ـــــ"۔ (۲) اس قسم کے نظریات قرآن کو بازیچہ قرار دینے کا راستہ کھول دیتے ہیں اگرچہ ابن شنبوذ وغیرہ سے کمتر ہوں۔

قرائتوں میں کمی و کاستی

بالفرض اگر قبول کرلیں کہ کتابت صحیح تھی نسخے تیار کرنے والوں نے کوئی غلطی نہیں کی اور یہ بھی مان لیں کہ کاتب صحیح کتابت کے قواعد پر مہارت کے ساتھ ساتھ صحیح لکھنے کا

---

(۱) وفیات الاعیان ج/ ۴ ص ۳۰۰-۳۰۱ شذرات الذھب ص ۲۴۳ ج/ ۲۔

(۲) النشر ج/ ۱ ص ۹۔ مصباح الفقیہ کتاب الصلوٰۃ ۲۷۵۔

Presented by www.ziaraat.com

خیال کرتے اور پابندی کرتے تھے اور صحیح نحو برداری کرنے کا تعہد رکھتے تھے اور آیات کے سننے اور نقل کرنے میں کوئی اشتباہ پیش نہیں آیا۔ پھر بھی ایک احتمال باقی رہتا ہے کہ بعض قاری یا بعض وہ لوگ جنکی طرف قرائت کی نسبت دی جاتی ہے عربی قرائت پر صحیح طور پر قدرت نہیں رکھتے تھے انھیں خود اپنی عربی کی کمزوری کا احساس تھا انکی یہی کمزوری نقل اور روایت کرنے میں تشویش و ترغیب کا موجب بن گئی۔ بعض نے گمان کیا ہے کہ یہ نقل و روایت قرائتوں کے علاوہ ایک خاص قرائت ہے کہ جنھیں صحابی سے نقل کیا گیا ہو یا خصوصی طور پر صاحب قرائت کا نظریہ ہو حتی کہ اس کمزوری کا ہم خود بعض صحابہ میں بھی مشاہدہ کرتے ہیں۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ بعد میں غفلت کی وجہ سے یا اس صحابی کی غلطی کی توجیہ۔ اور اسکی شان بچانے کے لیے اس کی غلط قرائت کی نسبت پیغمبر اکرمؐ کی طرف دی گئی۔ ہمارے اس دعویٰ کی تائید اس حقیقت سے ہوتی ہے کہ پیغمبر اکرمؐ کے زمانے میں ایسے لوگ جو اچھی طرح قرائت کر سکتے تھے گنے چنے افراد تھے اور وہ بھی لکھنے پڑھنے کے ابتدائی مرحلہ میں تھے اس حقیقت کو طحاوی وغیرہ نے ذکر کیا ہے۔ (۱)

"بلاذری" لکھتا ہے "جب اسلام سرزمین عرب پر ظاہر ہوا تو اس وقت قریش میں سے صرف سترہ افراد لکھنے پر قادر تھے"۔ (۲) یا ابن عبدربہ کے بقول "اسلام کے ظہور کے وقت صرف دس سے کچھ زیادہ افراد لکھنے پر قادر تھے۔ (۳) قابل توجہ یہ نکتہ ہے کہ ان افراد میں حضرت علیؑ کی ذات گرامی بھی نظر آتی ہے کہ جنھوں نے دامن اسلام میں پرورش پائی اور جاہلیت کے ساتھ ان کا کوئی تعلق و واسطہ کبھی نہیں رہا۔ لہذا یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ حضرت

---

(۱) مشکل الآثار ج/۴ ص ۱۸۲، مقدمہ ابن خلدون ص ۴۱۹۔

(۲) فتوح البلدان ج/۳ ص ۵۸۰، ۵۸۳۔

(۳) العقد الفرید ج/۴ ص ۱۵۷، ۱۵۸۔

Presented by www.ziaraat.com

علیؑ یا ان جیسے دوسرے افراد (جنھوں نے اسلام کے ظہور کے بعد آنکھ کھولی اور کتابت پر قادر تھا) نے کتابت زمانہ جاہلیت میں سیکھی تھی کیونکہ جب حضرت علیؑ نے اسلام کا اظہار کیا انکی عمر آٹھ یا دس سال تھی۔ اسی طرح حضرت عمر ابن خطاب جیسے اشخاص کے بارے میں بھی ہمیں شک ہے کہ انھوں نے کتابت زمانہ جاہلیت میں سیکھی ہو۔ ہم نے یہ مطلب اپنی کتاب "الصحیح من سیرۃ النبی الاعظم" میں حضرت عمر کے اسلام لانے کے ذیل میں بیان کیا ہے وہاں رجوع کریں۔

یا وہ جو مؤرخین نے لکھا ہے کہ "جب پیغمبر اکرمؐ نے قبیلہ "بکر ابن وائل" کو خط بھیجا تو اس قبیلہ میں کوئی شخص بھی ایسا نہیں تھا جو خط پڑھ سکے"۔(۱) بلکہ بعض گروہوں کی نظر میں لکھنا پڑھنا باعث ننگ و عار سمجھا جاتا تھا۔ (۲) اگر کوئی پڑھنے پر قادر شخص مل بھی جاتا تو وہ کیسے اس خاص طریقے کو تشخیص دے سکتا جو کاتبوں نے مصاحف کے رسم الخط میں اپنایا تھا انھیں کیسے پتہ چلتا کہ یہاں پر الف موجود تھا یا اصلاً یہاں الف نہیں تھا؟ یا انھیں کیسے معلوم ہوتا کہ ایک جگہ ایک کلمہ ایک شکل میں اور دوسری جگہ وہی کلمہ دوسری شکل میں لکھا گیا ہے؟ اس کے علاوہ بھی موانع موجود ہیں جو مصاحف کے رسم الخط سے ناواقف شخص کو پیش آسکتے تھے۔

طحاوی بھی قرآن کی سات حروف (سات لہجوں) پر قرائت کے جواز کی علت یوں بیان کرتا ہے "بہت سے لوگوں کے لیئے لغت قریش اور لغت رسول خداؐ پر قرآن پڑھنا دشوار تھا کیونکہ وہ کتابت سے بے بہرہ تھے اور ان میں لکھنے اور حفظ کرنے کی قدرت نہیں تھی"۔

---

(۱) کشف الاستار نے مسند بزار ج ۲ ص ۳۹۹ سے نقل کیا۔ مجمع الزوائد ج ۵ ص ۳۰۵ مجمع نے مسند کے تمام رجال کو صحیح کہا ہے احمد بزار ابو یعلی اور الصغیر میں طبرانی سے منقول۔

(۲) الشعر والشعراء ص ۳۳۴، التراتیب الاداریہ ج ۲ ص ۲۴۸۔

یہی طحاوی ، باقلانی اور شیخ ابو عمر ابن عبدالبر دعوی کرتے ہیں کہ " یہ سات لفظوں پر قرائت کی اجازت صرف ابتداء امر میں تھی اور بعد میں جب عذر نہ رہا اور لوگوں کے لیئے کتابت کا سیکھنا ، لکھنا اور حفظ کرنا ممکن ہوگیا تو یہ اجازت منسوخ ہوگئی ۔ (۱) واضح ہے کہ اکثر لوگ خصوصاً وہ جو اسلامی حکومت کے مرکز سے دور تھے وہ لکھے ہوئے قرآن پر اعتماد کرتے تھے اور مسلمانوں کی اکثریت خصوصاً پیغمبرؐ کی وفات کے بعد فتح ہونے والے ممالک کے مسلمانوں نے قرآن خود پیغمبرؐ کی زبانی نہیں سنا تھا بلکہ صحابہ کی اکثریت نے بھی پورا قرآن پیغمبرؐ کی زبان سے نہیں سنا تھا جیساکہ اکثر صحابی قرآن کے پیغمبرؐ پر آخری مرتبہ پیش کرنے والے جلسے میں شریک نہیں تھے جنہوں نے سنا بھی تھا تو اکثر کو حفظ نہیں تھا۔ مذکورہ بالا مسائل کے پیش نظر قرآن کی قرائت میں خطاء کا احتمال معمول کی بات ہے۔ خصوصاً جبکہ حروف نقطہ اور اعراب کے بغیر تھے۔ شاید سابقہ صفحات میں ذکر کی جانے والی بعض قرائتوں کا سبب یہی کتابت پر مہارت کا نہ ہونا ہو۔ مثلاً امام ابوحنیفہ اور عمر ابن عبدالعزیز کی طرف نسبت دی گئی ہے کہ وہ پڑھتے تھے " انما یخشی اللہ و من عبادہ العلماء " کہ " اللہ " مرفوع ہو اور " العلماء " منصوب ہو۔ (۲) شاید یہ قرائت کم علمی اور کتابت و قرائت میں مہارت کے نہ ہونے سے پیدا ہوئی ہے لیکن ان دو شخصیتوں کی علمی اور دینی حیثیت انکی طرف کم علمی کی نسبت دینے سے مانع ہوگئی لٰذا ان کی اس غلطی کو قرائت کے طور لیا گیا بلکہ بعض نے جرات کی اور کہا کہ یہ نسبت جھوٹی ہے اور ان بزرگوں نے اس طرح کی قرائت نہیں کی۔ (۳) یہی احتمال درج ذیل موارد پر بھی صادق آتا ہے۔

---

(۱) تفسیر القرآن ابن کثیر ج ۱ ص ۳ ، کتاب الدلائل ص ۲۲ ، تاریخ قرآن آبیاری ص ۳۳ ۔

(۲) النشر فی القرآت العشر ج ۱ ص ۱۶ ، الاتقان ج ۱ ص ۷۶ ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱ ص ۴۴ ص ۳۳۳ ، البرہان زرکشی ج ۱ ص ۲۲۱ ، التمہید ج ۲ ص ۳۳ ، ۳۵ ۔

(۳) النشر ج ۱ ص ۱۲ ۔

Presented by www.ziaraat.com

"مبسوطتان" کی بجائے (۱) "بل یداہ بسطان" "تجر کی بجائے" انعام و حرث، حرج" (۲) اور "یوجھہ" کی بجائے (۳) یوجہ۔

یا ابن عامر کی یہ قرائت " و کذلک زیّن للمشرکین قتل اولادھم شرکائھم کہ " قتل مرفوع ہو" اولاد " منصوب ہو اور " شرکائھم " مجرور ہو۔ (۴)

یا حسن بصری کی قرائت " ما تلوته علیکم و لا ادراتکم به" کہ " ہمزہ " کے ساتھ پڑھتا تھا حالانکہ یہ " دریت " ہے۔

یا " و ما تنزلت به الشیاطون " (۵)

یا یحیی ابن وثاب، اعمش اور حمزہ کی یہ قرائت " و ان تلوا او تعرضوا " کہ " تلوا " کی " لام " پہ ضمہ دیا ہے اور " واو " ساکن ہے از باب " ولایت " حالانکہ یہ از باب " لیّ " ہے جو کہ شہادات و دعاوی کے باب میں ہے جسکے معنی دعوی کے طرفین میں سے کسی ایک کی طرف جھکاؤ کرنا ہے۔ (۶)

اسی طرح اعمش، حمزہ اور یحیی ابن وثاب کی یہ قرآت " و ما انتم بمصرخیّ " یاء کو کسرہ دیا ہے گویا انہوں نے سمجھا ہے کہ " یاء " جارہ ہے جو کہ یاء متکلم کو جز دے رہی ہے۔ (۷) اس کے علاوہ بھی بہت سے موارد ہیں جنکے بارے میں تحقیق کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔

---

(۱) الذریعہ تحریف القرآن ص ۳۳ الصاحف سجستانی ص ۵۶ سے منقول۔

(۲) الذریعہ تحریف القرآن ص ۲۷ الصاحف سجستانی ص ۴۹ سے منقول۔

(۳) مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۵۵۔

(۴) الکشاف ج ۲ ص ۷۰، تاریخ القرآن آیاری ص ۳۳، ۱۳۵، تجوید القرآت ص ۲۵۴۔

(۵) التمہید ج ۲ ص ۳۸، ۳۹ کشاف ج ۳ ص ۱۲۹ اور القرآت الشاذہ ص ۱۰۸ سے منقول البحر المحیط ج ۷ ص ۴۷۔

(۶) التمہید ج ۲ ص ۳۸، ۳۹، اتحاف فضلاء البشر ج ۱ ص ۵۴۴، کشاف ج ۱ ص ۳۰۳، تجوید القرآت ص ۲۱۵۔

(۷) التمہید ج ۲ ص ۳۸، ۳۹ البحر المحیط ج ۵ ص ۴۱۹ سے منقول، تاویل مشکل القرآن ابن قتیبہ ص ۵۸، ۴۰۔

Presented by www.ziaraat.com

قوۂ سامعہ کی غلطی ،

قرائتوں کے اختلاف کا ایک اور سبب سننے میں غلطی ہے چونکہ حروف کے مخرج قریب قریب ہیں۔ آواز کی گونج کی وجہ سے اس قسم کی غلطی کا امکان زیادہ ہوتا ہے۔ شاید اسی باب سے ذیل کے اشتباہات ہیں۔

" قطبہ ابن مالک " سے منقول ہے کہ اس نے پیغمبر اکرمؐ کو اس طرح سے تلاوت کرتے سنا " والنخل باصقات لہا طلع نضید "(۱) اس نے "باسقات" سین کو صاد سمجھا کیونکہ یہ دو حرف مخرج میں ایک دوسرے کے قریب ہیں اور آواز کے پھیرنے سے اس قسم کا اشتباہ پیش آتا ہے۔ شاید " بصطۃ و بسطہ " اور " سراطا و صراطا " کا اختلاف اسی باب سے ہو۔(۲)

درج ذیل دو مورد بھی ہوسکتا ہے قوۂ سامعہ کی غلطی کا نتیجہ ہوں۔

۱۔ ابن عباس سے روایت ہے کہ ، میں نے پیغمبرؐ کی تمام سنت کو حفظ کیا صرف یہ نہیں معلوم ہوسکا کہ پیغمبرؐ " وقد بلغت من الکبر عتیا " پڑھتے تھے یا " عسیا "(۳) پڑھتے تھے اس اختلاف کا سبب یا تو اس کلمہ کو صحیح طور پر پیغمبرؐ سے نہ سننا ہے یا اس بارے میں صحیح دقیق قرائت کا پیغمبرؐ سے نہ پہنچنا ہے۔

۲۔ " و ما ہو علی الغیب بضنین " کبھی " ضاد " کے ساتھ پڑھا جاتا ہے اور کبھی " ظاء "(۴) کے ساتھ۔

---

(۱) المجروحون ج ۲ ص ۲۹۸ ، الجامع لاحکام القرآن قرطبی ج ۱۷ ص ۶ ، ثعلبی سے منقول اور یہی روایت صحیح مسلم میں دوسری صورت میں منقول ہے۔

(۲) النشر ج ۱ ص ۲۷ ، التمہید ج ۲ ص ۱۳ ، الکشف ج ۱ ص ۳۴ ، ۳۲۔

(۳) مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۵۵ یہ اس حدیث کے بارے میں کہتا ہے احمد نے اس کو روایت کیا ہے اور اسکی سند صحیح ہے۔

(۴) النشر ج ۱ ص ۲۸ ، التمہید ج ۲ ص ۱۱ ، الاتحاف ص ۴۳۴ سے منقول۔

Presented by www.ziaraat.com

کند ذہن حافظ اور بدعتی عالم:

"ابن مجاہد" اپنی کتاب کے مقدمہ میں قرآء کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے کہتا ہے " ــــ

کچھ قاری وہ ہیں کہ جو صرف اسی کو نقل کرتے ہیں جسے انہوں نے سنا ہو وہ اپنی ذمہ داری اتنی ہی سمجھتے تھے کہ جو کچھ انہوں نے سیکھا ہے اسے دوسروں تک پہنچا دیں نہ وہ عربوں کو جانتے ہیں اور نہ عربی سے واقف ان جیسے قاریوں کو " حافظ " کہا جاتا ہے۔ یہ لوگ وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ اعرابی نکات کو بھول جاتے ہیں کیونکہ کبھی آیت میں مختلف اعراب ہوتے ہیں کہ جو ایک دوسرے سے مشابہ ہوتے ہیں یہ لوگ ان کو ایک دوسرے سے ملا بیٹھتے ہیں کیونکہ ان کا اعتماد صرف حافظہ پر ہوتا ہے اور حافظہ میں" خطاء و نسیان" واقع ہوتے رہتے ہیں۔ ان کا عربی اور اس کے قواعد پر اتنا تکیہ نہیں ہوتا معانی سمجھنے میں اور غلطی سے بچنے کے لیے وہ حقیقت بین نظر سے محروم ہوتے ہیں۔ فراموشی کا شکار یہ حافظ قرآن کو غلط پڑھتا ہے اور وسوسہ میں پڑنے کے بعد اس قرائت کو دوسروں کی طرف نسبت دے کر اپنی جان چھڑا لیتا ہے۔ لوگ بھی اسے سچا سمجھتے ہوئے اسکی قرائت پر اعتماد کرتے ہیں اور قبول کر لیتے ہیں حالانکہ غلطی اسکی اپنی ہوتی ہے۔ بڑی دیدہ دلیری سے وہ دعویٰ کرتا ہے کہ اسکی قرائت صحیح ہے۔ شاید یہ حافظ اپنی قرائت اس شخص سے نقل کرے جو سہو و نسیان کا شکار تھا بہر حال اس جیسے حفاظ کی قرائتوں کو ہم نہ قبول کرتے ہیں اور نہ نقل کرتے ہیں۔

ایک اور گروہ ان قاریوں کا ہے کہ جو اعراب کو جانتے ہیں عربی زبان اور الفاظ کے معانی کو سمجھتے ہیں لیکن قرائتوں کے اختلافات اور قرائتوں سے مربوط مروی آثار سے بے خبر ہیں۔ وہ اپنی عربی دانی پر اعتماد کرتے ہوئے کبھی آیات کو اس طرح سے پڑھتے ہیں کہ جو قواعد نحوی کے لحاظ سے تو شاید غلط نہ ہو لیکن سابقہ بزرگوں میں سے کسی نے بھی اس طریقے سے قرائت نہیں کی ہو ہم ایسے علماء کو بدعتی

Presented by www.ziaraat.com

کہتے ہیں"۔ (۱)

شاید درج ذیل آیت کے بارے میں حضرت عمر کی قرائت بھی حافظہ کے سہو کا نتیجہ ہے یا قوہ سامعہ کی غلطی ہے۔ "والسابقون الاولون من المهاجرين و الانصار الذين اتبعوهم باحسان ۔" زید ابن ثابت نے آیت " الذین " سے پہلو " واو" کے اضافہ کے ساتھ صحیح تلاوت کی اور حضرت عمر کو مطلع کیا لیکن حضرت عمر نے قبول نہ کیا یہاں تک کہ اس نے نئے سرے سے یہ آیت ابی ابن کعب سے سن لی۔ (۲)

سابقہ فصل میں ہم نے حافظوں کی فراموشی سے پیدا شدہ غلط قراءتوں کے کئی نمونے ذکر کردیئے لہذا ان کو دوبارہ یہاں ذکر نہیں کرتے۔ اس کے علاوہ یہ مسئلہ بھی ہے کہ بعض مشہور قاریوں کو مورخین اور فقہاء نے جھوٹا بتلایا ہے اور انکی روایات کو رد کردیا گیا ہے۔ (۳)

لہجوں کا اختلاف۔

اختلافِ قرائت کا ایک اور سبب عرب کے لہجوں کا اختلاف ہے۔ لہجوں میں اس حد تک اختلاف پایا جاتا تھا کہ ۔ ابوعمرو ابن علاء کہتا ہے "نہ حمیر اور یمن کے دور دراز علاقوں کی زبان ہماری زبان ہے اور نہ انکی عربی ہماری عربی ہے۔ (۴) مثلاً قبیلہ " قیس " " کاف" تانیث کو " شین " کے ساتھ تبدیل کردیتا ہے اور " جَعَلَ ربکِ تحتک سریاً " کی

---

(۱) القراآت القرآنیہ تاریخ و تعریف ص ۳۵، ۳۱ ابن مجاہد کی کتاب ص ۴۵ سے منقول۔

(۲) تفسیر قرطبی ج/۸ ص ۲۳۸، جامع البیان ج/ ۱۰ ص ۷، تفسیر کشاف ج/۲ ص ۳۰۳، فتح القدیر ج/۲ ص ۳۹۸، الدر المنثور ج/ ۲ ص ۲۶۹ ابی عبید، سنید، ابن جریر، ابن منذر، ابن مردویہ اور ابی الشیخ سے منقول، کنز العمال ج/۲ ص ۳۵۹۔

(۳) القراآت القرآنیہ تاریخ و تعریف ص ۹۸ طبقات ابن جزری وغیرہ سے منقول۔

(۴) تمہید ج/ ۲ ص ۲۵ الخصائص ابن جنی ج/ ۱ ص ۳۸۰ اور ضحی الاسلام ج/ ۲ ص ۲۴۲ سے منقول۔

Presented by www.ziaraat.com

بجائے " جعل ربش تحتش سریاً" کہتا ہے (۱) یا قبیلہ " تمیم " " سین " کو " تاء " سے بدل دیتا ہے اور " النناس " کو " النات " کہتا ہے یا ابو السوار غنوی کہتا ہے کہ " هیاک نعبد و هیاک نستعین " ایک مشہور لغت ہے۔ (۲) ایک اور کے نزدیک " ایاک " ہمزہ کے فتح کے ساتھ مشہور لغت ہے (۳) یا ایک دوسرا " نستعین " نون کو کسرے کے ساتھ پڑھتا ہے اور یہ لفظ تمیم ربیعہ، اسد اور قیس کی لغت ہے (۴) شاید حضرت عمر کی طرف منسوب یہ قرائت " الم لا الہ الا هو الحی القیام " (۵) اسی باب سے ہو۔ ابن جزری نقل کرتا ہے کہ ایک شخص " علیہم و فیہم " " ہا " ضمہ کے ساتھ پڑھ رہا تھا، اور دوسرا " علیہموا و فیہموا " پڑھ رہا تھا، ایک اور " قد افلح، قل اوحی، و اذا خلوا الی شیاطینہم " نقل کے ساتھ پڑھتا تھا۔ (۶)

کعب ابن مالک سے منقول ہے کہ، حضرت عمر نے ایک شخص کو یہ آیت یوں پڑھتے سنا " لیسجننہ عتیٰ حین " حضرت عمر نے پوچھا تم نے یہ قرائت کس سے سیکھی ہے؟ اس نے کہا ابن مسعود سے تو حضرت عمر نے اس سے کہا یوں پڑھو " لیسجننہ حتی حین "۔

---

(۱) ابجاح لاحکام القرآن ج/۱ ص ۴۵۔

(۲) ابجاح لاحکام القرآن ج/۱ ص ۱۳۶، فتح القدیر ج/۱ ص ۲۲۔

(۳) ابجاح لاحکام القرآن ج/۱ ص ۱۳۷۔

(۴) وہی حوالہ، التمہید ج/۲ ص ۲۲ کتاب سیبویہ ج/۲ ص ۲۵۶ سے منقول۔

(۵) مجمع الزوائد ج/۷ ص ۱۵۳، اکذوبہ تحریف القرآن ص ۲۲ المصاحف سے منقول در ص ۵۱، ۵۲، ۵۹ سات طرق سے، کنز العمال ج/۲ ص ۵۹۳ الفضائل میں ابی عبید، سعید ابن منصور، ابن المنذر، حاکم، ابو داؤد اور ابن انباری آخری دونوں المصاحف میں، سے منقول۔

(۶) مناہل العرفان ج/۱ ص ۱۵۶۔

Presented by www.ziaraat.com

اس کے بعد حضرت عمر نے ابن مسعود کو خط لکھا " سلام علیک " اما بعد، خداوند متعال نے قرآن کو فصیح عربی میں نازل کیا اور اسے قریش کے اس قبیلہ کی لغت سے قرار دیا جب میرا خط تمہیں ملے تو لوگوں کو قریش کی لغت کے مطابق تعلیم دو نہ کہ ہذیل کی لغت کے مطابق۔ (۱)

" ابن قتیبہ " نقل کرتا ہے کہ ہذلی اس طرح پڑھتے ہیں " عتی حین " وہ " حا " کے بجائے " عین " استعمال کرتے ہیں۔ بنو اسد اس طرح پڑھتے ہیں " یعلمون " تِعلم ، تِسود وجوہ ، الم اعہد " وہ تمام موارد میں حرف مضارع (حروف اتین) کو کسرہ (زیر) کے ساتھ تلفظ کرتے ہیں۔ قبیلہ بنی تمیم " ہمزہ " پڑھتے ہیں جبکہ قریش یہ کام نہیں کرتے۔

اس کے بعد ابن قتیبہ ان کے " اشمام " اور " عدم اشمام " کو مثالوں کے ذریعے بیان کرتا ہے اور آخر میں کہتا ہے اگر ہر قبیلہ اپنے مخصوص لہجہ کو چھوڑنا چاہے تو یہ اس کے لیئے بہت مشکل ہے بچپن سے لے کر جوانی تک اس لہجہ کے ساتھ اسے مانوسیت حاصل ہو چکی ہے لہذا اس کام کے لے بہت زیادہ کوشش اور تمرین کی ضرورت ہے۔ (۲)

" ابوشامہ " اضافہ کرتے ہوئے کہتا ہے " ہر وہ قبیلہ کہ جس کی لغت میں " شین " کو " جیم " کی صورت میں تلفظ کیا جاتا ہو مثل " اشدق " اور " صاد " کو " زاء " کی طرح تلفظ کرے مثل " مصدر " کاف کو جیم کی طرح اور جیم کو کاف کی طرف تلفظ کرتا ہو وہ بھی اسی طرح ہے "۔ (۳)

---

(۱) کنز العمال ج/ ۲ ص ۴۷۷ ابن انباری سے الوقف اور خطیب سے تاریخ میں سے منقول، تفسیر قرطبی ج/ ۱ ص ۳۵ ابو داؤد سے منقول، البیان آقای خوئی ص ۲۰۳ البیان ص ۱۵ سے منقول، الاتقان ج/ ۱ ص ۳۱۱، فتح الباری ج/ ۹ ص ۲۳۔

(۲) مناہل العرفان ج/ ۱ ص ۱۵۵، ۱۵۶ ابن قتیبہ سے منقول، النشر ج/ ۱ ص ۲۲، ۲۳، ابن قتیبہ سے منقول، التمہید ج/ ۲ ص ۹۹، ۱۰۰، تاویل مشکل القرآن ص ۳۹، ۴۰ سے منقول، تاریخ القرآن الصغیر ص ۱۰۴ المرشد الوجیز ابی شامہ ص ۱۰۱ سے منقول۔

(۳) تمہید ج/ ۲ ص ۱۰۰، ۱۰۱ المرشد الوجیز سے منقول۔

Presented by www.ziaraat.com

ابن کثیر پڑھتا تھا " فاستوی علی سؤقه — " ہمزہ ساکن کے ساتھ اور ابوحیان اسے ضعیف (کمزور) تلفظ شمار کرتا تھا (۱) ایک اور پڑھتا ہے " من ان تیمنه بقنطار " "تأمنہ" کو زیر کے ساتھ اور " یاء " کو تخفیف کے ساتھ ، دانی کہتا ہے کہ یہ تمیم کا مخصوص لہجہ ہے۔ ابوحیان نے بھی "البحر" میں اس کے ساتھ موافقت کی ہے ، سعید ابن جبیر " من اعاء اخیه " "واو" کو "همزه" کے ساتھ تبدیل کرکے پڑھتا تھا اور ہذیل میں یہ تلفظ رائج تھا۔

حسن بصری پڑھتا تھا " ولا ادراتکم به " ہمزہ کے ساتھ ماضی کا واحد متکلم کا صیغہ ابو حاتم کہتا ہے کہ حسن نے "یاء" کو " الف" کے ساتھ تبدیل کیا ہے اور یہ کام بنی حارث ابن کعب کے لہجہ میں مرسوم ہے کہتے ہیں " السلام علاک " اور بعد میں " الف" ہمزہ کے ساتھ تبدیل کیا ہے ان لوگوں کی طرح کہ جو " العالم " کو " العألم " پڑھتے ہیں ، ہم نے کہا کہ یہ وہی مذموم لہجہ ہے کہ لغت بنی اسد اور ہذیل میں الف کو ہمزہ کے ساتھ بدلا جاتا ہے۔

ابو جعفر کہتا ہے " و اذا الرسل وقتت " یہ " مضر سفلی " کا لہجہ ہے اور مدینہ کے لوگوں نے مسجد الرسولؐ میں الف کو ہمزہ کے ساتھ بدلنے والوں پہ اعتراض کیا (۲) لہجوں کے اختلاف کے اور بہت سے موارد ہیں کہ یہاں ان سب کے ذکر کی گنجائش نہیں ہے۔ (۳)

---

(۱) التمہید ج ۲ ص ۲۸، ۲۹ ، البحر المحیط ج ۲ ص ۴۹۹ ، ج ۵ ص ۱۳۳ ، ج ۸ ص ۳۰۵ اور کرمانی ص ۱۱۵ اور ابن جنی ص ۸۳، ۱۳۳ سے منقول۔

(۲) النہایہ ابن اثیر ج ۵ ص ۷۔ التمہید ج ۲ ص ۳۱ و ص ۲۵ ابن اثیر سے منقول۔

(۳) التمہید ج ۲ ص ۲۰، ۲۵، ۲۸، ۳۰ ۔

Presented by www.ziaraat.com

چوتھی فصل
مزجی (اصل کے ساتھ مخلوط) اور مترادف کے ساتھ تفسیر

نقطہ آغاز

قراتوں میں اختلاف اور قرآن میں تغیر و تبدل سے متعلق روایات کی کثرت کا ایک اور سبب وہ اضافے ہیں کہ جو تفسیر کے عنوان سے بعض آیات کے ضمن میں کیئے گئے، ہم اس بحث کو دو قسموں پر تقسیم کریں گے

الف۔ وہ اضافے جو آیات کی تفسیر میں آئے ہیں اس مورد میں ہم ان روایات سے بحث کریں گے کہ جن کے مطابق حضرت علیؑ کا اسم گرامی قرآن میں تھا اور ہم ثابت کریں گے کہ روایات اس آیت کے کامل مصداق کو بیان کرنے کے در پے ہیں نہ کہ کلی مفہوم کو۔

ب۔ کلمات کو ان کے مترادف الفاظ سے بدلنا اور ہم ثابت کریں گے کہ روایات میں اس کام سے روکا گیا ہے اور سختی سے اسکی تردید کی گئی ہے۔

وہ اضافے جو آیات کی تفسیر میں آئے ہیں،

بعض تصرفات جو آیات کے نصوص میں ہوئے ہیں ان روایات کی وجہ سے ہیں کہ جو آیات کی

Presented by www.ziaraat.com

تفسیریں وارد ہوئی ہیں۔ اس قسم کی تفسیریں کبھی آیات کے ساتھ مخلوط، کبھی آیات کے مصداق اور شان نزول کے بیان میں اور کبھی بعض کی تفسیر کے طور پر خدا کی طرف سے (قرآن سے ہٹ کر) وحی کی صورت میں پیغمبر اکرم پر نازل ہوئی ہیں۔

"ابن جزری" کہتا ہے "بعض صحابہ وضاحت کے لیئے کبھی کبھی تفسیر کو آیات کے ساتھ ساتھ ملاکر پڑھتے تھے جبکہ وہ یقیناً آیات کو غیر آیات سے تمیز دیتے تھے کیونکہ انھوں نے جو کچھ پیغمبرؐ سے قرآن کے عنوان سے سیکھا تھا اسے مکمل طور پر جانتے تھے لہذا انھیں ایسے اشتباہ (کہ تفسیر کو آیات سمجھ بیٹھیں) کا قطعاً کوئی خطرہ نہیں تھا۔ وہ کبھی آیات کی تفسیر کو آیات کے ساتھ لکھتے تھے"۔ (۱)

"سیوطی" چند مثالیں ذکر کرتا ہے جن کے لیے "الاتقان" (۲) کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے ہم بھی عنقریب اس کی مثالیں بیان کریں گے

"قرطبی" اس بارے میں کہتا ہے کہ "... وہ جو صحابہ سے نقل ہوا ہے کہ اس طرح پڑھتے تھے یہ تفسیر و توضیح کے عنوان سے ہے"۔ (۳) کبھی کبھی تفسیر کے ساتھ آیات کو ملانا اشتباہ کا موجب بن جاتا "سیوطی" نقل کرتا ہے کہ ابن زبیر نے ذیل کی آیت کو اس طرح سے پڑھا "**و لتكن منكم امة يدعون الى الخير و يامرون بالمعروف و ينهون عن المنكر - و يستعينون بالله على ما اصابهم**"۔ عمرو کہتا تھا کہ مجھے نہیں معلوم کہ یہ ابن زبیر کی قرائت تھی یا آیت کی تفسیر تھی؟ اس کے بعد سیوطی مزید کہتا ہے، ابن انباری نے مذکورہ بالا آیت کو اسی طرح ذکر کیا ہے اور یقین کے ساتھ کہا ہے کہ یہ ابن زبیر کی تفسیر ہے نہ کہ اسکی مخصوص قرائت۔ (۴) مذکورہ بالا موارد

---

(۱) النشر ج/۱ ص ۳۲، الاتقان ج/۱ ص ۷۷۔

(۲) الاتقان ج/۱ ص ۷۷۔

(۳) الجامع لاحکام القرآن ج/۱ ص ۸۶۔

(۴) الاتقان ج/۱ ص ۷۷ سعید ابن منصور اور ابن انباری سے منقول۔

Presented by www.ziaraat.com

اور دوسری موارد سے معلوم ہوتا ہے کہ آیات کے ساتھ ہی تفسیر کے لکھنے کا کام اسلام کے ابتدائی دور سے شروع ہوچکا تھا۔ مصحف امیرالمومنین ؑ کے علاوہ کہ جس میں آیات کی تنزیل و تاویل ان کے ہمراہ لکھ دی گئی تھی کا ذکر تفصیل کے ساتھ بعد میں ہم کریں گے۔ ایک مورد عامر شعبی نے ذکر کیا ہے کہ ایک شخص نے مصحف لکھا اور ہر آیت کے ساتھ ساتھ اسکی تفسیر بھی لکھ دی حضرت عمر نے اس سے وہ مصحف منگوا کر قینچی سے اسکے ٹکڑے ٹکڑے کردیے۔ (۱) ان باتوں سے قطع نظر ہم کچھ ایسے موارد یہاں ذکر کرتے ہیں کہ جن میں تفسیر کو آیات کے ساتھ اکٹھا لکھا گیا ہے۔

۱۔ سعد ابن ابی وقاص پڑھا کرتا تھا " **وله اخ و اخت ۔ من امّ ۔ فلكل واحد منهما السدس** " البتہ راغب اصفہانی کے بقول سعد آیت کو اس طرح سے پڑھتا تھا " **فان كان له اخ و اخت ۔ من ابيه** "۔ (۲) اور سیوطی یقین کے ساتھ کہتا ہے کہ یہ تفسیر ہے اور سعد آیت کی تفسیر بیان کرنا چاہتے تھے نہ کوئی خاص قرائت۔ (۳)

۲۔ مختلف طرق سے نقل ہوا ہے کہ ابن عباس اس طرح پڑھتے تھے " **ليس عليكم جناح ان تبتغوا فضلاً من ربكم في مواسم الحج** "۔ (۴) سیوطی یقین کے ساتھ اس قرائت کو تفسیر قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بخاری نے بھی اسے اپنی " الصحیح " میں ذکر کیا ہے۔ (۵)

---

(۱) کنز العمال ج۲ ص ۳۵۲ ابن ابی شیبہ سے منقول۔

(۲) البرھان زرکشی ج۱ ص ۳۳۷، مناھل العرفان ج۱ ص ۲۰۰، محاضرات الادباء ج۲ جزء ۴ ص ۴۳۳، الاتقان ج۱ ص ۷۷، الفخر ج۱ ص ۲۸۔

(۳) الاتقان ج۱ ص ۷۷۔

(۴) الجامع لاحکام القرآن ج۱ ص ۳۸، البرھان زرکشی ج۱ ص ۳۳۷، فتح الباری ج۸ ص ۲۷، التراتیب الاداریہ ج۲ ص ۲۲۲، الکذبہ تحریف القرآن ص ۲۳، ۲۲، المصاحف سجستانی ص ۳۹، ۵۳، ۵۵ سے منقول، محاضرات الادباء ج۲ جزء ۴ ص ۴۳۳۔

(۵) الاتقان ج۱ ص ۷۷۔

۱۱۸۔ ابی ابن کعب اور ابن مسعود سے یہ قرائت منقول ہے "فصیام ثلاثۃ ایام- متتابعات۔ ذلک کفارۃ ایمانکم"۔ (۱) غزالی کہتا ہے کہ"۔ یہ اضافہ تو اثر کے ساتھ ہم تک پہنچا ہے لہذا یہ قرآن سے نہیں ہوگا بلکہ اسے آیت کی تفسیری سمجھنا چاہیئے ایسی تفسیر جو کہ قاریوں کے فقہی فتوی کے مطابق ہے"۔ (۲) ابو عبدالشکور کہتا ہے ابن مسعود نے "متتابعات" پڑھایا اپنے مصحف میں تفسیر کے طور پر لکھا لیکن راوی نے عدم توجہ اور عدم غور وفکر کی بناء پر اسے ابن مسعود کی نظر کے مطابق قرآن کا حصہ سمجھا (۳) اس کے بعد ابن عبدالشکور دوسرے احتمالات کو ذکر کرتا ہے اور پھر کہتا ہے" شاید "متتابعات" قرآن کا جزء تھا اور بعد میں اسکی تلاوت منسوخ ہوگئی ہو اور ابن مسعود اسکے نسخ پر متوجہ نہ ہوئے ہوں اور یہی بہتر احتمال نظر آتا ہے۔ یا یہ کلمہ پیغمبر اکرمؐ کی طرف سے آیت کی تفسیر کے عنوان سے ذکر کیا گیا ہو اور اس نے اسے جزء قرآن سمجھ لیا ہو۔"۔ (۴) لیکن آئندہ صفحات میں ہم یہ بات ذکر کریں گے کہ آیات کے منسوخ ہونے والی بات بالکل بے اساس اور غلط ہے اگر بالفرض یہ بات صحیح بھی ہو تو ہم قرآن کی جمع آوری کی تاریخ میں ذکر کرچکے ہیں کہ اہل سنت کے مطابق پیغمبرؐ کے سامنے آخری دفعہ قرآن پیش کئے جاتے وقت ابن مسعود موجود تھا لہذا یہ احتمال صحیح نہیں ہے چونکہ پیغمبرؐ پر قرآن کے آخری پیش کئے جاتے ہیں (ان لوگوں کے بقول) منسوخ التلاوۃ آیات حذف کردی گئی تھیں لہذا اس کلمہ کو تفسیری سمجھنا پڑے گا۔

---

(۱) الجامع لاحکام القرآن ج۱ ص ۶۲، المصنف صنعانی ج۸ ص ۵۱۳، سنن بیہقی ج۱۰ ص ۶۰، کشاف ج۱ ص ۶۷۲، فواتح الرحموت بر حاشیہ المستصفی ج۲ ص ۱۹، ۵۴، ۵۴، اصول سرخسی ج۲ ص ۸۱، التمہید ج۱ ص ۲۷۷ و ج۲ ص ۲۷۳ اصول سرخسی سے منقول، اکذوبۃ تحریف القرآن ص ۴۴ الصحاف کبجانی ص ۵۳۔

(۲) المستصفی ج۱ ص ۱۰۲۔

(۳) فواتح الرحموت بر حاشیہ المستصفی ج۲ ص ۱۰۔

(۴) فواتح الرحموت بر حاشیہ المستصفی ج۲ ص ۱۶۔

Presented by www.ziaraat.com

۴ ۔ " سیوطی " نقل کرتا ہے کہ حسن بصری سے منقول ہے کہ وہ پڑھتا تھا " و ان منکم الا واردھا ۔ (الورود ، الدخول) ابن انباری کہتا ہے کہ یہ کلام یعنی " الورود الدخول " حسن کی طرف سے ورود کے معنی کی تفسیر ہے اور ایک راوی نے اشتباہ کرتے ہوئے تفسیر کو قرآن سمجھ لیا ہے۔ (۱)

۵ ۔ حضرت عائشہ سے منقول ہے کہ یہ آیت نازل ہوئی " فعدۃ من ایام اخر متتابعات "۔ (۲)

۶ ۔ ابن عباس پڑھتے تھے ۔ و شاورھم فی ۔ بعض الامر "۔ (۳)

۷ ۔ ابن عباس، ابن مسعود اور ابی ابن کعب پڑھتے تھے " ۔و کان ورائہم ملک یاخذ کل سفینۃ ۔ صالحۃ ۔ غصبا " (۴) ظاہر یہ ہے کہ کلمہ صالحہ " مخلوط تفسیر کے عنوان سے آیت کے درمیان لکھا گیا ہے اگر چہ یہ دعوی بھی کیا گیا ہے کہ قرآن کی آخری پیشی میں یہ کلمہ تلاوت سے منسوخ ہوگیا اور اس نسخے پر دلیل اجماع کو قرار دیا گیا ہے۔ (۵) یعنی اجماع ہے کہ یہ کلمہ قرآن میں موجود نہیں ہے ۔

۸ ۔ سفیان ابن عمر نے سنا کہ ابن زبیر اس طرح قرائت کر رہا تھا " فی جنات یتسائلون - یا فلان ما سلککم فی سقر - " ابن زبیر کہتا ہے کہ اس نے حضرت عمر کو اس طرح تلاوت کرتے سنا تھا۔ (۶)

---

(۱) فواتح الرحموت بر حاشیہ المستصفی ج ۲ ص ۱۶ ۔

(۲) المصنف صنعانی ج ۳ ص ۲۲۲ ، سنن دار قطنی ج ۲ ص ۱۹۲ ، سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۵۸ ، المحلی ج ۶ ص ۲۶۱ ، فواتح الرحموت بر حاشیہ المستصفی ج ۲ ص ۱۶ ۔

(۳) آکذوبۃ تحریف القرآن ص ۳۳ ، المصاحف سجستانی ص ۵۵ سے منقول ۔

(۴) جامع البیان ج ۱۶ ص ۲ ، کنز العمال ج ۲ ص ۵۸۸ ابن مردویہ سے منقول ، مناہل العرفان ج ۱ ص ۱۴۳ ، الاتقان ج ۱ ص ۶۵ ، الدر المنثور ج ۱ ص ۱۴ ۔

(۵) مناہل العرفان ج ۱ ص ۱۴۳ ۔

(۶) کنز العمال ج ۲ ص ۵۶۷ عبدالرزاق عبد ابن حمید ، زوائد الزہد میں نعیم ابن حماد اور المصاحف میں ابی داؤد اور ابن انباری سے منقول، آکذوبۃ تحریف القرآن ص ۳۳ و ۵ المصاحف سجستانی ص ۸۵ ، ۸۲ سے منقول۔

Presented by www.ziaraat.com

۹۔ یہ قرائت بھی مشہور ہے " فما استمتعتم به منهن ۔ الی اجل ..."۔[۱]

۱۰۔ یا یہ قرائت " من اوسط ما تطعمون اهلیکم و کسوتهم او تحریر رقبة۔ مؤمنة۔[۲]

۱۱۔ ابن عباس قرائت کرتے تھے " و ما ارسلنا من قبلک من رسول و لا نبی ۔ محدث۔[۳]

۱۲۔ ابن زبیر پڑھتا تھا۔ فیصبح ۔ الفساق ۔ علی ما اسرّوا فی انفسهم نادمین۔[۴]

۱۳۔ سعید ابن جبیر سے منقول ہے کہ وہ پڑھتے تھے " احل لکم الطیبات وطعام الذین اوتوا الکتاب ۔ من قبلکم ۔[۵]

۱۴۔ ابن مسعود پڑھتے تھے " نعجة ۔ انثی ۔ "۔[۶]

۱۵۔ ایک اور قرائت اس طرح سے ہے " فوجدا فیها جدارا یرید ان ینقض فاقامه ۔ فهدمه ثم قعد یبنیه ۔ "۔[۷]

۱۶۔ جب " حفصه " نے درخواست کی کہ یہ آیت یوں لکھی جائے " والصلوۃ الوسطیٰ ۔ صلوۃ العصر ۔ " تو حضرت عمر نے اسکی درخواست رد کردی۔[۸] لیکن حضرت حفصہ نے اس بات پر بہت زور دیا اور اپنے اس غلام کو جو مصاحف لکھتا تھا کہا کہ جب مذکورہ بالا آیت پر پہنچو تو مجھے خبر دینا۔ غلام بھی جب وہاں پہنچا تو حضرت حفصہ کو خبر کردی حضرت حفصہ آئیں اور اپنے ہاتھ سے لکھ دیا۔

---

(۱) ہم نے اپنی کتاب الزواج الموقت فی الاسلام میں زیادہ حوالے ذکر کئے ہیں۔

(۲) مناہل العرفان ج/ ۱ ص ۲۳۰۔

(۳)، (۴)، (۵) اکذوبہ تحریف القرآن بالترتیب ص ۲۳، ص ۲۵، ص ۲۶ المصاحف ص ۶۵، بحار ج/ ۸۹ ص ۴۳ المصاحف ص ۸۲ اور ص ۸۹ سے منقول۔

(۶) البیان ج/ ۱ ص ۳۱۵، ۳۳۶، التسہیل ج/ ۲ ص ۱۰۹، جامع البیان ج/ ۲۳ ص ۹۱، کشاف ج/ ۲ ص ۲۸۱، محاضرات الادباء ج/ ۲ جزء / ۴ ص ۴۳۴، الفخر ج/ ۱ ص ۲۸۔

(۷) کنز العمال / ج ۲ ص ۳۸۸۔

(۸) کنز العمال ج/ ۲ ص ۳۹۵، محاضرات الادباء ج/ ۲ ص ۴۳۴ جزء / ۴۔

Presented by www.ziaraat.com

و صلوٰۃ العصر (۱) یہی واقعہ حضرت ام سلمہ (۲) اور حضرت عائشہ (۳) کی طرف بھی منسوب ہے عجیب بات یہ ہے کہ یہ و صلوٰۃ العصر۔ کا اضافہ اس طرح حضرت عائشہ کے مصحف میں باقی رہا۔ (۴) اور حضرت عائشہ اصرار کرتی رہیں کہ یہ حصہ پیغمبر اکرمؐ کے زمانے میں قرآن کا حصہ تھا۔ (۵)

۱۷۔ ابن عباس، ابن عمرو اور ابن مسعود قرائت کرتے تھے "فطلقوا ھن؟ قبل عدتھن۔ (۶)

۱۸۔ آیۃ الکرسی کے بارے میں امام رضاؑ سے ایک قرائت یوں مروی ہے " لہ ما فی السماوات والارض۔ و ما تحت الثریٰ عالم الغیب والشھادۃ الرحمان الرحیم۔ (۷) ظاہر یہ ہے کہ یہ امام پاکؑ سے تفسیر کا بیان ہے۔

۱۹۔ مجاہد تمیمی بیان کرتا ہے کہ حضرت عمر نے مسجد میں ایک نوجوان کے پاس ایک مصحف دیکھا جس میں لکھا تھا "۔النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم۔ و ھو ابوھم۔ حضرت عمر نے نوجوان کو حکم دیا کہ اس اضافے کو مٹادے لیکن اس نے مٹانے سے انکار کردیا اور کہا یہ اضافہ ابیؓ ابن کعب کے مصحف میں بھی ہے حضرت عمر نے ابیؓ سے پوچھا تو اس نے کہا "میرا کام قرآن سے مربوط ہے

---

(۱) المصنف عبدالرزاق ج/۱ ص ۵۷۸، الدر المنثور ج/۱ ص ۳۰۲، کنز العمال ج/۲ ص ۲۳۸، فتح الباری ج/۸ ص ۱۳۸، موطا ج/۱ ص ۱۵۸، مشکل الآثار ج/۲ ص ۸۔

(۲) المصنف صنعانی ج/۱ ص ۵۷۹، فتح الباری ج/۸ ص ۱۳۸۔

(۳) مسند احمد حنبل ج/۶ ص ۱۷۸، فتح الباری ج/۸ ص ۱۳۶، کنز العمال ج/۲ ص ۲۳۹، موطا ج/۲ ص ۱۵۷، ۱۵۸، مشکل الآثار ج/۲ ص ۸۔

(۴) المصنف صنعانی ج/۱ ص ۵۷۸، کنز العمال ج/۲ ص ۲۳۹۔

(۵) وہی حوالہ اور الدر المنثور ج/۱ ص ۳۰۲ سے منقول۔

(۶) المصنف ج/۷ ص ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۱۰ اسی کے حاشیہ میں سعید ابن منصور، سنن بیہقی ج/۷ ص ۳۲۵ سے منقول، صحیح مسلم ج/۲ ص ۳۷۷۔

(۷) تفسیر قمی ج/۱ ص ۸۴۔

اور تمھارا کام بازاروں کو درہم برہم کرنے سے متعلق ہے "اس آیت کی مذکورہ بالا صورت پہ قرائت ابن عباس، مجاہد، عکرمہ اور ابن مسعود سے بھی نقل کی گئی ہے۔ (۱) یقیناً ابیّ کی طرف سے اس کلمہ " و ھو ابوھم "کا اضافہ تفسیر مخلوط کے عنوان سے تھا جو کہ مرسوم بھی تھا حتیٰ کہ کبھی مطالب مصاحف کے حواشی پہ لکھ لیئے جاتے تھے جیساکہ حضرت عمر کے رجم والے قضیہ (جس کا ذکر بعد میں آئے گا) کے بارے میں یہی کہا گیا ہے۔ اس روایت میں، ابیّ کے کلام اور اس جوان کی گفتگو میں کوئی ایسی بات نظر نہیں آتی جو اس کلمہ کے قرآن کا جزء ہونے پہ دلالت کرتی ہو۔

۲۰ـ ابن عباس، ابن مسعود اور اسی طرح امام صادقؑ سے اس آیت کی قرائت یوں منقول ہے " و انذر عشیرتک الاقربین۔ و رھطک منھم المخلصین"۔ (۲) یہ اضافہ تفسیر کے عنوان سے ہے کہ اقربین سے کون لوگ مراد ہیں یعنی وہ لوگ جو پیغمبرؐ کی دعوت قبول کرتے ہیں۔

۲۱ـ ابیّ قرائت کرتے تھے " ان الساعة آتية اكاد اخفيها ۔ من نفسي فكيف اظهركم عليها"۔ (۳)

۲۲ـ ابیّ اس طرح بھی قرائت کرتے تھے " و لا تقربوا الزّنا انه كان فاحشة و ساء سبيلا ۔

---

(۱) المصنف صنعانی ج/ ۱۰ ص ۱۸۱، مقدمہ تفسیر البیان ص ۴۲، بحار ج/ ۸۹ ص ۴۳، محاضرات الادباء ج/ ۲ جزء/ ۴ ص ۴۳۴، کنز العمال ج/ ۲ ص ۵۶۸ مستدرک حاکم اور سعید ابن منصور سے منقول، الدرالمنثور ج/ ۵ ص ۱۸۳ اسحاق ابن راھویہ، حاکم، عبدالرزاق، سعید ابن منصور، ابن المنذر، بیہقی سنن میں فریابی، ابن ابی شیبہ، ابن ابی حاتم اور ابن جریر سے منقول، التمھید ج/ ۱ ص ۲۹۰، کشاف ج/ ۳ ص ۵۲۳، السنن الکبری ج/ ۷ ص ۶۹، الجامع لاحکام القرآن ج/ ۱۴ ص ۱۲۶، ۱۲۵۔

(۲) صحیح بخاری ج/ ۳ ص ۱۴۳، فتح الباری ج/ ۹ ص ۲۵، التمھید ج/ ۱ ص ۲۹۱، مجمع البیان طبرسی ج/ ۷ ص ۲۰۶، بحار الانوار ج/ ۱۸ ص ۱۶۴۔

(۳) التمھید ج/ ۲ ص ۱۵۹ تاویل مشکل القرآن ابن قتیبہ ص ۲۷ و ۳۸ سے منقول۔

Presented by www.ziaraat.com

الا من تاب فان اللہ کان غفورا رحیما۔ " حضرت عمر نے ابیؓ سے اس قرائت کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا میں نے یہ قرائت پیغمبرؐ کی زبان سے سنی ہے اور حضرت عمر کو بقیع جانے کے علاوہ کوئی کام نہیں ہے۔ (۱) ممکن ہے پیغمبرؐ نے یہ اضافہ لوگوں کی ہدایت اور توبہ پر ترغیب دلانے کے لیئے بیان فرمایا ہو۔

۲۳ ۔ ابو ادریس خولانی سے منقول ہے میرا باپ اس طرح تلاوت کرتا تھا " اذ جعل الذین کفروا فی قلوبہم الحمیۃ ------ حمیۃ الجاھلیۃ ۔ و لو حمیتم کما حموا لفسد المسجد الحرام۔ فانزل اللہ سکینۃ علی رسولہ " حضرت عمر نے اس قرائت پر اعتراض کیا اور اس شخص نے اس پر اصرار کیا اس بارے میں نیچے دیئے گئے حوالوں کی طرف رجوع کریں۔ (۲)

۲۴ ۔ ابن مسعود نے کہا " یوں لکھو " " والعصر ان الانسان ۔ لبخسر۔ و انہ فیہ الی آخر الدھر ۔ " حضرت عمر نے کہا اس اعرابی عورت کو اس سے دور کرو (۳)؟

۲۵ ۔ اسماء بنت زید سے منقول ہے میں نے پیغمبر اکرمؐ کو یوں قرائت کرتے ہوئے سنا " انہ عمل غیر صالح " اور " یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا ۔ و لا یبالی انہ ھو الغفور الرحیم"۔ (۴)

اس بارے میں کچھ اور روایات :

اسی بارے میں یہاں کچھ اور روایات بھی ذکر کرتے ہیں ۔

---

(۱) کنز العمال ج/ ۲ ص ۳۵۸ حضرت عمر کا نام نہیں لیا اشارہ کیا ہے۔

(۲) کنز العمال ج/ ۲ ص ۳۵۸ ، ۳۶۰ چند محدثین سے منقول ، مستدرک حاکم ج/ ۲ ص ۲۲۵ ، تمہید ج/ ۱ ص ۲۷۷ عبقات الانوار حدیث ص ۵۱۸ سے منقول ، تفسیر القرآن العظیم ج/ ۴ ص ۱۹۳ ، الدر المنثور ج/ ۶ ص ۷۹۔

(۳) کنز العمال ج/ ۲ ص ۳۶۵ ، ۳۸۲ چند محدثین سے منقول ، فہرست ابن ندیم ص ۲۹ ۔

(۴) مسند احمد حنبل ج/ ۶ ص ۴۵۳ ، ۴۵۸ ، ۴۶۰ ۔

Presented by www.ziaraat.com

۱ ۔ راوی کہتا ہے میں نے ابوالحسن ماضیؑ (امام موسی کاظمؑ) سے کہا "ھذا الذی کنتم بہ تکذبون" کے کیا معنی ہیں؟ تو امامؑ نے فرمایا یعنی امیرالمومنینؑ۔ میں نے کہا کیا یہ تنزیل ہے؟ تو فرمایا ہاں۔ (۱)

۲ ۔ ابن مردویہ نے ابن مسعود سے نقل کیا ہے کہ ہم رسول خداؐ کے زمانے میں یوں قرائت کرتے تھے "یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ۔ ان علیاً امیرالمومنین ۔ و ان لم تفعل ۔" ۔ (۲)

۳ ۔ امام صادقؑ سے مروی ہے کہ فرمایا یہ آیت یوں نازل ہوئی " و من یطع اللہ و رسولہ ... ۔ فی ولایۃ علی و ولایۃ الائمۃ من بعد ۔ فقد فاز فوزاً عظیما"۔ (۳)

۴ ۔ اسی طرح ذیل کی آیت کے بارے میں روایت ہے کہ اس طرح سے نازل ہوئی " و قد عھدنا الی آدم من قبل ۔ کلمات فی محمدؐ و علی و فاطمہ والحسن و الحسین والائمۃ من ذریتھم ۔ فنسی " خدا کی قسم آیت اسی طرح پیغمبرؐ پہ نازل ہوئی۔ (۴)

۵ ۔ یہ آیت اس طرح نازل ہوئی " و ان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا ۔ فی علی " ۔ (۵)

۶ ۔ کافی میں روایت ہے کہ یہ آیت صحیح اس طرح سے تھی " فبا ی آلای ربکما تکذبان ۔بالنبی ام بالوصی "۔

---

(۱) الکافی ج/ ۱ ص ۳۵۸۔

(۲) الدر المنثور ج / ۲ ص ۲۹۸ ابن مردویہ سے منقول۔ آرا حول القرآن ص ۹۹ ، التمھید ج / ۱ ص ۲۹۱ ، تفسیر قمی ج/۱ ص ۱۰۔

(۳) الکافی ج/ ۱ ص ۴۲۲۔

(۴) الکافی ج/ ۱ ص ۴۴۳۔

(۵) الکافی ج/ ۱ ص ۴۴۳۔

Presented by www.ziaraat.com

۷ـ جبرئیل یہ آیت اس طرح لے کر آئے "ان الذین کفروا، و ظلموا ۔ آل محمد ۔ لم یکن اللہ لیغفر لہم"۔(۱)

۸ـ یہ آیت یوں تھی "فبدل الذین ظلموا ۔ آل محمد حقھم ۔ قولاً غیر الذی قیل لھم"۔(۲)

۹ـ ابن مسعود اس طرح قرائت کرتے تھے " و کفی اللہ المومنین القتال ۔ بعلی ابن ابی طالب"۔(۳)

۱۰ـ ثعلبی ابی وائل سے نقل کرتا ہے کہ اس نے کہا میں نے ابن مسعود کے مصحف میں پڑھا کہ لکھا تھا " ان اللہ اصطفی آدم و نوحا و آل عمران ۔ و آل محمد ۔ علی العالمین ۔"۔

۱۱ـ جبرائیل یہ آیت اس طرح لے کر آئے " بئسما اشتروا بہ انفسہم ان یکفروا بما انزل اللہ ۔ فی علی ۔ بغیاً "(۴)

۱۲ـ جبرائیل یہ آیت یوں لائے " یا ایھا الذین اوتوا الکتاب آمنوا بما نزلنا ۔ فی علی ۔ نورا مبینا"۔(۵)

۱۳ـ خدا نے یوں فرمایا " سئل سائل بعذاب واقع للکافرین ۔ بولایۃ علی ۔ لیس لہ دافع"۔(۶)

---

(۱) الکافی ج/۱ ص ۳۵۱، تفسیر قمی ج/۱ ص ۱۱

(۲) الکافی ج/۱ ص ۳۵۱۔

(۳) الدر المنثور ج/۵ ص ۱۹۲ ابن مردویہ ابن ابی حاتم اور ابن عساکر سے منقول۔

(۴) و (۵) الکافی ج/۱ ص ۳۳۵۔

(۶) الکافی ج/۱ ص ۳۳۹۔

Presented by www.ziaraat.com

۱۴ ـ یہ آیت یوں تھی " و سیعلم الذین ظلموا ـ آل محمد حقھم ـ ای منقلب ینقلبون"۔(۱)

۱۵ ـ یہ آیت یوں تھی " ـ و لو تری اذا الظالمون ـ آل محمد حقھم ـ فی غمرات الموت و الملائکۃ باسطوا ایدیھم اخرجوا انفسکم"۔(۲)

قرآن میں حضرت علیؑ کا نام :

بعض روایات سے استفادہ ہوتاہے کہ حضرت علیؑ کا نام قرآن میں آیا ہے اس قسم کی روایات کے قبول کرنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ قرآن میں تحریف واقع ہوئی ہے برخلاف ان لوگوں کے کہ جو یہ سمجھتے ہیں کہ اس قسم کی روایات کے قبول کرنے کا مطلب قرآن میں تحریف کو قبول کرناہے۔(۳)

" سرخسی " ان لوگوں میں سے ہے کہ جو شیعوں کی طرف یہ بات منسوب کرتا ہے کہ شیعہ تحریف کے قائل ہیں کیونکہ وہ مذکورہ بالا روایات کو قبول کرتے ہیں وہ لکھتاہے، رافضی قائل ہیں کہ بہت سی آیات نازل ہوئی کہ جو حضرت علیؑ کی امامت پر نص تھیں لیکن یہ آیات ہم تک نہیں پہنچ سکیں۔"(۴)

لیکن یہ بات صحیح نہیں ہے چونکہ ان روایات کے قبول کرنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ قرآن میں تحریف ہوئی ہے کیونکہ مذکورہ بالا اضافے جو کہ روایات میں بیان ہوئے ہیں آیات کی مخلوط تفسیر کے عنوان سے ہیں جو خود پیغمبرؐ کی طرف سے یا ائمہؑ کی طرف سے غیر قرآنی تنزیل ہے جو کہ خدا

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۱۲۵ اور ج ۱ ص ۱۱۔

(۲) تفسیر قمی ج ۱ ص ۲۱ اور ج ۱ ص ۱۱ مزید اطلاع کے لیے الکافی ج ۱ کتاب الحجہ ص ۴۱۲ تا ص ۴۳۶ کی طرف رجوع کریں۔

(۳) تفسیر صافی کی ابتداء۔

(۴) اصول سرخسی ج ۲ ص ۷۹۔

Presented by www.ziaraat.com

کی طرف سے جبرائیل لائے اس تیسرے احتمال کے مطابق یہ اضافے قرآن نہیں ہونگے بلکہ حدیث قدسی ہیں یعنی خدا کا کلام جو کہ جبرائیل لائے لیکن قرآن کا جزء نہیں ہے۔ ہم نے پہلے اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے کہ تنزیل کبھی قرآن ہوتی ہے اور کبھی قرآن کی تفسیر اور کبھی حدیث قدسی۔ ہماری بات کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ امامؑ نے " یعنی " کا کلمہ استعمال کیا ہے اور جب سوال ہوا کہ یہ تنزیل ہے تو امام نے فرمایا " ہاں " امام ابوالحسن ماضیؑ والی روایت کی طرف رجوع کریں اس کے علاوہ ہمارے پاس ایسی دلیلیں موجود ہیں جو دلالت کرتی ہیں کہ حضرت علیؑ کا نام گرامی قرآن میں قرائت کے عنوان سے ذکر نہیں ہوا۔ وہ دلیلیں درج ذیل ہیں۔

۱۔ پیغمبر اکرمؐ اور ائمہؑ قرآن میں موجود آیات پڑھتے اور استدلال کرتے تھے بغیر اس کے کہ ان اضافوں کو قرائت، تفسیر اور استدلال میں ذکر کریں مثال کے طور پر آیت " یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ۔۔ " اور دوسری سابقہ آیات۔ (۱)

۲۔ امام صادقؑ سے روایت ہے جس میں اس بات پر استدلال کیا جاتا ہے کہ کیوں حضرت علیؑ کا نام قرآن میں نہیں آیا، اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن میں حضرت علیؑ کے نام کا نہ ہونا سب کے نزدیک مسلم تھا، امامؑ سے صرف یہ سوال کرتے تھے کہ حضرت علیؑ اور ائمہؑ کا نام قرآن میں کیوں نہیں آیا تو امامؑ نے جواب میں فرمایا ان (مخالفین) سے کہو کہ پیغمبرؐ پر نماز واجب کی گئی لیکن رکعتوں کی تعداد قرآن میں بیان نہیں ہوئی یہ پیغمبرؐ تھے جنہوں نے رکعتوں کی تعداد بیان کی اور نماز والی آیات کی تفسیر بیان کی۔ یہ ایک مفصل روایت ہے جس میں یہ فرمایا گیا ہے کہ قرآن میں ایسی آیات

---

(۱) الکافی کلینی اور آلاء الرحمان ص ۲۷۰۲۶۔

میں ایسی آیات ہیں کہ جنہیں پیغمبر اکرمؐ نے حضرت علیؑ اور اہل بیتؑ پہ منطبق فرمایا ہے۔ (۱)

۲ ۔ امام محمدؑ باقر سے روایت ہے کہ حضرتؑ نے ابن مسلم سے فرمایا "اے محمد اگر سنو کہ خدا نے قرآن میں کسی کا اچھے لفظوں میں ذکر کیا ہے تو اس سے مراد ہم ہیں اور اگر کسی کا برے لفظوں میں ذکر ہو تو اس سے مراد ہمارے دشمن ہیں۔ (۲)

اس روایت کا مطلب یہ ہے کہ ائمہؑ اور ان دشمنوں کی صفات قرآن میں ذکر ہوئی ہیں جبکہ ان کے نام واضح طور پہ قرآن میں نہیں آئے۔

۳ ۔ محمد ابن فضیل "ابوالحسن ماضیؑ" (امام موسیٰ کاظمؑ) سے نقل کرتا ہے کہ میں نے کہا آیت " انا لما سمعنا الھدی آمنا بہ " کے کیا معنی ہیں؟ تو امامؑ نے فرمایا "الھدیٰ" ولایت ہے " آمنا بمولانا فمن آمن بولایۃ مولاہ فلا یخاف بخسا و لا رھقا " راوی کہتا ہے میں نے پوچھا کیا یہ قرائت قرآن کا جزء اور تنزیل ہے؟ تو امامؑ نے فرمایا نہیں، بلکہ تاویل ہے۔ راوی کہتا ہے میں نے آیت " لا املک لکم ضرّ او لا رشدا " کے بارے میں سوال کیا تو امامؑ نے فرمایا پیغمبر اکرمؐ نے لوگوں کو حضرت علیؑ کی ولایت کی طرف بلایا، قریش نے مل کر ان سے کہا کہ اے رسولؐ ہمیں اس کام سے معاف رکھو پیغمبرؐ نے ان سے فرمایا یہ کام خدا سے متعلق ہے اور اسی کا حکم ہے، قریش نے آنحضرتؐ پہ تہمت لگائی اور وہاں سے نکل آئے تو خداوند متعال نے یہ آیت نازل کی " قل انی لا املک لکم ضرا و لا رشدا قل انی لن یجیرنی من اللّٰہ احد و لن اجد من دونہ ملتحدا الا بلاغا من اللّٰہ و رسالاتہ۔ فی علی ۔ " میں نے سوال کیا کہ یہ حصہ آیا تنزیل ہے؟

---

(۱) الکافی ج ۱ ص ۴۲۹، ۴۲۷، الوافی ج ۲ ص ۲۳، البیان خوئی ص ۲۵۱، وافی سے منقول۔

(۲) الوافی ج ۲ ص ۲۶۴، تفسیر برھان ج ۱ ص ۲۱، ۲۲، تفسیر عیاشی ج ۱ ص ۱۳، اثبات الھدیٰ ج ۱ ص ۳۳، صافی ج ۱ ص ۱۳، ۱۵۔

Presented by www.ziaraat.com

تو امام نے فرمایا ، ہاں پھر امام نے تاکید کے لیے کے لیے فرمایا " و من یعصی اللّٰہ و رسولہ فی ولایۃ علی۔"(۱)

جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا امام نے بعض اضافوں کو تطبیق کے طور پر اور بعض کو ایسی تفسیر کے عنوان سے ذکر فرمایا جسے خود خداوند عالم نے نازل فرمایا اس طرح کا نظریہ تحریف کے زمرے میں نہیں آتا ہے۔ تفسیر کا خدا کی طرف سے نازل ہونا اتنا سنگین نہیں ہے کہ اسے ہضم نہ کیا جاسکے۔ جیسا کہ ابن قتیبہ اس واقعہ کی کہ ایک صحیفہ حضرت عائشہ کے بستر کے نیچے تھا اور اسے ایک بکری کھاگئی کی یوں توجیہ کرتا ہے کہ "کہ کھائی جانے والی آیات کا قرآن سے حذف کرنا جائز ہے کیونکہ ممکن ہے یہ آیات قرآن کے طور پر نازل ہوئی ہوں اور بعد میں انکی تلاوت منسوخ ہوگئی ہو اور ان پر عمل باقی رہ گیا ہو جیساکہ حضرت عمر نے آیہ رجم کے بارے میں کہا ہے یا ان آیات کے بارے میں کہا جاتاہے کہ جو قرآن کے جمع کرنے سے پہلے قرآن کا جزء تھیں اور بعد میں قرآن سے خارج ہوگئیں۔ اگر یہ جائز ہو کہ کچھ آیات پر عمل باطل ہوجائے لیکن ان کی تلاوت باقی رہ جائے تو اس کے برعکس بھی جائز ہوسکتاہے کہ آیات کی تلاوت منسوخ ہوجائے لیکن ان پر عمل باقی رہ جائے اسی طرح ممکن ہے کہ یہ موارد وحی کی صورت میں پیغمبر پر نازل ہوئے ہوں جیساکہ بہت سی دوسری چیزیں نازل ہوئیں لیکن وہ قرآن نہیں تھیں جیساکہ انسان کا اپنی بیوی کی پھوپھی سے نکاح کرنا حرام ہے یا بیوی کی خالہ سے نکاح حرام ہے اور چور کے ہاتھوں کا ایک چوتھائی دینار پر کاٹنا یا بیٹے اور غلام کی خاطر باپ اور آقا سے قصاص نہیں لیا جاسکتا اور قاتل میراث سے محروم ہوگا وغیرہ"۔

---

(۱) البرھان. بحرانی ج ۴ ص ۳۴۳ کلینی سے منقول۔

Presented by www.ziaraat.com

اسی طرح وہ احادیث قدسیہ جو کہ خدا کی طرف سے پیغمبرؐ پر نازل ہوئیں ہوں اور پیغمبرؐ نے انہیں اپنی زبانی نقل کیا ہو جیسے قال اللہ تعالیٰ " انی خلقت عبادی جمیعاً حنفاء " و قال عزوجل " من تقرب الی شبرا تقربت منه ذراعاً " وغیرہ اس بارے میں پیغمبرؐ فرماتے ہیں مجھے قرآن اور مانند قرآن دیا گیا اس کا مطلب یہ ہے کہ جبرائیل میرے اوپر سنتیں لے کر نازل ہوئے ہے"۔ (۱)

ایک نامکمل دلیل !

آیۃ اللہ خوئیؒ اس بارے میں یوں استدلال کرتے ہیں " قرآن میں حضرت علیؑ کے واضح طور پر نام نہ ہونے کی ایک اور دلیل قرآن میں غدیر کا واقعہ ہے۔ وہ فرماتے ہیں اگر قرآن میں حضرت علیؑ کا نام صراحت کے ساتھ ذکر کر دیا جاتا تو پھر امامؑ کے منصوب کرنے اور اتنے لمبے چوڑے اجتماع کی ضرورت نہ رہتی پیغمبرؐ کو بھی اپنے جانشین کے تعیین اور اظہار سے کسی قسم خوف و خطرہ محسوس نہ ہوتا "۔ بالخصوص اس لحاظ سے کہ غدیر کا واقعہ حجۃ الوداع میں پیش آیا گویا پیغمبرؐ کی زندگی کے آخری ایام میں کہ جب تقریباً مسلمانوں پر تمام آیات قرآن نازل ہو چکی تھیں اور مسلمانوں میں شہرت پا چکی تھیں۔ (۲)

اس استدلال پر اعتراض کیا جاسکتا ہے کہ کیا منافات پایا جاتا ہے۔ کہ حضرت علیؑ کا نام بھی قرآن میں ہوا اور حجۃ الوداع میں حضرتؐ کی جانشینی کا اعلان بھی کیا جائے تاکہ لوگ بیعت کریں جیساکہ خود پیغمبرؐ نے شجرہ کے نیچے اور عقبہ اولیٰ اور ثانیہ میں لوگوں سے اپنی بیعت لی تھی اور ممکن ہے کہ امامؑ کا نام کسی اور مناسبت اور دلیل سے قرآن میں مذکور ہو اور یہ جانشینی کا اعلان وصایت کی خاطر انجام پایا ہو۔

---

(۱) تاویل مختلف حدیث ص ۲۴۲، ۲۴۳۔

(۲) البیان خوئی ص ۲۵۰۔

Presented by www.ziaraat.com

ہوسکتا ہے کہ امامؑ کا نام قرآن کی بعض آیات میں کسی اور مطلب کے بیان کے لیئے مذکور ہوجائے بلکہ یہ احتمال بھی دے سکتے ہیں کہ وہ نصّ (جس میں نام ہو) مجمل ہو اور یہ جانشینی کا اعلان کیا گیا ہو تاکہ اس آیت کے نسخ یا اجمال میں کسی قسم کا کوئی شبہ باقی نہ رہ جائے۔

ایک فضول نظریہ۔

بعض لوگوں کی یہ خواہش ہے کہ چند روایات کا سہارا لیتے ہوئے شیعوں پر نظریہ تحریف کی تہمت لگائیں، ہم پہلے ایسی روایات کو ذکر کرتے ہیں۔

۱۔ کتاب کافی میں حضرت علیؑ سے روایت ہوئی ہے کہ "قرآن تین حصوں پر نازل ہوا، بعض ہمارے اور ہمارے دشمنوں کے بارے میں، بعض مثالوں اور سنتوں کے بارے میں اور بقیہ فرائض اور احکام کے بارے میں"[1]

۲۔ دوسری روایت میں ہے "کچھ ہمارے اور ہمارے دوستوں، کچھ ہمارے اور ہم سے پہلوں کے دشمنوں اور کچھ سنتوں اور مثالوں کے بارے میں ہے"۔[2]

۳۔ امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ قرآن چار حصوں پر نازل ہوا ایک حصہ ہمارے بارے میں، ایک حصہ ہمارے دشمنوں کے بارے میں، ایک حصہ سنتوں اور مثالوں کے بارے میں اور چوتھا حصہ فرائض و احکام کے بارے میں نازل ہوا۔[3]

---

(۱) الکافی ج/ ۲ ص ۶۲۸، تفسیر البرہان ج/ ۱ ص ۲۱، مصابیح الانوار ج/ ۲ ص ۲۹۵، تفسیر عیاشی ج/ ۱ ص ۹، تفسیر صافی ج/ ۱ ص ۲۴، بحار ج/ ۱۹ ص ۳۰۔

(۲) الوافی ج/ ۵ ص ۲۷۴، تفسیر البرہان ج/ ۱ ص ۲۱، مصابیح الانوار ج/ ۲ ص ۲۹۵، تفسیر عیاشی ج/ ۱ ص ۱۰، بحار ج/ ۱۹ ص ۳۰، تفسیر صافی ج/ ۱ ص ۲۴۔

(۳) الکافی ج/ ۲ ص ۶۲۸، عدۃ رسائل مفید، ص ۲۲۵ (المسائل السرویہ)، تفسیر برہان ج/ ۱ ص ۲۲، وافی ج/ ۵ ص ۲۷۴، مصابیح الانوار ج/ ۲ ص ۲۹۴، تفسیر عیاشی ج/ ۱ ص ۹ اسکے حاشیہ میں، بحار ج/ ۱۹ ص ۳۰ سے منقول ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

بعد میں نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ وہ حصہ جو ائمہ ؑ کے بارے میں ہے قرآن میں موجود نہیں ہے، کیونکہ موجودہ قرآن میں ائمہ ؑ کا نام مذکور نہیں ہے جو آیات ائمہ ؑ کے فضائل کے بارے میں ہیں وہ قرآن کا ایک تہائی نہیں ہے۔ پس شیعوں کے نزدیک قرآن میں تحریف ہوئی ہے کیونکہ وہ ان جیسی روایات کے مطالب کو تسلیم کرتے ہیں۔

لیکن اس غلط اور باطل گمان کے جواب میں ہم عرض کرتے ہیں کہ ان روایات میں ائمہ ؑ کا مقصد یہ بیان کرنا ہے کہ قرآن میں جس آیت میں بھی نیک، ثابت قدم اور راہ حق پہ گامزن لوگوں کے اوصاف ذکر ہوئے ہیں وہ آیت آئمہ ؑ کے اوصاف کے بیان میں ہے اور ائمہ ؑ ہی ان آیات کے کامل مصداق ہیں۔ جن آیات میں برے اور راہ ولایت سے منحرف لوگوں کے اوصاف ذکر ہوئے ہیں ان سے مراد ائمہ ؑ کے دشمن ہیں، یہی مطلب حضرت امام محمد باقر ؑ کی روایت میں تھا کہ جو حضرت ؑ نے محمد ابن مسلم سے فرمایا کہ اگر کسی آیت میں کسی کی خوبی بیان کی گئی ہو تو اس سے مراد ہم ہیں اور اگر کوئی آیت کسی کی برائی بیان کرے تو اس سے مراد ہمارے دشمن ہیں۔

علامہ حسنی کہتے ہیں "اس سلسلے میں ایک اور روایت بھی ہے جو مذکورہ تین حصوں میں قرآن کے نزول کی بات کرتی ہے اور اس کا مقصد بیان کرتی ہے"۔ (۱)

الفاظ کو ان کے مترادف کے ساتھ بدلنا:

قرائت کے اختلافات کا ایک سبب عبداللہ ابن مسعود جیسے بعض قاریوں کی طرف سے ایک لفظ کی جگہ اس کا مترادف لفظ لانا قرار دیا جاسکتا ہے۔ (۲)

---

(۱) دراسات فی الکافی والصحیح ص ۳۲۲ مرحلہ ۳۔

(۲) غریب الحدیث ج/۳ ص ۱۲۰، تفسیر جمیان ج/۱ ص ۷، معجم الادباء ج/۲ ص ۴۰، الاتقان ج/۱ ص ۴۹، الوافی ج/۵ ص ۲۵۴، ج/۲ ص ۳۵۷، تفسیر کبیر ج/۱ ص ۲۴، مصابیح الانوار ج/۲ ص ۲۹۷، تمہید ج/۲ ص ۱۰۲ و ج/۷ ص ۲۵۹، ۲۷، التعریف فی القرائات العشر ج/۱ ص ۳۱۔

ابن مسعود سے روایت ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ آیت کے ایک حصّہ کو کسی دوسری آیت کے حصّہ کے ساتھ ملاکر پڑھا جائے یا یہ کہ آیت میں "غفور رحیم" ہو اور اسکی جگہ "علیم حکیم" یا "عزیز حکیم" کہہ دیا جائے، مورد اشکال یہ چیز ہے کہ جو چیز قرآن کا جزء نہیں ہے اسے قرآن میں داخل کیا جائے یا "رحمت" والی آیت کے آخر کو "عذاب" پہ ختم کریں۔[1] کہا جاتا ہے کہ انس ابن مالک بھی اس کام کو جائز سمجھتا تھا[2] یا ابوہریرہ اجازت دیتا تھا کہ "علیما حکیما" کو "غفورا رحیما" میں تبدیل کیاجاسکتا ہے۔[3]

سفیان ابن عیینہ، ابن جریر، ابن وھب اور خلائق بھی اس کام کی اجازت دیتے تھے اور ابن عبدالبر نے تو اس کام کے جواز کی اکثر علماء کی طرف نسبت دی ہے۔[4] جیساکہ اس کام کے جواز کی نسبت ابیٔ ابن کعب کی طرف بھی دیتے ہیں۔[5] ہم جو نمونے ذکر کریں گے اس سے بھی یہ سمجھا جاسکتا ہے کہ درج ذیل افراد بھی اس اسی نظریے کے حامی ہیں اور اس کے لیئے ذیل میں دیئے گئے حوالوں کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے۔ وہ افراد یہ ہیں حضرت عمر ابن خطاب، ابن عباس، سعید ابن جبیر، علقمہ، اسود، محمد ابن ابی موسیٰ، ابو درداء وغیرہ اسی طرح قرآن

---

(۱) المصنف صنعانی ج/ ۳ ص ۳۶۳۔

(۲) البرہان زرکشی ج/۱ ص ۲۲۲۔

(۳) التمہید ج/ ۲ ص ۱۰۲، الاتقان ج/ ۱ ص ۴۷ سے منقول۔

(۴) مناہل العرفان ج / ۱ ص ۱۴۷ و ص ۱۴۸، ۱۸۰، البرہان زرکشی ج / ۱ ص ۲۲۰، الاتقان ج / ۱ ص ۴۶، ۴۷ الجامع لاحکام القرآن ج / ۱ ص ۴۲، البیان آقای خوئی ص ۱۹۱، تفسیر جامع البیان طبری ج / ۱ ص ۱۸ سے منقول۔

(۵) التمہید ج/ ۲ ص ۱۰۲۔

Presented by www.ziaraat.com

کے سات لہجوں والی روایات بھی ھلم، تعال، اقبل، اسرع، اذھب اور عجل جیسے کلمات کو بھی ایک دوسرے سے بدلنے کی اجازت دیتی تھیں۔[1] ذیل میں دیے گئے ماخذ کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے۔

کلمات کے بدلنے کے نمونے:

۱۔ ابن مسعود سے منقول ہے کہ انھوں نے "فازلھما الشیطان عنہا" کی بجائے "فوسوس لھما الشیطان عنہا" پڑھا ابوحیان سے منقول ہے کہ بہتر ہے اس تبدیلی کو تفسیر کہا جائے۔[2]

۲۔ بعض علماء سے منقول ہے کہ ابن عباس قرآن کے معانی کے ساتھ قرائت کو بھی جائز سمجھتے تھے اسکی دلیل ایک روایت تھی جو ان سے منقول تھی، ابن عباس کسی کو تعلیم دے رہے تھے "طعام الاثیم" لیکن وہ شخص "اثیم" کو اچھی طرح ادا نہیں کر سکتا تھا تو ابن عباس نے اسے کہا کہو "طعام الفاجر"۔[3]

۳۔ ابن مسعود پڑھتے تھے " ان تعذبھم فانھم عبادک و ان تغفر لھم فانک انت الغفور الرحیم" کو " العزیز الحکیم" کی جگہ پر "الغفور الرحیم"۔[4]

---

(۱) مسند احمد حنبل ج/۵ ص ۳۱، ۵۱، ۳۳۲ اور ج/۱ ص ۴۰۵ اور ج/۲ ص ۴۴۰، مشکل الآثار ج/۴ ص ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۱، البرہان زرکشی ج/۱ ص ۲۲۱، ۲۲۰، المصنف صنعانی ج/۱۱ ص ۲۱۹، ۲۲۰، جامع البیان ج/۱ ص ۱۷، ۱۸، ۱۹، غرائب القرآن نیشاپوری جامع البیان کے حاشیہ پر ج/۱ ص ۲۱، الجامع لاحکام القرآن ج/۱ ص ۴۸، ۴۲، کشف الاستار مسند بزار ج/۳ ص ۸۹، ۹۰ سے منقول، معجم الادباء ج/۲ ص ۹۰، الاتقان ج/۱ ص ۴۱، ۴۷، مناہل العرفان ج/۱ ص ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۸۰، التبیان ج/۱ ص ۷، مجمع الزوائد ج/۷ ص ۱۵۱، ۱۵۲، تفسیر کبیر ج/۱ ص ۲۱۴، کنز العمال ج/۲ ص ۳۸۳ چند محدثین سے منقول، البیان خوئی ص ۱۹۰، ۱۹۳، التمہید ج/۱ ص ۲۵۷ اور ج/۲ ص ۹۹، ۱۰۲، ۱۰۳، المرشد ج/۱ ص ۲۰، ۲۱، مقدمہ تفسیر شبّر بلاغی ص ۳۰، المصنف ج/۲ ص ۱۹ اور سنن ابی داؤد ج/۲ ص ۱۴ سے منقول۔

(۲) اکذوبہ تحریف القرآن ص ۳۸، البحر ابوحیان ج/۱ ص ۱۵۹ تاریخ القرآن سے منقول۔ کنز العمال ج/۲ ص ۳۵۷، ۳۷۷ چند محدثین سے منقول۔

(۳) محاضرات الادباء ج/۲ جزء ۴ ص ۴۳۳۔

(۴) البرہان زرکشی ج/۱ ص ۲۱۵۔

Presented by www.ziaraat.com

۴ ـ ابن مسعود سے یہ قرائت بھی منقول ہے "ان اللہ لا یظلم مثقال نملة" ، "ذرة" کی جگہ پہ۔[۱]

۵ ـ درج ذیل قرائت حضرت عمر ابن خطاب ، ابی ابن کعب اور عبداللہ ابن مسعود سے منقول ہے "فامضوا الی ذکر اللہ" "فاسعوا" کی بجائے۔[۲]

۶ ـ ابن مسعود پڑھتے تھے "و تکون الجبال کالصوف المنفوش" ، "العهن" کی بجائے۔[۳]

۷ ـ ابن مسعود کے ساتھی پڑھتے تھے "و حیثما کنتم فولوا وجوهکم قبله" "شطره" کی بجائے۔[۴]

۸ ـ ابن مسعود اور ابیؓ کی قرائت اس طرح تھی "للذین آمنوا انظرونا ، امهلونا ، اخرونا ارقبونا"۔[۵]

---

(۱) اکذوبہ تحریف القرآن ص ۲۲ المصاحف ص ۵۵ سے منقول۔

(۲) المصنف عبدالرزاق ج/ ۳ ص ۲۰۷ ، البرهان زرکشی ج/ ۱ ص ۲۱۵ ، ۲۲۲ ، مقدمہ تفسیر بیان ص ۲۲ ، بحار ج/ ۸۹ ص ۴۳ ، تاریخ القرآن زنجانی ص ۳۸ ، مناهل العرفان ج/۱ ص ۱۳۱ ، التمهید ج/۲ ص ۱۲ ، تفسیر قرطبی ج/ ۱۸ ص ۱۰۲ ، کنز العمال ج/ ۲ ص ۳۵۹ ، ۳۵۹ چند محدثین سے منقول ، الدر المنثور ج/۶ ص ۲۱۹ مختلف محدثین سے منقول ، المعجم ج/۱ ص ۲۹۔

(۳) مناهل العرفان ج/ ۱ ص ۱۳۱ ، غرائب القرآن نیشاپوری طبری کے حاشیہ پہ ج/ ۱ ص ۲۲ ، التمهید ج/ ۱ ص ۲۵۷ اور ج/ ۲ ص ۱۰۸ تاویل مشکل القرآن ابن قتیبہ ص ۲۳ سے منقول ، البرهان زرکشی ج/ ۱ ص ۲۲۵ ، اور ۲۱۵ ، کشاف ج/ ۴ ص ۷۸۰ ، التبیان ج/ ۱ ص ۸ ، الاتقان ج/۱ ص ۴۹۔ محاضرات الراغب ج/ ۲ جزء ۴/ ص ۴۳۳ ، فتح الباری ج/ ۹ ص ۲۵ ، المعجم ج/ ۱ ص ۲۹ پہ اسکی تفسیر قرار دی کہ جو نہیں جانتا

(۴) اکذوبہ تحریف القرآن ص ۲۳ المصاحف ص ۵۹ سے منقول۔

(۵) البرهان زرکشی ج / ۱ ص ۲۲۱ ، مناهل العرفان ج / ۱ ص ۱۲۸ ، تفسیر ابن کثیر خاتمہ ج / ۴ ص ۲۲ ، الاتقان ج / ۱ ص ۴۷۔

Presented by www.ziaraat.com

۹ـ ابن عباس سے یہ قرائت مروی ہے " و ان عزموا السراح " ، " الطلاق " کی بجائے۔[۱]

۱۰ـ سعید ابن جبیر سے یہ قرائت منقول ہے " فاذا هی تلقم ـ ما یافکون " " تلقف " کے بدلے۔[۲]

۱۱ـ علقمہ ، عبدالرحمان ابن اسود ، عبداللہ ابن زبیر، اسود اور حضرت عمر ابن خطاب اس طرح پڑھتے تھے " صراط ـ من ـ انعمت علیهم غیر المغضوب علیهم و ـ غیر ـ الضالین " یہ قرائت امام جعفر صادق ؑ سے بھی مروی ہے۔[۳]

۱۲ـ طبری نقل کرتا ہے کہ ابن عباس " الیاس " کو وہی " ادریس " سمجھتے تھے لهذا آیت میں " الیاس " کے بدلے ادریس پڑھتے " و انّ ادریس لمن المرسلین " یا " سلام علی ادراسین "۔[۴]

۱۳ـ ابن مسعود " بیت من زخرف " کی بجائے " بیت من ذهب " پڑھتے تھے۔[۵]

۱۴ـ حماد سے منقول ہے کہ " میں نے مصحف ابی ابن کعب میں " یولون " کی بجائے " للذین یقسمون " لکھا دیکھا۔[۶]

---

(۱) آکذوبۃ تحریف القرآن ص ۳۳ الصاحف ص ۵۶۔

(۲) آکذوبۃ تحریف القرآن ص ۳۴ الصاحف ص ۹۰۔

(۳) تفسیر قرطبی ج/ ۱ ص ۱۲۶ ، سعد السعود ص ۲۴۵ ، محاضرات الادباء ج/ ۲ جزء / ۴ ص ۴۳۳ ، بحار ج/ ۸۹ ص ۴۳ آکذوبہ تحریف القرآن ص ۳۱ ، ۳۲ ، ۳۶۔

(۴) جامع البیان ج/ ۲۳ ص ۶۳ ، تمھید ج/ ۱ ص ۲۵۶ و ج/ ۲ ص ۱۴۲۔

(۵) جامع البیان ج/ ۱۵ ص ۱۰۹ ، تمھید ج/ ۱ ص ۲۵۶ ، ج/ ۲ ص ۱۴۳ جامع البیان سے منقول۔

(۶) آکذوبہ تحریف القرآن ص ۳۶

Presented by www.ziaraat.com

۱۵ ـ منقول ہے کہ محمد ابن موسیٰ اس طرح پڑھتا تھا " و لکن الذین کفروا یفترون علی اللہ الکذب واکثرھم لا یفقھون " " لا یعقلون " کی بجائے۔[۱]

۱۶ ـ انس پڑھتا تھا " ان ناشئۃ اللیل ھی اشد وطاو ـ اصوب ـ قیلاً ـ جب اس سے کہا گیا کہ دوسرے تو " اقوم قیلاً " پڑھتے ہیں تو اس نے کہا " اصوب قیلاً ، اقوم قیلاً ، اور اھیا قیلاً " سب ایک معنی میں ہیں۔[۲]

۱۷ ـ منقول ہے کہ ابیّ ابن کعب پڑھتے تھے " کلما اضاء لھم مشوا فیہ ـ مرّوا فیہ ـ سعوا فیہ "۔[۳]

۱۸ ـ ابن مسعود یا ابو درداء (راغب اسے ابن عباس کی طرف نسبت دیتے ہیں) ایک شخص کو اس طرح پڑھا رہے تھے " انّ شجرۃ الزقوم طعام الاثیم " اس شخص نے " طعام الیتیم " پڑھا اس نے جتنی کوشش کی " الاثیم " اس کی زبان پر نہیں آسکا تو ابن مسعود یا ابو درداء نے اس سے کہا کیا " طعام الفاجر " کہہ سکتے ہو تو اس نے کہا ہاں تو اس نے کہا یہی کہو اور پھر کہا یہ غلط نہیں ہے کہ " علیم " کی جگہ " حکیم " کہا جائے بلکہ غلط یہ ہے کہ " رحمت " والی آیت کو عذاب والی آیت کی جگہ پر ذکر کیا جائے۔[۴]

---

(۱) التذہیب ـ ص ۲۷۔

(۲) جامع البیان ج/ ۱ ص ۱۸، تفسیر قرطبی ج/ ۱ ص ۴۸، تاریخ القرآن زنجانی ص ۴۸، مجمع الزوائد ج/ ۷ ص ۱۵۷، التمہید ج/ ۲ ص ۱۰۳، البیان ص ۱۹۲، کشف الاستار ج/ ۳ ص ۹۰۔

(۳) تفسیر ابن کثیر ج/ ۴ ص ۴۴، البرہان زرکشی ج/ ۱ ص ۲۲۱، مناہل العرفان ج/ ۱ ص ۱۴۷، تمہید ج/ ۲ ص ۱۰۳، الاتقان ج/ ۱ ص ۴۷، تفسیر قرطبی ج/ ۱ ص ۴۲۔

(۴) تفسیر کبیر رازی ج/ ۱ ص ۲۱۳، تمہید ج/ ۲ ص ۱۰۴، مناہل العرفان ج/ ۱ ص ۱۸۰، البرہان زرکشی ج/ ۱ ص ۲۲۲، بحوث فی تاریخ القرآن و علومہ ص ۱۵۱، الاتقان ج/ ۱ ص ۴۷، جامع البیان طبری ج/ ۲۵ ص ۷۵، البیان خوئی ص ۱۹۷، المصنف ج/ ۳ ص ۳۶۴، محاضرات الادباء ج/ ۲ جزء ۴ ص ۴۳۳، کنز العمال ج/ ۲ ص ۳۸۸، وغیرہ سے منقول جو کہ اسی ماجرا کو پیغمبرؐ کی طرف نسبت دیتا ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

۱۹ـ ابن مسعود پڑھتے تھے " ان کانت الا زقیة واحدة " " صیحة " کی بجائے۔ (۱)

۲۰ـ ابن مسعود پڑھتے تھے " انی نذرت للرحمان صمتا " " صوما " کے بدلے (۲)

۲۱ـ " والسارق والسارقة فاقطعوا ایمانهما، ایدیهما کے بدلے (۳)

۲۲ـ " وایقن ان الفراق " " ظن " کی بجائے (۴)

۲۳ـ ابی ابن کعب کی قرائت یوں تھی "اخرجنا لهم دابة من الارض تنبؤهم"۔ " تکلمهم " کے بدلے (۵)

۲۴ـ یہ آیت یوں پڑھی گئی ہے " فکانت کالحجارة " ، " فهی کالحجارة " کے بدلے (۶)

اس کے علاوہ اور بھی مثالیں ہیں جن کے لیے اس کتاب کا دامن تنگ ہے۔

کلی حکم، اس طرح پڑھو جیسا تمہیں سکھلایا گیا ہے۔

اگر ہم پیغمبرؐ اور ائمہؑ کی طرف رجوع کریں تو یہ نظر آتا ہے کہ انہوں نے قرآنی آیات میں ہر قسم کی تبدیلی اور تصرف سے روکا ہے بلکہ انہوں نے تو مستحب دعاؤں میں بھی ہر طرح کی تبدیلی سے منع فرمایا ہے اور اجازت نہیں دی کہ ہم اپنی مرضی سے ایک لفظ کو دوسرے لفظ کی جگہ لائیں۔ اس دعویٰ پر ہمارے پاس بہت سے شواہد موجود ہیں ہم چند ایک کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

---

(۱) التبیان ج/۱ ص ۸، البرهان زرکشی ج/۱ ص ۳۳۵، البیان ص ۱۶۱، تفسیر طبری ج/۱ ص ۱۸، التمهید ج/۲ ص ۱۰۸، الکشاف ج/۳ ص ۱۳، القرطبی ج/۱ ص ۴۷۔

(۲) التمهید ج/۲ ص ۱۰۲ تذکرۃ الحفاظ ج/۱ ص ۳۳۰ سے منقول۔

(۳) البرهان زرکشی ج/۱ ص ۳۳۶، محاضرات الادباء ج/۲ جزء/۴ ص ۴۳۳۔

(۴) البرهان زرکشی ج/۱ ص ۳۳۷۔

(۵) وہی حوالہ ص ۳۳۸۔

(۶) محاضرات الادباء ج/۲ جزء/۴ ص ۴۳۳۔

Presented by www.ziaraat.com

۱۔ پیغمبر اکرمؐ سے روایت ہے کہ حضرتؐ نے براء ابن عازب کو ایک دعا تعلیم فرمائی اس دعا میں عبارت یوں تھی "۔ و نبیک الذی ارسلت به ۔" جب براء نے اس دعا کو پیغمبرؐ کے سامنے دھرایا تو اس نے "نبیک" کے بدلے "رسولک" کہا تو آنحضرتؐ نے فرمایا اس طرح نہیں بلکہ " و نبیک الذی ارسلت ہے ۔"۔ (۱)

۲۔ عبداللہ ابن سنان نے امام صادقؑ سے روایت کی ہے کہ حضرتؑ نے فرمایا " تم شبھہ سے دوچار ہوجاؤگے جس کی وجہ سے تم راہنمائی کرنے والے علم اور ہدایت کرنے والے رہبر کے بغیر رہ جاؤگے اس شبھہ سے کوئی نجات نہیں پا سکے گا مگر وہ جو دعا غریق کو وسیلہ بنائے ، راوی نے سوال کیا دعا غریق کیا ہے ؟ تو فرمایا یوں کہو " یا اللہ، یا رحمان ، یا رحیم ، یا مقلب القلوب ثبّت قلبی علی دینک" راوی کہتاہے میں نے کہا "یا مقلب القلوب و ۔ الابصار ۔ ثبت قلبی" تو امامؑ نے فرمایا یہ صحیح ہے کہ خداوند متعال مقلب القلوب والابصار ہے لیکن اس طرح کہو جیسا ہم کہتے ہیں یعنی " مقلب القلوب ثبت ۔۔"۔ (۲)

۳۔ امام محمد باقرؑ سے مروی ہے اور وسائل اور محجۃ البیضاء نامی کتابوں نے امام جوادؑ سے نقل کیا ہے جو شخص عربی زبان سے واقفیت رکھتاہے خدا کی نظر میں وہ اس شخص سے زیادہ افضل ہے جو عربی زبان سے ناواقف ہے اس لیئے کہ جو عربی سمجھتا ہے وہ قرآن کو اس طرح پڑھتا ہے جیساکہ وہ نازل ہوا ہے۔ (۳) اور اسکی دعا غلطی اور خطاء سے پاک ہوگی لیکن جو عربی زبان سے ناواقف ہو تو وہ پڑھنے میں غلطی کرے گا اور غلط قرائت خدا کی طرف بلند نہیں ہوتی۔

---

(۱) مناہل العرفان ج ۱ / ۱ ص ۱۹۱ البیان سے منقول ، التمہید ج ۲ / ص ۱۴۳ ، البیان آقائی خوئی ۱۹۸۔

(۲) اکمال الدین ج ۲ / ص ۳۵۲ ، اعلام الوری ص ۴۳۲۔

(۳) مندرجہ بالا حدیث کے متن میں " حیث انزل " آیا ہے اور وسائل میں " کما انزل " ہے۔

وسائل میں اس حدیث کے آخری حصہ میں اس طرح فرمایا ہے کہ " غلط پڑھی جانے والی دعا خدا کی طرف نہیں جاتی "۔ (۱)

۲۔ حضرت علیؑ تفسیر میں بھی لفظ کو اسکے مترادف لفظ کے ساتھ تبدیل کرنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ ایک شخص حضرتؑ کے پاس قرائت کر رہا تھا " و طلح منضود " تو امامؑ نے اس سے پوچھا " طلح " کیا ہے؟ صحیح " و طلع منضود " ہے اس کے بعد امامؑ نے فرمایا " طلعہا هضیم " تو ہم نے پوچھا کیا ہم اس کو تبدیل نہ کریں اور اسکے معنی واضح نہ کریں؟ تو فرمایا آج کے بعد قرآن اپنے میں معمولی سی تبدیلی بھی نہیں دیکھے گا۔ (۲)

روایت کے بارے میں وضاحت ،

اس روایت کا ابتدائی حصہ کچھ ابہام رکھتا ہے۔ حقیقت حال یہ ہے کہ امامؑ " طلح " کا مفہوم واضح کرنا چاہتے ہیں۔ لوگوں میں یہ مشہور تھا کہ " طلح " کے معنی " عضاۃ " درخت کے ہیں یہ ایک بڑا درخت ہے جسے اونٹ کھاتے ہیں تو امامؑ نے فرمایا خدا نے بندوں پر جو احسان فرمایا ہے وہ " طلع " ہے (خوشہ) پکا ہوا ، مزیدار اور آسانی سے ہضم ہونے والا۔ لغت والے " طلع " کے معنی کھجور کے خوشہ کے کرتے ہیں جو کہ دو موٹے چھلکوں کے درمیان ہوتا ہے اور اس میں بند ہوتا ہے یہ پکا ہوا خوشہ کھانے کے قابل ہوتا ہے۔ (۳) جبکہ " عضاۃ " کے درخت میں یہ خصوصیات نہیں ہوتیں اسے صرف اونٹ کھاسکتے ہیں۔

---

(۱) کنز العمال ج/ ۲ ص ۱۸۹ ابن عساکر سے منقول ، البحر المحیط ج/ ۲ ص ۳۰۹ ، وسائل الشیعہ ج/ ۴ ص ۸۶۶۔

(۲) کنز العمال ج/ ۲ ص ۳۲۸ ابن انباری سے المصاحف میں اور ابن جریر سے منقول ، جامع البیان ج/ ۲۷ ص ۱۰۴ ، البحر المحیط ج/ ۲ ص ۳۰۳ القراآت القرآنیہ تاریخ و تعریف ص ۱۰۹ التمہید ج/ ۲ ص ۲۸۹ ، ۲۹۲ ج/ ۲ ص ۱۱۰۔

(۳) البحر المحیط ص ۵۵۳ ، ۵۵۴۔

Presented by www.ziaraat.com

اس کے بعد امام " طلع " کو قرآن کے دوسرے لفظ " طلع هضیم " سے تفسیر فرماتے ہیں ۔ لیکن سننے والے سمجھتے ہیں کہ ایک لفظ کو اس کے مرادف کلمہ کے ساتھ تبدیل کیا جا سکتا ہے ؟ تو امام ایک عام قاعدہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ کام صحیح نہیں ہے۔ قرآن کو بالکل ہاتھ نہیں لگایا جاسکتا۔

اس ممنوعیت کی علت معلوم ہے کیونکہ لفظ کو اپنے مرادف سے بدلنے اور تفسیر کو آیات میں داخل کرنے کی اجازت دینا بعد والی نسلوں کے لیئے مختلف اشکالات کا باعث بن سکتا ہے اور قرآنی آیات کے کلام بشر کے ساتھ مخلوط ہونے کا سبب بن سکتا ہے اس کے علاوہ بھی بہت سی مشکلات جنہیں بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

۵ ۔ ایک شخص نے امام صادق کے سامنے کچھ آیات عام طریقے سے ہٹ کر پڑھیں تو امام نے اس سے فرمایا " اس طرح مت پڑھو بلکہ جیسا لوگ پڑھتے ہیں اس طرح پڑھو یہاں تک کہ ہمارے قائم تشریف لے آئیں۔ اس وقت قائم آل محمد قرآن کو اس طرح پڑھیں گے جیسے اسکے حدود اور حقیقت ہے۔ وہ حضرت علی کے ہاتھ کا لکھا ہوا مصحف ظاہر کریں گے۔ (۱)

ایک اور وضاحت :

اس شخص کی قرائت کے بارے میں چند احتمال ہیں۔

۱ ۔ مروجہ لہجہ سے ہٹ کر یعنی اس نے انہی موجود آیات کو کسی دوسرے اعراب کے ساتھ پڑھا ہو اس صورت میں " یقروها " کی ضمیر حروف اور آیات کی طرف لوٹے گی۔

۲ ۔ اس نے کسی لفظ کو اس کے مرادف کے ساتھ بدلا ہو مثلاً " عهن " کے بجائے " صوف " یا " فاسعوا " کے بدلے " فامضوا " کہا ہو۔

---

(۱) الکافی ج ۲ ص ۶۳۳ ، بصائر الدرجات ص ۱۹۳ ، محجة البیضاء ج ۲ ص ۲۶۳ ، الوافی ج ۵ ص ۲۷۳ ، مصباح الفقیہ کتاب الفقیہ کتاب الصلوٰۃ ص ۲۷۵ ، وسائل ج ۴ ص ۸۲۱ ، عدۃ المسائل مفید مسائل سرویہ ص ۲۲۶ ، ۲۲۵۔

Presented by www.ziaraat.com

۳۔ اس نے قرآنی آیات کی ترتیب میں گڑ بڑ کی ہو اور اپنی رائے کے مطابق آیات کو نزول کی ترتیب پر پڑھا ہو یا اس نے آیات کے ساتھ بعض تاویلات بھی پڑھی ہوں ایسی تاویلیں جو کہ آیت کے ساتھ ملاکر پڑھی جا سکیں امام نے جو فرمایا " ـــ جب ہمارے قائم قیام کریں گا تو قرآن کو جیسا پڑھنے کا حق ہے پڑھیں گے اور مصحف علیؑ کو ظاہر کریں گے" امام اس نکتہ کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں کہ عام لوگوں کے اذہان آیات کے صحیح معنی کے ادراک سے قاصر ہیں اور جس کو وہ آیات کی تفسیر اور تاویل سمجھتے ہیں وہ نہ آیتوں کی تفسیر ہے اور نہ تاویل جیسے انھیں نازل ہونے والی آیات کی معرفت نہیں، انہوں نے پیغمبرؐ کے ساتھ زندگی بسر نہیں کی اور پیغمبرؐ سے آیات کی تعلیم حاصل نہیں کی ، ہم نے اس سے پہلے اس بارے میں عکرمہ کی گفتگو ذکر کی ہے کہ اس نے کہا " اگر جنّ و انس جمع ہوجائیں اور قرآن کو نزول کی ترتیب پر مرتب کرنا چاہیں تو ایسا نہیں کرسکیں گے "[1] اس کے علاوہ جن تبدیلیوں کا دعوی کیا گیا ہے انکی دلیل بعض واحد خبریں ہیں جنکے صحیح ہونے کی کوئی ضمانت نہیں ہے لہذا مجبوراً اجماع امت کے دامن میں پناہ لیتے ہوئے ہم اسے قبول کریں گے جسے سب مانتے ہیں اور اس کے درست ہونے کو یقینی جانا گیا ہے شیخ مفید اپنی درج ذیل کلام میں اسی مطلب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں " ایسی قرائتیں جو بعض اخبار کے مطابق ہیں لیکن موجودہ مصحف کے مخالف ہیں ہمیں ان سے اس لیے روکا گیا چونکہ یہ اخبار (احادیث) خبر واحد کی صورت میں ہیں اور ایک شخص اپنے منقولات میں عموماً اشتباہ کرسکتا ہے[2]

---

(۱) الاتقان ج ۱، ۲ ص ۵۸۔

(۲) عدۃ رسائل مفید ص ۲۲۶ المسائل السرویۃ۔

Presented by www.ziaraat.com

۶۔ اس کے علاوہ مقام استدلال میں کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ اگر آیات کو مترادف یا غیر مترادف کلمات کے ساتھ تبدیل کرنا صحیح ہو۔ تو قرآن، قرآن نہیں رہے گا حالانکہ وہ کلام خدا ہے۔ نیز اس کا معجزہ جاوید ہونا مخدوش ہوجائے گا اور خدا کا یہ کلام " انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون"[۱] محقق نہیں ہوپائے گا۔

۷۔ سفیان ابن سمط سے مروی ہے کہ میں نے امام صادقؑ سے تنزیل قرآن کے بارے میں پوچھا؟ تو حضرتؑ نے فرمایا اسی طرح پڑھو جیسا تمہیں تعلیم دی گئی ہے۔[۲] حضرتؑ لوگوں کو آیات کی قرائت میں تاویلوں اور تفسیروں کے داخل کرنے سے روکتے تھے۔

۸۔ ایک شخص نے امام رضاؑ سے سوال کیا آپ پر قربان جاؤں میں ایسی آیات سنتا ہوں کہ جو ہمارے مصاحف میں لکھی ہوئی آیات سے فرق رکھتی ہیں اور ہم ان کو اس طرح قرائت نہیں کرسکتے جیسے آپ سے ہمیں پہنچی ہیں تو کیا ہم گناہ گار ہونگے؟ حضرتؑ نے فرمایا جس طرح تم نے سیکھا ہے اس طرح قرائت کرو وہ جو تمہیں تعلیم دے گا عنقریب آئے گا"۔[۳]

ظاہراً یہ شخص مختلف قرائتوں کے بارے میں سوال کررہا ہے کہ کبھی مترادف الفاظ اور تفسیروں کے ساتھ قرائت کی جاتی ہے جو کہ قرآن میں موجود آیتوں کے برخلاف ہے اسی طرح وہ ان آیات کے بارے میں پوچھتا ہے کہ جو ائمہؑ کی طرف سے بعض تفسیروں کے ساتھ وارد ہوئی ہیں جیساکہ ہم نے نمونہ نمبر ۵ میں ذکر کیا ہے امامؑ نے بھی ہر قسم کی غیر مروج قرائت سے منع فرمایا ہے اور حکم دیا ہے کہ اسی قرائت پر باقی رہیں جو لوگوں میں رائج

---

(۱) مناہل العرفان ج ۱ ص ۱۴۴۔

(۲) الکافی ج ۲ ص ۶۳۱، وسائل ج ۴ ص ۸۲۱، مصباح الفقیہ کتاب الصلوۃ ص ۲۷۵، التمہید ج ۱ ص ۲۸۹، بحار الانوار ج ۲ ص ۲۷۴، حاشیہ میں اختصار کا حوالہ بھی دیا ہے۔

(۳) الکافی ج ۲ ص ۶۳۳، الوافی ج ۵ ص ۲۷۳، وسائل ج ۴ ص ۸۲۱، مصباح الفقیہ کتاب الصلوۃ ص ۲۷۵۔

Presented by www.ziaraat.com

اور مورد قبول ہے۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ جو شخص سات قرائتوں کے صحیح ہونے کا معتقد ہے وہ اس روایت کے سامنے مبہوت ہو کر رہ جاتا ہے اور اس طرح تبصرہ کرتا ہے " ۔ ہمیں نہیں معلوم کہ کیسے یہ روایت اس بات پر دلیل ہو سکتی ہے کہ ائمہؑ اپنے زمانے کی معروف قرائتوں کو معتبر سمجھتے تھے جبکہ روایت متعدد قرائتوں کی نفی کر رہی ہے اور اگر ائمہؑ متعدد قرائتوں کے قائل نہیں تھے تو پھر ان قرائتوں کی نماز میں بھی اجازت نہ دیتے"۔ (۱)

حقیقت یہ ہے کہ یہ روایت آیات میں ہر قسم کے اضافے اور مروج طریقے سے ہٹ کر قرائت کرنے سے منع کرتی ہے۔ یہ بات ثابت نہیں ہے کہ اس زمانے میں متعدد قرائتیں رائج تھیں تاکہ مذکورہ بالا کلام کو صحیح سمجھا جا سکے۔ کم از کم روایت اس بارے میں کوئی ظہور نہیں رکھتی اور نہ ہی مدعی کی بات کی تائید کرتی ہے۔ کوئی دوسری روایت بھی موجود نہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہو کہ ائمہؑ متعدد قرائتوں کی اجازت دیتے تھے۔

۹۔ جب عمرو ابن جمیع نے امام محمد باقرؑ سے آیت " **فمن یحلل علیه غضبی فقد ھوی** " (۲) کے بارے میں سوال کیا تو امامؑ نے جواب میں فرمایا " اے عمرو ! لوگوں پر لازم ہے قرآن کو اسی طرح پڑھیں جیسے وہ نازل ہوا ہے اور اگر تفسیر کی ضرورت محسوس کریں تو ہمارے پاس آئیں اور ہمارے ذریعے ہدایت حاصل کریں۔ (۳)

اس روایت کے معنی یہ ہیں کہ لوگوں کو آیت میں کسی قسم کی دخالت کا حق حاصل نہیں ہے چاہے وہ تفسیر بالرائے کے عنوان سے ہو یا مترادف میں بدلنے کے اعتبار سے ہو بلکہ تمام موارد میں ائمہؑ کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔

---

(۱) القراآت القرآنیہ تاریخ و تعریف ص ۹۹ ، البیان آقای خوئی ص ۱۸۳۔

(۲) سورہ طہ / ۸۱ آراء حول القرآن۔

(۳) تفسیر قرات کوفی ص ۹۱ ص ۷۷ ، وسائل ج ۱۸ ص ۱۴۰ تفسیر قرات سے منقول۔

Presented by www.ziaraat.com

۱۰۔ داؤد ابن فرقد اور معلی ابن خنیس سے منقول ہے کہ کہتے ہیں ہم امام صادق ؑ کے خدمت میں شرف یاب تھے اور ربیعہ الرائی بھی ہمارے ساتھ تھا امامؑ فضیلت قرآن کے بارے میں گفتگو فرما رہے تھے حضرت ؑ نے فرمایا اگر ابن مسعود ہماری قرائت کی طرح قرائت نہ رکھتا ہو اور ہماری طرح قرائت نہ کرے تو گمراہ ہے۔ ربیعہ الرائی نے سوال کیا کیا گمراہ ہے ؟ تو امام ؑ نے فرمایا ہاں لیکن ہم ابی ابن کعب کے مطابق قرآن کی تلاوت کرتے ہیں[۱] امامؑ قرائت کو ابیؓ کی قرائت کے مطابق سمجھتے ہیں جو کہ اعرابی قاعدوں کے مطابق اور معروف ہے اور اس کے علاوہ جو بھی قرائت ہو وہ امام ؑ کی نظر میں گمراہی ہے۔ اگرچہ عبداللہ ابن مسعود کی قرائت ہو۔ یہ روایت بہترین دلیل ہے کہ ایک قرائت اختیار کرنا ضروری ہے۔ قرائت کی وحدت پر ایک اور دلیل وہ روایت ہے جو عبدالرحمان سلمی سے پہنچی ہے کہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، زید ابن ثابت، مہاجرین اور انصار کی قرائت ایک تھی۔[۲] ہمارے دعوی کی تائید انس کی روایت سے بھی ہوتی ہے کہ میں نے پیغمبر اکرم ؐ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی ؑ کے پیچھے نماز پڑھی ہے سب "مالک یوم الدین"[۳] پڑھتے تھے۔

۱۱۔ ابن جزری نے صحابہ میں سے " حضرت عمر ابن خطاب، زید ابن ثابت، جبکہ ابن المنکدر عروۃ ابن زبیر، عمر ابن عبدالعزیز اور عامر شعبی تابعین سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا قرائت وہ سنت ہے کہ جسے بعد والے اپنے سے پہلے والوں سے سیکھتے ہیں لہذا اسی طرح قرائت کرو جیسے تمہیں تعلیم دی گئی ہے۔"[۴]

---

(۱) الکافی ج ۲ ص ۶۳۴، وسائل ج ۴ ص ۸۲۱۔

(۲) آراء حول القرآن آیۃ اللہ فانی ص ۶۵، ۶۶، آلاء الرحمان ص ۳۱۔

(۳) آلاء الرحمان ص ۳۱۔

(۴) النشر ج ۱ ص ۱۷، القراءات القرآنیہ تاریخ و تعریف ص ۸۰۔

ظاہراً یہ گفتگو ان لوگوں کے خلاف ہے کہ جو قرآن کو اپنی رائے اور مرضی کے مطابق پڑھتے تھے ، الفاظ کو مترادف کلمات کے ساتھ تبدیل کرتے تھے ، اپنی تفسیروں کو آیات کے ساتھ اضافہ کرتے تھے اور لفظوں اور اعراب کو کم اور زیادہ کرتے تھے ۔

۱۲ ـ ابن مسعود سے منقول ہے اس نے کہا کہ میں نے قرائتوں کو نزدیک پایا پس تم بھی اسی طرح پڑھو جیسے تمہیں اسکی تعلیم دی گئی ہے۔[۱]

۱۳ ـ امیر المومنین حضرت علی ؑ نے فرمایا " کہ پیغمبر ؐ تمہیں حکم دیتے ہیں کہ قرآن اس طرح پڑھو جیسے تمہیں اسکی تعلیم دی گئی ہے۔[۲]

---

(۱) النشر ج/۱ ص ۳۲۔

(۲) النشر ج/۱ ص ۳۳، القراءات ص ۲۸، مناقب ابن شہر آشوب ج/ ۲ ص ۴۲۔

Presented by www.ziaraat.com

پانچویں فصل

اجتہادات اور نظریات :

قاریوں کی قرآت کی جانچ پڑتال :

قاریوں اور قرآن سے مربوط امور سے سروکار رکھنے والوں کی عموی حالت پر اگر نظر ڈالیں تومعلوم ہوتاہے کہ وہ قرآن کے نصوص کے نقل کرنے اور اسکے رسم الخط کے بارے میں خطاء و اشتباہ سے معصوم نہیں تھے۔ بلکہ بڑی واضح غلطیوں کے مرتکب ہوتے تھے۔ عربی کے بہت سے مشہور ادیبوں نے قاریوں کی قرائت کو غلط شمار کیا ہے اور انہیں کمزور عربی والا شمار کیا ہے اور ان کی بہت سی قرائتوں پر اعتراض کرتے ہوئے انھیں عربی قواعد کے مخالف سمجھا ہے۔ [1] بلکہ ابوعثمان ابن جنی جیسے بعض ادیبوں نے تو اپنی دو کتابوں "الخصائص" اور "مصنف" میں تمام قاریوں کو کم فہم قرار دیا ہے اور سہو و خطا کی انکی طرف نسبت دی ہے۔ کیونکہ شک و تردید کی صورت میں انکے پاس کوئی معیار و میزان نہیں ہے۔ [2]

---

(1) التمہید ج / ۲ ص ۳۶، ۳۷۔

(2) وہی حوالہ، الدراسات عقلیہ ج / ۱ ص ۳۲، ۳۳ سے منقول۔

Presented by www.ziaraat.com

بعض قرائتوں سے بحث کرتے ہوئے فراء کہتا ہے کہ شاید یہ قرائت قاری کے توہمات کا نتیجہ ہو چونکہ قاریوں میں سے کوئی نادر ہی شخص ایسا ہوگا جو اس قسم کے توہمات سے محفوظ رہا ہو۔[1] یا ابن قتیبہ کہتا ہے " ۔۔۔ اشتباہ و خطاء متاخرین میں سے صاحبان قرائت کا لحن بھی تھا، انکی قرائت حجت نہیں ہے کیونکہ مدتوں سے لوگ قرآن کو اپنی لغتوں اور لہجوں کے مطابق پڑھ رہے ہیں اور مختلف ممالک کے لوگ جنکی زبان عربی نہیں تھی اور وہ عربی سے واقفیت بھی نہیں رکھتے تھے انھوں نے قرائت کو سینہ بہ سینہ منتقل کیا ہے لہذا انکی قرائت میں بہت سی غلطیاں پیدا ہوگئیں اور شاذ قرائتیں مروج ہوگئیں۔ انھوں نے قرآن کی قرائت اور اسکے کلمات میں خلل ایجاد کردیا" اپنی بات کو جاری رکھتے ہوئے وہ، قراء سبعہ میں سے ایک قاری حمزہ ابن حبیب زیات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے " میں نے جن قاریوں کی قرائت کے بارے میں تحقیق و جستجو کی ہے اس شخص سے زیادہ خطاء کرنے والا کسی اور کو نہیں دیکھا اس کے کلام میں سب سے زیادہ بے نظمی پائی جاتی ہے، بعد میں یہ شخص اپنے نظریئے کو ثابت کرنے کے لیئے ایک اصول بناتا ہے اور دوسروں کی قرائت کی بلاوجہ مخالفت کرتا ہے اور آیات میں ایسی قرائت کا انتخاب کرتا ہے کہ جسکی توجیہ کرنا مشکل ہے علاوہ اسکے کہ وہ اپنی قرائت میں عربی اور اہل حجاز کے قرائت سے متعلق مذاہب کی مخالفت سے بھی نہیں چوکتا۔" پھر ابن قتیبہ کہتا ہے۔ " قاریوں کے طبقہ میں ایسے قاری بہت کم ہیں کہ جو غلطی و خطاء سے دوچار نہ ہوئے ہوں" آخر میں حسن بصری کی قرائت کی طرف اشارہ کرتا ہے " و لا ادراتکم به " ہمزہ کے ساتھ " و ما تنزلت به الشیاطون " " و ما انتم بمصرخی ۔"۔[2]

---

(۱) وہی حوالہ البحر المحیط ج/ ۵ ص ۲۱۸ سے منقول (حاشیہ میں یہ حوالہ ذکر کیا ہے)۔

(۲) التمہید ج/ ۲ ص ۳۸۔

Presented by www.ziaraat.com

اور ہم بھی "پہلے کند ذہن حافظ اور بد عقل عالم" کے عنوان سے بیان کی گئی فصل میں ابن مجاھد کی قابل توجہ کلام کی طرف اشارہ کر آئے ہیں۔ یہاں ہم اس بارے میں تمام علماء کی گفتگو کو بیان کرنے کے درپے نہیں ہیں چونکہ مقصود کے ثابت کرنے کے لیئے یہی کافی ہے۔

باطل اجتھادات:

اس بارے میں ہم تین قسم کے باطل اجتہاد ذکر کریں گے۔

پہلی قسم:۔ باطل اجتہاد کی یہ قسم امام صادقؑ سے منقول ایک روایت سے معلوم ہوتی ہے کہ امامؑ نے فرمایا "اہل عربی۔ ادیب لوگ۔ کلامِ خدا میں تحریف کرکے اسے اس کے اصلی مقصد سے پھیر لیتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اور بھی روایات اس مضمون میں موجود ہیں۔[1] تحریف کی اس قسم کا مطلب یہ ہے کہ ادیب لوگ ایک کلمہ پر مختلف اعراب لگاکر اور نحوی بحثیں کرکے اور کئی اعرابوں کے احتمالات دے کر اذہان کو آیات کے اصلی معنی سے منحرف کرکے ادھر ادھر پھیر دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ کج فہم لوگ کسی غلط معنی تک رسائی پیدا کرکے اسے قرآن کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ یہ کام موجب بن جاتا ہے کہ آیات کا اصلی مقصود پس پردہ میں رہ جائے اور اس سرچشمۂ وحی تک پہنچنے کی راہیں بند ہوجاتی ہیں۔ جس سے اس مقدس کتاب کے معانی طاقِ نسیاں میں چلے جاتے ہیں اس قسم کے ادیب حضرت امام باقرؑ کی کلام کے مصداق بنتے ہیں کہ فرمایا "انہوں نے قرآن کے کلمات کو قائم کیا لیکن اس کے حدود ضائع کردیئے، آیات کو روایت کرتے ہیں لیکن انکی رعایت نہیں کرتے"۔[2]

---

(۱) البیان آقای خوئی ص ۲۴۸، بحوث فی تاریخ القرآن وعلومہ ص ۲۴۲۔

(۲) الکافی ج/ ۸ ص ۵۳، بحار ج/ ۷۵ ص ۳۵۹، وافی ج/ ۵ ص ۲۷۴، المحجۃ البیضاء ج/ ۲ ص ۲۶۴، البیان خوئی ص ۲۴۹۔

Presented by www.ziaraat.com

مذکورہ بالا مطلب درج ذیل کتب کی طرف رجوع کرنے سے واضح ہوجائے گا۔

۱۔ الاتقان ج/۱ ص ۱۷۹ ۔ ۱۸۲ ۔

۲۔ التمہید فی علوم القرآن ج/۲ ۔

۳۔ الکشف عن وجوہ القراآت السبع ۔

۴۔ کتاب حجۃ القراآت وغیرہ ۔

اس قسم کی تحریف اور باطل اجتہاد اس فرض کے ساتھ ہے کہ رسم الخط اور آیات کی نصیں محفوظ ہوں اور انکی کتابت میں تصرّف نہ ہوا ہو ۔

دوسری قسم :۔ باطل اجتہاد کی دوسری قسم وہ ہے کہ جو رسم الخط بلکہ نقل و روایت کی مخالفت کی موجب بنتی ہے ۔ یہ اجتہاد ابوبکر ابن مقسم کے ذریعے انجام پایا ہے وہ اس قرائت کو انتخاب کرتا تھا جو اسکی نظر میں عربی قواعد سے موافق ہوتی اگرچہ مصحف کے رسم الخط یا نقل کے مخالف ہی ہو۔ اس کے خلاف ایک جلسہ تشکیل دیا گیا اور اس کے اس کام کی ممانعت پر اجماع حاصل ہوگیا۔[1] اس جلسہ میں فقہاء اور قاری حاضر تھے اسے لایا گیا تاکہ اسے کوڑے مارے جائیں لیکن اس نے توبہ کرلی ۔ اس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ عربی قواعد اور رسم الخط کے موافق قرائت کو جائز قرار دیتا تھا اگرچہ منقول و مروی قرائت کے مخالف ہی ہو۔[2]

تیسری قسم :۔ باطل اجتہاد کی تیسری قسم دوسری قسم کے برعکس ہے یعنی اس قسم پر خالص جمود طاری ہے جبکہ دوسری قسم میں اجتہاد نقل پر غالب تھا۔

---

(۱) طبقات کبریٰ ج/۲ ص ۵۳ ، الاتقان ج/۱ ص ۷۷ ، التمہید ج/۲ ص ۳۱ القراآت القرآنیہ فضلی ص ۵۰ و ۸۴ ، غایۃ النہایہ ج/۱ ص ۱۲۳ اور طبقات القراء ص ۲۱۸ سے منقول ہے ۔

(۲) النشر ص ۱۷ ، ۳۵ ، تاریخ بغداد ج/۲ ص ۲۰۶ ، ۲۰۷ ۔

Presented by www.ziaraat.com

اس تیسری قسم میں قاری عربی قواعد پر معمولی سی توجہ اور دقت کی زحمت بھی نہیں کرتے بلکہ صرف یہی کہ یہ قرائت سنت متبع ہے یعنی جو قرائت بھی ان کے نزدیک ثابت ہوجاتی اسے قابل پیروی سمجھتے اگرچہ عربی کے مسلمہ اصولوں کے مخالف ہو، ان کے لیئے معیار نہ لغت تھا اور نہ عربی اصول بلکہ معیار صرف اور صرف نقل تھی کیونکہ وہ نقل کو واجب الاتباع سمجھتے تھے کہ جس پر عمل ضروری ہے۔[1] اگر مذکورہ قاریوں کی عربی زبان کے لحاظ سے کمزوری والے موارد پر توجہ کی جائے تو اس باطل اجتہاد کے مرض کا عام ہونا واضح اور معلوم ہوجائے گا۔ ہم ذیل میں اس طرح کی قرائت کے متعدد موارد کو ذکر کرتے ہیں کہ جن میں لغوی، نحوی اور مسلمہ اصولوں کے خلاف بڑی واضح غلطیاں پائی جاتی ہیں۔

اعرابی غلطیوں کے نمونے،

عربی قواعد سے معمولی واقفیت رکھنے والے جن غلطیوں کا ارتکاب کرتے ہیں اور علماء نے انھیں غلط قرار دیا ہے وہ درج ذیل موارد ہیں:

۱۔ ابن عامر کی قرائت " کن فیکون "[2] مضارع کے نصب کے ساتھ، ابن عطیہ نے اس قرائت کو لحن اور غلط شمار کیا ہے۔[3]

۲۔ نافع، ابن کثیر اور حمزہ نے " امن ھو قانت " میم پر[4] شد کے بغیر پڑھا ہے[5] اخفش اور ابوحاتم نے اس قرائت کو غلط قرار دیا ہے۔[6]

---

(۱) مناہل العرفان ج ۱ ص ۴۱۵، القرائات القرآنیہ ص ۵۵۔

(۲) سورہ بقرہ آیہ ۱۱۷۔

(۳) التمہید ج ۲ ص ۳۹، النشر ج ۱ ص ۱۰۔

(۴) سورۂ زمر آیہ ۹۔

(۵) النشر ج ۲ ص ۳۴، التمہید ج ۲ ص ۳۷۔

(۶) التمہید ج ۲ ص ۳۷ بہ نقل از بحر المحیط ج ۷ ص ۱۸۔

Presented by www.ziaraat.com

۳۔ اعمش، حمزہ اور یحیٰ ابن وثاب "ما انتم بمصرخی" پڑھتے تھے "یا" کو کسرہ دے کر گویا انھوں نے یاء کو حرف جز سمجھا ہے۔[۱]

۴۔ متقدمین سے ایک (کہتے ہیں حسن بصری مراد ہے) اس طرح پڑھتا تھا "وما تنزلت به الشیاطون"[۲] یہ گمان کرتے ہوئے کہ شیطان "واو اور نون" کے ساتھ جمع مذکر سالم لایا گیا ہے۔[۳]

۵۔ ابن عامر پڑھتا تھا "وکذلک زین للمشرکین قتل اولادهم شرکائهم"[۴] یعنی قتل مرفوع، اولاد منصوب اور شرکاء مجرور اس نے "قتل" کو "شرکاء" کی طرف مضاف سمجھا ہے اور مضاف و مضاف الیہ کے درمیان اجنبی کا فاصلہ کیا ہے جو ظرف بھی نہیں ہے۔

ابن قتیبہ کہتاہے "اگر ابن عامر کی یہ قرائت کسی شعر میں ضرورت شعری کی وجہ سے ہوتی تب بھی مردود سمجھی جاتی چہ جائیکہ نثر میں ہو کہ جسکی کوئی توجیہ ممکن ہی نہیں اور بالخصوص قرآن کی نثر کہ جس کا کلامی نظم اس کا اعجاز ہے اور جسکے بیان کی زیبائی کا سب اعتراف کرتے ہیں۔ یہ جو ابن عامر نے اس قسم کی قرائت کی ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ بعض مصاحف میں "شرکائهم" "یاء" کے ساتھ لکھا گیا ہے۔[۵]

---

(۱) التمہید ج۲/ ص ۳۵۔

(۲) سورہ شعراء آیہ ۲۱۰۔

(۳) الکشاف ج۲/ ص ۲۲۹، التمہید ج۲/ ص ۳۸، ۳۹، القرائات الشاذہ ص ۱۰۸، البحر المحیط ج۷/ ص ۴۷ اس کتاب میں ہے کہ ابوحاتم نے کہا یہ غلطی اس کے خلاف ہے یا اس کے حق میں۔ نحاس کہتاہے یہ سب نحویوں کے نزدیک غلط ہے۔ اس کتاب میں اور کشاف میں فراء کہتاہے شیخ کو اشتباہ ہوا ہے اس نے گمان کیا ہے کہ یہ وہ "نون" ہے جو کہ دو پیچ رکھتی ہے۔

(۴) سورہ انعام آیہ ۱۳۷۔

(۵) الکشاف ج۲/ ص ۷۰، تاریخ القرآن آیاری ص ۳۴، ۳۵، الکشف ج۱/ ص ۴۵۳، ۴۵۴۔

۹ ـ زمخشری نے ابوعمرو کی اس قرائت " فیغفر لمن یشاء "[1] کہ "راء" "لام" میں ادغام رکھتی ہے پر یوں تبصرہ کیا ہے کہ " فیغفر و یعذب " مجزوم بھی پڑھے گئے ہیں اسکی وجہ جواب شرط پر عطف ہے اور دونوں کو مرفوع بھی پڑھا گیا ہے اگر پوچھا جائے کہ کیسے جزم کے ساتھ پڑھا جائےگا ؟ تو ہم کہیں گے کہ " راء " کو ظاہر کرتے ہیں اور " باء " کو ادغام کرتے ہیں لیکن جس نے " راء " کو لام میں ادغام کیا ہے اس نے بڑی سنگین غلطی کی جس نے ابوعمرو کی طرف اس قرائت کی نسبت دی ہے اس نے دو غلطیوں کا ارتکاب کیا ہے چونکہ اس نے غلط قرائت کی اس شخص کی طرف نسبت دی ہے جو کہ سب سے زیادہ عربی سے واقفیت رکھتا تھا اور یہ نسبت دینے والے کی جہالت کی علامت ہے۔ اس قسم کی روایات کی وجہ روایت کرنے والوں میں حافظے کی کمی، کم فہمی اور کم عقلی کا نتیجہ ہے۔ نحو سے واقفیت رکھنے والا ایسی غلطی کا کبھی ارتکاب نہیں کرتا۔[2]

اس قسم کی اور غلطیاں :

۱ ـ حسن بصری کی یہ غلط قرائت جو کہ پہلے بیان ہوچکی ہے " و لا ادرئتکم بہ " ہمزہ کے ساتھ۔[3]

۲ ـ " و ان تلوا و تعرضوا " والی قرائت کہ " ولایت " سے نکلا گیا ہے حالانکہ یہ " لی " سے ہے جسکے معنی فریقین میں سے ایک کی طرف جھکاؤ ہے۔[4]

---

(۱) سورہ بقرہ آیہ ۲۸۴۔

(۲) کشاف ج ۱ ص ۳۴۰، تاریخ القرآن آبیاری ص ۱۳۵ کشاف سے منقول۔

(۳) سورہ اعراف آیہ ۱۵۰۔

(۴) التفسیر ج ۳ ص ۳۹ تاویل مشکل القرآن ص ۵۸۔ ۴۳ سے منقول، البحر المحیط ج ۳ ص ۲۹۲۔

۳۔ ابن محیصن کی قرائت "فلا تشمت بی الاعداء "[۱] "میم" کے کسرہ اور پہلی "تاء" کے فتحہ کے ساتھ اور " اعداء " کے نصب کے ساتھ (اس صورت میں یہ ثلاثی مجرد ہوگا) لیکن یہ غلط ہے چونکہ " شمت اللہ العدو " کا استعمال غلط ہے بلکہ " اشمت اللہ العدو " کہا جاتا ہے۔[۲]

۴۔ اہل مدینہ کی قرائت " لکم فیہا معائش " کے بارے میں ابوعثمان مازنی کہتا ہے یہ قرائت خطاء اور غلط ہے اور یہ نافع ابن ابی نعیم سے سیکھی ہوئی ہے حالانکہ وہ عربی زبان سے واقف نہیں تھا۔ اس کی قرائت میں اس کے علاوہ بھی غلطیاں پائی جاتی ہیں۔[۳]

۵۔ اہل مدینہ کی یہ قرائت " ھولاء بناتی ھن اطہر لکم "[۴] کے بارے میں مبرد نے کہا ہے کہ یہ واضح غلطی ہے یہ قرائت ابن مروان کی ہے جو عربی سے نابلد تھا۔[۵]

۶۔ ابن عامر " ارجئہ و اخاہ "[۶] پڑھتا تھا ہمزہ کے ساتھ جبکہ ابو علی فارسی اس قرائت کو غلط سمجھتا تھا، ابن مجاہد اور حوفی بھی ابوعلی کی موافقت کرتے ہوئے ابن عامر کو اس قرائت میں غلط ٹھہراتے تھے۔[۷]

---

(۱) التمہید ج/۲ ص ۳۴ البحر المحیط ج/۳ ص ۲۵ اور المصنف ج/۱ ص ۳۰۷ سے منقول، الاتقان ج/۱ ص ۷۷ النشر ص ۴۲ ج/۱۔

(۲) سورہ ھود آیہ ۷۸۔

(۳) التمہید ج/۲ ص ۳۴ المحتسب ج/۳ ص ۲۵۵ سے منقول، ابن خالویہ ص ۴۰۔

(۴) سورہ اعراف آیہ ۱۰۔

(۵) التمہید ج/۲ ص ۳۴ البحر المحیط ج/۳ ص ۲۴۰ سے منقول۔

(۶) سورہ انبیاء آیہ ۸۸۔

(۷) التمہید ج/۲ ص ۳۷ البحر المحیط ج/۴ ص ۳۳۵ سے منقول۔

Presented by www.ziaraat.com

۷ـ عاصم " نجی المؤمنین "[۱] ایک " نون " اور " جیم " کی شدّ کے ساتھ پڑھتا تھا، زجاج اور ابوعلی فارسی اس قرائت کو غلط سمجھتے تھے

۸ـ ابن بکار، ایوب سے وہ یحیی سے اور وہ ابن عامر سے یہ قرائت نقل کرتا ہے " ادری اقریب " "یاء" کے فتحہ اور ہمزہ کے اضافہ کے ساتھ، یہ یعقوب کی زید اور ابوحاتم سے کی گئی روایت کے ساتھ قرائت ہے۔[۲]

معنی اور اعراب میں کچھ اور غلط اجتہادات،

الف ـ کچھ اور اعرابی غلطیاں جو غلط اجتہادات کا نتیجہ ہیں درج ذیل ہیں:

۱ـ عروۃ ابن زید سے منقول ہے کہ میں نے قرآن میں یہ تین غلطیاں دیکھیں تو انکے بارے میں حضرت عائشہ سے پوچھا:

۱ـ " ان ھذان لساحران "۔

۲ـ " و المقیمین الصلوۃ والمؤتون الزکاۃ "۔

۳ـ " انّ الذین آمنوا والذین ھادوا والصائبون "۔

تو حضرت عائشہ نے کہا میرے بھانجے یہ کاتبوں کی غلطیاں ہیں جنھوں نے مصحف کی کتابت میں اشتباہ کیا، اور یہ روایت شیخین (بخاری و مسلم) کی شرط پہ صحیح ہے۔[۳]

---

(۱) النشر ص ۴۷، ج ۱/۱۔

(۲) النشر ص ۴۷، ج ۱/۱۔

(۳) الاتقان ج ۱/ ص ۱۸۲، تاریخ القرآن ابیاری ص ۸۰، التمھید ج ۱/ ص ۳۱۸، ۳۱۹ المصاحف سے منقول تاویل مشکل القرآن ص ۲۵، ۲۶، محاضرات الادباء ج ۲/ ۲ جزء ۴ ص ۴۳۵، تفسیر رازی ج ۲۲/ ص ۷۴، ۱۰ تفسیل لعلوم التنزیل ج ۱/ ص ۱۷۰، و ص ۱۴۳ و ص ۱۵، لباب التاویل ج ۱/ ص ۴۲۲۔

Presented by www.ziaraat.com

حالانکہ غلطی خود حضرت عائشہ کی ہے کہ وہ آیت کا مطلب نہیں سمجھ سکیں اور صحیح قرائت کا ادراک نہیں کر سکیں۔

۲۔ سعید ابن جبیر کے بارے میں ہے کہ وہ "و المقیمین الصلوۃ" کو کاتبوں کی غلطی سمجھتے تھے۔ (۱) جبکہ بلاشک اس مورد میں سعید نے اشتباہ کیا ہے اور تعجب ہے کہ رازی اور نیشاپوری مذکورہ بالا قرائت کو صحیح سمجھتے ہوئے بھی سعید کو غلط ٹھہرانے کی جرات نہیں کر سکے رازی اس بارے میں کہتا ہے رسول خدا ؐ سے تواتر کے ساتھ منقول مصحف میں ایسی غلطی کا پایا جانا بعید ہے ایسے مصحف میں کہ جس پر اجماع پایا جاتا ہے کیسے غلطی کے وجود کا دعویٰ کیا جاسکتا ہے؟ (۲) نیشاپوری کہتا ہے "اس دعویٰ کا کمزور ہونا واضح ہے کیونکہ یہ مصحف رسول خدا ؐ سے تواتر کے ساتھ نقل ہوا ہے۔" (۳) البتہ زمخشری صراحت کے ساتھ کہتا ہے "کہ اس قسم کے دعویٰ پر زیادہ توجہ نہیں کرنی چاہیئے ایسا دعویٰ وہ قبول کرسکتا ہے جس نے کتاب میں غور نہ کیا ہو یا عرب کے ادبی مکاتب سے آشنائی نہ رکھتا ہو اور الفاظ کو نصب دینے جیسے اختصاص و تنوع سے واقفیت نہ رکھتا ہو اس دعویٰ کو وہ تسلیم کرسکتا ہے کہ جو بھول چکا ہو کہ سابقین اور اولین مسلمانوں کے اوصاف تورات و انجیل میں بھی آئے ہیں وہ اتنے بلند ہمت اور غیور تھے کہ انہوں نے اسلام کو ہر قسم کے عیب و ننگ سے بچایا۔ انہوں نے کوئی ایسا خلا نہیں چھوڑا جسے آنے والے پر کریں اور کمی کو دور کریں۔ (۴)

---

(۱) الاتقان ج/۱ ص ۱۸۳۔

(۲) تفسیر کبیر ج/۱۱ ص ۱۰۶ ج/۲۴ ص ۶۵۔ لباب التاویل ج/۱ ص ۴۴۲۔

(۳) غرائب القرآن۔ طبری کے حاشیہ پر ج/۶ ص ۲۳۔

(۴) الاتقان ج/۱ ص ۱۸۳۔ تاریخ القرآن ابیاری ص ۱۰۶۔ التمہید ج/۱ ص ۳۲۱، ۳۲۲۔ المصاحف سجستانی ص ۳۲، ۳۴ سے منقول۔

Presented by www.ziaraat.com

۳۔ سعید ابن جبیر سے منقول ہے کہ قرآن میں چار کلمے غلط لکھے گئے ہے "الصائبون، المقیمین، فاصدق و اکن من الصالحین" اور "و ان ھذان لساحران"۔[1]
لیکن ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ غلطی خود سعید سے ہوئی ہے یا روایت کے نقل کرنے والے سے۔

۴۔ ابان ابن عثمان بھی "المقیمین" کے نصب کو غلط سمجھتا تھا اسکی یوں توجیہ کرتاہے کہ کاتب نے اس سے پہلے والے کلمات کو لکھنے سے پہلے لکھوانے والے سے پوچھا کیا لکھوں؟ تو اس نے کہا "المقیمین الصلوۃ" تو کاتب نے بھی ویسا ہی لکھ دیا جیسا اسے لکھوایا گیا تھا۔[2] ابان کا جواب بھی اس جیسے دوسرے جوابات کی طرح ہے جو پہلے بیان ہوچکے۔

۵۔ ابراہیم نخعی کا دعوی ہے کہ "ان ھذان لساحران" وہی "انّ ھذین لساحران" ہے کاتب نے غلطی سے "یاء" کی بجائے "الف" لکھ دیا ہے۔ اسی طرح "الصائبون والراسخون" میں بھی "یاء" کی جگہ "واو" لکھی گئی ہے، ابن اشتہ کہتاہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ کتابت میں ایک حرف کے بدلے دوسرا حرف لکھ دیا گیا ہے جیسا کہ "صلوۃ، زکوۃ اور حیوۃ" میں لکھا گیا ہے۔[3]

آپ نے ملاحظہ کیا کہ کیسے پہلے ایک صحیح مطلب کو غلط تصور کرتے ہیں اور پھر اس کی توجیہ کے لیئے ہاتھ پاؤں مارتے ہیں تاکہ اس کے لیئے کوئی عذر گھڑ سکیں۔

---

(۱) الکشاف ج۱، ص ۵۸۲ لباب التاویل ج۱، ص ۴۲۲ میں بھی کشاف سے نقل ہوا ہے۔

(۲) تاریخ القرآن ابیاری ص ۸۶، التمہید ج۱، ص ۳۲۱، ۳۲۲ المصاحف ص ۳۲، ۳۳ اور معالم التنزیل سے منقول، لباب التاویل ج۱، ص ۴۲۲۔

(۳) الاتقان ج۱، ص ۱۸۵۔

Presented by www.ziaraat.com

۲۔ ابن عباس سے روایت کی گئی ہے کہ وہ اس آیت " و لقد آتینا موسی و ھارون الفرقان وضیاء " سے واو کو حذف کرتے تھے وہ کہتے تھے کہ " واو " یہاں سے ہٹاکر آیت کے ابتداء میں لکھو " والذین قال لہم الناس انّ الناس قد جمعوا لکم فاخشوھم " یہ کام ابن عباس نے اس لیئے کیا کہ وہ سمجھتے تھے کہ موصول پہ عطف اس سے پہلے ہوا ہے۔ [(۱)] جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ابن عباس نے اس مورد میں اشتباہ کیا ہے اور وہ حقیقت حال کا ادراک نہیں کرسکے۔

ب ۔ ایسی غلطیاں جو کہ آیت کے معانی کا ادراک نہ کرسکنے کی وجہ سے پیدا ہوئیں اور قراتوں میں باطل اجتھادات کاموجب بنیں ہم یہاں ان کے چند نمونے ذکر کرتے ہیں۔

۱۔ ابن عباس سے آیت " مثل نورہ کمشکاۃ " کے بارے میں نقل کیا گیا ہے کہ انھوں نے کہا یہ کاتب کے اشتباہ کی وجہ سے پیدا ہوا ہے خدا اس سے بلند و بالا ہے کہ اس کا نور مشکاۃ کے نور کی مانند ہو لہذا صحیح اس طرح ہے " مثل نور المؤمن کمشکاۃ "۔ [(۲)]

۲۔ امام ابوحنیفہ (یہ عمر ابن عبدالعزیز کی طرف بھی منسوب ہے) ذیل کی آیت کو اس طرح قرائت کرتا تھا " انما یخشی اللہُ من عبادہ العلماءَ " " اللہ " کو مرفوع اور " علماء " کو منصوب۔ [(۳)]

ظاہراً یہ ایسی غلطی ہے کہ قاری جس کا مرتکب ہوا ہے یا آیت کے معنی کو سمجھ نہیں سکا یا یہ قرائت اسکی طرف منسوب کرکے شہرت کی گئی ہے تاکہ اس کی علمی، اجتماعی اور سیاسی شخصیت کی حفاظت کی جاسکے اور اس شخصیت کا فائدہ دوسروں کو حاصل ہو۔ [(۴)]

---

(۱) الدر المنثور ج/ ۴ ص ۳۲۰، الاتقان ج/ ۱ ص ۱۸۵ ابن ابی حاتم سعید ابن منصور اور دیگران سے منقول۔

(۲) الاتقان ج/ ۱ ص ۱۸۵ ابن اشتہ اور ابن ابی حاتم سے منقول۔

(۳) الجامع لاحکام القرآن ج/ ۱۴ ص ۳۴۴، البرہان زرکشی ج/ ۱ ص ۳۴۱، التمہید ج / ۲ ص ۴۴ ۔ ۴۵، الاتقان ج / ۱ ص ۱۸۹، النشر ص ۱۲۔

(۴) التمہید فی علوم القرآن ج/۲ ص ۴۴ ۔ ۴۵۔

Presented by www.ziaraat.com

۳۔ ایک اور پڑھتا تھا " فتوبوا الی بارئکم ۔ فاقیلوا ۔ انفسکم " قاری کی نظر میں نفس کے قتل کا حکم دینا صحیح نہیں ہے۔ اس قرائت کی قتادہ کی طرف نسبت دی گئی ہے۔[1]

۴۔ عبید ابن عمیر سے منقول ہے کہ وہ حضرت عائشہ کے پاس آیا اور کہا کہ میں یہ پوچھنے آیا ہوں کہ اس آیت کو رسول خدا کس طرح تلاوت کرتے تھے؟ حضرت عائشہ نے پوچھا کونسی آیت؟ عبید نے کہا " الذین یاتون ما اتوا " ہے یا " الذین یؤتون ما آتوا " حضرت عائشہ نے کہا تمہیں کون سی قرائت زیادہ پسند ہے تو عبید نے کہا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے ان میں سے ایک قرائت مجھے پوری دنیا سے زیادہ عزیز ہے حضرت عائشہ نے کہا کونسی قرائت؟ تو عبید نے کہا " الذین یاتون ما اتوا " (از باب ثلاثی مجرد) تو حضرت عائشہ نے کہا میں گواہی دیتی ہوں کہ رسولؐ خدا اسی طرح پڑھتے تھے اور آیت بھی اسی طرح نازل ہوئی لیکن اسکے حروف میں تحریف واقع ہوگئی۔[2] حالانکہ قرآن نے خود شہادت دی ہے " لا یاتیه الباطل من بین یدیه و لا من خلفه " اور آیت قرآن میں یوں لکھی گئی ہے " والذین یؤتون ما اتوا و قلوبهم وجلة "[3] اور حضرت عائشہ یا وہ شخص غلطی کا شکار ہوئے ہیں انہوں نے آیت کو صحیح یاد نہیں رکھا یا یہ کہ دونوں یا ایک کی طرف جھوٹی نسبت دی گئی ہے۔

۵۔ صحیح سند کے ساتھ ابن عباس سے روایت ہوئی ہے کہ وہ آیت " حتی تستانسوا و تسلموا " کو کاتبوں کی غلطی سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ صحیح آیت اس طرح ہے۔

---

(۱) الجامع لاحکام القرآن ج/ ۱ ص ۴۰۲، التمہید ج/ ۲ ص ۳۰

(۲) الاتقان ج/ ۱ ص ۱۸۵۔

(۳) سورہ مومنون آیہ ۶۰۔

Presented by www.ziaraat.com

"حتی تستاذنوا و تسلموا" دوسری عبارت میں کہا میری نظر میں یہ کاتبوں کی غلطی

ہے[1] خازن کے مطابق اس نظریئے کے مضمون کا صحیح ہونا مشکوک ہے چونکہ قرائت تواتر کے

ساتھ ہم تک پہنچی ہے اور آیات کی کتابت قطعاً صحیح ہے۔[2] عسقلانی نے عذر لانے کی

کوشش کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ متروک القرآۃ کلمات میں سے ہے اسی طرح اور تاویلیں

بھی کی گئی ہیں۔[3]

۲۔ ذیل کی قرائت ابن عباس سے منقول ہے" افلم یتبین ۔ الذین آمنوا ان لو یشاء اللہ

لھدی الناس جمیعا " اسے کہا گیا کہ مصحف میں " افلم ییاس " لکھا گیا ہے تو ابن عباس نے

کہا میں گمان کرتا ہوں کہ کاتب جب یہ جگہ لکھ رہا تھا تو اسے نیند کا جھونکا آگیا تھا لہذا وہ حروف کو

ایک دوسرے سے تمیز نہ دے سکا۔[4]

زمخشری اس بارے میں کہتا ہے " ۔۔۔۔۔ اس جیسے دعوی قرآن کے بارے میں

صحیح نہیں ہیں ایسی کتاب جو کہ " لا یاتیه الباطل من بین یدیه و لا من خلفه "

ہے کیسے ممکن ہے اس میں ایسی غلطی پوشیدہ رہ جائے اور مصحف امام میں ایسی غلطی وارد ہوجائے

اور ایسے بزرگوں کے ہاتھوں تک پہنچ جائے کہ جو قرآن کے لیئے انتہائی اہمیت کے قائل تھے

اور قرآن کے امور کو بڑے غور و فکر اور موشکافی کے ساتھ جانچتے تھے اور وہ بھی ایسی کتاب

جو کہ امت کے لیئے آئین و قانون کی اساس و بنیاد ہے اور معاشرہ کی بنیادیں اس پر استوار ہیں۔

---

(۱) الاتقان ج/۱ ص ۱۸۵۔

(۲) لباب التاویل ج/۳ ص ۳۳۳۔

(۳) فتح الباری ج/۱۱ ص ۸۔

(۴) فتح الباری ج/۸ ص ۲۸۳ ، الاتقان ج/۱ ص ۱۸۵ ابن انباری اور کشاف ج/۲ ص ۵۳۰ سے منقول۔

Presented by www.ziaraat.com

خدا کی قسم یہ بغیر کسی شک و تردید کے تہمت ہے " واللہ ھذہ فریۃ ما فیھا مریۃ "۔[1]

۷۔ بہتر سند کے ساتھ ابن عباس سے مروی ہے کہ کہتے تھے " و قضی ربک " اصل میں " و وصی ربک " تھا " واو " " صاد " کے ساتھ چپک گئی جسکی وجہ سے کلمہ کا تلفظ تبدیل ہوگیا۔[2] اس بارے میں ضحاک کہتا ہے کہ پہلے آیت لکھتے وقت قلم پر سیاہی زیادہ لگالی جسکی وجہ سے " واو " کی سیاہی پھیل کر " صاد " تک پہنچ گئی اور یہ کلمہ " قضی " کی صورت بن گیا۔ اپنی اس بات کی تائید کے لیئے وہ کچھ شواھد بھی لاتا ہے " و لقد وصینا الذین اوتوا الکتاب من قبلکم و ایاکم ان اتقو اللہ " کہ یہاں وصّینا استعمال ہوا ہے جبکہ حکم وہی اتقو اللہ ہے لہذا وھاں بھی وصی ہونا چاہیئے اس کے بعد تعجب کے طور پر کہتا ہے کہ اگر یہ خدا کا حتمی فیصلہ ہوتا تو کوئی اسکی مخالفت نہیں کر سکتا تھا لہذا ضروری ہے کہ یہ خدا کی بندوں کو وصیّت ہو۔[3]

۸۔ نیز ابن عباس سے اسی آیت " و وصی ربک " کی قرائت " و امر ربک " نقل ہوئی ہے۔ اور اس قرائت کی توجیہ وہ یوں کرتے تھے کہ یہ اصل میں دو " واو " تھے جن میں سے ایک " صاد " سے مل گئی۔[4]

۹۔ شاید یہ قرائت " و السارقون و السارقات فاقطعوا ایدیھما "[5] بھی کسی قاری نے اس لیئے اختیار کی ہو کہ " ایدیھما " جمع ہے لھذا جنکے ہاتھ ہونگے وہ بھی جمع ہونے چاہیئں لہذا " و السارقون و السارقات " کہہ دیا۔

---

(۱) الکشوف ج ۲ ص ۵۴۰، ۵۴۱۔

(۲) فتح الباری ج ۸ ص ۲۸۳، الاتقان ج ۱ ص ۱۸۵۔

(۳) الاتقان ج ۱ ص ۱۸۵۔

(۴) وہی حوالہ۔

(۵) [illegible] ج ۲ جزء ۳ ص ۳۳۳۔

Presented by www.ziaraat.com

۱۰۔ منقول ہے کہ مجاہد آیت " و اذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما آتیتکم من کتاب و حکمۃ " کو کاتب کی غلطی سمجھتا تھا ابن مسعود یہ قرائت صحیح سمجھتے تھے " میثاق الذین اوتوا الکتاب"۔[۱] چونکہ آیت اہل کتاب کو خطاب ہے لھذا انہوں نے بھی دوسروں کی طرح یہ نتیجہ اخذ کیا کہ میثاق کا لینا بھی اہل کتاب سے ہونا چاہیئے نہ کہ انبیاء سے۔

کلامی نظریات کی توجیہ کے لیئے آیات کا استعمال۔

بعض باطل اجتہادات کلامی نظریات کی پابندی سے پیدا ہوئے ہیں یہ اجتہادات عموماً ان لوگوں کے ذریعے انجام پاتے ہیں کہ جو اپنے نظریات و عقائد کو آیات کی تفسیر کے ساتھ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اگر تفسیر سے یہ مقصد پورا نہ کر سکیں تو کسی خاص قرائت کو اپنا لیتے ہیں تاکہ آیات سے ان کا دعویٰ ثابت ہوسکے شاید یہی وجہ ہے کہ معتزلہ آیت " و کلم اللہ موسی تکلیما " میں " اللہ " کو منصوب پڑھتے ہیں کیونکہ معتزلہ کے نزدیک خداوند عالم کلام نہیں کرتا۔[۲] جزری اس بارے میں کہتا ہے " اس آیت میں اہل حق کے لیئے دلیل و حجت اور تنگ نظر اور بیمار دل والوں کے دفع کرنے کے لیئے حجت ہے " و ملکا کبیرا " لام کے کسرہ (زیر) کے ساتھ کہ ابن کثیر وغیرہ کے ذریعے روایت ہوا ہے یہ قرائت بہت بڑی دلیل ہے کہ خدا قیامت میں نظر آئے گا۔[۳]

قرائتوں کے اختلافات کی مقدار اور اس کے نمونے دیکھنے کے لیئے متعلقہ کتب خصوصاً ان چند کتابوں کی رجوع کریں۔ فتح الباری ج/ ۹ ص ۳۰، ۳۷ النشر فی القرائات العشر، حجۃ القرائات، الکشف عن وجوہ القرائات السبع۔

---

(۱) الدر المنثور ج/ ۲ ص ۴۷ چند محدثین سے منقول۔

(۲) التمہید ج/ ۲ ص ۴۳ اشارات ج/ ۱ ص ۲۱۔

(۳) النشر ج/ ۱ ص ۲۹۔

Presented by www.ziaraat.com

قرائتوں کی دلیل کیا ہے ؟

قاری اپنی قرائت کو ثابت کرنے کے لیئے کچھ استحسانی (جو انھیں اچھی لگیں) اور اجتہادی وجوہ کو پیش کرتے ہیں، انہی دلیلوں میں سے چند ایک یہ ہیں مصحف کے رسم الخط کو اپنی سمجھ کے مطابق پڑھنا، خاص طریقے پر آیات کی مراد حاصل کرنا، آیت کی خاص نحوی ترکیب اختیار کرنا، کسی کلمہ کی صرفی شکل، لغوی اشتقاق، قرآن میں دوسرے مشابہ موارد کی نسبت اس لفظ کا معنیٰ میں استعمال اور اسی طرح کے دوسرے امور جو تحقیق کی صورت میں حاصل کئے جاسکتے ہیں، قاری اپنی تفسیروں اور استحسانی تاویلوں میں مروجہ عقلی حدوں سے اس حد تک تجاوز کرگئے کہ ان کے بارے میں کہا گیا ہے "قاریوں نے کلمات کی توجیہ اور تاویل کے لیئے جو طریقہ اختیار کیا ہے ہماری نظر میں وہ صحیح نہیں ہے، کبھی وہ کسی ترکیب کے لیئے تین یا تین قرائت کی وجہیں ذکر کرتے ہیں اور کبھی تو اس سے بھی زیادہ یہاں تک کہ دس مشہور قرائتوں (جو کہ شاذ شمار نہیں ہوتیں) کی وجوہ نوسو اسی (۹۸۰) تک جا پہنچتی ہیں اور یہ کثرت قاریوں کے اجتہاد کی بنیاد پر پیدا ہوئی ہے۔[1]

ہاں یہ وہ افراط اور زیادتی ہے جو بہت نقصان دہ اختلافات اور اشتباہات کا باعث بنی ہے اس نے کئی غلط نظریات کو رائج کیا ہے۔ ان قرائتوں کی نشاندھی اور رد کے لیئے علماء کا بہت قیمتی وقت ضائع ہوا ہے بعد میں ہم اسی بارے میں ابن قتیبہ کا کلام بھی ذکر کریں گے

بہر حال مذکورہ مطالب کی مزید وضاحت کے لیئے ان کتب کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے جن میں یہ استحسانی وجوہ اور توجیہیں بیان کی گئی ہیں ہم یہاں بعض نمونے ذکر کرتے ہیں اور کوشش کریں گے کہ ان استحسانات کی دلیلوں میں مختلف قسموں کو ذکر کیا جائے۔

---

(۱) تاریخ القرآن ابیاری ص ۱۴۳۔

Presented by www.ziaraat.com

یہ مثالیں ہم نے ابوزرعہ اور عبدالرحمن بن محمد زنجلہ کی " الکشف عن وجوہ القرآات السبع" اور " حجۃ القرآات " نامی دو کتابوں سے منتخب کیئے ہیں وہ نمونے درج ذیل ہیں۔

۱۔ " مالک یوم الدین " میں کسائی عاصم اور جنہوں نے " مالک " پڑھا ہے انہوں نے آیت " قل اللھم مالک الملک " اور دوسری اسی جیسی دلیلوں سے تمسک کیا ہے۔(۱)

اور جنہوں نے "ملک" پڑھا ہے ان کی دلیل "الملک القدوس" اور اس جیسی دوسری آیات ہیں۔(۲)

۲۔ آیت " غیابت الجب " رسم الخط میں " غیبت الجب " لکھا گیا ہے اور نافع " غیابات" پڑھتا تھا وہ اس پر یوں استدلال کرتا تھا کہ کنویں میں جو کچھ پنہاں ہو وہ ایک " غیابۃ " ہے۔

دوسرے " غیابۃ " قرائت کرتے ہیں، رسم الخط کے مطابق اس دلیل کے ساتھ کہ حضرت یوسفؑ کو صرف ایک جُبّ میں ڈالا گیا تھا۔(۳)

۳۔ آیت " آیات للسائلین " جو کہ رسم الخط کے اعتبار سے " آیت للسائلین " کی صورت میں لکھی ہوئی ہے کو ابن کثیر رسم الخط مفرد پڑھتا ہے اور اس پر استدلال کیا ہے کہ یوسفؑ کا پورا قصہ ایک ہی آیت تھا لیکن دوسروں نے " آیات " پڑھا ہے اس اعتبار کے ساتھ کہ اس سے " الف " محذوف ہے اور کہا ہے کہ یوسفؑ کو جو حالت بھی پیش آئی وہ ایک آیت تھی۔(۴)

اور ہم زنجلہ اور قیسی کی کتاب سے مندرجہ ذیل نمونے لاتے ہیں۔

---

(۱) الکشف ج/ ۱ ص ۲۵-۲۶ تمہید ج/ ۲ ص ۸۳-۸۴۔

(۲) التمہید ج/ ۲ ص ۸۴۔

(۳) الکشف ج/ ۲ ص ۵-۱۰ اسی سے التمہید ج/ ۲ ص ۸۴ میں نقل کیا ہے۔

(۴) وہی حوالہ۔

Presented by www.ziaraat.com

۴ _ آیت " من یصرف عنه یومئذ فقد رحمه _ "[۱] کو حمزہ ، کسائی اور ابوبکر نے "یصرف " " یاء " کے فتحہ اور " راء " کے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے یعنی " من یصرف اللہ عنه العذاب " اور انکی دلیل اس سے پہلے والی آیت ہے کہ جس میں ہے " قل لمن ما فی السماوات و الارض قل للہ -- " اور اسی طرح خدا نے آیت کو " یصرف " کے برابر لفظ پر ختم کیا ہے یعنی " فقد رحمه " کہا ہے " فقد رحم " نہیں فرمایا یعنی اس فعل معلوم کی قسم سے ہے کہ جس کا فاعل جملہ میں نہیں آیا . لھذا جملہ کے سیاق اور آیت کے صدر و ذیل کو دیکھتے ہوئے فعل کو معلوم پڑھنا ضروری ہے لیکن دوسروں نے "یصرف" فعل مجہول پڑھا ہے اور انکی دلیل یہ ہے کہ اس صورت میں کمتر مقدر (محذوف) ماننے کی ضرورت پیش آتی ہے چونکہ اگر "یصرف" فعل معلوم پڑھیں تو فاعل (اللہ) کے مقدر کرنے کی ضرورت ہے اور اسی طرح کلمہ "عذاب" کے مقدر کرنے کی بھی لیکن اگر "یصرف " فعل مجہول پڑھا جائے تو "عذاب" کا مفہوم خود "یصرف "میں پوشیدہ ہے اور کسی چیز کے مقدر ماننے کی ضرورت نہیں ہے۔[۲]

۵ _ آیت " و للدار الآخرة خیر للذین یتقون افلا تعقلون "[۳] کو ابن عامر نے "ولدار الآخرة " ایک " لام " کے ساتھ اور " آخرة " کو زیر (کسرہ) کے ساتھ پڑھا ہے اور انکی دلیل سورہ یوسف کی قرائت میں قاریوں کا اجماع ہے۔ " و لدار الآخرة "[۴] یعنی ابن عامر نے ایک اختلافی مورد کو ایک دوسرے اجماعی مورد کے ساتھ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

---

(۱) سورہ انعام آیہ ۱۶۔

(۲) حجۃ القراءات ص ۲۴۳، الکشف ج ۱ ، ص ۴۲۵ ۔

(۳) سورہ انعام آیہ ۳۲۔

(۴) سورہ یوسف آیہ ۱۰۹۔

Presented by www.ziaraat.com

لیکن دوسرے " و للدار الآخرۃ "[۱] دو "لام" اور " آخرۃ " کو " دار " کی صفت بناتے ہوئے مرفوع (پیش کے ساتھ) پڑھتے ہیں اور انکی دلیل سورہ اعراف آیت / ۱۶۸ " و الدار الآخرۃ خیر للذین یتقون "[۲] ہے۔

۶ ـ آیت " قد نعلم انہ لیحزنک الذین یقولون "[۳] میں نافع نے " یحزنک " " یاء " کے ضمہ اور " زاء " کے کسرہ کے ساتھ باب افعال سے شمار کیا ہے اور کہا ہے سوائے سورہ انبیاء " لا یحزنہم " کے ،کہ " یاء " کے فتحہ اور "راء" کے ضمہ (پیش) کے ساتھ ہے باقی تمام قرآن میں یہ کلمہ باب افعال سے ہے۔

"سیبویہ" مذکورہ بالا قرائت کی توجیہ کرتے ہوئے کہتاہے "احزنتہ" باب افعال سے ہے یعنی میں نے اسے غمناک حالت میں قرار دیا اور "حزنتہ" ثلاثی مجرد ہے یعنی میں نے اسے غم پہنچایا لھذا "لایحزنھم الفزع الاکبر" یعنی انھیں معمولی سا غم بھی نہیں پہنچیگا اور اگر کہو "احزنتہ" تو معنی یہ ہونگے میں نے ایسا کام کیاکہ اس پر غم و اندوہ چھاگیا اس فرق کو صرف نافع پاسکا ہے۔[۴]

۷ ـ آیت " الی صراط العزیز الحمید اللہ الذی لہ ما فی السموات و ما فی الارض "[۵] نافع اور ابن عامر نے "اللہ" کو مرفوع (پیش کے ساتھ) پڑھا ہے کیونکہ " اللہ " سے پہلے آیت کا اختتام ہے اور انھوں نے " اللہ " کو آیت کی ابتداء اور مستانفہ قرار دیا ہے لیکن دوسروں نے "اللہ" کو مجرور (زیر کے ساتھ) پڑھا ہے اور اسے "الحمید" سے بدل قرار دیا ہے۔[۶]

---

(۱) سورۂ اعراف آیہ ۱۶۸۔

(۲) حجۃ القراءات ص ۲۶۲ ، الکشف ج ۱ ص ۴۲۹ ، ۴۳۰۔

(۳) سورہ انعام آیہ ۳۳۔

(۴) حجۃ القراءات ص ۲۴۹۔

(۵) سورہ ابراہیم آیہ ۱،۲۔

(۶) حجۃ القراءات ص ۳۷۶ ، الکشف ج ۲ ص ۲۵۔

۸ ۔ آیت " لئن انجینا من هذه لنکونن من الشاکرین قل اللہ ینجیکم منہا "[۱]

عاصم حمزہ اور کسائی نے " انجانا " مفرد مذکر غائب پڑھا ہے "تاء" کے بغیر یعنی " لئن انجانا اللہ " اور انکی دلیل یہ ہے کہ مصاحف میں "تاء" کے بغیر لکھا ہے لیکن دوسروں نے اسے " انجیتنا " مخاطب کا صیغہ پڑھا ہے اور انکی دلیل سورہ یونس کی آیت " لئن انجیتنا من هذه " ہے کہ جس پر قاریوں کا اجماع ہے پس اس اجماعی مورد کے ذریعے اس اختلافی مورد کو حل کیا جائے گا۔[۲]

۹ ۔ آیت " و یامرون الناس بالبخل "[۳] میں حمزہ اور کسائی " بالبَخَل " (دو زبروں کے ساتھ) پڑھتے ہیں لیکن دوسرے " بالبُخل " " باء " پر ضمہ اور "خاء" پر سکون کے ساتھ پڑھتے ہیں اور یہ دو طریقے پڑھنے کے لحاظ سے دو مختلف لغتیں ہیں۔[۴]

۱۰ ۔ آیت " ان تک حسنة "[۵] میں نافع اور ابن کثیر " حسنة " کو مرفوع پڑھتے ہیں اور انہوں نے کان کو تامہ لکھا ہے جسے خبر کی ضرورت نہیں ہوتی صرف فاعل کافی ہے لہذا حسنة اس کا فاعل ہے لیکن دوسرے "حسنة" منصوب پڑھتے ہیں اور اسے "تکن" کی خبر قرار دیتے ہیں اور تکن کا اسم محذوف ہے یعنی " ان تکن زنة الذرة حسنة "[۶] یعنی " اگر چیونٹی کے ہم وزن نیکی ہو۔"

۱۱ ۔ آیت " و یعلمه الکتاب و الحکمة و التوراة و الانجیل "[۷] نافع اور ابن عاصم

---

(۱) سورہ انعام آیہ ۶۳، ۶۴۔

(۲) حجۃ القراآت ص ۲۵۵، الکشف ج ۱ ص ۴۳۵۔

(۳) سورہ نساء آیہ ۳۷۔

(۴) حجۃ القراآت ص ۲۰۳، الکشف ج ۱ ص ۳۸۹۔

(۵) سورہ نساء آیہ ۴۰۔

(۶) حجۃ القراآت ص ۲۰۴، الکشف ج ۱ ص ۳۸۹۔

(۷) سورہ آل عمران آیہ ۴۸۔

Presented by www.ziaraat.com

نے " یعلّمه " کو " یاء " کے ساتھ قرائت کیا ہے سابقہ آیت کے پیش نظر، " قال کذلک اللّٰہ یخلق ما یشاء اذا قضی امرا فانما یقول له کن فیکون و یعلمه ---- " لیکن دوسروں نے " نعلمه " " نون " کے ساتھ پڑھا ہے یعنی ہم اسے تعلیم دیتے ہیں اور انکی دلیل سابقہ آیت " ذلک من انباء الغیب نوحیه الیک " [۱] ہے۔

۲۔ آیت " تخرج الحی من المیت و تخرج المیت من الحی [۲] " میں ابن کثیر، ابو عمر، ابن عامر اور ابو بکر " المیت " کو شدّ کے بغیر پڑھتے ہیں جیسا کہ لکھائی میں تھا لیکن دوسرے " المیّت " شدّ کے ساتھ پڑھتے ہیں یہ کلمہ اصل میں " میوت " تھا " واو " کو ماقبل کی " یاء " کی وجہ سے " یاء " سے بدل دیا گیا " میّیت " ہوگیا جنھوں نے شدّ کے بغیر پڑھا انھوں نے " یاء مکسورہ " پر شدّ کو ثقیل خیال کیا لھذا ایک " یاء " کو حذف کردیا اور جنھوں نے شدّ کے ساتھ پڑھا انھوں نے اصل کے مطابق عمل کیا ہے اور یہ دو مشہور لغتیں ہیں۔ [۳]

۳۔ ابن عامر " ابراهیم " کو قرآن میں دو طرح قرائت کرتا تھا " ابراهیم " اور " ابراهام " اور اسکی دلیل یہ تھی کہ جہاں مصحف میں " الف " کے ساتھ لکھا گیا ہے " الف " کے ساتھ پڑھا ہے اور جہاں " یاء " کے ساتھ لکھا ہے " یاء " کے ساتھ پڑھا ہے اور اس نے اپنی قرائت میں مصحف کی پیروی کی ہے۔ جن موارد میں " ابراهام " الف کے ساتھ پڑھا ہے یہ ہیں۔ تمام سورہ بقرہ میں۔ اور سورہ نساء اور توبہ میں آیت ۱۰۰ کے بعد اور سورہ انعام میں آیت " ملة ابراهام " سورہ ابراہیم، نحل اور مریم کے تمام موارد میں " ابراهام " کہا ہے، سورہ عنکبوت اور

---

(۱) حجۃ القراءات ص ۱۶۴، الکشف ج ۱ ص ۳۴۴۔

(۲) آل عمران آیہ ۲۷۔

(۳) حجۃ القراءات ص ۱۵۹، الکشف ج ۱ ص ۳۳۹۔

Presented by www.ziaraat.com

دوسری تمام مفصلات سورتوں میں سوائے سورہ ممتحنہ کہ " الا قول ابراهیم " قرائت کیا ہے، اور اسی طرح سورہ اعلیٰ میں " صحف ابراهیم " پڑھا ہے اور بقیہ موارد میں " ابراهیم " کو " یا " کے ساتھ عام طریقے پر پڑھا ہے۔ (۱)

۱۴ـ آیت " یضاعف لها العذاب ضعفین " (۲) ابوعمرو " یضعف لها العذاب " پڑھتا تھا یعنی باب تفعیل سے فعل مجہول جس کا نائب فاعل عذاب ہے۔ وہ اپنی قرائت کی توجیہ یوں کرتا تھا کہ میں نے صرف اس مورد کو شدّ کے ساتھ پڑھا ہے وہ بھی اس کے بعد " ضعفین " کو دیکھتے ہوئے جبکہ ابن عامر اور ابن کثیر " نضعف " متکلم معلوم اور عذاب کے نصب (زبر) کے ساتھ اسے مفعول بنا کر پڑھتے تھے اور " اللہ " کو فاعل بناتے تھے جبکہ نافع اور اہل کوفہ " یضاعف " کی قرائت کرتے تھے۔ (۳)

۱۵ـ ابوعمرو، ابن کثیر، ابن عامر اور ابوبکر قرائت کرتے تھے " فناداها من تحتها الاتحزنی " (۴) یعنی مریم کے پاؤں کے نچلی طرف جو شخص تھا اس نے مریم سے بات کی۔ دوسرے الفاظ میں حضرت عیسیٰؑ نے مریم کو خطاب کیا اس قرائت کی دلیل ایک روایت ہے جو ابی ابن کعب سے منقول ہے اس نے کہا، مریم کے ساتھ کلام کرنے والا وہی بچہ تھا جو اس کے بطن میں تھا۔ لیکن دوسروں نے " من تحتها "، " تاء " اور " میم " کے کسرہ کے ساتھ پڑھا یعنی جبرائیل نے مریم سے کہا اس قرائت کی دلیل ابن عباس کی روایت ہے کہ " من تحتها " یعنی جبرائیل اور عیسیٰؑ نے کلام نہیں کی مگر اس وقت جب مریم اسے قوم کے پاس لے گئی اس وقت عیسیٰؑ نے کلام کرنے کی ابتداء کی۔

---

(۱) وہی حوالہ ص ۱۴۲، ۱۴۳۔

(۲) سورہ احزاب آیہ ۳۰۔

(۳) حجۃ القرائات ص ۵۷۵، الکشف ج ۲/ ص ۱۹۸۔

(۴) سورہ مریم آیہ ۲۴۔

Presented by www.ziaraat.com

اور بعض نے کہ جن میں سے حسن بصری بھی ہے، کہا ہے کہ " من تحتھا " یعنی عیسیٰ نے مریم کو خطاب کیا لیکن " من " کا کسرہ عیسیٰ اور جبرائیلؑ دونوں پر آسکتا ہے اور دونوں کا امکان ہے کہ ندا کرنے والے عیسیٰ ہوں یا جبرائیلؑ۔ (۱)

ہماری آخری بات ،

اگر کوئی شخص غور اور دقت کے ساتھ قراتوں کی کتابوں بالخصوص حجۃ القراءات (تقریباً ۸۰۰ صفحے) اور الکشف عن وجوہ القراءات السبع (دو جلدیں) نامی کتابوں کی ورق گردانی کرے تو اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ رسم الخط کا نقطوں اور اعراب کے بغیر ہونا اور بعض جگہوں پر " الف " کے بغیر ہونا اسی طرح استحسانات اور من گھڑت قیاس ہی قراتوں کے اختلافات اور تعدد کے اہم عوامل ہیں نیز یہ نکتہ بھی واضح ہوجائے گا کہ یہ سب اجتہادات در حقیقت قرآنی نصّ یا معنی کی حقیقت کو پانے کی خاطر تھے اور سب قاریوں پر یہ حقیقت روشن تھی کہ قرآن کی حقیقی نصّ صرف اور صرف ایک ہے لہذا وہ اس نصّ کو حاصل کرنا چاہتے تھے یہی وجہ تھی کہ وہ برابر اس کوشش میں لگے رہتے تھے کہ اجماعی موارد کو حاصل کرلیں اور پھر اختلافی موارد کو ان کی طرف لوٹائیں نیز اختلافی مورد کے لیئے ثابت قرائت کو حاصل کریں ان دو کتابوں پر توجہ دینے سے معلوم ہوجاتا ہے کہ تمام اجتہادات اور قیاسات (اگرچہ غلط ہوں) قرآن کی حقیقی نصّ جو کہ صرف ایک صورت رکھتی تھی کو پانے کے لیئے انجام پائے ہیں اور خود قاریوں کا نظریہ یہ تھا کہ قرآن کو اس طرح قرائت کیا جانا چاہیئے جیسے وہ نازل کیا گیا ہے اور اسکی قرائت میں تحریف اور تبدیلی جائز نہیں ہے، ان قاریوں نے ایک نزول کو " واحد معبود " کی طرف سے مسلّم اور واجب الاتباع مسئلہ سمجھا ہے۔

---

(۱) حجۃ القراءات ص ۴۴۱، ۴۴۳، الکشف ج ۲، ص ۸۴، ۸۶۔

Presented by www.ziaraat.com

اسی طرح قراءتوں کے اختلافات کے عوامل کو دیکھتے ہوئے قراءتوں کو سات یا دس میں منحصر نہیں کیا جاسکتا بلکہ عوامل کے لحاظ سے قراءتوں کی تعداد کبھی اس سے زیادہ اور کبھی کم ہوجاتی ہے اور اگر کسی قراءت کا قرآن کے حقیقی نص کے مخالف ہونا ثابت ہوجائے تو پھر اس قراءت کا باطل ہونا بھی ثابت ہوجائے گا اور وہ قابل اعتماد نہیں رہے گی۔ علاوہ ازیں یہ دو کتابیں ایک خاص زاویئے سے اختلاف قراءت کے مسئلہ کو بیان کرتی ہیں البتہ آیات کے بارے میں کچھ اور اختلافات بھی ہیں کہ جو ان کتابوں میں ذکر نہیں کیئے گئے جیسے منسوخ التلاوۃ آیات و سور، بعض تفسیروں کا آیات میں داخل کیا جانا اور کلمات کو ان کے مرادف کے ساتھ بدلنا وغیرہ ان مباحث کو دوسری کتابوں میں ڈھونڈنا چاہیئے۔ ہم نے اس کتاب میں حتی المقدور کوشش کی ہے کہ مسئلہ کے مختلف پہلوؤں کو مورد بحث قرار دیا جائے۔ ان شاء اللہ۔

آیا قراءتیں توقیفی (پیغمبر کی طرف سے بیان پر موقوف) ہیں ؟

مذکورہ بالا نمونوں، قراءتوں اجتہادات، قیاسات اور کتاب خدا کے مقابلے میں من گھڑت تجزیہ و تحلیلوں کو دیکھتے ہوئے ہم قطع و یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ جو کچھ قراءتوں کے توقیفی ہونے کے بارے میں پیغمبر اکرم سے روایات کی گئی ہیں وہ غلط ہیں۔(۱) قاری اپنی قراءت ثابت کرنے اور دوسروں کی قراءت رد کرنے کے لیئے بہت ہی کمزور اور غیر معتبر استحسانات اور قیاسات کا دامن پکڑتے تھے۔ اگر واقعاً قراءتیں توقیفی ہوتیں تو پھر انھیں ان موارد میں پیغمبر اکرم کے کلام سے تمسک کرنا چاہیئے تھا کیونکہ جھگڑوں کے حل کرنے اور فساد کی جڑ اکھیڑنے کے لیئے یہی کلام حجت تھی جبکہ قاریوں نے اختلافی موارد

---

(۱) مشکل الآثار ج ۳ ص ۱۹۸ ، مناهل العرفان ج ۱ ص ۴۴۳ ، القراءات القرآنیه تاریخ و تعریف ص ۷۹ ، ۸۰ ، ۸۹ ، ۹۱ ، آراء حول القرآن آیۃ اللہ فانی ص ۵۵ ، النشر ج ۱ ص ۱۰ ، ۲۸ ، ۳۹ ، ۵۱ ، ۵۴ ۔

Presented by www.ziaraat.com

میں اس کے علاوہ باقی ہر کام کیا ہے (یعنی اختلافی موارد میں پیغمبرؐ کے کلام کی طرف رجوع نہیں کیا ہے) جیساکہ روایت ہے، قرآن ایک قرائت رکھتا ہے اور خدا واحد کی جانب سے ایک پیغمبرؐ پر نازل کیا یہ روایت واضح طور پر کہہ رہی ہے کے قرآن کا صرف ایک لہجہ ہے۔ یہ روایت خدا یا پیغمبرؐ کی طرف قرائتوں کے متعدد ہونے کی ہر قسم کی نسبت کی نفی کرتی ہے ۔ لہذا اگر اختلاف پیش آیا ہے تو راویوں کی طرف سے تفسیری ارادہ، فراموشی یا کتابت میں غلطی وغیرہ کی وجہ سے ہے لھذا مذھب حقہ اہل بیتؑ کا نظریہ ہے کہ قرآن صرف ایک لہجہ پر نازل ہوا ہے اور آیات میں خدایا رسولؐ کی طرف سے کسی قسم کی متعدد قرائتوں کے نزول کی بات ناقابل قبول ہے۔

شیخ طوسیؒ اس بارے میں کہتے ہیں،

" شیعہ مذھب اور اصحاب کے درمیان یہ مشہور و معروف ہے کہ قرآن ایک قرائت اور ایک حرف پر ایک پیغمبرؐ پر نازل ہوا ہے "" اس کے بعد وہ قاریوں کی قرائت کو جائز سمجھتے ہوتے کہتے ہیں " اگر حرمت اور ممنوعیت کی حد تک نہ پہنچے تو ان قرائتوں پر پڑھنا اشکال نہیں رکھتا ہے[1]

ظاہر ہے کہ شیخ کی مراد یہ قطعاً نہیں ہے کہ کلمات کا اپنے مترادف سے بدلنا جیسے " اقبل اور ھلم یا حرکات و اعراب کو بدلنا جائز ہے بلکہ شیخ کی مراد ایسی مختلف قرائتیں ہیں کہ جو معنی کے لیے ضرر رساں نہیں ہیں جیسے " صراط " میں " صاد " کو " سین " سے بدلنا یا " مالک " کے بجائے " ملک " پڑھنا اگرچہ قرآن کی حقیقی نصؒ ایک سے زیادہ نہیں ہے اور اگر حقیقی نصؒ ثابت ہوجائے تو پھر اس کے برخلاف قرائت کرنا جائز نہیں ہوگا مگر یہ کہ خود پیغمبرؐ یا امام معصومؑ کی جانب سے اجازت دی جائے جیساکہ اس بارے میں ابن انباری کی بات ذکر ہوچکی کہ وہ کہتا ہے۔

---

(۱) التبیان ج۱، ص ۷۔

قراءتیں قاریوں کے اجتہادات ہیں اور اس بارے میں زیادہ روی کی گئی ہے چونکہ قرآن کے الفاظ پہ نقطے اور اعراب نہیں تھے۔ [1] لیکن افسوس کہ بعض نے یہ دعویٰ بھی کیا ہے ۔ اکثر بصری، نحوی اور زمخشری اور ابن قتیبہ کی طرح انکے پیروکار مروج قراءتوں کے مخالف تھے اور اس مخالفت کا سبب یہ تھا کہ خود انہوں نے اپنے لیئے کچھ اصول و قواعد وضع کر رکھے تھے جو کہ عربی اسلوب اور بیان کے مخالف تھے، جو قراءت بھی ان قواعد کے موافق نہ ہوتی وہ انکی نظر میں صحیح نہیں تھی۔ [2] واقعاً عجیب ہے کہ کوئی یہ دعویٰ کرے حالانکہ حقیقت حال اس دعوی کے بالکل برعکس ہے یہ وہ قاری تھے کہ جنہوں نے عربی اسلوب کے خلاف قیاسات وضع کئے اور ہم نے جو موارد ذکر کئے ہیں ان کی طرف رجوع کرنے سے یہ مطلب واضح و آشکار ہوجائیگا بہر حال یہ دعویٰ علمی اساس و بنیاد نہیں رکھتا بلکہ صرف اور صرف ذاتی اغراض کی بنیاد پہ ہے۔

قراءتوں کو قبول کرنا تحریف کا قبول کرنا ہے۔

اگر قراءتوں کی روایات میں غور و فکر کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ ایک روایت "من" کو قرآن کی ایک جگہ سے حذف کرتی ہے اور دوسری روایت سورۃ فاتحہ سے "بسم اللہ الرحمن الرحیم" کو حذف کرتی ہے، ایک دوسری روایت "تشتھیہ الانفس و لم یتسنہ" سے "ھاء" کو زائد سمجھتے ہوئے حذف کردیتی ہے۔ [3] ہر کوئی اپنے اجتہاد کے مطابق ایک کلمہ کم یا زیادہ کرکے اسے قرآن کی طرف منسوب کرتا ہے اس کا معنی یہ ہے کہ قرآن میں تحریف ہوئی ہے یا یہ کہ جبرائیلؑ ان

---

(۱) القراءات القرآنیہ تاریخ و تعریف ص ۹۲، ۹۳، الموسوعۃ القرآنیہ ج۱/ ص ۸۰ سے منقول۔

(۲) القراءات القرآنیہ تاریخ و تعریف ص ۹۳۔

(۳) المحلی ج۳/ ص ۲۵۳، ۲۵۴، فتح الباری ج۹/ ص ۲۳، ۲۶، ۳۰، التمہید، الاتقان، القراءات القرآنیہ ص ۸۸، ۹۱ اس کتاب میں ابن قتیبہ کی بات نقل کی گئی ہے اور یہی نمونے ذکر کئے ہیں اور پھر دعویٰ کیا ہے کہ یہ تمام قراءتیں خدا کی طرف سے ہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

قراتوں اور کلمات کو دو طرح سے لے کے آئے ہیں اور یہ کام سوائے قرآن کو بازیچہ بنانے کے کوئی اور عقلی توجیہ نہیں رکھتا۔

قرآن کے تیس ہزار (۳۰۰۰۰) قاری صفین میں موجود تھے ،

ان مختلف قراتوں کی تمام توجیہات اس دور میں کتابت کے ابتدائی مرحلے میں ہونے مصاحف میں یہاں تک کہ عثمانی مصاحف میں پیدا ہونے والی غلطیوں اور اشتباہات اور ان غلطیوں کے پھیل جانے کے باوجود، قرآن صحیح و سالم محفوظ باقی رہا اور سینہ بہ سینہ منتقل ہوتا رہا۔ اس میں معمولی سی کمی یا زیادتی بھی پیدا نہیں ہوسکی اور یہ اہم کام بہت سارے حافظوں کے ذریعے انجام پایا وہ حافظ کہ تاریخ میں جنکی تعداد ہزاروں تک ذکر کی گئی ہے وہ اس کے علاوہ تھے۔ جنگ صفین میں تیس ہزار قاری شریک موجود تھے۔[1] جو قاری اس جنگ میں شریک نہیں تھے وہ اس کے علاوہ تھے۔ اگرچہ اس تعداد میں مبالغہ کا احتمال ہے لیکن کم از کم یہ ضرور ہے کہ ایک بہت بڑی تعداد قاریوں کی موجود تھی یا جیسا کہ منقول ہے جب ابوموسی اشعری موالی" بنا تو اس نے تمام قاریوں کو جمع کرکے حکم دیا کہ صرف وہ لوگ جن کو پورا قرآن حفظ ہے میرے پاس آئیں تو (۳۰۰) کے قریب لوگ اس کے پاس جمع ہوئے، اس واقعہ کا تذکرہ بعد میں تفصیل سے آئے گا۔ یا حضرت امیرالمؤمنین ؑ کی طرف سے قرآن کے حافظوں کے لیئے بیت المال سے وظیفہ کا معین کیا جانا۔ جیساکہ پہلے ہم نے ذکر کیا اور کہا کہ امام ؑ نے حافظ قرآن کے لیئے دو ہزار درہم تعیین فرمائے اور امام ؑ کے اس کام سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت ؑ کس حد تک قرآن کے حفظ اور حفاظت کو اہمیت دیتے تھے۔

---

(۱) الصفین، منقری ص ۱۸۸۔

Presented by www.ziaraat.com

ایک روایت میں ہے حضرت امیر المومنین ؑ فرماتے تھے "۔۔۔ جو شخص اپنے اختیار سے مسلمان ہوجائے اور قرآن کو ناظرے سے پڑھے تو اسے بیت المال سے دو سو دینار وظیفہ ملے گا اور اگر دنیا میں نہ لے سکا تو قیامت کے دن جب اسے اسکی زیادہ ضرورت ہوگی تو اسے پورا دیا جائے گا اور اس طرح " پیغمبرؐ کے دور میں قرآن کی جمع آوری " والی فصل میں بھی اس طرح کی ایک روایت ذکر ہوچکی ہے"۔

حفظ قرآن کی اس حد تک حوصلہ افزائی کرنا اور اتنی تاکید کرنا اس سوچ کو روکنے کا باعث بنا کہ جو قرآن کو بازیچہ قرار دینا چاہتی تھی اور اس تاکید و ترغیب نے بھرپور طریقے سے قرآن کی حفاظت کی اور یوں خداوند عالم کا یہ کلام "انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون" تحقق پذیر ہوگیا۔ یہاں پہ ضروری ہے کہ ہم نیک صحابہ کی مساعی جمیلہ کو یاد رکھیں۔ قرآن کو ہر قسم کی تحریف سے بچانے میں بزرگ صحابہ نے بڑی کوششیں کیں۔ مصاحف کے مقابلہ سے لیکر قرآن میں ایک " واو " کے اضافے کو روکنے کے لیئے شمشیر بکف ہونے تک خداوند عالم انھیں جزا خیر دے اور انھیں مقام صدق دکھلائے۔

ہمارے زمانے کے قاری:

یہاں بہتر ہے ابن قتیبہ کی قراء سبعہ میں سے ایک قاری حمزہ ابن حبیب زیات کے بارے میں کلام نقل کردیں "۔۔۔ وہ عرب کے بیانی مذاہب کی مخالفت، مدّ، ھمزہ، اشباع، اشتباع اور ادغام میں زیادہ روی، قرآن کے سیکھنے والوں کیلیئے قرآنی تعلیمات کے مشکل کرنے اور جسے خدا نے آسان کردیا تھا اسے مشکل کرنے جیسے کام میں سادہ لوح عوام کو دھوکہ و فریب دیتا تھا۔ اس لیئے کہ اس کی قرائت دشوار تھی، کہتے ہیں قرائت کے وقت حمزہ کے جبڑے سوچ کر ایک دوسرے سے جدا ہوجاتے، اسکی گردن کی رگیں پھول جاتیں اور مسلسل اس کا پسینہ بہتا رہتا، خدا کے سادہ بندے اس قرائت کو بڑی فضیلت سمجھتے تھے اور اسے قرائت کے امور میں بڑا

Presented by www.ziaraat.com

ماھر خیال کرتے تھے حالانکہ نہ پیغمبرؐ اس طرح قرائت فرماتے تھے اور نہ سلف صالح اور نہ ان کے تابعین یا دوسرے قرائت کے جاننے والے بلکہ انکی قرائت تو آسان تھی۔[1]

کاش آج ابن قتیبہ ہوتا اور ہمارے دور میں حمزۃ ابن حبیب جیسے کئی قاریوں کو بھی دیکھتا حقیقت حال وہی ہے جو ابن قتیبہ نے کہی کہ پیغمبرؐ، ائمہؑ سلف صالح اور قرائت سے آگاہ لوگوں کی قرائت آسان و سہل تھی اور اس میں یہ پیچیدگیاں اور دشواریاں نہیں تھیں۔

---

(۱) التمہید فی علوم القرآن ج ۲ ص ۳۸ بحوالہ مشکل القرآن ابن قتیبہ ص ۵۸۔ ۶۳ سے منقول۔

Presented by www.ziaraat.com

چوتھا حصہ:

توجیہیں اور انکی دلیلیں:

۱۔ نسخ تلاوت کا سراب:

۲۔ نسخ تلاوت، نظریات اور روایات کی روشنی میں:

۳۔ غلط آراء اور روایات۔

۴۔ حرفِ آخر۔

Presented by www.ziaraat.com

پہلی فصل

نسخ تلاوت کا سراب

وہ آیات جنکی تلاوت منسوخ ہوگئی

قرآن کی آیات اور سورتوں کے بارے میں اہل سنت کے طریق سے بہت زیادہ روایات وارد ہوئی ہیں کہ یہ آیات اور سورتیں موجودہ قرآن میں موجود نہیں ہیں جیسے آیت رضاع اور "خلع" اور "حفد" (عبادت و پرستش) نام کی دو سورتیں اور اس لحاظ سے کہ ان روایات میں سے بعض صحاح اور مسانید میں آئی ہیں لھذا بعض کے لیئے ان روایات کا جھٹلانا ممکن نہیں ہے۔ دوسری طرف ان روایات کے مضمون کے ماننے کا مطلب یہ ہے کہ قرآن میں تحریف ہوئی ہے لھذا انہوں نے اپنے آپ کو اس مخمصہ سے نکالنے اور قرآن کے تقدس کی حفاظت کے لیے مسئلہ نسخ تلاوت کے ساتھ تمسک کیا ہے۔ (۱)

نسخ تلاوت اور قرآن کی جمع آوری

عجیب بات یہ ہے کہ بعض نے (بزعم خویش) قرآن کے پیغمبرؐ کے زمانے میں جمع نہ کیئے جانے

---

(۱) نسخ تلاوت کے لیئے رجوع کریں، البرہان زرکشی، الاتقان سیوطی، المستصفیٰ غزالی، اصول سرخسی ج ۲، فواتح الرحموت وغیرہ

Presented by www.ziaraat.com

پر یوں استدلال کیا ہے۔ قرآن کو اس لیئے پیغمبرؐ کے زمانے میں ایک مصحف میں جمع نہیں کیا گیا چونکہ بعض آیات کے منسوخ ہونے کا عمل بھی ساتھ ساتھ جاری تھا اور بعض احکام منسوخ ہورہے تھے اگر آیات ایک مصحف میں جمع ہوتیں اور بعض آیات منسوخ ہوتیں تو آیات کے بارے میں نسخ کے ثبوت یا عدم ثبوت کا اشتباہ ہوجاتا اور دین کا معاملہ مشتبہ ہوکر رہ جاتا یہی وجہ تھی کہ انھوں نے قرآن کو جمع نہیں کیا۔ [1] لیکن یہ دعویٰ بے دلیل اور تاریکی میں تیر پھینکنے کے مترادف ہے کیونکہ ممکن ہے قرآن پیغمبرؐ کے زمانے میں جمع نہ ہونے کے کچھ اور اسباب ہوں جیسے وحی کے سلسلہ کا جاری ہونا اور آیات کے نزول کا ختم نہ ہونا۔

اس کے علاوہ پیغمبرؐ آیات صحابہ کے سامنے قرائت فرماتے تھے اور انھیں یمن جیسے دوسرے شہروں میں معلم کے عنوان سے بھیجتے تھے۔ اگر مذکورہ بالا دعویٰ صحیح ہو تو پیغمبرؐ کو چاہیئے تھا ہر نسخ کے بعد تمام صحابہ اور معلموں کو جمع کرتے اور انھیں اس واقعہ کی اطلاع دیتے اور چاہیئے تھا پیغمبرؐ خود قرآن کو جمع فرماتے تاکہ منسوخ التلاوۃ اور غیر منسوخ التلاوۃ آیات میں اختلاف کی صورت میں اسکی طرف رجوع کیا جاتا جبکہ ہمیں اصل دعویٰ ہی قبول نہیں ہے۔ ہم نے پہلے متعدد دلائل ذکر کیے ہیں کہ قرآن پیغمبر اکرمؐ کے زمانے میں صحابہ کے ذریعہ مکمل یا کسی حد تک جمع ہوچکا تھا۔

نسخ تلاوت کی دلیلیں:

تلاوت کا منسوخ ہونا دو طرح قابل تصور ہے۔

۱۔ آیات کی تلاوت اور حکم دونوں منسوخ ہوجائیں نسخ کی اس قسم کو بہت سے اہل سنت علماء قبول کرتے ہیں اور اسے ثابت شدہ سمجھتے ہیں۔

۲۔ صرف تلاوت منسوخ ہوجائے اور حکم باقی رہے۔

---

(۱) لباب التاویل خازن ج ۱ ص ۸ ۔ البرہان زرکشی ج ۱ ص ۲۳۵ ۔ ۲۶۲ الاتقان ج ۱ ص ۱۵۷ خطابی سے منقول ۔ فتح الباری ج ۲ ص ۱۰ ۔ مباحث فی علوم القرآن قطان ص ۱۲۳ ۔ ۱۲۵ زرکشی و سیوطی سے منقول۔

Presented by www.ziaraat.com

نسخ کی پہلی قسم پر اجماع کا دعویٰ کیا گیا ہے۔ [۱] دوسری قسم کے بارے میں وہ یہ بات مانتے ہیں کہ بعض اس کے قبول یا رد کرنے میں مذبذب کا شکار ہیں۔ لیکن وہ حضرت عائشہ کی اس روایت کے ذریعے کہ " دس مرتبہ دودھ پلانے والا حکم پانچ مرتبہ دودھ پلانے کے ذریعے منسوخ ہوگیا اور یہ دونوں قسم کی آیات قرآن میں پڑھی جاتی تھیں یہاں تک کہ پیغمبرؐ رحلت فرماگئے " اس دوسرے قسم کے نسخ کو ثابت کرتے ہیں کیونکہ یہ آیات موجودہ قرآن میں نہیں ہیں لیکن ان کا حکم باقی ہے۔ [۲] نسخ تلاوت پر پہلی دلیل، نسخ کی پہلی قسم پر اجماع اور دوسری قسم میں شہرت۔

دوسری دلیل احادیث

اور ایک تیسری دلیل بھی اس بارے میں قرآن کی اس آیت "ما ننسخ من آیۃ او ننسہا نات بخیر منہا او مثلہا" [۳] کو قرار دیا گیا ہے۔ قتادہ سے روایت ہوئی ہے کہ "ایک آیت دوسری آیت کے ذریعے منسوخ ہوجاتی تھی جو اس کے بعد آتی اور پیغمبرؐ ایک آیت یا کئی آیات پڑھتے تھے اس کے بعد یہ آیات فراموش کر دی جاتیں۔ [۴] مذکورہ بالا آیت کی تفسیر کے بارے میں حسن بصری سے منقول ہے کہ "کچھ آیات سکھائی جاتیں پھر فراموش کردی جاتیں لهذا ان منسوخ آیات کے بارے میں قرآن میں کچھ نہیں پایا جاتا جسے پڑھ سکیں۔" [۵] جیسے ابن عمیر، ابن عباس، ابو العالیہ اور ابن عمر سے بھی اسی موضوع پر روایات نقل ہوئی ہیں۔ [۶]

اسی طرح نسخ تلاوت ثابت کرنے کے لیئے ذیل کی اس آیت سے تمسک کیا گیا ہے "سنقرئک فلا

---

(۱) فواتح الرحموت المستصفی کے حاشیہ پر ج۱/ ص ۸۵ ، مناهل العرفان ج۲/ ص ۱۱۰ ، نظریۃ النسخ فی الشرائع السماویہ ص ۱۱۹۔

(۲) وہی حوالہ۔

(۳) سورہ بقرہ ۱۰۶ اس آیت سے استدلال کو سرخسی نے اصول سرخسی ج۲/ ص ۷۸ میں ذکر کیا ہے۔

(۴) تفسیر جامع البیان ج۱/ ص ۳۷۹ ، الدر المنثور ج۱/ ص ۱۰۵۔

(۵) تفسیر جامع البیان ج۱/ ص ۳۷۸ ، الدر المنثور ج۱/ ص ۱۰۵۔

(۶) وہی حوالہ

Presented by www.ziaraat.com

تنسیٰ الاّ ماشاء اللہ"[۱] "الاّ" کے ذریعے استثناء جوازِ نسخ کی دلیل ہے "ولئن شئنا لنذھبنّ بالذی اوحینا الیک"۔[۲]

مذکورہ بالا دلیلوں کے جوابات:

لیکن ہماری نظر میں یہ دلیلیں مدعیٰ کو ثابت کرنے کے لیئے کافی نہیں ہیں کیونکہ۔

۲۰۱ ـ اجماع اور احادیث کے بارے میں ہم کہیں گے کہ تمام شیعہ اس کے مخالف ہیں اس کے علاوہ غزالی کہتا ہے "بعض لوگ قائل ہیں کہ تلاوت کا نسخ ہونا اصلاً ممنوع ہے۔"[۳] اسی طرح معتزلہ تلاوت کے منسوخ ہونے کے منکر ہیں، ابو مسلم وغیرہ سے بھی نسخ تلاوت کا عدم جواز منقول ہے۔[۴] ڈاکٹر صبحی صالح نسخ تلاوت کے دعویٰ کو جسارت آمیز عمل شمار کرتا ہے اور جن احادیث میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے انہیں خبر واحد کہہ کر انکی حجیت کا انکار کرتا ہے۔ اسی طرح درج ذیل افراد بھی نسخ تلاوت کے منکر ہیں۔ "الینبوع" میں ابن ظفر، اخبار کے واحد ہونے کی وجہ سے۔[۵] عبدالمنعم النمر، آبیاری اور جزیری۔[۶]

نسخ تلاوت اور بقاء حکم والے دعویٰ پہ ایک اور اعتراض یہ بھی ہے کہ ممکن ہے یہ حکم بھی کسی دوسری قرآنی آیت کے ذریعے منسوخ ہوچکا ہو اور ہمیں اس آیت کے منسوخ ہونے کی وجہ سے اسکی خبر نہ ہو اور اس کا حکم (نسخ کرنے والا) باقی ہو۔ یہ طریقہ باعث بنے گا کہ ہم

---

(۱) سورہ اعلیٰ آیہ ۶، ۷۔

(۲) اصول سرخسی ج ۲ ص ۶۸۔

(۳) المستصفی ج ۱ ص ۱۲۳۔

(۴) مناہل العرفان ج ۲ ص ۱۱۰، ۱۱۲، الاحکام فی اصول الاحکام ج ۳ ص ۱۲۹، اوائل المقالات ص ۱۰۱، البیان خوئی ص ۲۲۵، نظریۃ النسخ فی الشرائع السماویہ ص ۱۱۹، ۲۱۱۔

(۵) مباحث فی علوم القرآن ص ۲۵۸، ۲۵۹۔

(۶) الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج ۴ ص ۲۵۷، ۲۶۱۔

Presented by www.ziaraat.com

پوری شریعت میں توقف کا شکار ہوجائیں کیونکہ ہر حکم کے بارے میں یہ احتمال دیا جاسکتا ہے۔ (۱) قاضی اپنی کتاب "انتصار" میں اس احتمال کا انکار کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اس کی دلیل اخبار آحاد ہیں جو کہ حجت نہیں ہیں۔ (۲) یہ انکار بعض اہل علم کی طرف بھی منسوب ہے۔ (۳) یا کہا گیا ہے کہ جو نقل ہوئی ہیں وہ آحاد ہیں اور آحاد جزء قرآن نہیں ہوسکتیں لہذا نسخ تلاوت والی بات خود بخود ختم ہوجائے گی۔ (۴) البتہ مذکورہ بالا شخصیات صرف نسخ کی دوسری قسم کا انکار کرتی ہیں چونکہ اسکی دلیل خبر واحد ہے جبکہ پہلی قسم کی دلیل بھی خبر واحد ہے اور اسکے علاوہ بھی ان احادیث کے ضعیف ہونے کی وجوہ موجود ہیں جس کی وجہ سے انھیں قبول نہیں کیا جاسکتا۔ ہم ہر روایت کو جداگانہ طور پہ پیش کرکے اس کے نقاط ضعف کی طرف اشارہ کریں گے۔ باوجود اس کے کہ نسخ کی اس قسم کی دلیل خبر واحد ہے، بعض نے اسے مانتے ہوئے توجیہ کرنے کی کوشش کی ہے وہ کہتے ہیں کہ: ان احادیث کا واحد ہونا ہمارے دعویٰ کے لیئے نقصان دہ نہیں ہوسکتا کیونکہ نسخ، ظنی دلیلوں سے بھی ثابت ہوسکتا ہے برخلاف قرآنی آیات کے کہ جن کا قطعی الصدور ہونا ضروری ہے اور ہمارا مسئلہ پہلی قسم سے تعلق رکھتا ہے کہ جسکے لیئے روایات کے بزرگان سے صدور کا گمان کافی ہے۔ (۵) لیکن یہ بات صحیح نہیں ہے کیونکہ بات مطلق نسخ کے بارے میں نہیں ہے بلکہ اس نسخ کے بارے میں ہے کہ جو قرآنی آیات پہ وارد ہوا ہے لہذا اس کا قطعی و یقینی الصدور ہونا ضروری ہے اس سلسلے میں ظن و گمان کافی نہیں ہے۔

---

(۱) اصول سرخسی ج ۲ ص ۷۹، سرخسی ان اعتراضات کو ذکر کرتا ہے لیکن جواب نہیں دے پاتا۔

(۲) البرہان زرکشی ج ۲ ص ۳۹، ۴۰، مباحث فی علوم القرآن ص ۲۳۸، ۲۳۹۔

(۳) مباحث فی علوم القرآن ص ۲۳۵۔

(۴) فواتح الرحموت، المستصفی کے حاشیہ پہ ج ۲ ص ۷۳۔

(۵) مباحث فی علوم القرآن، قطان ص ۲۳۸۔

Presented by www.ziaraat.com

جب تک کسی آیت کا قرآنی ہونا ثابت نہ ہوجائے کوئی حکم ثابت نہیں ہوسکے گا اور آیت، آیت نہیں بن سکتی مگر یہ کہ نسخ اسے شامل ہوجائے یہ وہ صحیح بات ہے کہ جسکی طرف ابن عبدالشکور نے اشارہ کیا ہے لیکن ڈاکٹر عبدالمنعم نمر نے نسخ کی دونوں قسموں کو رد کیا ہے اور حضرت عائشہ کی وہ رضاع والی حدیث کہ "پیغمبرؐ کی وفات کے بعد تک دو آیتیں موجود تھیں" کے جواب میں کہتا ہے "اگر یہ دو آیتیں پیغمبرؐ کی وفات کے بعد تک موجود تھیں اور صحابہ انکی قرائت کرتے تھے تو وہ کہاں گئیں؟ کیسے ان دونوں آیات کی تلاوت اور حکم نسخ ہوجاتاہے جبکہ شافعی مذھب والے ان پر عمل کرتے ہیں اگرچہ حنفی ان پر عمل نہیں کرتے۔ بالفرض اگر منسوخ آیت کے حکم اور تلاوت کے محذوف ہونے کو مان بھی لیا جائے تو بنیادی سوال یہ ہے کہ آیت ناسخ کے حکم اور تلاوت کے حذف کرنے کا مقصد کیا ہے؟ علماء اور دانشوروں نے آیات کے حذف کرنے کی توجیہات اور حکمتیں ذکر کی ہیں لیکن اعتراضات اور تنقیدوں کے مقابلے میں وہ کوئی زیادہ کارآمد ثابت نہیں ہوسکتیں۔ [1] البتہ مذکورہ بالا بیان صرف دوسری قسم "یعنی تلاوت کے منسوخ ہونے اور حکم کے باقی رہنے" کو شامل ہے، جبکہ آیباری تلاوت اور حکم دونوں کے منسوخ ہونے کو رد کرتے ہوئے کہتاہے "۔ یہ مسئلہ ان مسائل میں سے ہے کہ جن کا بیان کرنا ہی ان کے سقوط کا موجب بن جاتاہے اور انکی نفی کرنے کے لیئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے نبوت و رسالت ایک آسمانی واقعہ تھا۔ خداوند عالم اس سے بہت عظیم ہے کہ کسی حکم کو نازل کرکے اسے متوازن کرے یا اسے کچھ مدت کے بعد بطور کلی لغو قرار دے دے۔

---

(۱) علوم القرآن الکریم ص ۲۱۸۔

Presented by www.ziaraat.com

پیغمبر اکرمؐ بھی آسمانی وحی لوگوں کے سامنے پڑھتے اور خدا کے کلام کو بیان کرتے۔ پیغمبرؐ کی پوری کوشش ہوتی کہ خدا کا کلام کسی دوسرے کلام سے مخلوط نہ ہونے پائے۔ خدا کا پیغام صحیح و سالم باقی رہ جائے اور اگر کسی کو اس کے کان دھوکہ دیتے بھی تو بہت جلد وہ صحیح راہ پر لوٹ آتا اور اپنی غلطی کی تصحیح کرلیتا تھا۔ وہ پیغمبرؐ یا کسی عالم صحابی کی طرف رجوع کرکے اپنی مشکل حل کرلیتا اور یوں کام اپنے تسلسل کے ساتھ جاری رہتا۔ جب پیغمبرؐ کی رحلت کے ایام قریب تھے تو آخری مرتبہ قرآن آنحضرتؐ کے سامنے پیش کیا گیا تاکہ اس میں کسی کمی یا زیادتی کا احتمال نہ رہے اور یہ کام قرآن اور اس جیسے دوسرے مہم امور میں انجام پایا۔[1] اس کے بعد آبیاری نے نسخ تلاوت اور بقاء حکم والی صورت پر بھی اعتراض کیا ہے لیکن یہاں اس کے کلام کو نقل کرنے کی گنجائش نہیں ہے البتہ اسکے کلام کے ایک حصہ پر ضروری تنقید یہاں پر ذکر کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ نسخ کے معنی حکم کے معطل کرنے یا کچھ مدت کے بعد اسے لغو کرنے کے نہیں ہیں بلکہ نسخ کی حقیقت یہ ہے کہ خود حکم ابتداء سے ہی ایک معین مدت اور معین شرائط کے ساتھ وضع کیا جاتا ہے، جب وہ مدت ختم ہوجائے اور وہ شرائط بدل جائیں تو وہ حکم خود بخود ختم ہوجاتا ہے اور دوسرا حکم اسکی جگہ پر آجاتا ہے۔ اس معنی کے ساتھ نسخ کوئی اشکال نہیں رکھتا اور احکام میں نسخ ہوا ہے اور علماء نے بھی اسے قبول کیا ہے۔

۳۔ نسخ تلاوت کے بارے میں بلاغی کا کلام۔ عالم ربانی علامہ شیخ محمد جواد بلاغی (شیعہ عالم) نے تلاوت کے نسخ کے بارے میں یہ کہنے کے بعد کہ اسکی روایات اخبار آحاد ہیں، فرماتے ہیں "یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ قرآنی آیات جنکی بنیاد قطع و یقین پر ہے کو واحد خبریں ثابت کرسکتی ہیں؟ جبکہ اسلامی معاشرے میں ایک لمبی مدت کے گذرنے کے باوجود کمتر

---

(۱) تاریخ القرآن آبیاری ص ۲۳۳-۲۴۰۔

Presented by www.ziaraat.com

دیکھا گیا ہے کہ کسی شخص یا جماعت نے قرآن سے متعلقہ بحثوں میں یقین کے علاوہ کسی چیز پر اعتماد کیا ہو یا دین کے کسی اہم بنیادی مسئلہ میں انھوں نے یقین کے علاوہ کوئی اور طریقہ اختیار کیا ہو البتہ تاریخ اور داستانوں میں بعض احادیث کا ذکر آیا ہے لیکن اسلامی معاشرے کے بنیادی مسائل سے متعلق ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ سیوطی نے "الاتقان" میں منسوخ التلاوۃ آیات کے بارے میں جو روایات نقل کی ہیں، ان میں سے دس روایتیں ابوعبیدہ سے ہیں اور ان روایتوں کا مضمون بھی نسخ تلاوت نہیں ہے بلکہ ان کا مضمون کچھ آیات کا امت کے ذریعے ضائع ہوجانا ہے۔ بالخصوص ان دس روایات میں سے حضرت عائشہ، حمیدہ اور مسلمہ ابن خالد کی روایات زیادہ صراحت کے ساتھ بتلاتی ہیں کہ پچھلے مسلمانوں کے ذریعے کچھ آیات ضائع ہوگئیں اور مخصوصاً حضرت عائشہ کی روایت جو کہ منسوخ الحکم و التلاوت آیات کے بارے میں ہے۔

یا زرّ بن حبیش اور ابی امامہ کی خالہ کی روایات جو کہ لفظ رجم اور اس سے متعلق حضرت عمر کے واقعہ کو ذکر کرتی ہیں، بہت زیادہ اضطراب کا شکار ہیں اور انھیں نقل کرنے والوں نے بھی انہی اضطرابات کے ساتھ نقل کیا ہے کہ ان میں سے حاکم، نسائی، ابن حزیس اور البرہان سے منقول الاتقان ہیں۔ ان روایات پر اس کے علاوہ دو اور اعتراض ہیں۔

پہلا یہ کہ۔ جن عبارتوں کے بارے دعویٰ کیا گیا ہے کہ قرآن سے تھیں قرآن کے ساتھ کوئی نسبت نہیں رکھتیں بلکہ پھلوں میں پیاز اور تاج سلطان کے جواہر کے درمیان کوئلے کی مانند ہیں۔

دوسرا یہ کہ۔ یہ دعویٰ کرنا کہ قرآن کی بہت سی آیات ضائع ہوگئیں اس سے خداوند عالم کے سورہ حجر/۱۰۰۶ "انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون" کے فرمان کا جھٹلانا لازم آئے گا لھذا خود قرآن کے حکم سے اس دعویٰ کو جھٹلانا ضروری ہے۔ الاتقان کی روایات میں سے صرف ایک روایت تلاوت کے منسوخ ہونے کی صراحت کرتی ہے جو طبرانی کی ابن عمر سے منقول روایت ہے اب کیسے ایک روایت اسلامی معاشرہ میں قرآن

Presented by www.ziaraat.com

کریم کے بارے میں ایسا دعوی کرسکتی ہے اور اسے قبول بھی کرلیا جاتا ہے"؟ [۱۱] یہاں تک مرحوم بلاغی کا کلام تھا۔

۴۔ یہاں اس نکتہ کا اضافہ ضروری ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے لوگوں تک آیات کے پہنچانے میں کسی کوشش سے دریغ نہیں کیا۔ حتی کہ آنحضرتؐ دوسرے شہروں اور قبیلوں کی طرف معلم بھیجتے تھے تاکہ وہ قرآن کی تعلیم دیں۔ یمن اور مکہ بھی آنحضرتؐ نے قاری بھیجے۔ اگر نسخ تلاوت والی بات صحیح ہوتی تو پیغمبرؐ یقیناً ناسخ آیات کے بیان کرنے کے لیئے کسی کو تمام جگہوں حتی کہ قبیلوں کے پاس بھیجتے پس آیات کے بارے میں آنحضرتؐ اتنے اہتمام اور دقت کے باوجود کیسے بڑے صحابہ کہ جنہیں پیغمبرؐ نے قرآن کو اخذ کرنے کا حکم بھی دے رکھا تھا۔ اشتباہ کا شکار ہوئے اور منسوخ آیات کی روایت کرتے رہے؟ اور ابی ابن کعب ابن مسعود، حضرت عمر ابن خطاب بلکہ حضرت عائشہ جیسے دوسرے صحابی کیسے اس جیسی غلطی کا شکار ہوئے؟ ہماری بات کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے کہ جسے خود یہ حضرات پیغمبرؐ کی فراموشی کے بارے میں نقل کرتے ہیں اگرچہ ہمارے نزدیک یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ روایت کا مضمون یہ ہے کہ پیغمبرؐ سورۂ مؤمنین کی ایک آیت بھول گئے تو بعد میں آنحضرتؐ نے ابی ابن کعب کی ملامت فرمائی کہ کیوں یاد نہیں دلایا؟ تو ابی ابن کعب نے عرض کی میں نے خیال کیا کہ یہ آیت منسوخ ہوگئی ہے تو پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا "اگر منسوخ ہوچکی ہوتی تو میں تمہیں اسکی خبر دیتا"۔ [۱۲] ہماری نظر میں اگرچہ یہ روایت صحیح نہیں ہے چونکہ ہم پیغمبرؐ کو نسیان اور فراموشی سے معصوم سمجھتے ہیں لیکن روایت میں ایک نکتہ ہے جو ہماری توجہ طلب کرتا ہے اور اہل سنت نے بھی اسے روایت کیا ہے وہ یہ ہے کہ پیغمبرؐ نے فرمایا اگر نسخ ہوئی ہوتی تو میں تمہیں اسکی خبر دیتا۔

---

(۱۱) الہدی الی دین المصطفی ج ۱ / ص ۳۳۹۔

(۱۲) اصول سرخسی ج ۲ / ص ۵۵۔

Presented by www.ziaraat.com

۵ ـ آیت " سنقرئک فلا تنسی الاّ ما شاء اللہ " بھی اس مطلب کو بیان کرنے کے بارے میں نہیں ہے جس کا ان دعوی کرنے والوں نے خیال کیا ہے کیونکہ آیت میں استثناء اس لحاظ سے نہیں ہے کہ پیغمبرؐ سے نسیان واقع بھی ہوا ہے بلکہ در حقیقت آیت پیغمبرؐ پر خدا کے احسان کے بیان کے لیئے ہے اور معنی نہیں رکھتا کہ احسان کے ساتھ ساتھ پیغمبرؐ بعض آیات بھلادیں۔ آیت میں استثناء خدا کی قدرت کے عموم اور اطلاق کے بیان کے لیئے ہے جیساکہ ذیل کی آیات میں استثناء ہوا ہے۔

" و لئن شئنا لنذھبن بالذی اوحینا الیک ثم لا تجدلک بہ علینا وکیلاً "(۱)

اور " و امّا الذین سعدوا ففی الجنۃ خالدین فیہا مادامت السموات والارض الا ما شاء ربک عطاءً غیر مجذوذ "(۲)

بہرکیف مذکورہ بالا آیتیں خدا کی تمام حالات میں قدرت کو ذکر کر رہی ہیں۔ اگرچہ بعض موارد میں خدا نے اس قدرت کے عمومی ہونے کا تذکرہ نہیں کیا۔

۶ ـ اور آیت " و لئن شئنا لنذھبن بالذی اوحینا الیک " کا جواب بھی وہی اوپر والا ہے کہ خدا نے اپنی قدرت کی عمومیت کا ذکر کیا ہے۔

۷ ـ آیت " ما ننسخ من آیۃ او ننسھا نات بخیر منہا ــــ " سے جو استدلال کیا گیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت چند دلیلوں کی بناء پر نسخ کے معنی میں نہیں ہے۔

پہلی یہ کہ : لفظ "آیۃ" جہاں بھی قرآن میں مفرد صورت میں آئی ہے اس سے مراد عظیم اور خارق العادۃ (خلاف عادت) کام ہے جو کہ خدا کی طرف سے انجام پاچکا ہو۔

---

(۱) اسراء آیہ ۸۶ ۔

(۲) ھود آیہ ۱۰۸ ، المیزان ج ۲۰ ص ۲۶۶ ۔

جیسے " و ما نرسل بالآیات الا تخویفا "[1] اور " ما ننسخ من آیۃ او ننسھا " و غیرہ اور لفظ "آیت قرآن کے ایک حصّہ کے معنی میں قرآن میں بالکل نہیں آیا اور نہ ہمارے پاس ایسے استعمال پر دلیل ہے بلکہ یہ استعمال بعد میں ہوا ہے"۔

دوسری یہ کہ ۔ بالفرض مان لیں کہ نسخ ۔ آیت میں اپنے اصطلاحی معنی میں ہے تو بھی عرض ہے کہ آیت " ما ننسخ من آیۃ او ننسھا ــــ " اہل کتاب اور مشرکین کی طرف اشارہ اور ان پر اعتراض ہے لہذا نسخ سے مراد سابقہ شریعتوں کے بعض احکام کا نسخ ہوگا اور مقام قرینہ حالیہ کے باب سے ہے۔[2] لہذا یہ بعید نہیں ہے کہ نسخ کی دوسری کوئی قسم ہو کیونکہ آیت کا ذیل وضاحت کے ساتھ آپ کو ایک آسمانی اور قدرت بشری سے ماوراء چیز بتلاتا ہے جس کے لیے قدرت مطلقہ کی ضرورت ہے اور کسی میں یہ صلاحیت نہیں کہ آیت کے تحقق کو روک سکے اور اسکے لیے خدا کے علاوہ کوئی ناصر نہیں ہوگا اس کے بعد آیت مخاطبین کو توبیخ کرتی ہے کہ وہ چاہتے ہیں اپنے پیغمبرؐ سے بنی اسرائیل کی طرح کے مطالبات کریں مثلا انھیں خدا دکھلائے۔ آپ آیات میں اچھی طرح غور کریں آیات کے سیاق و سباق کو دیکھیں تاکہ ہمارے دعوے کی حقیقت روشن ہوسکے۔

" ما ننسخ منْ آیَۃ او ننسھا نات بِخَیْرٍ منھا او مِثْلِھا الَمْ تَعْلَمْ اَ نَ اللہ علی کلِّ شیئ قدیْر اَ لمْ تَعْلَمْ اَ نَ اللہ لَہٗ مُلْکُ السَّماواتِ والاَ رضِ و مَا لکم منْ دونِ اللہ منْ ولِیٍ وَ لا نصیرٍ ام تریدُ ونَ اَ نْ تَسْئَلوا رَ سُولکم کَمَا سُئل مُوسیٰ منْ قَبْلُ "[3]

---

(1) بعض محققین نے اس کیطرف اشارہ کیا ہے۔

(2) کلمہ (آیۃ) آسمانی کتابوں کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے " الم یاتکم رسل منکم یتلون علیکم آیات ربکم " سورہ زمر آیہ 71 سورہ آل عمران آیہ 104 ۔

(3) سورہ بقرہ آیہ 106 ، 108 ۔

Presented by www.ziaraat.com

تیسری یہ کہ ۔ جن آیات کے بارے میں نسخ کا دعوی کیا گیا ہے تو وہ مکمل طور پہ قرآن میں باقی رہی ہیں اور صدر اسلام سے لیکر آج تک مورد بحث اور محل اثبات و نفی رہی ہیں۔ روایات میں بھی کوئی ایسی بات نہیں ہے کہ پیغمبرؐ کے زمانے میں آیت یا آیات نسیان کا شکار ہوئی ہوں سوائے چند ایک ضعیف روایات کے کہ جو قابل توجہ نہیں ہیں۔ ہم آئندہ فصل میں بہت سے دعوی شدہ موارد کو ایک ایک کرکے ذکر کریں گے۔

چوتھی یہ کہ ۔ بھلانا آیا صرف منسوخ ہونے والی آیات کو شامل تھا؟ یا غیر منسوخ آیات کو بھی شامل تھا؟ اگر صرف منسوخ آیات تک محدود تھا تو پھر "انساء" اور "نسخ" میں کوئی فرق نہیں رہے گا اور اگر بھلانا (انساء) غیر منسوخ آیات کو بھی شامل تھا تو اس کا لازمہ یہ ہے کہ بہت سی آیات ضائع ہوچکی ہوں اور شریعت ناقص رہ گئی ہو جس کے نتیجے میں اعمال میں کوتاہی لازم آئے گی اور یہ چیز قابل قبول نہیں ہوسکتی۔

پانچویں یہ کہ ، اگر یہاں "آیۃ" سے مراد قرآنی آیت ہو تو پھر معنی نہیں رکھتا کہ کہا جائے "**بخیر منہا او مثلہا**" کیونکہ منسوخ ہونے والی آیت ان حالات میں بہترین آیت تھی اور بالکل صحیح جگہ پر موجود تھی اور اپنے ماحول اور زمانے کے ساتھ مکمل تناسب اور مطابقت رکھتی تھی حالات بدلنے اور موضوع کی تبدیلی کے بعد ایک نئے حکم اور نئی آیت کی ضرورت محسوس ہوئی لھذا نئی آیت نہ پہلی آیت کی مثل ہے اور نہ اس سے بہتر بلکہ اس نئی آیت کے علاوہ ان حالات میں جو بھی ہو وہ مضر اور مفسد ہے۔ آیت ناسخ اور منسوخ آیات دونوں اپنے اپنے حالات میں بہترین تھیں نہ کہ ایک دوسری سے بہتر تھی۔ کوئی ایک بھی دوسری کی جگہ پر نہیں آسکتی مختصر یہ کہ اگر موضوع نہ بدلے تو نسخ نہیں ہوگا اور اگر موضوع بدل جائے تو دو مورد میں موازنہ اور ایک کو دوسری سے برتر سمجھنا غلط ہے۔ ممکن ہے اس مذکورہ بالا بیان پر اعتراض کیا جائے کہ ناسخ آیت کے بہتر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جب سے تبدیلی ہوئی ہے اور نئی آیت کی غرض کے تحقق میں ضرورت محسوس ہوئی ہے اس وقت سے یہ آیت اس سابقہ آیت سے بہتر یا اسکے مانند ہے ۔ لھذا ہر آیت اپنے زمانے

Presented by www.ziaraat.com

میں سابقہ آیت سے بہتر یا اسکی مانند ہے۔ لیکن یہ اعتراض صحیح نہیں ہے کیونکہ آیت میں " مثلہا " کی بات ہے کہ اس جیسی ہوگی جبکہ شرائط کے بدلنے کی صورت میں مماثلت معنی نہیں رکھتی اور " انساء " میں تو اصلاً مماثلت کہنا ہی بے جا اور لغو ہے۔

سابقہ تمام دلیلوں کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ آیت میں لفظ " آیت " سے مراد قرآن کریم کا ایک حصّہ (جیساکہ آیت کے اصطلاحی معنی) نہیں ہے. بلکہ مراد وہ خلاف عادت کام اور معجزہ ہے کہ جو خدا لوگوں کو ڈرانے، انھیں متوجہ کرنے یا ان کے دلوں کو مضبوط کرنے کی خاطر انجام دیتا ہے۔

ابراھیمؑ اور موسیٰؑ کے صحف (صحیفے)

بعض لوگ نسخ تلاوت اور حکم کو ابراھیمؑ اور موسیٰؑ کے صحف میں واقع سمجھتے ہیں اور اسے ایک مسلّم امر شمار کرتے ہیں کیونکہ یہ آسمانی کتابیں نازل ہوئیں اور ان پر عمل کیا جاتا رہا اور اب ان پر نہ ہی عمل ہوتاہے اور نہ انکی تلاوت ہوتی ہے پس کہنا پڑے گا کہ ان کتابوں کی تلاوت اور حکم دونوں منسوخ ہوگئے ہیں۔ [1] کسی کام کا واقع ہونا اس کے امکان پر بہترین دلیل ہے لیکن ہماری نظر میں دو وجوہ کی بناء پر یہ دعویٰ ناقابل قبول ہے۔

پہلی تو یہ کہ، موسیٰؑ و ابراھیمؑ کے صحف اس قسم کے نسخ میں داخل نہیں سمجھے جاسکتے صرف اتنا کہا جاسکتاہے کہ یہ کتابیں ہمارے ہاتھ میں نہیں ہیں اور بالفرض اگر ہمارے ہاتھ میں یہ کتابیں ہوں تو انکی تلاوت کیا اشکال و عیب رکھتی ہے اور انھیں کیوں پڑھا نہیں جاسکتا ؟

---

(۱) اصول سرخسی ج۲ ص ۷۸۔

Presented by www.ziaraat.com

اور ان صحف کے بعض احکام یقینا منسوخ ہوئے ہیں لیکن یہ ایک دوسری بات ہے جس کا لازمہ نسخ نہیں ہے۔

دوسری یہ کہ، کس نے کہا ہے کہ ان صحف اور زُبُر کے بارے میں قرآن کی مانند احکام موجود تھے جیسے جنب کی حالت میں انھیں مس کرنے کا حرام ہونا یا نماز وغیرہ میں انکی تلاوت کا واجب ہونا وغیرہ؟ ہمارے پاس اس مطلب پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ لہذا تلاوت کا منسوخ ہونا یا نہ ہونا ہمارے مقصد میں کوئی تاثیر نہیں رکھتا۔

تلاوت کا منسوخ ہونا ہماری مشکل حل نہیں کرتا:

مذکورہ بالا تمام اعتراضات سے قطع نظر بالفرض نسخ تلاوت صحیح بھی ہو۔ تو بھی مشکل کو حل نہیں کرتا اور دعوی داروں کو کوئی فائدہ نہیں دیتا کیونکہ بہت سی روایات جو قرآن کی بعض سورتوں یا آیات کے حذف کا دعوی کرتی ہیں صراحت یا ظہور رکھتی ہیں کہ یہ آیات اور سورتیں پیغمبرؐ کی وفات کے بعد تک قرآن کی صورت میں موجود تھیں آپ درج ذیل موارد پر دقت کریں۔ حضرت عمر کا اصرار کرنا کہ آیت رجم کو اپنے ہاتھ سے قرآن میں لکھے گا۔

"پانچ دفعہ دودھ پلانے والی آیت" وفات پیغمبرؐ کے بعد تک قرآن کا جزء تھی اور پڑھی جاتی تھی "رضاع کبیر اور آیت رجم کا واقعہ" جو صحیفہ پر لکھی ہوئیں حضرت عائشہ کے بستر کے نیچے تھیں اور پیغمبرؐ کے غسل و کفن کی مصروفیات میں بکری انہیں کھا گئی "خلع" اور "حفد" نام کی دو سورتیں جو کہ مصحف ابی ابن کعب میں موجود تھیں۔

سورہ برائت کے ابتدائی حصے کا "بسم اللہ الرحمن الرحیم" سمیت ساقط ہوجانا۔ قرآن کی بہت سی آیات کے ضائع ہوجانے کا واقعہ اور مسیلمہ کے ساتھ جنگ میں کچھ صحابہ کی موت کی وجہ سے قرآن کے بہت سے کلمات اور آیات کا ضائع ہوجانا اور یہ داستان کہ موجودہ قرآن اصلی قرآن کا ایک تہائی بھی نہیں ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

اس کے علاوہ بہت سے دوسرے موارد ہیں کہ اس مختصر کتاب میں انکے بیان کی گنجائش نہیں ہے ان حوالوں کی طرف رجوع کریں جو ہم نے سابقہ بحثوں میں ذکر کیئے ہیں اسی طرح دوسری روایات جو کہ قرائتوں کو نقل کرتی ہیں اور ضمنی طور پہ آیات میں رد وبدل پہ دلالت کرتی ہیں اور کنایہ کی صورت میں قرآن کی تحریف کی طرف اشارہ کرتی ہیں انہیں بھی دیکھا جاسکتا ہے۔ اسی طرح وہ آیات کہ بعض صحابہ ان کے جزء قرآن ہونے پہ اصرار کرتے تھے اور دوسرے موارد کہ جو پیغمبرؐ کی وفات کے بعد پیش آئے ان کو بھی ملاحظہ کریں۔ یقینا یہ موارد بہت زیادہ ہیں۔

پیغمبرؐ کی وفات کے بعد نسخ۔

مذکورہ بالا موارد کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جس نسخ کا دعویٰ کیا گیا ہے اگر وہ ان موارد پہ مشتمل ہو تو یہ نسخ گویا پیغمبرؐ کی وفات کے بعد ہوا ہے حالانکہ یہ بات قابل قبول نہیں ہے۔ بزرگ علماء نے اسے قطعی دلیلوں کے ساتھ رد کردیا ہے۔ نسخ کی یہ قسم کسی فرق کے بغیر بالکل وہی تحریف ہے۔ جبکہ خود یہ لوگ دوسروں پہ یہ الزام لگاتے ہیں کہ تم نے قرآن کی طرف تحریف کی جھوٹی نسبت دی ہے کیونکہ معنی نہیں رکھتا کہ ایک آیت پیغمبر اکرمؐ کی وفات کے بعد تک باقی ہو پڑھی جاتی اور اس پہ عمل کیا جاتا ہو اس کے بعد یہ آیت بھلا دی جائے اور ضائع ہوجائے یہ تحریف کے سوا کچھ نہیں۔

اس بارے میں سرخسی کہتا ہے۔ اس قسم کا نسخ مسلمانوں کے لیئے قابل قبول نہیں ہے اور نہ اسے مسلمان جائز سمجھتے ہیں بعض ملحد جنہوں نے ظاہری طور پہ اسلام کو قبول کیا اور در حقیقت ان کا مقصد فتنہ وفساد پھیلانا تھا وہ اس قسم کے نسخ کو پیغمبرؐ کی وفات کے بعد بھی جائز سمجھتے ہیں اور اس کے لیئے حضرت ابوبکر سے مروی اس آیت " لا ترغبوا عن آبائکم فانه کفر بکم ـــــ " کو دلیل بناتے ہیں۔

اس کے بعد سرخسی دوسرے موارد ذکر کرتا ہے کہ ان میں سے ہی وہ دعویٰ ہے کہ جو "بئر معونہ" کے واقعہ سے متعلق نازل شدہ آیات میں کیا گیا ہے اسی طرح آیت رجم یا سورہ احزاب کا سورہ بقرہ سے بڑا ہونا یا دونوں کا برابر ہونا بھی ان موارد میں سے ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

سرخسی مزید کہتا ہے۔ "تحقیق سے ثابت ہوچکا ہے کہ پیغمبرؐ کی وفات کے بعد شریعت کا کوئی حصہ منسوخ نہیں ہوا اگر ہم پیغمبرؐ پہ نازل ہونے والی بعض چیزوں کے بارے میں نسخ کو جائز قرار دیں تو پھر تمام وحی کے بارے میں یہ احتمال دینا پڑے گا جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وحی سے کچھ بھی باقی نہ رہے جبکہ شرعی فرائض ابھی تک باقی ہیں اس سے بڑا گھٹیا دعویٰ اور کیا ہوسکتا ہے؟ جو بھی اس غلط عقیدے کا دروازہ کھولتا ہے تو پھر اسے کہاں سے اطمینان ہے کہ اس کے تمام یا بعض اعمال پیغمبر اکرمؐ کی شریعت کے خلاف نہ ہوں کیونکہ ہوسکتا ہے خدا نے پیغمبرؐ کے بعد بھی کچھ احکام منسوخ کردیئے ہوں اور لوگوں کو شریعت رسولؐ کے خلاف الہام کردیا ہو۔"[1]

دودھ پلانے کی مقدار سے متعلق حضرت عائشہ کی حدیث کو رد کرتے ہوئے استاد سایس کہتا ہے "اس حدیث پہ اعتماد نہیں کیا جاسکتا کیونکہ سب کا اس بات پہ اتفاق نظر ہے کہ پیغمبر اکرمؐ کی وفات کے بعد نسخ کا امکان نہیں ہے نہ کلی طور پہ نہ جزئی طور پہ اور یہ حدیث اجماع کے مقابلے میں واضح خطاء ہے۔"[2] ــــ استاد سایس کے شاگرد استاد عریض نے استاد کی بات پہ تبصرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ "ــــ استاد کا نظریہ صحیح ہے اور ہمارا بھی یہی عقیدہ ہے جس پہ ہم خدا کی عبادت کرتے ہیں صرف یہی عقیدہ ہے کہ جسکے ذریعے ہم خدا کی کتاب پہ طعن کرنے والوں کے خلاف کھڑے ہوسکتے ہیں اور ملحدین و کفار کو خدا کی کتاب میں دخل و تصرف کی اجازت نہیں دیتے۔"[3]

---

(۱) اصول سرخسی ج ۲ ص ۷۸، ۸۰، اکذوبۃ تحریف القرآن ص ۳۷، التمہید ج ۲ ص ۲۸۰۔

(۲) التمہید ج ۲ ص ۲۸۲ منقول از فتح المنان عریض ص ۲۱۹، ۲۱۷۔

(۳) التمہید ج ۲ ص ۲۸۲ فتح المنان ص ۲۱۹ سے منقول۔

Presented by www.ziaraat.com

سنت کے ذریعے قرآن کا منسوخ ہونا :

اس کے علاوہ کہ ان دعویٰ داروں کی اصطلاح میں نسخ کی روایات خبر واحد ہیں اور علماء کا اجماع ہے کہ خبر واحد کے ساتھ کتابِ خدا کو منسوخ نہیں کیا جاسکتا۔[1] اور قطان نے جمہور کی طرف اس کی نسبت دی ہے۔[2] اور رحمت اللہ ہندی (جیسا کہ علامہ حلی نے مبادی الاصول میں نقل کیا ہے) اس نظریہ کی یوں توجیہ کرتا ہے کہ اگر خبر واحد کسی مطلب کو ثابت کرے اور قطعی ادلہ اسکی تائید نہ کرتی ہوں تو اس مطلب کو رد کردینا چاہیئے۔[3] شافعی اور اکثر اہل ظاہر نے قطعی حکم لگایا ہے کہ قرآن کو متواتر سنت کے ذریعے بھی منسوخ نہیں کیا جا سکتا ہے۔ احمد ابن حنبل نے بھی اس سے منقول دو روایتوں میں سے ایک میں قرآن کے متواتر سنت کے ساتھ منسوخ نہ ہوسکنے کی تصریح کی ہے۔

اور جو اس نسخ کو ممکن سمجھتے ہیں وہ بھی وقوع کے قائل نہیں ہیں اگرچہ محال نہیں ہے۔[4] اس کے باوجود کہ اگر احادیث متواتر ہوتیں تب بھی قرآن کی ناسخ نہیں ہوسکتی تھیں چہ جائیکہ احادیث واحد، ضعیف السند اور کمزور متن پر مشتمل ہیں۔

ابوبکر رازی کی نظر میں نسخ تلاوت :

ابوبکر رازی نسخ تلاوت کو اس طرح تصور کرتا ہے، تلاوت اور رسم الخط کا منسوخ ہونا اس طرح ہے کہ خدا لوگوں کو فراموشی سے دوچار کردیتا ہے۔ آیات ان کے حافظے سے مٹ جاتی ہیں اور انھیں حکم دیتا ہے کہ ان آیات کی تلاوت اور مصحف میں انہیں لکھنے سے باز رہیں لہذا وقت گذرنے کے

---

(۱) الموافقات ج ۳ ص ۱۰۶۔

(۲) مباحث فی علوم القرآن ص ۲۶۲۔

(۳) اظہار الحق ج ۲ ص ۹۰۔

(۴) الاحکام فی اصول الاحکام آمدی ج ۳ ص ۱۶۵، البیان خوئی ص ۲۸۳، مباحث فی علوم القرآن ص ۲۶۲، اصول سرخسی ج ۲ ص ۶۷ شافعی سے الرسالہ میں منقول۔

Presented by www.ziaraat.com

ساتھ ساتھ لوگوں کے ذہنوں سے آیات منسوخہ مٹ جاتی ہیں۔ جیساکہ سابقہ آسمانی کتابوں کے ساتھ بھی یہی ہوا، خدا نے ان کتابوں کے بارے میں یوں فرمایا ہے " ان هذا لفی الصحف الاولی صحف ابراهیم و موسی "۔[1] اور ان کتابوں کا کوئی اثر باقی نہیں رہا۔[2]

یا سرخسی تلاوت اور حکم کے نسخ کے بارے میں کہتا ہے "۔ اس کے دو طریقے ہیں۔ ۱۔ خدا آیات کو دلوں سے پاک کردے ۲۔ حافظ ان آیات کو دوسروں تک پہنچانے سے پہلے مرجائیں "۔[3]

اگر نسخ تلاوت کا مطلب یہی ہے جو رازی اور سرخسی کہتے ہیں تو دعوی شدہ آیات میں سے کوئی بھی ایسی نہیں جسے منسوخ التلاوۃ کہہ سکیں بلکہ من گھڑت جملے ہونگے جنہیں ہر شخص نے اپنی مرضی سے گھڑا ہے، کیونکہ ان جملوں میں سے کوئی بھی لوگوں کے دلوں اور کتاب (قرآن) کے صفحوں سے مٹا نہیں ہے اور آج تک ان کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اس کا مطلب ہے لوگوں نے انھیں فراموش نہیں کیا بلکہ لوگ بے پرواہی سے ان سے گذر جاتے ہیں اور یہ بے پروا ہی، رازی کے دعویٰ کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اس لیئے کہ لوگ انھیں نہ صرف یہ کہ قرآن سے نہیں سمجھتے بلکہ ان جملوں کے مطالب اور مفاہیم قرآن سے قریب تک نہیں ہیں اس کے علاوہ کہ رازی کی بات بنیادی طور پہ بے دلیل دعویٰ ہے جس کی تائید کوئی چیز نہیں کرتی سرخسی آیت " انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون " پہ اعتماد کرتے ہوئے نسخ تلاوت کی رد میں کہتا ہے " اس قول کا لازمہ، ہمارے پاس موجود احکام سے اطمینان کا اٹھ جانا ہے۔ اس بیان سے واضح ہوجائے گا کہ قرآن کا پیغمبرؐ کے بعد منسوخ ہونا جائز نہیں ہے چاہے بھلا دیئے جانے سے ہو یا کسی اور طریقے سے اور جو دعوی اخبار و روایات نے اس بارے میں کیا ہے وہ اخبار شاذ ہیں اور ان میں سے کوئی بھی صحیح نہیں ہے "۔[4]

---

(۱) سورہ اعلیٰ ۱۸، ۱۹۔

(۲) الامام الصادق ص ۳۳۰ الاتقان ج ۲/ ص ۲۶ سے منقول، البرہان زرکشی ج ۲/ ص ۴۰۔

(۳) اصول سرخسی ج ۲/ ص ۷۸۔

(۴) اصول سرخسی ج ۲/ ص ۷۹۔

Presented by www.ziaraat.com

دوسری فصل

نسخ تلاوت، افکار و روایات کے آئینے میں

نکتہ آغاز:

اس فصل میں ہم بعض ایسی روایات ذکر کریں گے جن میں بعض سوروں یا قرآن کی بعض آیات کے حذف ہونے کا دعوی کیا گیا ہے یا ان کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ ان کی تلاوت منسوخ ہوگئی یا ایک بکری انہیں کھاگئی ان روایات کے ذکر اور تنقید کے بعد واضح ہوجائے گا کہ یہ روایات باطل اور نامعقول ہیں یا ان سے غلط مطلب لیا گیا ہے یا ان جیسی روایات کے ذکر کرنے سے کوئی خاص ہدف مد نظر تھا وہ روایات یہ ہیں: "لا یملأ جوف ابن آدم الا التراب" منقول ہے کہ ابوموسی اشعری [1] نے بصرہ کے قاریوں کو جمع کیا، انکی تعداد تین سو تک تھی ابو موسی نے اپنی گفتگو کے دوران کہا ہم پہلے قرآن کی کچھ سورتوں کی تلاوت کرتے تھے کہ لمبائی اور لہجے میں تیزی

---

(1) پتہ نہیں ابوموسی نے کس مقصد کے لئے قاریوں کو جمع کیا سوائے اس کے کہ وہ ان پر اپنی فضیلت ثابت کرنا چاہتا تھا، اور یہ کہنا کہ وہ اس کے ذریعے حکومت پر اعتراض کرنا چاہتا تھا چونکہ قرآن کے جمع کرنے میں اسکی مدد طلب نہیں کی گئی تھی تو یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ ابوموسی حکومت کا حامی تھا اور حکمرانوں کی طرف سے کوفہ کا گورنر بنایا گیا تھا اور اس کا اوڑھنا بچھونا انہیں کی محبت تھی۔

Presented by www.ziaraat.com

کے لحاظ سے برائت کے تک بھگ تھیں لیکن اب ہم ان سورتوں کو بھول چکے ہیں اور ان سورتوں سے صرف ہمیں یہ چند آیات یاد ہیں اگر بنی آدم کے پاس مال سے بھرے دو دشت ہوتے تو وہ تیسرے دشت کے پیچھے جاتا اور آدمی کے پیٹ کو صرف مٹی ہی بھر سکتی ہے۔ اسی طرح ہم ایک سورہ پڑھتے تھے جسے ہم "سورۃ مسبحات" سے تشبیہ دیتے تھے اس سورہ کو بھی ہم درج ذیل آیات کے علاوہ بھول چکے ہیں۔ "اے وہ لوگ جو ایمان لائے کیوں اس پر عمل نہیں کرتے جو کہتے ہو؟ ہم تمہاری اس بے عمل کلام کو گواہی کے عنوان سے تمہاری گردن میں لٹکائیں گے اور قیامت کے دن اس گفتگو کے بارے میں تم سے سوال کیا جائے گا" بہت سی کتابوں میں "سورہ بینہ" کی بعض آیات کے حذف ہونے کا تذکرہ آیا ہے ان آیات میں سے یہ جملہ بھی ہے"۔ آدمی کے پیٹ کو مٹی کے علاوہ کوئی چیز پر نہیں کر سکتی اور جو توبہ کرے خدا اسے قبول کرلیتا ہے" و یتوب اللّٰہ علی من تاب"۔ یہ عبارت درج ذیل افراد سے نقل ہوئی ہے انس، ابن عباس، ابوہریرہ، ابن زبیر، بریدہ، ابی ابن کعب، ابوواقد لیثی، طاؤس اور ابوموسیٰ اشعری [۱] حتیٰ راغب کہتا ہے ابن مسعود نے یہ عبارت اپنے مصحف میں لکھی تھی۔[۲]

---

(۱) مندرجہ بالا عبارت کے لیئے درج ذیل حوالوں کیطرف رجوع کریں مستدرک حاکم ج/ ۲ ص ۲۲۴، تلخیص مستدرک ذہبی اس کے حاشیہ پر صحیح مسلم ج/ ۳ ص ۱۰۰۔ صحیح ترمذی ج/ ۵ ص ۳۲۲، مشکل الآثار ج/ ۲ ص ۴۱۹، حلیۃ الاولیاء ج/ ۳ ص ۱۸۷، ج/ ۱ ص ۲۵۱، المصنف صنعانی ج/ ۱۰ ص ۴۳۹، مسند احمد ج/ ۵ ص ۱۳۱، ۱۳۲، البرہان زرکشی ج/ ۲ ص ۳۷، ۳۹، جامع البیان طبری ج/ ۱ ص ۳۸۱، الاتقان ج/ ۲ ص ۲۵، البیان خوئی ص ۲۲۲، حیاۃ الصحابہ ج/ ۳ ص ۳۹۹، محاضرات الادباء ج/ ۲ جزء ۴ ص ۴۳۴، تاریخ القرآن ابیاری ص ۲۲، تفسیر الصراط المستقیم ج/ ۱ ص ۴۴۳، ۳۲۵، تاریخ الاسلام ذہبی ج/ ۲ ص ۲۸۸، کنز العمال ج/ ۲ ص ۲۵۸، ۳۳۰ طبرانی، ابی عوانہ اور سعید ابن منصور سے منقول، مجمع الزوائد ج/ ۷ ص ۱۴۰، ۱۴۱ احمد سے منقول، طبرانی الاوسط میں ابن ماجہ اور ترمذی سے منقول، جامع الصغیر ج/ ۲ ص ۱۴۱ صحیح بخاری، تاریخ بخاری، بزاز اور ابن ماجہ سے منقول، الدر المنثور ج/ ۱ ص ۱۰۵، ۱۰۶، و ج/ ۲ ص ۳۷۸ متعدد حوالوں سے منقول، اکذوبۃ تحریف القرآن ص ۳۰ جامع الاصول ج/ ۳ ص ۵۵ سے منقول۔

(۲) محاضرات الادباء ج/ ۲ ص ۴۳۴ جزء ۴

ہم اس عبارت پر چند وجوہ کے ساتھ تنقید کریں گے

ایک تو یہ کہ، یہ عبارتیں کسی لحاظ سے اسلوب قرآن کے ساتھ مشابہ نہیں ہیں اور بلاغت قرآن کی روح سے کوسوں دور ہیں اور "فکر معادی" حقیقتاً ان پر صدق کرتا ہے اور اس سے آگے بڑھ نہیں سکتیں۔

دوسری یہ کہ، یہ جملہ "**و لا یملأ جوف ابن آدم**" کو بعض نے پیغمبرؐ کے کلام کے طور پر نقل کیا ہے نہ قرآنی آیت کے عنوان سے اسے روایت کے طور پر نقل کرنے والے مندرجہ ذیل افراد ہیں ابن عباس (۱) انس (۲) طاؤس (۳) سعد ابن ابی وقاص (۴) اور بریدہ (۵)

تیسری یہ کہ، انس اور ابن عباس دونوں سے منقول ہے انھوں نے مذکورہ بالا عبارت "**لا یملأ جوف ابن آدم الا التراب**" کے بارے میں کہا ہے:۔ ہمیں نہیں معلوم کہ یہ آیت تھی یا پیغمبرؐ کا کلام "یا کہا ہے:۔ ہمیں نہیں معلوم یہ قرآن کا جملہ ہے یا نہیں" (۶) اسی طرح ابیؓ ابن کعب سے بھی اس جملے کے بارے میں شک و تردید منقول ہے (۷)

چوتھی یہ کہ، اس روایت میں دو سورتوں کا تذکرہ ہے کہ ابوموسی جنھیں بھلا چکا ایک سورہ برائت کے برابر اور دوسری "**مسبحات**" کے مشابہ اور پھر ابوموسی کو ہی یاد رہ گئی ہیں ہمیں نہیں معلوم کہ ابوموسی کے علاوہ کیوں کسی اور صحابی نے ان دو سورتوں کو ذکر نہیں کیا؟

---

(۱) ذکر اخبار اصبہان ج/ ۲ ص ۲۸۳، مسند احمد ج/ ۵ ص ۱۱۷، کنز العمال ج/ ۲ ص ۳۴۰۔

(۲) صحیح مسلم ج/ ۳ ص ۹۹، ۱۰۰۔

(۳) مصنف صنعانی ج/ ۱۰ ص ۴۳۶۔

(۴) المعجم الصغیر ج/ ۱ ص ۳۹۔

(۵) مشکل الآثار ج/ ۲ ص ۴۱۷، ۴۱۸۔

(۶) صحیح مسلم ج/ ۳ ص ۱۰۰، سنن دارمی ج/ ۲ ص ۳۱۸، ۳۱۹۔

(۷) الدر المنثور ج/ ۲ ص ۳۷۸ ابن خریس سے منقول، مشکل الآثار ج/ ۲ ص ۴۲۰، ابیؓ سے منقول ہے، کہ ہم اس عبارت کو قرآن سے سمجھتے تھے اگر ـــــ۔

اور کیوں صحابہ میں سے کسی نے بھی انھیں حفظ نہیں کیا؟ کیا معقول ہے کہ ابوموسیٰ کو تو ایک سورۃ یاد رہے اور بقیہ تمام صحابہ نے اسے بھلا دیا ہو، وحی کے کاتبوں نے کیوں دو سورتوں کو نہیں لکھا اور کیوں ۴۰ کاتبان وحی کو یہ سورتیں لکھنے کی خبر نہ کی جبکہ صورتحال یہ تھی کہ آنحضرتؐ ایک آیت کے لکھنے کے لیئے بھی کاتبوں کو طلب فرما لیتے تھے تاکہ وہ فورا آیت کو لکھ لیں۔

بالآخر، یہی عبارت " لا یملا جوف ابن آدم --- " کے بارے میں ابی ابن کعب کا دعویٰ ہے کہ یہ سورہ " بینہ " میں تھی، حاکم نے اس مطلب کو مستدرک میں نقل کیا ہے مذکورہ بالا حوالوں کی طرف رجوع کرنے سے یہ مطلب واضح تر ہوجائے گا اب آیا سورۂ بینہ وہی سورہ ہے جسے ابوموسیٰ بھول گیا اور سورۂ برائت کے برابر تھی؟ یا یہ کوئی اور سورہ ہے؟ اور اگر کوئی دوسری سورہ ہے تو پھر کیوں یہ جملہ دو، سورتوں میں آیا ہے؟ اور پھر یہ کہ کیوں یہ آیت یا اس جیسی دوسری آیات منسوخ ہوں کیونکہ نسخ صرف احکام میں ہوتا ہے نہ حقائق اور تاریخی مسائل میں۔

خلع اور حفد نام کی دو سورتیں:

منسوخ التلاوۃ آیات اور سورتوں میں سے درج ذیل دو سورتوں کے نام بھی آتے ہیں جن کا مصحف ابن عباس، ابیؓ اور ابوموسیٰ کی قرائت میں دعویٰ کیا گیا ہے۔

۱۔ " اللھم انا نستعینک و نستغفرک و نثنی علیک الخیر و لا نکفرک و۔ نخلع۔ و نترک من یفجرک۔ "

۲۔ " اللھم ایاک نعبد و لک نصلی نسجد و الیک نسعی و۔ نحفد۔ نخشی عذابک و نرجو رحمتک ان عذابک بالکفار ملحق ---"۔

یہ دو عبارتیں سورۂ " خلع " اور " حفد " کے نام سے پہچانی گئی ہیں اور کہا جاتا ہے کہ یہ دونوں ابیؓ ابن کعب اور ابن مسعود کے مصاحف میں بھی موجود

Presented by www.ziaraat.com

تھیں۔(۱) لیکن ہم اس دعویٰ کے جواب میں کہیں گے ۔

پہلے تو یہ کہ ، خود ان کی عبارتیں دیکھ کر اندازہ ہوجاتاہے کہ یہ عبارت قرآن کے بلاغی اسلوب سے کوسوں دور ہے یہ عبارت بہت بے ربط اور اکھڑی اکھڑی سی ہے۔

دوسرا یہ کہ ، یہ کیسے ہوا کہ صرف ابیؒ کو ان سورتوں کی اطلاع ہوگئی اور بقیہ علماء اور قاریوں میں سے کسی نے بھی انھیں روایت نہیں کیا۔

تیسرا یہ کہ ، بالفرض قبول کرلیں کہ یہ عبارتیں جبرائیل پیغمبر اکرمؐ پر لے کر آئے تو کہاں سے معلوم یہ قرآن ہو چونکہ جبرائیل بہت سی چیزیں پیغمبرؐ پر لاتے تھے جو قرآن نہیں ہوتی تھیں جیسے احادیث قدسیہ ، اخبار غیبی اور بہت سے احکام وغیرہ بلکہ بعض آیات کی تفسیریں بھی خود جبرائیل لاتے تھے۔

چوتھا یہ کہ ، صاحب انتصار نے ان دونوں کے قرآنی سورہ ہونے کا انکار کیا ہے اور دوسروں نے بھی اسکی تائید کی ہے وہ اس بارے میں کہتاہے " ۔ یہ جو کہا جاتاہے کہ یہ دونوں ابیؒ ابن کعب کے مصحف میں موجود تھیں اسکی کسی دلیل سے تائید نہیں ہوتی اور ان کے قرآن ہونے پر کوئی شاہد بھی ہمارے پاس نہیں ہے بلکہ یہ ایک قسم کی دعا ہے اگر یہ عبارتیں قرآن کا جزء ہوتیں تو ہم تک ضرور پہنچتیں اور ہم بھی انکے صحیح ہونے کو جان لیتے " یہاں تک کہ کہتاہے "۔ ابیؒ ابن کعب کی طرف یہ نسبت جو دی گئی ہے صحیح نہیں ہے صرف جو کہا گیا ہے وہ یہ ہے کہ ابیؒ

---

(۱) الاتقان ج/ ۱ ص ۶۵ ، ج/ ۲ ص ۲۶ ابن ضریس ، طبرانی نے صحیح بیہقی کے سند سے ، ابی داؤد ، المراسیل میں ابی عبید ، ابو عبید سے منقول طبرانی نے ایک روایت میں ان سورں کی نسبت حضرت علیؑ کی طرف دی ہے اور محمد ابن نصر مروزی سے الصلوۃ میں منقول ، الدرالمنثور ج/ ۶ ص ۴۲۱ ، ابن ابی شیبہ ، المطولات میں ابوالحسن قطان اور طحاوی سے منقول ، البرھان زرکشی ج/ ۲ ص ۳۷ ، ۳۶ ، مناھل العرفان ج/ ۱ ص ۲۵۷ ، کنز العمال ، البیان خوئی ص ۲۲۳ ، ۲۲۴ ، جواہر الاخبار و الآثار برحاشیہ البحر الزخار ج/ ۲ ص ۲۳۹ ، فہرست ابن ندیم ص ۴۰ ، اکذوبہ تحریف القرآن ص ۳۲ ، روح المعانی ج/ ۱ جزء/ ۳ ص ۲۲۳ ۔

نے انھیں اپنے مصحف میں لکھ رکھا تھا جبکہ ابیؓ نے بہت سی چیزیں جو قرآن نہیں تھیں اپنے مصحف میں لکھ رکھی تھیں بلکہ وہ دعا اور تاویل و غیرہ کے باب سے تھیں "زرقانی" اضافہ کرتا ہے کہ یہ وہ دعا ہے جو حنفی بزرگان پڑھتے تھے، اور بعض کہتے ہیں کہ ابی ابن کعب نے یہ دو سورتیں اپنے مصحف میں لکھی تھیں۔ اور انہیں سورہ "خلع" اور "حفد" نام دے رکھا تھا۔"[1] "باقلانی" کہتا ہے "احتمال ہے کہ ابیؓ نے دعائے قنوت اپنی مصحف میں لکھی ہو تاکہ اسے بھولنے نہ پائے جیساکہ ممکن ہے کہ کوئی بعض دعائیں اپنے مصاحف میں لکھ لے[2]۔۔۔"۔

پانچواں یہ کہ، چندروایات میں یہی عبارت دعا کے عنوان سے نقل ہوئی ہے اور اسے قرآن نہیں کہا گیا ہے۔[3] اور وہ روایات جو انھوں نے حضرتؑ سے نقل کی ہیں وہ بھی ان کے قرآن ہونے پر دلیل نہیں ہو سکتی ہیں کیونکہ قنوت میں قرآن کے علاوہ بھی کچھ دعائیں پڑھی جاتی ہیں اس کے علاوہ یہی روایت کبھی "غافقی" اور عبدالملک سے اور گاہے عبدالعزیز اور مروان سے نقل کی جاتی ہے یا حضرت علیؑ کا "غافقی" کو اس کی تعلیم دینا اس کے قرآن ہونے کی دلیل نہیں بصرف اتنا کہا جاسکتا ہے کہ "غافقی" نے اس عبارت کو قرآن سمجھا۔[4] اور اس سے اپنا غلط عقیدہ اپنایا، امامؑ کا قنوت میں اسے پڑھنا اس کے قرآن ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتی۔[5] لیکن حضرت عمرکی روایت میں صراحت پائی جاتی ہے کہ یہ جبرائیل لیکر نازل ہوئے اور پیغمبرؐ کو اسے نماز کے قنوت میں پڑھنے کی تعلیم دی۔[6]

---

(۱) مناہل العرفان ج۱ ص ۲۶۳، برہان زرکشی ج۲ ص ۱۲۸، اکذوبۃ تحریف القرآن ص ۳۵ - ۳۶ ۔

(۲) اعجاز القرآن باقلانی الاتقان کے حاشیے پر ج۲ ص ۱۴۳۔

(۳) اس بارے میں متعدد روایات الدرالمنثور میں موجود ہیں الاتقان ج۱ ص ۶۵ ابن ضریس، بیہقی اور محمد ابن نصر سے منقول، سنن کبریٰ ج۲ ص ۲۱۰، المصنف ج۳ ص ۱۱۲۔

(۴) سابقہ دو حوالوں کے علاوہ کنز العمال۔

(۵) المصنف صنعانی ج۳ ص ۱۱۳ ۔

(۶) الدرالمنثور ج۶ ص ۴۲۱، الاتقان ج۱ ص ۶۵۔

اسی طرح اس کی دو روایتیں تصریح کرتی ہیں کہ یہ دو سورتیں آسمان سے نازل ہوئیں۔ [1] جبکہ ہمارے لیئے اس کا غلط ہونا واضح ہوچکاہے۔ اگر مان لیں کہ یہ عبارتیں آسمان سے نازل ہوئی ہیں تو شاید حدیث قدسی کے باب سے ہوں۔

چھٹا یہ کہ، پیغمبرؐ نے ان دو سورتوں کو دوسری سورتوں کی طرح فوراً مصحف میں کیوں نہیں لکھا؟

اندرسے نقب:

شاید بعض نے صرف اس وجہ سے کہ دوسرے خلیفہ حضرت "عمر" ان عبارتوں کو نماز کے قنوت میں پڑھتے تھے اور ان عبارات کے نقل ہونے میں بڑے اہتمام سے کام لیا گیا ہے [2] انھیں قرآن لکھا ہے اور انہیں یہ اچھا لگا ہے۔ جیساکہ منقول ہے: حسن بصری، طاؤس، ابراھیم اور دوسرے ان عبارتوں کو قنوت میں پڑھتے تھے۔ [3] لیکن انہوں نے اس بات سے غفلت کی کہ خلیفہ کا انہیں پڑھنا انکے قرآن ہونے پر دلیل نہیں بن سکتا۔ شاید خلیفہ انھیں پیغمبرؐ پر نازل ہونے والی دعا کے عنوان سے پڑھتے ہوں اور معتقد ہوں کہ یہ دعا جبرائیل پیغمبراکرمؐ کے پاس لیکر آئے ہوں۔ یا ہوسکتاہے خود حضرت عمر یا کسی دوسرے صحابی نے اس دعاکو بنایا ہو البتہ یہ احتمال اس وقت تک دیا جاسکتاہے کہ جبرائیل کے ذریعے اس دعا کا پیغمبر اکرمؐ پر اتارا جانا ثابت نہ ہوجائے لیکن کسی کو کیا پتہ بسا اوقات اندھی محبت اور خواہشات نفسانی کی پیروی انسان کو بہت سے کاموں پر مجبور کرتی ہے اور پھر کسی دوسرے کے اعمال کو اچھا بناکے پیش کرتے ہیں خداوند عالم سے ان خصلتوں اور ان کے انجام سے پناہ مانگتے ہیں۔

---

(۱) الدرالمنثور ج۶، ص ۴۲۱ المطولات میں الفقان سے منقول۔

(۲) المصنف صنعانی ج۳، ص۱۱۰ ح ۴۹۶۹، السنن کبریٰ ج۲، ص ۲۱۱، الاتقان ج۱، ص ۶۵، الدرالمنثور ج۶، ص ۴۲۰، ۴۲۱۔

(۳) المصنف ج۳، ص ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۴۔

آیہ رضاع:

حضرت عائشہ سے منقول ہے کہ آیات میں دس مرتبہ معین اور معلوم طور پہ دودھ پلانا تھا جو کہ پانچ دفعہ معلوم طور پہ دودھ پلانے سے منسوخ ہوگیا اور جب پیغمبرؐ خدا کی وفات ہوئی تو یہ دونوں آیتیں قرآن میں موجود تھیں اور انکی تلاوت کی جاتی تھی۔ (۱) دوسری روایت میں حضرت عائشہ اضافہ کرتی ہیں کہ یہ دونوں آیتیں وفات پیغمبرؐ کے ساتھ منسوخ نہیں ہوئیں بلکہ باقی رہ گئیں۔ (۲) ایک شخص اس روایت سے یہ سمجھا کہ اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان دونوں آیتوں کی تلاوت منسوخ نہیں ہوئی تھی۔ (۳) لیکن دوسروں نے کہا ہے کہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ ان دونوں آیتوں کی تلاوت بھی منسوخ ہوگئی تھی لیکن سب کو یہ معلوم نہیں تھا اور پیغمبرؐ کی وفات کے بعد ان کے منسوخ ہونے کی خبر سب کو ہوئی۔ (۴) ہم اس دعویٰ اور روایت کے جواب میں کہیں گے

پہلے تو یہ کہ: حضرت عائشہ سے منقول روایت کہتی ہے کہ خدا کی کتاب میں دس مرتبہ دودھ پلانے کا حکم تھا جو پانچ مرتبہ دودھ پلانے کے حکم سے منسوخ ہوگیا۔

---

(۱) المصنف صنعانی ج/۷ ص ۴۶۷، ۴۷۰، صحیح مسلم ج/۴ ص ۱۶۷، ۱۶۸، صحیح ترمذی ج/۳ ص ۴۵۶، المحلی ج/۱۱ ص ۱۴، ۱۵، تاویل مختلف الحدیث ص ۳۱۳، التبیان ج/۱ ص ۱۳، البرہان زرکشی ج/۲ ص ۳۹، ۴۰، بدایۃ المجتہد ج/۲ ص ۳۶، الاحکام آمدی ج/۳ ص ۱۳۹، المستصفی غزالی ج/۱ ص ۱۲۴، فواتح الرحموت مستصفی کے حاشیہ پر ج/۲ ص ۷۳، مشکل الآثار ج/۳ ص ۶، ۷، اصول سرخسی ج/۲ ص ۷۸، مناہل العرفان ج/۲ ص ۱۱۰، ۱۱۱، الاتقان ج/۲ ص ۲۲، نہج الحق ص ۳۰۰، منتخب کنز العمال بر حاشیہ مسند احمد ج/۲ ص ۲۸۶، البیان خوئی ص ۲۲۲، الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج/۴ ص ۲۵۷، علوم القرآن الکریم ص ۲۱۸، تفسیر الصراط المستقیم ج/۱ ص ۳۹۷، الموطا (تنویر الحوالک کے ساتھ مطبوعہ) ج/۲ ص ۱۱۸، سنن نسائی ج/۶ ص ۱۰۰، سنن ابن ماجہ ج/۱ ص ۶۲۵۔

(۲) المصنف صنعانی ج/۷ ص ۴۷۰، الدر المنثور ج/۲ ص ۱۳۵۔

(۳) البرہان زرکشی ج/۲ ص ۳۹، مباحث فی علوم القرآن قطان ص ۲۳۸۔

(۴) مباحث فی علوم القرآن قطان ص ۲۳۸، الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج/۴ ص ۲۵۷۔

Presented by www.ziaraat.com

اور منسوخ ہونے والی آیت پیغمبرؐ خدا کی وفات کے بعد اسی طرح قرآن میں باقی تھی اور حضرت عائشہ سے دوسری روایت میں آیا ہے کہ ان آیات میں سے کہ جو قرآن سے حذف ہوگئیں یہ آیت تھی۔ محرم ہونے کے لیئے دس مرتبہ دودھ پلانے یا پانچ مرتبہ دودھ پلانے کا حکم تھا۔[1]

اس روایت میں صراحت پائی جاتی ہے کہ آیتِ رضاع وفاتِ پیغمبرؐ کے بعد قرآن سے حذف ہوئی اور آیت ہونے کے عنوان سے خارج ہوئی اس سے زیادہ صریح ایک دوسری روایت ہے جو سرخسی حضرت عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ جس میں رضاع کی بارے میں ذکر کرتے ہوئے کہا گیا ہے مذکورہ بالا آیت وفاتِ پیغمبرؐ کے بعد تک باقی تھی اور تلاوت ہوتی تھی۔[2] مگر یہ کہا جائے کہ مراد یہ ہے کہ آیت کی تلاوت نسخ ہوچکی تھی لیکن اسکی کتابت باقی تھی اور نسخ کی خبر سب کو نہیں پہنچی تھی۔ لیکن ہم اس کے علاوہ کہ نسخ تلاوت کو ایک باطل اور غلط امر سمجھتے ہیں یوں کہیں گے کہ کس وجہ سے قرآن کا ایک حصہ پیغمبرؐ کی وفات کے بعد ساقط ہوا اور ضائع ہوگیا یا واپس اوپر چلا گیا اور اگر یہ مطلب صحیح ہو تو پھر پیغمبرؐ کی وفات کے بعد بھی نسخ کے جائز ہونے کے ساتھ کوئی فرق نہیں رکھتا۔ حالانکہ یہ باطل دعوی ہے اور سب اسے رد کرتے ہیں اور کسی کے لیئے اسے جائز سمجھنا ممکن نہیں ہے۔[3]

دوسرا یہ کہ رضاع کے ذریعے محرم ہونے کے بارے میں خود حضرت عائشہ سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا ہے کہ سات دفعہ سے کمتر دودھ پلانا محرم بنانے کا باعث نہیں ہوسکتا۔[4]

تیسرا یہ کہ طحاوی اس بارے میں کہتا ہے "۔ اس آیت کو عبداللہ ابن ابوبکر کے علاوہ کسی نے نقل نہیں کیا اور ہم سمجھتے ہیں کہ اس بارے میں وہ توہم کا شکار ہوا ہے۔

کیونکہ اگر ایسی آیت قرآن میں ہوتی تو پھر نماز میں بھی اس کا پڑھنا جائز ہوتا اور معاذ اللہ کہ ایسا

---

(1) الدر المنثور ج۲ ص ۱۳۵۔

(2) اصول سرخسی ج۲ ص ۷۹۔

(3) المحلی ج۱۰ ص ۱۴۔

(4) الدر المنثور ج۲ ص ۱۳۵، المحلی ج۱۰ ص ۱۰، الجوہر النقی بر حاشیہ السنن الکبری ج۷ ص ۴۵۴۔

ہو یا یہ کہ قرآن کی کوئی آیت رہ گئی ہو یا مصاحف میں نہ آئی ہو وہ مصاحف، جنکی آیات ہم پر حجت ہیں اور ان کا آیت ہونا ثابت ہوچکا ہے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے وہ کہتا ہے۔ اگر فرض کیا جائے کہ ایسی قرآنی آیات باقی رہ گئی ہیں کہ جو مصحف میں نہیں آئیں تو یہ احتمال دیا جائے گا کہ قرآنی آیات ان آیات سے منسوخ ہوگئیں جو قرآن سے خارج ہیں اور ہم ناسخ پر عمل کی بجائے منسوخ پر عمل کر رہے ہوں جس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ مصحف میں موجود آیات پر عمل واجب نہیں رہے گا حالانکہ یہ نتیجہ باطل ہے اور کسی کے لیئے بھی قابل قبول نہیں ہے۔ (۱)

چوتھا یہ کہ: ابن ترکمانی کہتا ہے " یہ عبارت قرآن کی نہیں ہے اور اس کا مصحف میں لکھنا اور اسکی قرائت جائز نہیں ہے اور شافعی کی نظر میں یہ عبارت نہ قرآن کی آیت ہے اور نہ حدیث کا حصہ ہے"۔ (۲)

پانچواں یہ کہ، خود حضرت عائشہ نے اپنی بہن ام کلثوم کو حکم دیا کہ سالم ابن عبداللہ کو دس مرتبہ دودھ پلائے تاکہ سالم اس کے لیئے محرم بن جائے اور اس کا اپنی رضاعی خالہ یعنی حضرت عائشہ کے پاس آنا جانا جائز ہوجائے ام کلثوم نے سالم کو تین دفعہ دودھ پلایا اس کے بعد وہ بیمار ہوگئی اور مزید دودھ پلانا اس کے لیئے ممکن نہ رہا لھذا سالم کا حضرت عائشہ کے پاس آنا جائز نہیں ہوا۔ کیونکہ دس مرتبہ دودھ نہیں پلایا جا سکا تھا۔ (۳) شافعی کہتے ہیں "کہ حضرت عائشہ نے حکم دیا کہ سالم کو دس مرتبہ دودھ پلایا جائے کیونکہ دودھ پلانے کی زیادہ سے زیادہ حد یہی ہے لیکن چونکہ اس کا دودھ پلانا پانچ دفعہ تک نہیں پہنچ سکا لھذا وہ حضرت عائشہ کے پاس نہیں آتا تھا"۔ (۴)

---

(۱) مشکل الآثار ج ۳ ص ۶۔

(۲) الجوہر النقی سنن کبری کے ساتھ مطبوعہ ج ۷ ص ۴۵۴

(۳) موطا تنویر الحوالک کے ساتھ مطبوعہ ج ۲ ص ۱۱۸، المحلی ج ۱۰ ص ۱۹، طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۲۷۰، ۲۷۱، المصنف ج ۷ ص ۴۶۹، ۴۷۰۔

(۴) سنن بیہقی ج ۷ ص ۴۵۷، الجوہر النقی برحاشیہ سنن ج ۷ ص ۴۵۴

Presented by www.ziaraat.com

اس روایت پر یوں تنقید وارد ہوگی کہ اگر دس دفعہ دودھ پلانے والا حکم پانچ دفعہ دودھ پلانے سے منسوخ ہوچکا تھا (حضرت عائشہ کی روایت کے مطابق) تو خود حضرت عائشہ نے کیوں دس دفعہ دودھ پلانے کی خواہش کی؟ اور قابل توجہ نکتہ یہ ہے کہ حضرت حفصہ بھی " عاصم ابن عبداللہ " کے لیئے دس دفعہ دودھ پلانے کی خواہش کرتی ہیں۔(۱) حتی کہ اس باب میں عروہ ابن زبیر سے منقول ہے کہ حضرت عائشہ رضاع (دودھ پلانے) کے لیئے دس دفعہ سے کم کو کافی نہیں سمجھتی تھیں اور صرف دس دفعہ ہی کو محرم بنانے کا موجب سمجھتی تھیں۔(۲)

مندرجہ بالا اعتراضات کے علاوہ دو اور اعتراض بھی وارد ہیں اور وہ قرآن کے حروف اور آیات کی تعداد کے بارے میں ہیں کہ جنہیں ہم آئندہ فصل میں بیان کریں گے اسی فصل میں ہم قرآن کو پیغمبرؐ کے زمانے میں جمع کرنے اور صحابہ کا اپنے لیئے خاص طور پر مصاحف لکھنا بھی ذکر کریں گے۔

حضرت عائشہ کی بکری اور صحیفہ

دعوی کیا جاتا ہے کہ " آیہ رجم " اور " آیت رضاع کبیر " ایک صحیفہ پر لکھی ہوئی حضرت عائشہ کے بستر کے نیچے موجود تھیں جب آنحضرتؐ کی وفات ہوئی تو سب ان کے کفن و دفن میں مشغول ہوگئے اور ان کی بکری نے اس صحیفہ کو کھا لیا۔ یہ واقعہ خود حضرت عائشہ نے بیان کیا ہے۔(۳)

---

(۱) سنن بیہقی ج ۷ ص ۴۵۷، موطا تنویر الحوالک کے ساتھ مطبوعہ ج ۲ ص ۱۱۵، المحلی ج ۱۰ ص ۱۰، مصنف عبدالرزاق ج ۷ ص ۴۶۹۔

(۲) المحلی ج ۱۰ ص ۱۰، السنن الکبری ج ۷ ص ۴۵۸۔

(۳) تاویل مختلف الحدیث ص ۳۱۰، ۴۰۰، مسند احمد ج ۶ ص ۲۶۹، محاضرات الادباء ج ۲ جزء ۴ ص ۴۳۳، حیاۃ الحیوان ج ۱ ص ۲۹۵، المحلی ج ۱۱ ص ۲۳۵، ۲۳۶، سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۶۲۵، ۱۹۴۴، الجامع لاحکام القرآن ج ۱۴ ص ۱۱۳، البحار ج ۸۹ ص ۱۳۱، سنن دار قطنی ج ۴ ص ۱۷۹، المنتقی قرطبی ص ۱۳۵، کشاف ج ۳ ص ۵۱۸ (حاشیہ پر تعلیق لگانے والے کی نظر میں روایت صحیح ہے) ابتہاج ج ۱ ص ۲۲۲، الدر المنثور ج ۲ ص ۱۳۵، التمہید فی علوم القرآن ج ۲ ص ۲۸۱، ۲۸۵، اصول سرخسی ج ۲ ص ۷۸، ۸۰ سے منقول۔ کشاف ج ۳ ص ۵۱۸ پر تعلیق لگانے والے نے اس حدیث کو مندرجہ ذیل حوالوں سے نقل کیا ہے ابراہیم الحربی در الغریب ابو یعلی، الاوسط میں طبرانی، المعرفہ میں بیہقی، دار قطنی اور بزار۔

لیکن ہماری نظر میں یہ واقعہ کئی وجوہ سے ناقابل قبول ہے۔

پہلی تو یہ کہ ، سرخسی اس بارے میں کہتا ہے کہ حضرت عائشہ کی حدیث صحیح نہیں ہے کیونکہ بالفرض اگر ایسا اتفاق ہوا بھی ہو تو آیت تو لوگوں کے ذہنوں سے نہیں مٹ سکتی تھی اور دوسروں کو چاہیئے تھا کہ اسے یاد رکھتے اور اس کا دوسرے صحیفہ میں لکھنا تو مشکل نہیں تھا لھذا معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ حدیث بے بنیاد ہے۔(۱)

دوسری یہ کہ ، جیسا کہ سابقاً کہا جا چکا ہے قرآن پاک پیغمبر اکرمؐ کے زمانے میں جمع ہو چکا تھا اور صرف ایک مصحف نہیں تھا جو آنحضرتؐ کے پاس تھا بلکہ دوسرے صحابہ نے بھی اپنے لیئے مصحف جمع کر رکھے تھے اور کچھ مصحف والے صحابہ کے نام ہم تک پہنچے ہیں ۔ لہذا یہ بات قرین قیاس نہیں ہو سکتی کہ یہ آیت صرف ایک جگہ پر لکھی گئی تھی اور ایک معمولی سے واقعہ سے ضائع ہو گئی اور صحابہ میں سے کسی نے اسے نہیں لکھا تھا اور نہ کسی کو حفظ تھی اور صرف حضرت عائشہ کو اس کی خبر تھی کہ وہ یہ واقعہ نقل کریں جیسا کہ روایت اسی کی صراحت کرتی ہے۔

تیسری یہ کہ ، ہماری نظر میں آیت رجم قرآن سے نہیں ہو سکتی اور ہمارے پاس بڑی محکم دلیلیں ہیں جنہیں ہم آئندہ صفحات میں پیش کریں گے۔

چوتھی یہ کہ ۔ " قزوینی " نے اس نکتہ کے ذکر کے بعد کہ یہ روایت شیعہ کتابوں میں سے کسی میں موجود نہیں ہے اور نہ شیعہ علماء نے اسے روایت کیا ہے کہتا ہے آیت " انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون " اس روایت کے غلط ہونے کی گواہی دیتی ہے ورنہ حضرت عائشہ کا جاھل ہونا اور نعوذ باللہ پیغمبرؐ کا غافل ہونا اور خدا کا کاذب ہونا لازم آئے گا۔ والعیاذ باللہ من ذالک۔(۲)

---

(۱) اصول سرخسی ج ۲ ص ۷۹ ، ۸۰ ۔

(۲) النقض ص ۱۳۵ ، ۱۳۶ ۔

Presented by www.ziaraat.com

قزوینی کی یہ بات اور شیعہ کتابوں میں تحقیق و جستجو کے بعد ہمیں زمخشری کے دعویٰ پر بڑی حیرت ہوتی ہے کہ زمخشری بکری کے قرآن کو کھا جانے کا واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے "۔۔۔ یہ ملحدوں اور روافض کی گھڑی ہوئی باتوں میں سے ہے"۔[1] حالانکہ شیعہ علماء میں سے نہ کسی نے اسے روایت کیا ہے اور نہ ہی اسے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے بلکہ علماء اہلسنت نے اس حدیث کو اپنی معتبر کتابوں میں طول و تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ دور جانے کی کیا ضرورت ہے کافی ہے یہاں پر خود کشاف کے حاشیہ پر ایک سنی نے زمخشری کی بات پر تنقید کرتے ہوئے کہا ہے" اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں مثلاً اس حدیث کے راوی یہ ہیں۔ ابراہیم الحربی الغریب میں، ابو یعلی، دار قطنی، بزار، الاوسط میں طبرانی اور المعرفہ میں بیہقی اس کے بعد اس کی توجیہ کی کوشش کرتے ہوئے کہتا ہے، کہ یہ آیت صرف منسوخ الحکم تھی اور اس کی صرف تلاوت کی جاتی تھی اور اس پالتو جانور کے ذریعے آیت کے کھانے کا واقعہ اس کے حکم کے منسوخ[2] ہونے کے بعد کا ہے اس بارے میں بھی اس کی طرف رجوع کریں جو ابن قتیبہ نے اپنی کتاب " تاویل مختلف الحدیث " میں کہا ہے اور ہم اس کا جواب عرض کریں گے کہ جیسا کہ ہم بار بار کہہ چکے ہیں نسخ تلاوت کا دعوی سرے سے باطل ہے جس پر کوئی دلیل نہیں پائی جاتی اور یہ صرف تاریکی میں پتھر پھینکنے والی بات ہے۔

پانچویں یہ کہ، بقول ان کے آیۂ رجم سورۂ احزاب کا جزء تھی اور خود آیت بھی موجود ہے حضرت عمر نے اسے روایت کیا ہے اور وہ اسے مصحف میں لکھنا چاہتے تھے لیکن شہادت (گواہی) کافی نہ ہونے کی وجہ سے زید ابن ثابت نے اسے لکھنے نہ دیا، حضرت عمر بار بار کہتے تھے

---

(۱) کشاف ج/ ۳ ص ۵۱۸۔

(۲) کشاف ج/ ۳ ص ۵۱۸۔

Presented by www.ziaraat.com

اگر یہ نہ کہا جاتا کہ ہم نے قرآن میں دست درازی کی ہے تو میں خود اپنے ہاتھ سے قرآن میں یہ آیت لکھ دیتا۔ ہم خدا کی مدد سے دوبارہ بھی یہ واقعہ ذکر کریں گے یا یہ کہ بڑوں کو دس مرتبہ دودھ پلانا صحابہ کے درمیان معروف تھا تو پھر یہ دونوں آیتیں مصحف میں کیوں نہیں لکھی گئیں؟ اور کیوں زید ابن ثابت نے ان دونوں کے لکھنے کی مخالفت کی، ان کے دعویٰ کے مطابق تو یہ منسوخ نہیں ہوتی تھیں اور کم از کم پانچ مرتبہ دودھ پلانے والی آیت کو جو ناسخ ہے، لکھتے مگر یہ کہ دعویٰ کیا جائے کہ ان کا نسخ سنت کے ذریعے ہوا ہے تو روایت اس بات کو نہیں بتلاتی اور پھر یہ کہ کیوں ان دونوں آیتوں کو جداگانہ صحیفہ میں لکھا گیا اور انھیں دوسری تمام آیات سے جدا کیا گیا؟ ان دونوں آیتوں کا آپس میں کیا ربط تھا؟ اس کے علاوہ بھی بہت سے سوال ہیں جنکی اس مختصر کتاب میں گنجائش نہیں ہے۔

رضاع کبیر (بڑوں کو دودھ پلانا)

ہماری نظر میں رضاع کبیر والی آیت بھی صحیح نہیں ہے کم از کم اس کے صحیح ہونے میں مندرجہ ذیل دلیلوں کی وجہ سے شک و تردید ضرور پائی جاتی ہے۔

ایک تو یہ کہ: حضرت عائشہ ہی تنہا اس حکم کو ذکر کرنے والی ہیں پیغمبرؐ کی دوسری بیویاں نے اس بارے میں حضرت عائشہ کی کھل کر مخالفت کی صرف حضرت عائشہ اپنی نظریئے پر مصر تھیں اور اس پر عمل کرتی تھیں۔ حضرت عائشہ اس آیت کو دوسروں کے خلاف دلیل کے طور پر کیوں نہیں لائیں؟ یا کیوں دوسروں نے اس آیت کے ناسخ کے ساتھ حضرت عائشہ کا مقابلہ نہ کیا؟ اور یہ سوال بھی اپنی جگہ پر ہے کہ خبر واحد " وہ بھی اتنے معارضوں کے ساتھ " کیا نسخ کے بیان یا کسی آیت کے ثابت کرنے کی قدرت رکھتی ہے یا نہیں؟

ابو عمر ابن عبدالبر اس بارے میں کہتا ہے " پیغمبر اکرم ؐ کی بعض بیویوں نے حضرت عائشہ کے اس نظریئے کہ " بڑوں کو دودھ پلانے سے محرم ہوجاتے ہیں " کو رد کردیا اور اس پر عمل نہ کیا ابن مسعود نے بھی اس بارے میں ابو موسی سے معارضہ کیا اور کہا رضاع وہ ہے جو گوشت اور خون پیدا کرے اور ان میں اضافہ کرے، (نہ یہ کہ بڑے آدمی کو دودھ پلایا جائے) ابو موسی نے ابن مسعود کی بات مان لی اور اپنے نظریئے سے دستبردار ہوگیا .... "[۱]

دوسری یہ کہ ، سالم مولی ابو حذیفہ نے اس لیئے حضرت عائشہ سے روایت کی تاکہ ام سلمہ کے اعتراض کو رد کرسکے کیونکہ ام سلمہ نے حضرت عائشہ پر اعتراض کیا کہ کیوں تم اجازت دیتی ہو کہ نوجوان لڑکا تمہارے پاس آئے۔[۲] تو حضرت عائشہ نے بھی اپنے کلام کی توجیہ کی خاطر یہ آیت نقل کی۔ ظاہر یہ ہے کہ فقط حضرت عائشہ اسے جانتی تھیں اور ام سلمہ کو معلوم نہیں تھا کیا یہ بات معقول ہے کہ یہ حکم ام سلمہ نہ جانتی ہوں تنہا حضرت عائشہ کو معلوم ہو؟ بالفرض اگر ام سلمہ نہ جانتی ہوں تو کیا دوسرے صحابہ کو بھی اس آیت کی خبر نہیں تھی ؟ اور کیوں یہ آیت کسی دوسرے طریقے سے منقول نہیں ہوئی؟

تیسری یہ کہ ، سالم والا واقعہ ہماری نظر میں اصلاً مشکوک ہے ، سالم کا ماجرا اس طرح منقول ہے ، کہ حضرت عائشہ اس واقعہ کے ذریعے پیغمبر اکرم ؐ کی دوسری بیویوں کے مقابلے میں دلیل پیش کرتی تھیں جب یہ آیت " ادعوھم لاٰبائھم " منہ بولے بیٹوں کو ان کے باپوں کے ناموں کے ساتھ مخاطب کرو" نازل ہوئی تو حذیفہ کی بیوی کو پتہ چلا کہ سالم کا اس کو متوجہ کیئے بغیر اس کے پاس آنا اسکے شوہر (حذیفہ) پر ناگوار گزرتا ہے تو اس نے یہ مشکل پیغمبر ؐ کے

---

(۱) جامع بیان العلم ج ۲ ص ۱۰۵۔

(۲) مسند احمد ج ۶ ص ۱۷۴۔

Presented by www.ziaraat.com

سامنے پیش کی تو رسول خداؐ نے اس سے کہا سالم کو پانچ دفعہ دودھ پلاؤ (دوسری روایت میں دس دفعہ ہے۔)[1] حذیفہ کی بیوی نے یہی کام کیا جس کی وجہ سے سالم اس کے بعد اس کے پاس آسکتا تھا اور حذیفہ بھی اس کام سے ناراض نہ ہوتا عائشہ بھی یہی کام کرتی تھی اگر کوئی شخص اس کے پاس آنا چاہتا تو وہ اپنی بھانجیوں یا بہنوں سے کہہ دیتیں کہ اس شخص (اگر بڑا ہو تو) کو پانچ دفعہ دودھ پلائیں اس کے بعد وہ حضرت عائشہ کے گھر بغیر روک ٹوک کے داخل ہوتا تھا لیکن ام سلمہ اور پیغمبرؐ کی دوسری بیویوں نے اس حکم کو قبول نہ کیا۔ انکی نظر میں بڑوں کو دودھ پلانا صحیح نہیں تھا صرف بچے کو دودھ پلایا جا سکتا تھا۔[2] لیکن ہماری نظر میں یہ واقعہ کئی وجوہ سے صحیح نہیں ہے:

١۔ مسلم اور بعض دوسروں کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سالم کا واقعہ اس کے بلوغ کے وقت اور سورہ احزاب کی آیت "ادعوھم لآبائھم" کے نزول کے بعد پیش آیا یعنی تقریباً پنجم ہجری میں۔ لیکن یہ نقل ایک تاریخی اشکال رکھتی ہے حتی کہ خود مسلم نے اپنی صحیح میں جنگ بدر میں سالم کے موجود ہونے کی صراحت کی ہے۔[3]

---

(۱) مسند احمد ج/۶ ص ۲۴۹۔

(۲) صحیح مسلم ج/۴ ص ۱۶۸، ۱۶۰۰، مسند احمد ج/۶ ص ۲۵۱، منتخب کنز العمال اس کے حاشیہ پر ج/۲ ص ۳۸۷، موطا (تنویر الحوالک کے ساتھ مطبوعہ) ج/۲ ص ۱۱۵، ۱۱۶، سنن نسائی ج/۶ ص ۱۰۴، ۱۰۶، اسد الغابہ ج/۲ ص ۲۳۹، طبقات ابن سعد (مطبوعہ صادر) ج/۸ ص ۲۷۰، ۲۷۱، الاصابہ ج/۲ ص ۶، سنن ابن ماجہ ج/۱ ص ۶۲۵، تہذیب الاسماء ج/۱ ص ۲۰۲، سنن دارمی ج/۲ ص ۱۵۸، تاویل مختلف الحدیث ص ۳۰۵، ۳۰۹، مصنف صنعانی ج/۷ ص ۴۶۰، ۴۵۸۔

(۳) صحیح مسلم ج/۴ ص ۱۶۸، موطا (تنویر الحوالک کے ساتھ مطبوعہ) ج/۲ ص ۱۱۵، اسد الغابہ ج/۲ ص ۲۳۹، طبقات ابن سعد ج/۸ ص ۲۷۱، سنن ابن ماجہ ج/۱ ص ۶۲۵، تہذیب الاسماء ج/۱ ص ۲۰۲، تاویل مختلف الحدیث ص ۳۰۹۔

Presented by www.ziaraat.com

حتیٰ کہ اس بارے میں روایات تصریح کرتی ہیں کہ سالم نے رسالتمآب ؐ سے پہلے مدینہ ہجرت کی اور پیغمبر اکرم ؐ کے پہنچنے سے پہلے "قباء" میں مہاجرین کی امامت کی۔ [1] لھذا سالم آیت "ادعوھم لآبائھم" کے نزول سے کئی سال پہلے بالغ ہوچکا تھا اور ایسے کام انجام دے سکتا تھا جو صرف بزرگ اور باشخصیت لوگ ہی انجام دے سکتے تھے جیسے مہاجرین کی امامت کرانا۔

۲۔ بعض روایات تصریح کرتی ہیں کہ حذیفہ کی بیوی نے سالم کو پانچ دفعہ دودھ پلایا اور بعض روایات میں ہے کہ اس نے اسے پانچ دن دودھ پلایا (موطا وغیرہ کی طرف رجوع کریں) اور بعد میں حضرت عائشہ جب چاہتی کوئی اس کے گھر بغیر روک ٹوک کے آسکے تو حکم دیتی اسے پانچ مرتبہ دودھ پلایا جائے جبکہ خود حضرت عائشہ نقل کرتی ہیں کہ حیوان کے ذریعے کھائے جانے والے صحیفہ میں دس مرتبہ دودھ پلانے کی تعداد تھی نہ کہ پانچ مرتبہ۔

۳۔ خود حضرت عائشہ نے کئی موارد میں اصرار کیا ہے کہ بڑوں کو دودھ کی مقدار دس دفعہ ہے، یہی وجہ ہے کہ ابن قتیبہ کہتا ہے "۔۔۔ رضاع کبیر دس دفعہ ہے یہ ابن اسحاق کی غلطی ہے۔" [2] لیکن کیوں ابن اسحاق کی غلطی ہو اور حضرت عائشہ کی نہ ہو؟

۴۔ روایات میں آیا ہے کہ پیغمبر اکرم ؐ نے حذیفہ کے غلام سالم اور ابوعبیدہ جراح کے درمیان بھائی چارہ کا عہد و پیمان باندھا۔ [3] دوسری روایات میں یہ عہد و پیمان سالم اور حضرت ابوبکر کے درمیان ذکر ہوا ہے۔ [4] اور واضح ہے کہ دو ہم عمر شخصوں کے درمیان پیمان اخوت باندھا

---

(۱) طبقات ابن سعد ج/۱ ص ۲۴۷ اور ج/۳ ص ۳۱۱ الاصابہ ج/۲ ص ۶، اسد الغابہ ج/۲ ص ۲۴۵، الاستیعاب (الاصابہ کے حاشیہ پر) ج/۲ ص ۷۰، تھذیب الاسماء ج/۱ ص ۲۰۶۔

(۲) تاویل مختلف الحدیث، ص ۳۰۳۔

(۳) طبقات ابن سعد ج/۳ ص ۳۱۰۔

(۴) الاستیعاب (الاصابہ کے حاشیہ پر) ج/۲ ص ۷۰، تاویل مختلف الحدیث ص ۳۰۷، ۳۰۸۔

جاتاہے اور روایات میں بھی اسکی تصریح موجود ہے کہ پیغمبرؐ بھائی چارے کا پیمان ہم سن افراد کے درمیان باندھا کرتے تھے۔[۱] اور یہ بات قرین قیاس نہیں لگتی کہ پیغمبرؐ ایک بوڑھے اور بچے کے درمیان برادری کا پیمان باندھیں۔ یہ اس بوڑھے کی توہین کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

۵۔ بعض روایات سے ظاہر ہوتاہے کہ سہلہ بنت سہیل نے سالم کو دودھ پلانے سے انکار کردیا چونکہ وہ بڑا تھا پیغمبر اکرمؐ نے اسے خبر دی کہ "میں جانتی ہے ـــــ "۔[۲] اور کچھ نہ فرمایا پیغمبرؐ نے اپنے جواب میں نہ سہلہ کی مشکل دور کی اور نہ اس کی حیرانی کا سد باب کیا کیونکہ ظاہراً سہلہ یہ سمجھی تھیں کہ بڑوں کو دودھ خود بدن سے پلانا ہوگا جبکہ سالم اس کے لیئے نامحرم تھا اور اس کے لیئے یہ بات ناقابل برداشت تھی کہ سالم مرد ہوکر اس کے سینے سے منہ لگاکر دودھ پیئے۔ اور وہ سمجھ رہی تھیں کہ یہ حرام کام ہے اور وہ یہ کام نہیں کر پائے گی۔

اور یہ احتمال کہ " سہلہ کا دودھ کسی برتن میں لے لیا گیا ہو جسے سالم نے پی لیا ہو" بھی مذکورہ بالا مشکل کو حل نہیں کرتا کیونکہ پیغمبرؐ جواب میں سہلہ سے یہ کہہ کر اس کے تعجب کو دور کر سکتے تھے کہ " دودھ پلانے کا مطلب بدن سے پلانا نہیں ہے بلکہ برتن وغیرہ سے پلانا مقصود ہے " لیکن پیغمبرؐ نے یہ کام نہیں کیا۔

۶۔ آخری وجہ یہ کہ حضرت عائشہ نے پیغمبرؐ کی بیویوں کے خلاف استدلال قائم کرتے ہوئے آیت رضاع کبیر سے استفادہ کیوں نہیں کیا کہ جس میں بڑوں کو دودھ پلانا جائز قرار دیا گیا تھا؟ اور کیوں اس نے صرف حذیفہ کے غلام سالم والے واقعہ کے ذکر پہ اکتفاء کیا؟ اور کیوں پیغمبرؐ کی بیویوں نے اس کے اس استدلال کو قبول نہیں کیا؟ اور کیوں انھوں نے

---

(۱) ہماری الصحیح من سیرۃ النبی الاعظم ج ۴ ص ۴۰ کی طرف رجوع کریں۔

(۲) تاویل مختلف الحدیث ص ۳۰۸۔

رضاع کبیر والے حکم کو سالم کے ساتھ خاص سمجھا؟ اور کیوں انہوں نے اس حکم کو ہر مورد کے لیئے عام نہیں سمجھا؟ کیا وہ یہ سمجھتی تھیں کہ حضرت عائشہ کی بات نادرست ہے لیکن خوف یا اس کی قدرت کی رعایت کی وجہ سے اسکی غلطی کی نشاندھی کرنے کی قدرت نہیں رکھتی تھیں؟ یا انھیں سالم والے واقعہ اور تاریخی اشتباھات کے بارے میں خبر نہیں تھی یا اس قسم کے دوسرے سوالات؟

ایک پالتو جانور کا واقعہ صحیح ہے ،

اس کے باوجود ہم بعید نہیں سمجھتے کہ پیغمبرؐ کی وفات کے بعد جب لوگ خلیفہ کے لیئے مصحف لکھنے میں مصروف تھے تو گھریلو حیوان نے صحیفہ کی بعض لکھی ہوئی آیات کھالی ہوں " اس وقت حضرت عمر کے کاتب آیات لکھ رہے تھے اور کاتب حضرت عثمان تھے ایک پالتو جانور آیا اور اس نے اس صحیفہ کو کھالیا ...."۔[۱] اس مذکورہ بالا نقل سے پتہ چلتاہے کہ یہ ایک انفرادی واقعہ تھا۔ کیونکہ پیغمبرؐ کی زندگی میں تو آیات لکھنے والے کاتب مخصوص تھے اور حافظ بھی مخصوص تھے، حتی کہ بعض صحابہ نے اپنے لیئے مخصوص مصاحف لکھ رکھے تھے ، اور شاید حضرت عائشہ نے اس واقعہ کے نقل کرنے میں وقت گذرنے کی وجہ سے اشتباہ کیا ہو اور جو واقعہ حضرت عمر کے دور میں ہوا ہے اسے اس سے پہلے والے زمانے کی طرف نسبت دے دی ہو اور شاید حضرت عمر اور حضرت عثمان کو اس غیر ذمہ دارانہ تہمت سے بچانے کی خاطر اس واقعہ کی نسبت پیغمبرؐ کے زمانے کی طرف دے دی ہو اور بھی کئی احتمالات دیئے جاسکتے ہیں۔

---

(۱) کتاب سلیم ابن قیس ص ۹۹ ، احتجاج طبرسی ج ۱ / ص ۲۲۲ ، الایضاح ابن شاذان ص ۲۱۱ ، ۲۱۲ اہل سنت سے منقول۔

Presented by www.ziaraat.com

سورہ احزاب سورہ بقرہ کے برابر تھی۔

۱۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ نبی اکرمؐ کے زمانے میں سورہ احزاب کی ۲۰۰ آیات پڑھی جاتی تھیں، اور راغب کے بقول ایک سو آیات تھیں۔(۱)

۲۔ حضرت عمر، ابی ابن کعب اور عکرمہ سے منقول ہے "کہ سورہ احزاب سورہ بقرہ کے برابر تھی یا اس سے بڑی تھی اور آیت رجم بھی اس میں تھی"(۲) اسی طرح منقول ہے کہ حذیفہ نے کہا " ..... میں نے سورۂ احزاب پیغمبرؐ سے سیکھی اور بعد میں اسکی ستر (۷۰) آیتیں بھول گیا اور پھر ہرگز انھیں نہ پاسکا"۔(۳) ہم ان سابقہ دعووں کے جواب میں کہیں گے۔

---

(۱) الاتقان ج۲/ص ۲۵ ، الجامع لاحکام القرآن قرطبی ج۱۴/ ص ۱۱۳ ، الدر المنثور ج۵/ص ۱۸۰ ابی عبید سے الفضائل ابن انباری اور ابن مردویہ سے منقول، مناهل العرفان ج۱/ص ۲۷۳ ، البیان آقای خوئی ص ۲۲۴ ، محاضرات الادباء ج۲/ جزء۴ ص ۴۳۴۔

(۲) مستدرک حاکم ج/ ۲ ص ۴۵۹ ، تلخیص مستدرک ذہبی (حاشیہ پر) ، المحلی ج/ ۱۱ ص ۲۳۴ ، ۲۳۵ (روایت کو صحیح سمجھا ہے) ذکر اخبار الاصبہان ج/ ۲ ص ۲۲۸ اور ج/ ۱ ص ۲۹۴ ، مسند احمد ج/ ۵ ص ۱۳۲ ، مصنف عبدالرزاق ج/ ۳ ص ۳۶۵ ، اور ج/ ۷ ص ۳۳۰ ، السنن الکبری بیہقی ج/ ۸ ص ۲۱۱ ، الجامع لاحکام القرآن ج/ ۲ ص ۶۴ اور ج/ ۱۴ ص ۱۱۳ ، الحجاج ج/ ۱ ص ۲۲۲ ، البرهان زرکشی ج/ ۲ ص ۳۵ ، کتاب سلیم ابن قیس ص ۹۹ ، البحار / ۸۹ ص ۴۱ ، نیل الاوطار ج/۷ ص ۲۵۴ ، ۲۵۵ صحیح ابن حبان ، احمد اور الکبیر میں طبرانی سے منقول ، کنز العمال ج/ ۲ ص ۳۵۹ ، اور اس کا منتخب مسند احمد کے حاشیہ پر ج/ ۲ ص ۴۳ ، الاتقان ج/ ۲ ص ۲۵ ، کشاف ج/ ۳ ص ۵۱۸ ، اصول سرخسی ج/ ۹ ص ۷۹ ، الدر المنثور ج/ ۵ ص ۱۷۹ طیالسی ، سعید ابن منصور ، دار قطنی ، ابن مردویہ اور المختارة ضیاء سے منقول ، بحوث فی تاریخ القرآن و علومہ ص ۲۱۵ ، التمہید فی علوم القرآن ج/ ۲ ص ۲۸۴ ، ۲۸۵ ، البیان ص ۲۲۲ ، مناهل العرفان ج/ ۲ ص ۱۱۱۔

(۳) الدر المنثور ج/ ۵ ص ۱۸۰ ، الایضاح فضل ابن شاذان ص ۲۲۱۔

Presented by www.ziaraat.com

ایک تو یہ کہ، مذکورہ بالا روایتیں اس سورہ کی آیات کی تعداد میں یک زبان نہیں ہیں ہر ایک نے تعداد جدا ذکر کی ہے اور یہی انکے صحیح نہ ہونے پر شاہد ہے مثلاً حذیفہ اس سورہ میں سے ستر آیات فراموش کر چکا تھا گویا یہ سورہ ایک سو تینتالیس آیات پر مشتمل تھی جبکہ حضرت عائشہ نے تعداد دو سو بیان کی ہے اور راغب نے ایک سو اور حضرت عمر اور ابیؓ نے اس سورہ کو مقدار میں سورۂ بقرہ کے برابر یا اس سے طولانی ذکر کیا ہے حالانکہ سورۂ بقرہ دو سو چھیاسی آیات پر مشتمل ہے۔

دوسرا یہ کہ، یہ کہتے ہیں کہ آیت رجم سورہ احزاب میں تھی تو پھر کس وجہ سے حضرت عمر اس آیت کو مصحف میں لکھنے سے ہچکچاتے تھے اور اس سے ڈرتے تھے کہ لوگ کہیں گے عمر نے قرآن میں دخل اندازی کی ہے؟ اور کیوں جب حضرت عثمان نے یہ کام شروع کیا تو اس آیت کو قرآن میں نہیں لکھا؟ کیا وہ بھی یہ کام نہیں کر سکتے تھے؟ حالانکہ آیت ابھی تک معروف تھی اور محفوظ حتیٰ کہ اس آیت کی قرائت ابی ابن کعب سے بھی منقول ہے اور ابیؓ ہی مصاحف کے کاتبوں پر آیات کی املاء کرتے تھے تو ابیؓ نے کیوں اس آیت کی املاء نہیں کروائی؟ کیا خزیمہ یا ابو خزیمہ انصاری کی گواہی تو سورہ برائت کی آخری دو آیات لکھنے کے لیئے کافی تھی لیکن حضرت عمر اور ابیؓ کی گواہی کو کافی نہیں سمجھا گیا؟ کیا یہ دونوں عام گواہوں سے بھی کمتر تھے؟۔

تیسرا یہ کہ، ابی ابن کعب سے ایک روایت منقول ہے کہ جو کچھ سورۂ احزاب سے گم ہوا وہ مرفوع ہوگیا، جبکہ حضرت عمر سے منقول روایت میں ہے کہ آیہ رجم بہت سی دوسری آیات کے ساتھ ضائع ہوگئی یہ حضرت محمدؐ کے ساتھ چلی گئیں جبکہ حضرت عثمان کے زمانے کے بارے میں دوسری نصوص سے پتہ چلتا ہے کہ قرآن جمع کرنے والے اس سے زیادہ آیات جمع نہ کرسکے جو کہ موجودہ مصحف میں موجود ہیں یا یہ کہ سورۂ احزاب کا حافظ اس سے ستر آیات بھول چکا تھا ان نصوص کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ انہوں نے لکھا وہ اٹھایا نہیں گیا تھا اور اٹھائیے

Presented by www.ziaraat.com

(رفع کرنا) کا مطلب تلاوت کا منسوخ ہونا ہے، لیکن حضرت عمر نے " رفع " کی بجائے " ذھب " کہا ہے جس کے معنی چلے جانے کے ہیں جو کہ " رفع " کے معنی سے مناسبت نہیں رکھتا اسی طرح دوسری نصوص جن میں آیا ہے کہ حضرت عثمان کے زمانے میں قرآن جمع کرنے والے اس سے زیادہ آیات جمع نہیں کرسکے بھی " رفع " کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتیں۔

چوتھا یہ کہ، کیوں صحابہ اور حضورؐ کے کاتبوں نے سورۂ احزاب کی بھولی ہوئی آیات کو نہیں لکھا؟ یہ کیسے ہوا کہ سب صحابہ ایک سورہ کی اتنی زیادہ آیات کو بھول گئے اور سب حضرت جبرائیلؑ کے ذریعے نازل ہونے والی سورۂ احزاب کی آیات کو بھلا بیٹھے اور کسی کو بھی یاد نہ آسکیں سوائے بوڑھے اور بوڑھی سے متعلق رجم والی آیت کو، جو کہ یقینا قرآن سے نہیں ہے ان سب سوالوں کے ساتھ اصل بات اپنی جگہ پر باقی ہے کہ ہم " نسخ تلاوت کو سرے سے قبول ہی نہیں کرتے "۔

حضرت عمر ابن خطاب کی نظر میں آیہ رجم :

روایت میں ہے کہ حضرت عمر کا نظریہ تھا کہ آیت رجم قرآن میں لکھی نہیں جاسکی جبکہ یہ قرآن کی آیت ہے ۔ حضرت عمر کی نظر میں آیت رجم یوں ہے : " اذا زنیا الشیخ و الشیخة[1] " فارجموھما البتة نکالا من اللہ و اللہ عزیز حکیم " یا اس جیسی عبارت یعنی اگر بوڑھا اور بوڑھی زنا کریں تو انھیں یقینا سنگسار کرو ۔ حضرت عمر کہتے ہیں کہ " اگر یہ خطرہ نہ ہوتا کہ لوگ کہیں گے حضرت عمر نے کتاب خدا میں اضافہ کیا ہے۔

---

(۱) توجہ کریں - زنیا - کے بعد فاعل الشیخ و الشیخة فاعل اسم ظاہر موجود ہے پھر بھی زنیا تثنیہ لایا گیا ہے گویا عربی ادبیات کے لحاظ سے قبیح استعمال کا ارتکاب کیا گیا ہے مثل لغت اکلونی البراغیث۔

Presented by www.ziaraat.com

تو میں اپنے ہاتھ سے یہ آیت قرآن میں لکھتا"۔[1] ابن عبدالشکور حضرت عمر کے کلام کے بارے میں کہتا ہے "...... یہ نقل مختلف طریقوں سے ثابت ہے اور بعید نہیں ہے کہ اس پر تواتر کا دعوی کیا جاسکے"۔[2]

---

(۱) الثقات ابن حبان ج/۱ ص ۲۳۹، صحیح بخاری ج/۳ ص ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۱۵، سنن دارمی ج/۲ ص ۱۶۹، صحیح مسلم ج/۵ ص ۱۱۶، طبقات ابن سعد ج/۳ ص ۳۳۳، المحلی ج/۱۱ ص ۲۳۵، ۲۳۶، مسند احمد ج/۱ ص ۲۳، ۲۹، ۳۶، ۴۰، ۴۳، ۵۰، ۵۵ اور ج/۵ ص ۱۳۲، ۱۸۳، مستدرک حاکم ج/۴ ص ۳۵۹، ۳۶۰ تلخیص مستدرک ذہبی مستدرک کے حاشیہ پر، السنن الکبری ج/۸ ص ۲۱۱، ۲۱۳، ۲۱۱، الجامع الصحیح ج/۴ ص ۳۸، ۳۹، المصنف صنعانی ج/۷ ص ۳۱۵، ۳۳۰، اور ج/۵ ص ۴۴۱، کشف الاستار، مسند بزاز ج/۲ ص ۲۹۵ سے منقول الروض الانف ج/۳ ص ۲۳۰، الجامع لاحکام القرآن ج/۲ ص ۶۹ اور ج/۱۴ ص ۱۱۳، سنن ابی داؤد ج/۴ ص ۱۴۵ مسند طیالسی ص ۲، سنن ابن ماجہ ج/۲ ص ۸۵۳، موطا ج/۳ ص ۴۲، اختلاف الحدیث شافعی بر حاشیہ الام ج/۷ ص ۲۵۰، مجمع الزوائد ج/۶ ص ۵، ۶، محاضرۃ الاوائل ص ۳۵، المستصفی ج/۱ ص ۱۰۱، فواتح الرحموت بر حاشیہ مستصفی ج/۲ ص ۲۰، نیل الاوطار ج/۷ ص ۲۵۳، اصول سرخسی ج/۲ ص ۸۱، ۷۹، برہان زرکشی ج/۲ ص ۳۵، ۳۶، الاتقان ج/۳ ص ۵۵، ۱۶۵، التبیان ج/۱ ص ۱۳، الاحکام فی اصول الاحکام ج/۲ ص ۸۶، ۳۴۰، مقدمہ تفسیر بیان ص ۳۴، الایضاح ابن شاذان ص ۲۱۷، ۲۱۹، فتح الباری ج/۱۲ ص ۱۲۶ اور ج/۹ ص ۳۰، البحر الزخار ج/۲ ص ۲۳۳ اسی کے حاشیہ پر جواہر الاخبار و الآثار ج/۲ ص ۲۴۲، ۲۴۵ (نسائی کے علاوہ بقیہ صحاح ستہ سے منقول) الاتقان ج/۱ ص ۵۸ اور ج/۲ ص ۲۵، ۲۶، محاضرات الادباء ج/۲ جزء/۳ ص ۳۳۳، ۳۳۴، تاویل مختلف الحدیث ص ۳۱۳، کشاف ج/۳ ص ۵۱۸ ابی ابن کعب سے منقول، معالم القربۃ ص ۲۶۸، احکام القرآن جصاص ج/۳ ص ۳۴۳، تفسیر ابن کثیر ج/۳ ص ۲۶۰، ۲۶۱، البیان خوئی ص ۲۰۲، تاریخ القرآن ابیاری ص ۱۶۸، تفسیر المیزان ج/۱۲ ص ۱۱۴، علوم القرآن ص ۲۱۹، مناہل العرفان ج/۱ ص ۱۱۱، التمہید ج/۲ ص ۲۸۴ - ۲۸۵، الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج/۴ ص ۲۵۵، حیاۃ الصحابہ ج/۲ ص ۱۲، اور ج/۳ ص ۴۹۹، کنز العمال ج/۵ ص ۴۲۸ تا ص ۴۳۰، اور ج/۲ ص ۳۱۱، ۳۴۱، ۳۴۷ چند محدثین سے منقول الدر المنثور ج/۵ ص ۱۷۹، ۱۸۰، اور ج/۱ ص ۱۰۶ چند محدثین سے منقول، مشکل الآثار ج/۳ ص ۲۰۲، الکذبۃ تحریف القرآن ص ۲۸، المصنف ابن ابی شیبہ ج/۴ ص ۵۴۳ اور ج/۱۰ ص ۸۶ سے منقول، فرقان خطیب ص ۳۲۔

(۲) فواتح الرحموت بر حاشیہ المستصفی ج/۲ ص ۲۰۔

Presented by www.ziaraat.com

اسی طرح حضرت عمر کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے وہ اس آیت کو مصحف میں لکھنا جائز سمجھتے تھے اور (اگر بالفرض نسخ تلاوت صحیح ہو اگرچہ حقیقت میں صحیح نہیں ہے) حضرت عمر اس آیت کو منسوخ التلاوۃ نہیں سمجھتے تھے۔ حضرت عمر اپنے نظریے کو ثابت کرنے کے لیئے پیغمبر اکرمؐ کے، اپنے اور حضرت ابوبکر کے رجم کرنے سے استدلال کرتے تھے دوسری روایات میں حضرت عمر کہتے ہیں کہ تم نے آیہ رجم کے بارے میں دھوکہ نہیں کھایا یقیناً یہ آیت دوسری آیات کے ساتھ نازل ہوئی تھی اور ہم نے اسے مصحف میں پڑھا لیکن پیغمبر اکرمؐ کی وفات کے ساتھ بہت سی آیات ضائع ہوگئیں اور آیہ رجم کی دلیل یہ ہے کہ پیغمبر خداؐ، ابوبکر اور میں نے آیت کے مطابق عمل کیا اور رجم کا حکم ہم نے جاری کیا۔[۱] البتہ آیتِ رجم کو ایک روایت میں امام صادقؑ سے بھی نقل کیا گیا ہے۔[۲] ابن اشتہ سے منقول ہے کہ، حضرت عمر یہ آیت لے کر آئے تاکہ زید اسے مصحف میں لکھے لیکن زید نے لکھنے سے انکار کردیا کیونکہ حضرت عمر تنہا تھے اور آیت ایک شخص کی گواہی سے ثابت نہیں ہو سکتی تھی۔[۳]

لیکن ہم اس دعوی کو نہیں مان سکتے کیونکہ جیسا کہ بیان ہوچکا پیغمبرؐ کے دور میں وحی لکھنے والے مخصوص کاتب تھے کہ جو مصحف لکھتے تھے اور حضورؐ کے زمانے میں کچھ صحابہ نے بھی اپنے لیئے مصحف لکھ رہے تھے اور حافظ تھے جو قرآن حفظ کرتے تھے اور کوئی آیت بھی ایسی نہیں تھی جو لکھی نہ گئی ہو اور اگر دیکھتے ہیں کہ زید اس آیت کے لکھنے سے انکار کرتا ہے تو اس لیئے کہ اس کا صرف حضرت عمر تنہا دعوی کرنے والے تھے اور کسی نے بھی اس پر حضرت عمر کی تائید نہیں کی لھذا معلوم ہوتا ہے کہ یہ جملہ آیت نہیں ہے۔[۴]

---

(۱) المصنف صنعانی ج/۷ ص ۳۳۰۔

(۲) کافی ج/۷ ص ۱۷۷، التہذیب طوسی ج/۱۰ ص ۳، من لا یحضرہ الفقیہ ج/۴ ص ۲۶، وسائل ج/۱۸ ص ۳۴۷، تکملہ المنہاج ج/۱ ص ۱۹۵، البیان ج/۱ ص ۲۰۲، بحار ج/۸۹ ص ۴۳، تفسیر الصراط المستقیم ج/۱ ص ۳۲۳۔

(۳) الاتقان ج/۱ ص ۵۸ فتح الباری سے منقول۔

(۴) الاتقان ج/۱ ص ۵۸ المصاحف ابن اشتہ سے منقول۔

صرف یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرت عمر کو اس کے قرآن میں لکھے جانے کا بڑا شوق تھا ہر آیت کے بارے میں مذکورہ بالا نکلینے کے علاوہ آیت رجم کے رد پر ہم مندرجہ ذیل دلیلیں ذکر کرتے ہیں۔

پہلی تو یہ کہ، اس عبارت نے رجم کو صرف بوڑھے مرد و عورت پر ثابت کیا ہے اگرچہ وہ محصن نہ ہوں، اور جب ہم نے اس حکم کو احصان اور جیون ساتھی کے موجود ہونے کے ساتھ مقید کردیا تو پھر اس عبارت میں کوئی نئی چیز باقی نہیں رہ جائے گی کیونکہ محصن پر رجم ثابت ہے چاہے جوان ہو یا بوڑھا لہٰذا بعض نے امام صادق ؑ کی اس بارے میں روایت کو تقیہ کے موارد میں سے قرار دیا ہے۔(۱)

" جزری " آیت رجم کے بارے میں کہتا ہے " ۔ مجھے اس عبارت کی نفی کے بارے میں کوئی تردید اور شک نہیں ہے کیونکہ جو بھی یہ جملہ پہلی دفعہ سنے اس کے ذہن میں یہی آئے گا کہ یہ جملہ من گھڑت ہے اور فصاحت و بلاغت کے اعلیٰ درجے پر فائز کلام خدا کے ساتھ قابل موازنہ نہیں ہے " اس کے علاوہ یہ عبارت مطلوبہ توجیہ کے لیئے کافی نہیں کیونکہ سنگسار کرنے (رجم) کی ایک شرط شوہر یا بیوی کا ہونا بھی ہے اور " شیخ " لغت میں اسے کہا جاتا ہے کہ جو چالیس سال کی عمر کو پہنچ چکا ہو جبکہ اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ بوڑھے زناکار کو سنگسار کیا جائے گا اگرچہ اس نے شادی ہی نہ کی ہو، اور جوان مرد اگرچہ اس نے شادی کی ہو زنا کرے تو اسے سنگسار نہیں کیا جائے حقیقت یہ ہے کہ یہ کلام اور حکم اس قابل ہی نہیں کہ اسے کتاب خدا کی طرف نسبت دی جائے ۔(۲)

دوسری یہ کہ، دوسری روایات سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عمر کو معلوم تھا کہ آیت رجم سے متعلق حکم نہیں ہے لیکن چاہتا تھا کہ موضوع کی اہمیت کی خاطر اسے مصحف میں لکھے کیونکہ

---

(۱) ان حوالوں میں سابقہ موضوع کی بات ہوئی ہے تکملۃ المنہاج ج۱، ص ۱۹۹، تعلیقات مولانا غلام رضا بر تفسیر الصراط المستقیم ج۱، ص ۳۴۳۔

(۲) الفقہ علی المذاہب الاربعۃ ج۴، ص ۲۵۹۔

Presented by www.ziaraat.com

وہ خیال کرتا تھا کہ شاید لوگ بوڑھوں پر ترس کھائیں اور ایسے افراد کی شخصیت کی وجہ سے ان پر رجم کا حکم جاری نہ کیا جاسکے لھذا چاہتا تھا کہ تاکید کے ساتھ یہ حکم لکھوا دے تاکہ آنے والے اس حکم کو چھوڑ نہ بیٹھیں یہ مطلب مندرج ذیل روایات سے بہتر طور پر ظاہر ہوجاتا ہے۔

۱۔ حضرت عمر چاہتے تھے اپنی، عبدالرحمان ابن عوف اور فلاں فلاں کی گواہی مصحف کے حاشیہ میں لکھے کہ: پیغمبرؐ نے رجم کا حکم جاری کیا اور ان کے بعد والے خلفاء نے بھی یہی کام کیا جبکہ آئندہ ایسے لوگ آئیں گے جو رجم اور دجال کو جھٹلائیں گے۔ (۱)

۲۔ حضرت عمر کہا کرتے تھے اگر کتاب خدا میں کسی چیز کے بڑھائے جانے کا خوف نہ ہوتا تو رجم کا حکم مصحف میں لکھ دیتا کیونکہ مجھے خطرہ ہے کہ ایسی اقوام آئیں گی جو اس حکم کو کتاب خدا میں نہ پاکر اس کا انکار کردیں گی۔ (۲) لھذا معلوم ہوتا ہے کہ خود حضرت عمر اس عبارت کو قرآن سے نہیں سمجھتے تھے، بلکہ مصحف میں لکھ کر اس حکم کو محفوظ کرنا چاہتے تھے اور ان کا یہ کام شرابی اور اہل عراق کے میقات والے مسئلہ میں اس کے کردار کے مشابہ ہے۔ حسن بصری سے منقول ہے کہ حضرت عمر بڑی کوشش کرتے تھے کہ مصحف میں لکھیں کہ: رسول خداؐ نے شراب خور کو (۸۰) اسی کوڑے لگوائے اور اھل عراق کے لیئے "ذات عرق" کو میقات کے طور پر معین فرمایا۔ (۳)

تیسری یہ کہ: اس جگہ پر آبیاری کہتا ہے "۔۔۔ اگر واقعاً حضرت عمر نے اس عبارت کو قرآنی آیت کے عنوان سے پیغمبرؐ سے سنا ہوتا تو پھر اسے مصحف میں لکھے بغیر کبھی چین سے

---

(۱) مسند احمد ج ۱ ص ۲۳، کنز العمال ج ۵ ص ۴۲۸، مسند احمد، ابو یعلیٰ اور بیہقی سے منقول۔

(۲) صحیح ترمذی ج ۴ ص ۳۸، سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۱۳، کنز العمال ج ۵ ص ۴۲۹، ۴۳۰۔

(۳) المصنف ج ۷ ص ۳۸۰، ۳۷۹۔

نہ بیٹھئے کیا کسی اور نے بھی حضرت عمر کے علاوہ آنحضرتؐ سے یہ جملہ سنا تھا تاکہ حضرت عمر کے اس دعوی پر شاہد بنے کیونکہ تنہا حضرت عمر کی گواہی کافی نہیں تھی؟ اور یہ مسئلہ صحابہ کی حقیقت طلب طبیعت سے بھی مناسبت نہیں رکھتا یا یہ پیغمبرؐ کے واقعات اور قاریوں اور اسی طرح عقل سلیم سے بھی منافات رکھتا ہے جبکہ ہم کہتے ہیں کہ قرآنی بحثوں میں صرف وہ لوگ پڑیں جو صاحبان عقل سلیم ہوں۔[1]"

چوتھی یہ کہ: یہ دلیل دعوی سے اخص ہے اور خلیفہ کے تناقض کو دور کرنا ہمارے لیئے ممکن نہیں ہے ایک طرف سے تو حضرت عمر ڈرتے ہیں کہ لوگ اصل ہی سے حکم رجم کے منکر ہوجائیں گے لہذا کہتے ہیں کہ پیغمبرؐ، ابوبکر اور خود میں نے یہ حکم جاری کیا اور دوسری طرف سے اپنی بات کے ثابت کرنے کے لیئے ایسی دلیل لاتے ہیں کہ جو صرف شیخ اور شیخہ (بوڑھے اور بوڑھی) کے رجم کو ثابت کرتی ہے اور اس کا خود حضرت عمر کو علم ہے کہ لوگ اس کی دلیل کا انکار کریں گے اور کہیں گے کہ حضرت عمر نے کتاب خدا میں دخل اندازی کی ہے اور اس میں ایسی چیز زیادہ کی ہے جو اس میں نہیں تھی لھذا حضرت عمر اپنے حکم کو پیغمبرؐ پر نازل کیا جانے والا حکم خدا سمجھتے ہیں نہ کہ قرآن کی آیت۔ ذیل کی روایت اس مطلب کی بہتر وضاحت کرتی ہے۔ عبدالرحمان ابن عوف سے منقول ہے کہ اس نے کہا عمر ابن خطاب ایک دن لوگوں کو خطبہ دے رہے تھے تو میں نے انہیں کہتے سنا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حکم رجم کیا ہے؟ اب جبکہ کتاب خدا میں "جلد" (کوڑے مارنا) آیا ہے! حالانکہ خود پیغمبرؐ نے رجم (سنگساری) کا حکم جاری کیا اور آنحضرتؐ کے بعد ہم نے بھی یہ حکم جاری کیا اگر یہ خطرہ نہ ہوتا کہ لوگ کہیں گے عمر نے کتاب خدا میں دخل اندازی کی ہے اور اس میں کسی چیز کا اضافہ کیا ہے تو میں جس طرح یہ حکم نازل ہوا ہے اسی طرح قرآن میں لکھ دیتا۔[2]

---

(1) تاریخ القرآن آبیاری ص ۱۶۷۔

(2) الدر المنثور ج ۵ ص ۱۷۹ احمد و نسائی سے منقول۔

Presented by www.ziaraat.com

مذکورہ بالا روایت سے تو پتہ چلتا ہے کہ حضرت عمر کے زمانے میں بھی کچھ لوگ خود رجم کے منکر تھے اور اس بارے میں حکمِ خدا "جلد" (کوڑے مارنے) کو سمجھتے تھے اور انکی دلیل قرآن تھا لہذا بوڑھے افراد کی طرف سے اس حکم کے انکار کا زیادہ امکان پایا جاتا تھا لھذا حضرت عمر بھی بوڑھوں کے لیئے اس حکم کے ثبوت کا سختی سے دفاع کرتے ہیں اور اس کام کی علت بھی معلوم ہوجاتی ہے۔ (۱)

لیکن روایت کے آخر میں ہے، جیسا کہ نازل ہوا اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عمر اسے قرآنی آیت سمجھتے تھے مگر یہ احتمال دیا جائے کہ انکی مراد رجم کے شرعی حکم کا پیغمبرؐ پہ نازل ہونا ہے نہ قرآنی آیت کے عنوان سے یا انکی مراد سابقہ انبیاء پہ اس حکم کا نزول ہو لیکن یہ احتمال بعید ہے۔ البتہ واضح رہے کہ یہاں پہ نسخ تلاوت سے تمسک نہیں کیا جاسکتا کیونکہ زید نے اس کو ایک گواہی کی وجہ سے آیت ماننے سے انکار کردیا تھا اور اگر یہ منسوخ التلاوۃ آیت ہوتی تو سرے سے قبول ہی نہ کی جاتی اگرچہ گواہیاں متعدد ہوں۔

ایک معقول احتمال :

البتہ بعید بھی نہیں کہ پیغمبر اکرمؐ نے بوڑھے اور بوڑھی کے زنا پہ رجم کا حکم بیان کیا ہو بشرطیکہ وہ محصن (شادی شدہ) ہوں اور یہ بھی اس لیئے کہ اس لفظ سے حق کوئی دخالت نہیں رکھتا لیکن یہ پیغمبرؐ سے مروی ایک روایت ہوگی نہ کہ قرآن کی آیت اور ظاہراً زید ابن ثابت کا نظریہ بھی یہی تھا زید سے منقول ہے کہ "میں گواہی دیتا ہوں کہ پیغمبرؐ خدا فرماتے تھے اگر بوڑھا اور بوڑھی زنا کریں تو یقیناً انھیں سنگسار کیا جائے ــــ"۔ (۲)

---

(۱) یہاں یہ سوال پیش آتا ہے کہ اگر خلیفہ حضرت عمرؓ احکام خدا کے احکام کا پابند تھا اور انکی تبدیلی سے ڈرتا تھا تو کیوں اس نے مسلّم شرعی احکام اور پیغمبرؐ سے ثابت شدہ موضوعات کو جیسے متعہ "حی علی خیر العمل" کا اذان و اقامت سے حذف کرنا وغیرہ کو تبدیل کیا الغدیر ج ۶ دلائل الصدق اور والنص والاجتہاد وغیرہ کی طرف رجوع کریں۔

(۲) سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۱۱، سنن دارمی ج ۲ ص ۱۷۹، مسند احمد ج ۵ ص ۱۸۳، المحلی ج ۱۱ ص ۲۳۵۔

زید نے اس وقت یہ بات کی تھی جب بقول ان کے یہ آیت اسکی نظروں سے گذر چکی تھی لیکن اس نے اسے مصحف میں نہ لکھا یعنی زید اسے پیغمبرؐ کی حدیث سمجھتا تھا اسے "آیت" کہنا راویوں کی روایت ہے اور یہ بھی بعید نہیں ہے کہ زید معتقد ہو کہ یہ حکم صرف رسول خداؐ پر نازل ہوا اور انھی کے ساتھ خاص ہو۔ اس کے علاوہ "رجم" والی روایت پر درج ذیل اعتراضات وارد ہوتے ہیں۔

۱۔ "آیت رجم" کے نقل کرنے میں روایات کی عبارتیں مختلف ہیں۔

۲۔ عبارت میں نحوی غلطی اسکے قرآن مجید سے دور ہونے کی علامت ہے۔

۳۔ حضرت عمر نے کس مناسبت سے یہ عبارت پیش کی اس سلسلہ میں راوی بہت اختلاف کاشکار ہیں۔

توریت میں بوڑھوں کے رجم کی آیت،

بوڑھوں کے رجم کی آیت توریت میں ہے اور زید سے منقول ایک تفصیلی روایت میں توریت کی رجم والی آیت کا ماجرا یوں ذکر ہوا ہے۔ مدینہ کے دو بوڑھے یہودی زنا کے مرتکب ہوئے فیصلہ کے لیئے پیغمبرؐ کے پاس آئے تو حضرتؐ نے فرمایا توریت میں ان کے لیئے سنگساری کا حکم ہے تو انہوں نے توریت میں اس قسم کے حکم کی موجودگی سے انکار کردیا تو حضرتؐ نے خود یہودیوں میں سے سب سے بڑے توریت کے عالم کو طلب فرمایا اور اسے قسم دی تاکہ وہ اس بارے میں توریت کا حکم بیان کرے اس نے کچھ تردد کیا پیغمبرؐ نے پھر اسے قسم دی بالآخر اس نے زبان کھولی اور کہا "اے ابوالقاسم حکم یہ ہے اگر بوڑھا اور بوڑھی زنا کریں تو انھیں یقینا سنگسار کرو۔" تو پیغمبرؐ نے فرمایا "یہ وہی خدا کا حکم ہے انھیں لے جاؤ اور سنگسار کرو۔"[1] ظاہر یہ ہے کہ یہ ماجرا کسی صحابی نے

---

(۱) جامع البیان ج/۶ ص ۱۶۸۔

Presented by www.ziaraat.com

کعب الاحبار سے یا کسی ایسے شخص سنا جس نے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کیا اور اس نے کچھ لیا کہ یہ خدا کی وحی ہے اور کہنے والے کی تائید کرتے ہوئے اپنی نیک نیتی اور حسن ظن کی وجہ سے اسے قبول کرلیا البتہ یہ بہترین اور ممکن فرض ہے۔

وہ آیات جو نازل ہوئی اور پھر منسوخ ہو گئیں۔

اسی طرح دعوی کیا جاتاہے کہ خدا نے " بئر معونہ " کے شہداء کے بارے میں کچھ آیات نازل کیں، انس کہتاہے " ہم کچھ آیات پڑھتے تھے اسکے بعد انکی تلاوت منسوخ ہوگئی اور وہ آیات اس طرح تھیں۔ " انا قد لقینا ربنا فرضیٰ عنا و رضینا عنه " اور دوسری روایت میں ہے " و ارضانا "۔[1]

مندرجہ ذیل دلیلوں کی وجہ سے یہ دعوی بھی باطل ہے۔

پہلی تو یہ کہ۔ پہلی ہی شخص کہتاہے اس عبارت میں کلام خدا کے اعجاز کا جلوہ دکھائی نہیں دیتا لہذا کہا جاتاہے کہ اصلی آیات اس طرح نازل نہیں ہوئیں بلکہ قرآنی اسلوب اور نظم کے ساتھ نازل ہوئیں "۔[2] لیکن یہ دعوی کہ آیات کسی اور انداز میں نازل ہوئیں بغیر

---

(۱) تاریخ الخمیس ج/۱ ص ۴۵۳، صحیح بخاری ج/۳ ص ۱۹، ۲۰، صحیح مسلم ج/۲ ص ۱۳۶، الثقات ابن حبان ج/۱ ص ۲۳۶، ۲۳۷، مغازی واقدی ج/۱ ص ۳۵۰، السیرۃ النبویہ ابن دحلان ج/۱ ص ۲۴۰، مسند ابی عوانہ ج/۲ ص ۳۱۱، ۳۱۲، حیاۃ الصحابہ ج/۱ ص ۵۲۵، طبقات ابن سعد ج/۲ ص ۵۳، ۵۴، الاکتفاء کلاعی ج/۲ ص ۱۳۵، بہجۃ المحافل ج/۱ ص ۲۲۳، الروض الانف ج/۳ ص ۲۳۹، مجمع الزوائد ج/۶ ص ۱۳۰، السیرۃ الحلبیہ ج/۳ ص ۱۷۰، الاتقان ج/۲ ص ۲۶، سیرۃ الکامل ابن کثیر ج/۳ ص ۱۴۹، ۱۵۰، الکامل ابن اثیر ج/۲ ص ۱۷۱، مشکل الآثار ج/۲ ص ۴۲۰، اصول سرخسی ج/۲ ص ۷۹، حلیۃ الاولیاء ج/۱ ص ۱۲۳، المواہب اللدنیہ ج/۱ ص ۱۰۴، البدایہ والنہایہ ج/۴ ص ۷۱، ۷۲، اور ج/۷ ص ۲۳۹، فتح الباری ج/۷ ص ۲۹۷، تاریخ طبری ج/۲ ص ۵۵۰، الدر المنثور ج/۱ ص ۱۰۵، اور ج/۲ ص ۹۵ چند محدثین سے منقول، تفسیر جامع البیان ج/۱ ص ۳۸۱۔

(۲) شرح بہجۃ المحافل الاشخر یمنی ج/۱ ص ۲۲۳، الروض الانف ج/۳ ص ۲۳۹، السیرۃ النبویہ ابن دحلان ج/۱ ص ۲۴۰۔

Presented by www.ziaraat.com

دلیل کے ہے اور اسکی تائید کسی شاہد سے نہیں ہوتی اگر آیات کسی اور انداز میں تھیں تو کیوں وہ معجزہ نما کلام ہمارے لیئے نقل نہیں کیا گیا کیا یہ سوائے تاریکی میں پتھر مارنے کے اور کچھ ہے؟

دوسری یہ کہ، جیسا کہ بخاری نے روایت کی ہے کہ یہ مفہوم "بئر معونہ" کے شہداء کی زبان حال تھی جسے پیغمبرؐ نے بیان فرمایا۔ پیغمبرؐ نے لوگوں سے فرمایا "تمہارے ساتھی شہید ہوگئے اور خداوند عالم سے انھوں نے درخواست کی کہ تمہیں خبر دے کہ خدا ان سے راضی ہے اور وہ خدا سے راضی ہیں تو خدا تمہیں یہ خبر دیتا ہے"۔[1] انس سے دوسری روایت میں ہے "خدا نے جبرائیلؑ کے ذریعے پیغمبرؐ کو خبر دی کہ، شہیدوں نے خدا کی زیارت کی اس حالت میں کہ خدا ان سے راضی تھا اور وہ خدا سے"۔[2] یا ضحاک سے منقول روایت میں اس طرح ہے، جب قرآن کے حافظ "بئر معونہ" میں شہادت پاگئے تو خدا نے انھیں عظیم مرتبہ اور دائمی زندگی عطا کی اور وہ شہادت اور پاک رزق تک پہنچ گئے لہذا انھوں نے کہا؛ کاش کوئی ہوتا جو ہمارے بھائیوں کو یہ خبر دیتا کہ ہم نے اپنے خدا کو اس حال میں دیکھا کہ وہ ہم سے خوش تھا اور اس نے ہمیں خوش کیا تو خداوند متعال نے کہا، میں تمہاری خبر تمہارے پیغمبرؐ اور تمہارے بھائیوں کو پہنچاؤں گا۔ اس کے بعد خدا نے یہ آیت نازل کی "**و لا تحسبن الذین قتلوا – و لا هم یحزنون**"۔[3]

---

(۱) صحیح بخاری ج۳ ص۲۰ ، السیرۃ النبویہ ابن کثیر ج۳ ص۱۴۳ ، البدایہ و النہایہ ج۴ ص۷۲ ۔ السیرۃ الحلبیہ ج۳ ص۱۷۱ ۔

(۲) السیرۃ النبویہ ابن دحلان ج۱ ص۲۴۰ ۔

(۳) الدر المنثور ج۲ ص۹۵ ۔

تیسری یہ کہ ، نسخ تلاوت اس معنی میں " کہ آیات قرآن ، نماز میں قرائت اور جنب کے مس کرنے کے احکام سے خارج ہوگئیں۔ "[1] (کہ بعض اہل سنت کے نزدیک یہ احکام ثابت ہیں)[2] بھی بنیادی طور پر باطل ہے اور ہم اس جیسے دعووں کا باطل ہونا پہلے ثابت کر آئے ہیں اگر واقعا اس طرح کی آیات ہوتیں تو پیغمبرؐ کے کاتب یقینا انھیں لکھتے اور اگر منسوخ ہوجاتیں تو پیغمبرؐ نسخ کی اطلاع سب کو دیتے۔

بھولی ہوئی سورت :

عبداللہ ابن عمر سے منقول ہے کہ " پیغمبر اکرمؐ نے دو آدمیوں کو دو سورتوں کی تعلیم دی وہ دونوں یہ سورتیں پڑھتے تھے یہاں تک کہ ایک دن نماز کے وقت وہ سورتوں کے ایک کلمہ کو بھی یاد نہ کرسکے ، صبح جلدی سے رسالتمآبؐ کے پاس آئے اور واقعہ بیان کیا تو پیغمبرؐ نے فرمایا ، وہ سورے منسوخ ہوگئے اور ان کے بارے میں دوبارہ سوچنا بھی نہیں ـــــ "[3] ابن مسعود سے مزید منقول ہے کہ اس نے کہا " پیغمبر اکرمؐ نے ایک آیت مجھے تعلیم دی میں نے آیت حفظ کرلی اور اپنے مصحف میں بھی لکھ لی رات کو

---

(۱) السیرۃ الحلبیۃ ج۳/ ص ۱۰۳ ، الاحکام آمدی ج ۳ / ص ۲۰۱ ، المستصفی غزالی ج۱/ ص ۱۲۴ ، فواتح الرحموت بر حاشیہ المستصفی ج۲/ ص ۷۳ ، فتح الباری ج ۹ / ص ۵۵ ، مناھل العرفان ج۲/ ص ۱۱۲ ، البیان ص ۲۸۳ اصول سرخسی ج۲/ ص ۸۱۔

(۲) البیان فی تفسیر القرآن ص ۲۸۳ ، والاحکام آمدی ج۳/ ص ۲۰۱ ۔ ۲۰۳۔

(۳) مجمع الزوائد ج ۷ / ص ۱۵۷ ، مشکل الآثار ج ۲ / ص ۴۱۸ ، الاتقان ج۲/ ص ۲۶ ، الناسخ لاحکام القرآن ج۲/ ص ۲۰۲ ، تاریخ الاسلام ذہبی ج۲/ ص ۲۸۹ اس کتاب میں آیا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور منسوخ التلاوۃ سورہ سے صرف بسم اللہ الرحمن الرحیم کی آیت باقی بچی ہے اور یہ دلیل ہے تنہا بسم اللہ کے لکھنے کی اور قرآن کی پوری سورہ ہاتھ سے جا چکی ہے ، الدر المنثور ج ۱ / ص ۱۰۵ ، مصنف صنعانی ج۳/ ص ۳۶۵ ، اس کے حاشیہ میں الاوسط طبرانی ج۱/ ص ۱۵۷ سے منقول ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

جب میں نے مصحف کو دیکھا تو اس میں نشنے کا کوئی اثر نہیں تھا دوسرے دن میں نے اپنے مصحف کو اس آیت سے صاف دیکھا اور ماجرا پیغمبر ؐ کے سامنے بیان کیا تو آنحضرت ؐ نے فرمایا "اے ابن مسعود یہ آیت گذشتہ رات منسوخ ہوگئی اور اٹھالی گئی "۔[1] ہم مجبور ہیں کہ ان دو روایات کے الفاظ اور اطراف میں کچھ تحقیق کریں اور احتیاط کے ساتھ اس دعویٰ پر نظر کریں لھذا کہیں گے

پہلا تو یہ کہ ، کیا پیغمبر ؐ نے صرف ان دو افراد کو ان سورتوں کی تعلیم دی تھی یا سب مسلمانوں کو ؟ اگر سب کو تعلیم دی تھی تو پھر روایت صرف ان دو کا نام کیوں لیتی ہے بقیہ سب کا کیوں نہیں ؟ یہ قطعاً معقول نہیں کہ کہا جائے چونکہ صرف یہ دو شخص سورتیں بھولے تھے لہذا روایت نے صرف انھیں قابل ذکر سمجھا اور دوسرے " صحابہ " ان سورتوں کو نہیں بھولے تھے اور فرضاً اگر یہ بات صحیح ہو تو یہ دونوں کون تھے ان کے نام کیا تھے؟ عبداللہ ابن عمر ان کے نام ہمیں کیوں نہیں بتاتا ؟

دوسرا یہ کہ ، دونوں روایتوں پر جو اشکال وارد ہے وہ یہ ہے قرآن سے جو بھی منسوخ ہوتا تھا سے لوگ بھول جاتے تھے تو پھر یہ دعوی شدہ عبارات منسوخ ہونے کے باوجود لوگوں کے ذہن سے کیوں محو نہ ہوسکیں جیسے " بئر معونہ" کے شہداء سے مربوط آیت سورۂ "حفد" و "خلق" آیت "رجم" و غیرہ جن کے بارے میں دعوی کیا گیا ہے کہ قرآن کی آیات تھیں۔

تیسرا یہ کہ ، تاریخ میں لکھا ہے کہ پیغمبر ؐ کے مخصوص کاتب تھے جو آیات نازل ہوتے ہی انہیں لکھ لیتے تھے ۔اسی طرح کچھ صحابہ بھی آیات سنتے ہی اپنے اپنے مصاحف میں انھیں لکھ لیتے تھے

---

(۱) تاریخ القرآن ابیاری ص ۱۷۲۔

Presented by www.ziaraat.com

جب یہ حقیقت مسلم ہے تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا پیغمبرؐ منسوخ ہونے والی سورتوں کے مصحف میں لکھنے کا حکم دیتے تھے یا نہیں ؟ اور اگر وہ لکھی جاتی تھیں تو پھر منسوخ ہونے کے بعد انھیں مٹا دیا جاتا تھا یا وہ خود بخود صفحوں سے مٹ جاتی تھیں یا انھیں ایسے ہی چھوڑ دیا جاتا تھا ؟ اور اگر پیغمبرؐ انھیں اپنے مصحف سے مٹا دیتے تھے تو پھر دوسرے مصاحف والے اصحاب ان منسوخ آیات کے بارے میں کیا کرتے تھے ؟ اور اگر خود بخود مٹ جاتی تھیں تو پھر یہ منسوخ ہونے والی آیات (جن کا دعوی کیا گیا ہے) کیوں ابھی تک کتابوں میں لکھی ہوئی باقی ہیں ؟

چوتھا یہ کہ ، اصل حقیقت اپنی جگہ مسلم ہے جیسا کہ کئی بار کہہ چکے ہیں کہ نسخ تلاوت کا دعوی سرے سے ہی باطل ہے اس پر کوئی دلیل بھی نہیں پائی جاتی اور بہت سے محققین بھی اسے رد کر چکے ہیں۔

پہلی صفوں کے نمازیوں پر درود و سلام ،

حمیدہ ابن ابی یونس نقل کرتا ہے کہ میرا باپ اسی سال کی عمر میں حضرت عائشہ کے مصحف سے مجھے یہ آیت سناتا تھا : " ان اللہ و ملائکتہ یصلوٰ ن علی النبی یا ایھا الذین آمنوا صلّوا علیہ و سلّموا تسلیما ۔ و علی الذین یصلّون فی الصفوف الاولی "۔

حمیدہ کہتا ہے کہ یہ واقعہ حضرت عثمان کے ذریعے مصاحف کی تبدیلی سے پہلے کا ہے۔[1] ہم اس مذکورہ بالا دعوی کے بارے میں یوں کہیں گے ،

پہلا تو یہ کہ ، خبر واحد کے ساتھ قرآنی آیات ثابت نہیں کی جا سکتیں۔

دوسرا یہ کہ ، یہ کیسے ہوا کہ یہ آیت تمام صحابہ میں سے صرف اس شخص تک پہنچی اور دوسرے اسے اپنے مصاحف میں نہ لکھ سکے ؟

---

(۱) الاتقان ج ۲ ، ص ۲۵ ، البیان خوئی ص ۲۲۲

Presented by www.ziaraat.com

تیسرا یہ کہ ، اگر یہ روایت صحیح ہو تو یہ عبارت پیغمبرؐ سے منقول ایک روایت تھی جسے حضرت عائشہ نے آیت سمجھ کر لکھ لیا اور اس احتمال کی تائید براء ابن عازب سے منقول ایک روایت سے ہوتی ہے کہ اس نے کہا: "نبی اکرمؐ نے فرمایا " خداوند عالم اور فرشتے پہلی صف کے نمازیوں پر درود بھیجتے ہیں۔ قرآن کو اپنی آواز کے ذریعے زینت بخشو"۔ (۱) یا حاکم حضرت عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ " پیغمبرؐ نے فرمایا خدا اور فرشتے اس شخص پر درود بھیجتے ہیں جو پہلی صف میں نماز پڑھے۔" (۲) البتہ بعید نہیں کہ حضرت عائشہ نے اس (مذکورہ بالا) عبارت کو حدیث سمجھتے ہوئے مصحف میں لکھا ہو کیونکہ اس زمانے میں یہ کام عام رائج تھا مثلاً " ابن عوف" اور دوسروں کی آیت " رجم " کے بارے میں گواہی مصحف میں لکھی ہوئی تھی یا جیسا کہ بیان ہو چکا حضرت عمر شراب خور کی حد اور اہل عراق کے لیئے " ذات عرق " کو پیغمبرؐ کے ذریعے میقات معین کیئے جانے کو مصحف کے حاشیہ پر لکھنا چاہتے تھے، ظاہر ہے کہ وہ اہم مطالب کو مصحف کے حاشیہ پر لکھ لیتے تھے۔

آیہ جہاد :

مسور ابن مخرمہ سے روایت ہے کہ عبدالرحمن ابن عوف نے کہا، کہ کیا تمہیں یاد نہیں کہ نازل ہونے والی آیات میں یہ آیت بھی تھی ۔ " ان جاهدوا كما جاهدتم اول مرة " ہم اس آیت کو اب نہیں پاتے تو عبدالرحمان نے کہا یہ ان آیات میں سے ہے جو قرآن سے ساقط ہو گئیں۔ (۳)

---

(۱) المصنف ج ۲ ص ۳۸۳۔

(۲) مستدرک حاکم ج ۱ ص ۲۱۴ تلخیص مستدرک ذہبی یہ حدیث بہ شرط مسلم صحیح ہے ذہبی بھی اسے صحیح سمجھتا ہے۔

(۳) الاتقان ج ۲ ص ۲۵ ، کنز العمال ج ۲ ص ۳۵۸ ، البیان ص ۲۲۳ ، الدر المنثور ج ۱ ص ۱۰۶ ، تفسیر برہان مقدمہ ص ۳۲ ، مشکل الآثار ج ۲ ص ۲۱۸۔

ہم اس دعوی کے بارے میں یوں کہیں گے کہ: خود یہ حضرات کہتے ہیں کہ زید ابن ثابت نے قرآن جمع کیا اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے اس کام پر نظر رکھی تو پھر زید کے علاوہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی حمایت کے باوجود کس نے آیت نہیں لکھی؟ اور اگر بالفرض اشتباہ کی وجہ سے یہ آیت رہ گئی ہو تو حضرت عمر اور عبدالرحمن دو گواہ کے طور پر زید کے پاس اس آیت کی گواہی دے سکتے تھے اور زید اسے قرآن میں لکھ سکتا تھا جبکہ خود ان کا یہ کہنا ہے کہ اگر دو صحابی کسی عبارت کے آیت ہونے کی گواہی دے دیتے تو زید اس عبارت کو قرآن کے طور پر لکھ دیتا تھا۔ یہ سوال بھی ہے کہ کیوں یہ آیت منسوخ ہوگئی؟ مگر اس میں کوئی خاص بات تھی؟ کیا قرآن میں کسی دوسری آیت میں جہاد کا حکم بیان نہیں ہوا؟ یہ عبارت " **کما جاهدتم اول مرة** " میں کیا خصوصیت تھی کہ اسے قرآن سے حذف کیا جائے؟ اور اگر یہ خود پیغمبرؐ کے زمانے میں آپؐ کے حکم سے گرائی گئی تھی تو کیا تمام مصاحف اور لوگوں کے ذہنوں سے مٹ گئی؟ اور اگر یہ کام ہوا ہوتا تو حضرت عمر کو یقیناً اس کی خبر ہوتی اور اگر حضرت عمر سے اس بارے میں غفلت سرزد ہوجاتی تو حضرت ابوبکر یقیناً اسے یاد دلاسکتے تھے اس طرح کے کئی اور سوالات جو بیدار مغز قاری کے ذہن میں مختصر سے غور و فکر سے آسکتے ہیں؟

"الولایۃ" نام کی خیالی سورہ،

قدیم علماء میں سے کسی نے بھی حضرت علیؑ کی ولایت کے بارے میں ایسی سورہ کے بارے میں کچھ نہیں کہا سب سے پہلے جس نے اسے اپنی کتاب میں ذکر کیا وہ دبستان المذاهب کا مصنف ہے [1] اور واضح ہے کہ یہ ڈھیلے ڈھالے جملے غالیوں کے گھڑے ہوئے ہیں۔

---

(۱) بحر الفوائد ص ۱۰ دبستان المذاهب، مختصر التحفۃ الاثنا عشریہ ص ۳۱ سے منقول۔

Presented by www.ziaraat.com

جناب آشتیانی مرحوم اس جھوٹی سورہ کے بارے میں کہتے ہیں " آپ محترم قارئین اس سورہ کو پڑھ کر یقیناً متوجہ ہوجائیں گے کہ یہ عبارت ہرگز قرآن سے نہیں ہو سکتی۔ اس کے جملے انتہائی عام سطح کے ہیں۔ ہر عربی زبان جاننے والے کی قدرت میں ہے کہ وہ ایسے جملے بناسکے حالانکہ خدا نے قرآن کے معجزہ ہونے کے بارے میں کہا ہے " لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتو ۔"۔ [1] اس کے علاوہ خود ائمہؑ نے متعدد موارد پر صراحت سے فرمایا ہے کہ حضرت امیرالمومنینؑ کا نام صریحا قرآن میں نہیں آیا اور اسکی علت بھی بیان فرمائی ہے جیساکہ سابقہ بحثوں میں ہم اس کو بیان کرآئے ہیں آپ رجوع کرسکتے ہیں۔

الولد للفراش (بچہ صاحب بستر کا ہے) :

پیغمبرؐ کی حدیث " الولد للفراش و للعاھر الحجر " کے بارے میں کہا گیاہے کہ یہ آیت ہے۔ [2] جبکہ بغیر شک کے ابوہریرہ حسن اور ابو سلمہ سے منقول ہے کہ یہ پیغمبرؐ سے روایت ہے۔ (البتہ ابو سلمہ اور ابو ہریرہ کے درمیان اس روایت کے پیغمبر سے منقول ہونے میں اختلاف ہے)[3] اور مسلمانوں کے اذہان میں یہ بات بیٹھ چکی ہے۔ لھذا ظاہر یہ ہے کہ انھوں نے پیغمبرؐ کے کلام اور قرآنی آیات میں تمیز نہیں کی آنحضرتؐ کے کلام کو آیت سمجھ لیا ہے اور احتمال ہے کہ دوسری جگہوں پر بھی یہی اشتباہ ہوا ہو۔ **واللہ العالم ۔**

مذکورہ بالا مطالب اور غلط دعووں پر اعتراضات کے پیش نظر روشن ہوگیا کہ قرآن کی تحریف یا کمی کا کوئی دعوی بھی صحیح نہیں ہے اور نہ ہی اس قسم کا دعوی کسی علمی بنیاد پر استوار ہے اس قسم کے تمام دعوے صرف قرآن پر تہمت ہیں جن کا مقصد اس نورانی کلام پر دھبہ لگانا ہے۔

---

(۱) البحر الفوائد ص ۱۰۱۔

(۲) اس کے حوالے پہلی فصل میں گذر گئے۔

(۳) مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۹، ۲۸۰، ۳۸۶، ۴۰۹، ۴۶۶، ۴۷۵، ۴۹۲۔

Presented by www.ziaraat.com

اور چونکہ ان فضول دعووں سے، اس سے زیادہ بحث کرنا محترم قارئین کے لیئے ملال خاطر کا باعث ہوگا لھذا اسی حد تک اکتفاء کیا جاتا ہے اور فیصلہ قارئین پر چھوڑ دیتے ہیں۔

امام بلاغی، ایک محقق اور نقاد ،

جب ہماری یہ کتاب اشاعت کے مراحل میں تھی تو میرے ہاتھ جناب بلاغی مرحوم کی کتاب " آلاء الرحمان " لگی علامہ بلاغی نے اس کتاب کے صفحہ ۱۹ سے ۲۵ تک نسخ تلاوت اور اس جیسے دعووں کو بہت ہی استوار اور علمی انداز میں رد کیا ہے ۔ ہم بھی برکت اور بیشتر استفادے کی خاطر جناب بلاغی کے کلام سے کچھ اقتباسات اس فصل کے اخیر میں ذکر کر رہے ہیں تاکہ اس ذمہ دار علمی شخصیت کی کاوشوں کی قدر دانی کی جاسکے۔

جناب بلاغی رقمطراز ہیں " لا یملاء جوف ابن آدم الاّ التراب " احمد حنبل اپنی مسند ج/۵ میں ابی ابن کعب سے نقل کرتا ہے کہ پیغمبرؐ نے فرمایا کہ خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ تم پر قرآن کی چند آیتیں پڑھوں اس کے بعد آنحضرتؐ نے یہ جملے پڑھے " لم یکن الذین کفروا من اھل الکتاب " اسی قرائت کے دوران آنحضرتؐ نے یہ کہا " اگر آدمی مجھ سے مال وثروت کا ایک دشت مانگے اور میں اسے دے دوں تو وہ دوسرا مانگے گا اگر دوسرا دشت اسے دے دوں تو وہ تیسرے دشت کی خواہش کرے گا اور مٹی کے علاوہ آدمی کے پیٹ کو کوئی چیز بھر نہیں سکتی۔ اور جو بھی توبہ کرلے خدا اسکی توبہ قبول کر لیتا ہے اور خدا کے نزدیک صحیح اور استوار دین، حنیفیہ ہے نہ مشرکہ، نہ یہودیہ اور نہ نصرانیہ ۔ اور جو شخص بھی نیک کام کرے اسکا اجر پائے گا "۔

اسی طرح حاکم مستدرک میں اور دوسرے افراد یہ عبارت نقل کرتے ہیں " ان ذات الدین عند اللہ الحنیفیۃ لا المشرکۃ " دوسری روایت میں " غیر المشرکہ " آیا ہے اور جامع الاصول ابن اثیر جزری سے منقول ہے " انّ الدین عند اللہ الحنیفیۃ المسلمۃ لا الیھودیۃ و لا النصرانیۃ و لا المجوسیۃ "۔

پھر مسند میں اس روایت کے بعد ذیل کی دوسری روایت نقل کی ہے۔ منقول ہے کہ ابی ابن کعب نے کہا "ایک دن پیغمبر اکرم نے مجھے کہا کہ خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ تم پر کچھ آیتیں پڑھوں اور پھر یہ آیات پڑھی "لم یکن الذین کفروا من اہل الکتاب والمشرکین منفکین حتی تاتیہم البینۃ۔ رسول من اللہ یتلوا صحفا مطھرۃ فیھا کتب قیمۃ و ما تفرق الذین اوتوا الکتاب الا من بعدما جائتھم البینۃ " " ان الدین عند اللہ الحنیفیۃ لا المشرکۃ و لا الیھودیۃ و لا النصرانیۃ و من یفعل خیرا فلن یکفرہ " شعبہ کہتا ہے۔ اس کے بعد آنحضرت نے کچھ آیات پڑھیں اور یہ قرائت کی۔ " لو ان لابن آدم وادیین من مال لسال و ادیا ثالثا و لا یملاء جوف ابن آدم الا التراب " پھر کہتا ہے۔ اس کے بعد اس سورہ کی بقیہ آیات پڑھ کر یہ سورہ مکمل کر دیا۔

ان روایات کو ابو داود، طیالسی، سعید ابن منصور نے سنن میں، حاکم نے مستدرک میں اور کنز العمال میں نقل کیا ہے اور اسی مضمون کو ابو واقد لیثی سے مسند میں اس طرح نقل کرتا ہے۔ ابو واقد کہتا ہے ہم پیغمبر کے پاس جاتے اور آنحضرت نازل شدہ آیات ہمیں پڑھ کر سناتے ایک دن ہمیں آنحضرت نے کہا۔ خداوند عالم فرماتا ہے۔ " انا انزلنا المال لا قام الصلوۃ و ایتاء الزکوۃ و لو کان لابن آدم و اد لاحبّ ان یکون لہ ثان و لو کان لہ و ادیان لاحب ان یکون لھما ثالثا و لایملاء جوف ابن آدم الا التراب ثمّ یتوب اللہ علی من تاب۔ "۔

ان محدثین کی سچائی اور پہچان کا کیا کہنا (ہم انہیں قصّہ گو نہیں کہتے محدث ہی کہتے ہیں) جو ان سے مذکورہ عبارتوں اور قرآن کی بلاغت میں فرق اور تفاوت اور اس عبارت کی کثافت اور کلام خدا کے اعجاز کے بارے میں کوئی سوال نہیں کرتے اور ان عبارتوں کے بے ربط مطالب کے بارے میں کچھ نہیں کہتے لیکن کیا انہیں اپنی عقل اور ہوش کی طرف بھی رجوع کر کے درج ذیل غلطیوں کا تجزیہ نہیں کرنا چاہیئے۔

" الا المشرکة " کا کیا مطلب ہے کیا دین کی صفت بھی مشرکہ آسکتی ہے " الحنیفیہ المسلمة " تو کیا دین کو بھی حنیف اور مسلمان کہا جاسکتا ہے ؟ جبکہ یہ صفات ذوی العقول کے لیئے استعمال ہوتی ہیں اور " ان ذات الدین " کے کیا معنی ہیں یا " انا انزلنا المال لاقام الصلوة " میں مال نازل کرنے کا کیا مطلب ہے ؟ اور مال نازل کرنے اور نماز قائم کرنے کی صفت میں کیا مناسبت ہے ؟ مزید استفادہ کے لیئے ذیل کی روایت پر توجہ کریں جو مسند احمد نے اپنی سند کے ساتھ مسروق سے نقل کی ہے کہ میں نے حضرت عائشہ سے کہا، کیا پیغمبر اکرمؐ گھر داخل ہوتے وقت کچھ کہتے تھے؟ حضرت عائشہ نے کہا، حضرت گھر داخل ہوتے وقت یہ عبارت گنگناتے تھے۔ " لو کان لابن آدم و ادیان من مال لا تبغیٰ و ادیا ثالثا " و لا یملاء فمه الاّ التراب و ما جعلنا المال الاّ لاقام الصلوة و ایتاء الزکوة و یتوب اللّٰہ علی من تاب " مزید اسی چھٹی جلد میں اپنی سند کے ساتھ جابر سے نقل کرتا ہے پیغمبرؐ اس طرح کی عبارت اپنی زبان پر لاتے تھے " لو ان لابن آدم و ادیا من مال لتمنی و ادیین ولو ان له وادیین لتمنی ثالثا ولا یملاء جوف ابن آدم الاّ التراب مزید احمد اپنی اسناد کے ساتھ جابر سے نقل کرتا ہے کہ جابر سے سوال ہوا، کیا پیغمبرؐ نے کہا تھا " لو کان لابن آدم واد من نخل تمنی مثله حتی یتمنی اودیة و لا یملأ جوف ابن آدم الاّ التراب ؟"

کیا آپ کی نظر میں یہ محال ہے کہ ایک شخص کے پاس مال و ثروت کے دشت ہوں یا بڑے بڑے باغات ہوں ؟ کیا پوری تاریخ میں ایسے لوگوں کی کمی رہی ہے کہ جن کے پاس بے پناہ ثروت تھی ؟ تو پھر عبارت " لو کان لابن آدم " یا " لو ان لابن آدم " کے کیا معنی ہونگے ؟ " لو " تو عربی زبان میں امتناع اور استحالہ کے لیئے استعمال ہوتا ہے تو کیا یہ راوی عربی زبان نہیں سمجھتے تھے ؟ اور کیا بالکل عربی سے واقفیت بھی نہیں رکھتے تھے ؟ البتہ یہ اعتراض احمد کی ابن عباس اور ترمذی کی انس سے منقول روایت پر وارد نہیں ہوتا کیونکہ ان کی روایت میں " مال " یا " نخل " کی بجائے لفظ " ذھب " (سونا) ہے اور یہ کسی حد تک قابل قبول ہوسکتا ہے کہ کہیں " لو کان لابن آدم وادیان من ذھب ۔ "

اس کے علاوہ زیادہ مال و دولت اور دو تین سونے کے دشتوں کی خواہش کرنا گناہ نہیں ہے تاکہ اس سے توبہ کی ضرورت ہو اور آیت میں " و یتوب اللہ علی من تاب " کہنے کی ضرورت پیش آئے، پس سونے کی آرزو کرنے اور خدا کی طرف سے توبہ قبول کرنے میں کیا مناسبت پائی جاتی ہے۔ مندرجہ ذیل موارد پر غور و فکر کرنے سے ان روایات کا بے ربط ہونا زیادہ روشن اور واضح ہوجاتا ہے۔

۱۔ حاکم مستدرک میں ابوموسیٰ سے نقل کرتا ہے کہ اس نے کہا: کہ ہم پہلے ایک سورہ پڑھتے تھے کہ جسے آیات کی تعداد کے لحاظ سے سورہ برائت کے ساتھ تشبیہ دیتے تھے لیکن اب میں اس سورہ کو بھول چکا ہوں اور صرف اس سے ایک آیت مجھے یاد ہے " لو کان لابن آدم وادیان من مال لا بتغیٰ ثالثا و لا یملاء جوف ابن آدم الا التراب " الدرالمنثور میں اس روایت کو کچھ راویوں کے ذریعے ابوموسیٰ تک پہنچایا گیا ہے۔

۲۔ الاتقان نے اپنی سند کے ساتھ ابوموسیٰ سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا: سورہ برائت کی مانند ایک سورہ نازل ہوئی اور پھر منسوخ ہوگئی اور صرف یہ آیت باقی رہ گئی۔ " ان اللہ سیؤید ھذا الدین باقوام لاخلاق لہم و لو انّ لابن آدم وادیین لتمنی ۔ "۔

۳۔ ترمذی اپنی سند کے ساتھ انس ابن مالک سے روایت کرتا ہے کہ اس نے کہا، پیغمبرؐ نے فرمایا " لو کان لابن آدم واد من ذھب لاحبّ ان یکون لہ ثانٍ ولا یملاء فاہ الاّ التراب و یتوب اللہ علی من تاب " جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا حضرت عائشہ، جابر، انس ابن مالک اور ابن عباس کی روایات اس "ایک وادی" اور "دو وادی" والی حدیث کو پیغمبرؐ کے کلام اور آنحضرتؐ کی تشبیہوں میں سے سمجھتی ہیں اور اسے قرآنی آیت نہیں سمجھتیں اگرچہ اس عبارت میں ایسے اعتراض وارد ہیں کہ جو اسے پیغمبرؐ کی طرف بھی نسبت دینے سے مانع ہیں اور ہم ایسی بے ربط گفتگو کو اپنے سے دور کرکے پیغمبرؐ کی طرف منسوب کرنے کو صحیح نہیں سمجھتے

آیہ رجم :

آیتِ رجم : " **الشیخ و الشیخة فارجموهما البتة** ــ " پر علامہ بلاغی نے اس طرح سے تنقید کی ہے : " **فارجموهما** " پر " فاء " جزائیہ کا داخل کرنا کوئی وجہ نہیں رکھتا کیونکہ " فاء " جزائیہ اس جواب اور جزاء پر داخل ہوتی ہے کہ جسکی شرط موجود ہو اور یہاں نہ صراحت کے ساتھ شرط موجود ہے اور نہ شرط یہاں مقدر مانی جا سکتی ہے ۔ اور اگر آیت " **والزانیة والزانی فاجلدوهما** " میں جو فاء جزائیہ " **فاجلدوا** " پر داخل ہوئی ہے تو اس وجہ سے ہے کہ " **جلد** " زنا کی سزا ہے یعنی مبتداء میں جزاء کیلئے سببیت کے معنی موجود ہیں۔ جبکہ اس عبارت میں رجم " شیخ اور شیخہ ہونے کی سزا نہیں ہوسکتا ۔ اور فاء کے داخلے کے لیئے صرف یہ وجہ تصور کی جا سکتی ہے کہ یہ روایت جھوٹی ہے اور شاید سلیمان ابن خالد کی روایت میں کچھ عبارت گر گئی ہے اصل سوال کی صورت یہ ہوگی کہ کیا قرآن میں رجم کا ذکر ہوا ہے ؟

اس کے علاوہ موطا، مستدرک، مسدد اور ابن سعد نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے اپنی موت سے بیس دن سے بھی کم مدت پہلے کہا تھا اگر یہ خطرہ نہ ہوتا کہ لوگ کہیں گے عمر نے کتابِ خدا میں دخل اندازی کی ہے تو میں یقیناً " آیہ رجم " کو لکھ دیتا " **الشیخ و الشیخة فارجموهما البتة** "۔ حاکم نے اس روایت کو اپنی کتاب میں نقل کیا ہے اور ابن جریر اسے صحیح سمجھتا ہے ۔ یہ حضرت عمر سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا میں آیتِ رجم کے نزول کے وقت پیغمبرؐ کے پاس حاضر ہوا اور پیغمبرؐ سے عرض کی آپ لکھوائیں تاکہ میں لکھ لوں تو ظاہراً پیغمبرؐ نے ناپسندیدگی کا اظہار کیا اس کے بعد حضرت عمر نے کہا کیا آپ دیکھتے نہیں ہیں بوڑھا مرد اگر زنا کرے اور محصن نہ ہو تو اسے کوڑے مارتے ہیں حالانکہ جوان مرد اگر محصن (شادی شدہ) ہو تو اسے زنا کی وجہ سے سنگسار کرتے ہیں۔ آپ نے دیکھا کہ محدثین کے مطابق پیغمبرؐ نے اس نازل شدہ آیت کے لکھنے کو ناپسند فرمایا اور

Presented by www.ziaraat.com

اس واقعہ میں حضرت عمر کی طرف سے پیغمبرؐ کو دیا جانے والا جواب بھی ذکر کیا ہے یعنی پیغمبرؐ کو شریعت کے سلسلہ میں راستہ دکھانے کی ضرورت ہے نعوذ باللہ۔ خدا کی پناہ ان حماقتوں اور قبیح لغزشوں سے۔

اسی طرح الاتقان نے نقل کیا ہے کہ نسائی نے مندرجہ ذیل روایت اپنی کتاب میں ذکر کی ہے۔ مروان نے زید ابن ثابت سے کہا: کیا آیۂ رجم مصحف میں نہیں لکھوگے؟ تو اس نے کہا کیا دیکھتے نہیں ہو کہ شادی شدہ جوانوں کو سنگسار کیا جارہا ہے؟ ہم نے ماجرا حضرت عمر کے گوش گذار کیا تو حضرت عمر نے کہا: میں اسکی تحقیق کروں گا حضرت عمر پیغمبر اکرمؐ کے پاس گئے اور انکی خدمت میں عرض کیا: آیۂ رجم مجھے لکھ دیں تو پیغمبرؐ نے فرمایا: تم ایسا نہیں کر سکتے۔

آپ نے دیکھا کہ زید اس مطلب پر اعتراض کرتا ہے اور جب یہ لوگ دیکھتے ہیں کہ حضرت عمر کی درخواست اور پیغمبرؐ کے کلام میں تضاد پایا جاتا ہے تو کہتے ہیں، حضرت عمر کا مقصد پیغمبرؐ سے آیت لکھنے کی اجازت لینا تھا لیکن لگتاہے انہیں یہ معلوم نہیں ہے کہ حضرت عمر ایک عرب تھا کہ جو "اکتب لی" (میرے لیئے لکھ دیں) اور "کتابت کی اجازت لینے" کے فرق کو سمجھ سکتا تھا۔ بہر حال یہ حضرات پیغمبرؐ کے کلام اور حضرت عمر کی درخواست میں کوئی قابل قبول وجہ پیدا نہیں کرسکتے۔ کنز العمال میں ابن ضریس سے ایک اور روایت منقول ہے کہ حضرت عمر نے کہا: میں نے پیغمبرؐ سے کہا: اے رسولؐ خدا آیت رجم لکھ دیں تو پیغمبرؐ نے فرمایا: میں نہیں کرسکتا اسکی قدرت نہیں رکھتا۔

اسی طرح ابن ضریس اپنی کتاب میں زید ابن اسلم سے نقل کرتاہے کہ اس نے کہا: ایک دن حضرت عمر لوگوں کو خطبہ دے رہے تھے اور کہہ رہے تھے: حکم رجم (سنگسار) کے بارے اشتباہ شکوہ نہ کرو یہ حکم حق ہے اور میں ایک عرصے سے اسے مصحف میں لکھنا چاہتا تھا لہذا میں نے ابیؓ سے مشورہ کیا تو اس نے کہا: کیا تم نہیں تھے کہ جو پیغمبرؐ سے اس آیت کی تعلیم حاصل کرکے میرے پاس آئے

Presented by www.ziaraat.com

اور میرے سینے پر ہاتھ مار کر تم نے کہا، کیسے کوئی آیۂ رجم کو سیکھنا چاہتا ہے حالانکہ وہ بدستور حیوانوں کی طرح زنا میں مشغول ہیں؟

اس روایت میں ہے کہ حضرت عمر آیۂ رجم کے نازل ہونے سے پریشان اور غمگین تھے اور کتنا بہتر تھا کہ محدثین ابی کے جواب کے خلاصہ کو نقل کرتے اور پھر اس آیت کے سیکھنے کے بارے میں حضرت عمر کی مخالفت کا نتیجہ بھی لکھ دیتے۔ آیتِ رجم کی ان تمام بے ربط باتوں کے علاوہ ذیل کا واقعہ مکمل طور پر اس عبارت کے آیت ہونے کو مشکوک بنا دیتا ہے۔

حضرت علیؑ نے شراحۂ ہمدانیہ کو جمعرات کے دن کوڑے مارے اور جمعہ کے دن اسے سنگسار کیا اور فرمایا میں نے اسے کتاب خدا کی بنیاد پر کوڑے مارے اور سنت پیغمبرؐ کی بنیاد پر سنگسار کیا۔ اس واقعہ سے مکمل طور پر معلوم ہوجاتا ہے کہ رجم (سنگسار کرنے) کا حکم ایک سنت نبوی ہے نہ کہ قرآنی آیت۔

مذکورہ بالا واقعہ کو احمد، بخاری، نسائی، الجامع میں عبدالرزاق، طحاوی، حاکم نے مستدرک میں اور دوسروں نے نقل کیا ہے اور شیعوں نے مرسل طور پر اس واقعہ کو حضرت علیؑ سے نقل کیا ہے، اسکی بنیاد پر خود امامؑ نے گواہی دی ہے کہ رجم کا حکم "سنت نبوی" ہے۔

سورہ " خلع " کے بارے میں بلاغی کا نظریہ۔

ہم راوی کو نہیں کہتے کہ یہ عبارت قرآنی بلاغت سے کوسوں دور ہے اور اس روشن اور واضح نکتہ کے ادراک نہ کر سکنے پر اسے ملامت نہیں کرتے لیکن یہ ضرور کہیں گے کہ "یفجرک" کا فعل خود بخود کیسے متعدی ہوگیا؟ یہ نحوی نکتہ نظر سے بہت بڑی غلطی ہے؟ اسی طرح " خلع " بتوں کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے، خدا کے بارے میں اسے کیسے صحیح سمجھ لیا گیا؟ آپ اس عبارت کی ان غلطیوں کی کیا توجیہ پیش کریں گے؟

سورہ "حفد" کے بارے میں علامہ بلاغی کا نظریہ۔

اس سورہ کے بارے میں بھی راوی کے ادراک نہ کر سکنے پر اسکی ملامت نہیں کرتے لیکن یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ اس عبارت میں "جد" کے کیا معنی ہیں۔ کیا عظمت کے معنی میں ہے؟ یا توانگری کے معنی میں؟ یا مزاح کی ضد کے معنی میں یعنی سنجیدگی؟ یا نثر کو وزن و قافیہ (سجع) میں برابر کرنے کے لیئے یہ کلمہ اضافہ کیا گیا ہے؟ الجد جدید کی روایت میں اسی طرح سے آیا ہے "نخشی نقمتک" اور عبداللہ کی روایت میں "نخشی عذابک" آیا ہے اور پھر کیا "ملحق" کا لفظ اس عبارت میں کسی خاص نکتہ کو بیان کررھا ہے؟ اور پھر یہ کہ مومن کے خوف خدا اور کافر کے عذاب الٰہی کو شامل ہونے میں کیا مناسبت پائی جاتی ہے؟ بلکہ برعکس ہونا چاہیئے تھا کہ کافروں کو عذاب کرنا مومنین کے لیئے اطمینان و تسلی خاطر کا باعث ہوتا ہے۔

آیتِ ولایت کے بارے میں مرحوم بلاغی کا نظریہ۔

قرآن کی طرف غلط نسبتوں میں سے ایک یہ نسبت بھی ہے جو کتاب فصل الخطاب نے کتاب "دبستان المذاھب" سے نقل کرتے ہوئے ذکر کی ہے اور اسے شیعوں کی طرف منسوب کیا ہے اور دبستان المذاھب والے کے بقول شیعوں کا اعتقاد ہے کہ حضرت عثمان کے ذریعے مصاحف کا جلایا جانا موجب ہوا کہ اہل بیت کی مدح اور حضرت علی ؑ کی فضیلت میں نازل ہونے والی بہت سی سورتیں ضائع ہوگئیں ان سورتوں میں سے پچیس (۲۵) آیتوں پر مشتمل یہ ایک سورہ ہے جو ڈھیلی ڈھالی اور قرآن کی تقلید میں (بہت ہی ناقص اور نا پختہ تقلید کے ساتھ) بڑی آشفتہ سی عبارت پر مشتمل ہے۔ اس عبارت کی بدصورتی تو اپنی جگہ، ہم مندرجہ ذیل غلطیوں کی نشاندہی کرتے ہیں۔ ۱۔ واصطفی من الملائکۃ" وجعل من المومنین اولئک فی خلقہ"

Presented by www.ziaraat.com

ملائکہ (فرشتوں) سے کیا چناؤ اور " اصطفاء " کس چیز کے بارے میں تھا ؟ اور مومنین سے کیا قرار دیا ؟ " اولئک فی خلقه " کے کیا معنی ہیں۔ (یہ بھی مزے کی بات ہے کہ اس بیچاری سورہ "ولایت" کی ناقابل فہم اور شکستہ عبارتوں کی وجہ سے اس کا ترجمہ بھی ممکن نہیں رہا۔

۲ ــ " مثل " الذین یوفون بعهدک انی جزیتهم جنات النعیم " یہاں ان کی مثال بیان نہیں کی گئی صرف اتنا کہا گیا ہے کہ ان کی مثال جو تیرا عہد پورا کرتے ہیں میں نے انھیں جنتی نعمتیں جزاء دی ہے اب انکی مثال کیا ہے اس سلسلے میں کچھ بیان نہیں ہوا۔

۳ ــ" و لقد ارسلنا موسی و هارون بما استخلف فبغوا هارون فصبر جمیل " اس خشک و تر کے معنی کیا ہیں ؟ "بما استخلف" کے کیا معنی ؟ " فبغوا بارون " کے کیا معنی ہے "بغوا" میں جمع کی ضمیر کن لوگوں کی طرف لوٹتی ہے ؟ اور " صبر جمیل " کا حکم کسے دیا گیا ہے ؟

۴ ــ " و لقد آتینا بک الحکم کالذی من قبلک من المرسلین و جعلنا لک منهم و صیا لعلهم یرجعون " "اتینابک الحکم " کے کیا معنی ہیں ؟ " منهم" اور " لعلهم " کی ضمیر کس کی طرف لوٹتی ہے؟ کیا اس ضمیر کا مرجع شاعر کے دل میں ہے ؟ اور آیت کے ابتدائی اور آخری حصّہ کے درمیان " لعلهم یرجعون" کس وجہ سے لایا گیا ہے ؟

۵ ــ و انّ علیا قانت فی اللیل ساجد یحذر الآخرة و یرجو ثواب ربّه قل هل یستوی الذین ظلموا و هم بعذابی یعلمون " ، " هل یستوی الذین ظلموا " اور " و هم بعذابی یعلمون " کے درمیان کیا ربط ہے ؟ اصلا اس کا آپس میں ارتباط ہے ؟ شاید اس ناتجربہ کار جوڑنے والے کے ذہن میں سورۂ زمر کی آیت ۹ ، ۱۰ کلبلارہی تھیں ، " هل یستوی الذین یعلمون و الذین لا یعلمون" [1] بعد میں اس نے چاہا اس مفہوم کو اپنی جہالت کے ساتھ ملا دے۔

اور پھر کہتا ہے " ھل یستوی الذین ظلموا " وہ یہ نہیں سمجھ سکا کہ سورہ زمر کی آیت میں استفہام انکاری ہے اور اس سے پہلے والی آیات ان کے بارے میں ہیں جو خدا کے شریک کے قائل تھے۔ اور جو شخص ساری رات عبادت میں مشغول ہے وہ مشرکین اور خدا کے منکروں کے برابر نہیں ہے لھذا آیت نے کہا ہے " و لا یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون " البتہ یہ غلطیاں اس کارٹون نما عبارت اور لطیفے کی ایک جھلک تھی۔ فصل الخطاب کا مصنف ان راویوں اور محدثین میں سے ہے جس کا کام شاذ و نادر روایات ڈھونڈ نا ہے اس نے جب یہ ڈھکوسلہ "دبستان المذاھب" میں دیکھا تو اسے قارون کا خزانہ نظر آگیا۔ اس کے باوجود یہ نقل کرنے والا کہتا ہے کہ ان منقولات کا شیعہ کتابوں میں نام تک نہیں۔ اس سے زیادہ تعجب " دبستان المذاھب" کے مصنف پر ہے کہ اس نے یہ کیسے جرات کی کہ ان بکواسات کی شیعہ کی طرف نسبت دے، اس نے کون سی شیعہ کتاب میں اس جیسی روایات کو دیکھا ؟ کیا نقل اور سنت میں امانت داری کا تقاضا یہی ہے۔ لیکن یہ تعجب کی بات نہیں (از کوزہ ہمان تراود کہ در اوست) صدر اسلام سے آج تک کون سی ایسی تہمت ہے جو شیعوں کی طرف منسوب نہیں کی گئی ؟ ملل و نحل شہرستانی اور مقدمہ ابن خلدون نے کیا کیا ناروا نسبتیں شیعوں کی طرف نہیں دیں۔ اور آج بھی یہ سلسلہ جاری ہے، ہم خدا کی مدد کے طلبگار ہیں اور یہاں پہ ہم علامہ بلاغی کی گفتگو کو ختم کرتے ہیں۔

واللہ الموفق

---

(۱) زمر آیہ ۹

Presented by www.ziaraat.com

تیسری فصل

غلط روایات اور نظریات :

قرآن کی آیات اور حروف کی تعداد :

طبرانی نے اپنی کتاب میں موثق سند کے ساتھ ایک مرفوعہ روایت حضرت عمر سے نقل کی ہے کہ انھوں نے کہا، "قرآن کے حروف کی تعداد دس لاکھ ستائیس ہزار ہے"۔[1] بعض نے کہا ہے "دس لاکھ اکیس ہزار ایک سو پچاس حرف ہیں اس کے علاوہ بھی کہا گیا ہے[2]

---

(1) الاتقان ج۱ ص ۷۰ ، کنز العمال ج۱ ص ۲۴۰ ، ۲۸۲ عیاشی الابانہ میں ابو نصر سجزی ابن مردویہ الصغیر میں طبرانی سے منقول، مجمع الزوائد ج۷ ص ۱۶۳ ، البرہان زرکشی ج۱ ص ۲۴۹ اور ج۲ ص ۱۶۷ ، مناہل العرفان ج۱ ص ۳۴۴ ، البیان ص ۲۲۱ و بحوث فی تاریخ القرآن ص ۲۱۳ ، اکذوبہ تحریف القرآن ص ۳۰ الاتقان اور کنز العمال ج۱ ص ۵۱۷ ، ۱۱۵۰ سے منقول۔

(2) سعد السعود ص ۲۷۸ ، ۲۷۹۔

Presented by www.ziaraat.com

دوسری روایت میں قرآنی آیات کی تعداد سترہ ہزار آئی ہے۔[۱] حالانکہ موجودہ قرآن میں آیات کی تعداد اس کی ایک تہائی سے بھی کمتر ہے۔[۲] ان روایات پر تنقید کرتے ہوئے ہم عرض کریں گے

پہلا تو یہ کہ، جناب صدوق فرماتے ہیں: " ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ قرآنی آیات کے علاوہ بھی کچھ اور چیزیں پیغمبرؐ پر وحی کی صورت میں نازل ہوئیں کہ اگر انھیں قرآن کے ساتھ ملایا جائے تو آیات کی تعداد سترہ ہزار تک پہنچ جائے گی جو مطالب جبرائیلؑ آنحضرتؐ پر لیکر نازل ہوئے اور وہ قرآن سے نہیں تھے انہیں میں سے یہ عبارت ہے کہ خدا نے فرمایا: اے محمدؐ میری مخلوق کے ساتھ نرمی برتو یا فرمایا: لوگوں کی دشمنی اور کینہ سے بچو ۔ "۔ اسکے بعد جناب صدوق اس طرح کے کئی موارد ذکر کرتے ہیں جیسے مسواک کرنے اور ہمسایہ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کے بارے جبرائیلؑ کی وصیتیں او جنگ خندق کے بعد بنی قریظہ کی جانب حرکت کرنے کا حکم یا اس طرح کے اور موارد کہ جن کا ذکر یہاں ممکن نہیں۔[۳]

دوسرا یہ کہ، یہ روایات آیات اور حروف کی تعداد بتلانے میں آپس میں اختلاف رکھتی ہیں اور یہی چیز انکی صحت کو مشکوک بناتی ہے۔

تیسرا یہ کہ، اگر زیادہ نہ کہیں تو سینکڑوں روایات ہمارے پاس ایسی موجود ہیں کہ جو ثابت کرتی ہیں کہ موجودہ قرآن وہی قرآن ہے جس کے لکھنے کا حضرت عثمان نے حکم دیا اور یہ مصحف بڑے بڑے اسلامی شہروں کو بھیجا گیا بلکہ دعوی کیا گیا ہے کہ یہ وہی حضرت عمر اور حضرت

---

(۱) الکافی ج ۲ ص ۶۳۴۔

(۲) سعد السعود ص ۲۲۱، الاتقان ج ۱ ص ۷۲، تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۷، الوافی ج ۵ ص ۲۷۴، مصابیح الانوار ج ۲ ص ۲۹۵ تاریخ القرآن آبیاری ص ۱۵۸، اعتقادات صدوق باب الاعتقاد فی مبلغ القرآن، محاضرات الادباء ج ۲ جزء ۴ ص ۴۳۳، الفہرست ابن ندیم ص ۳۰۔

(۳) اعتقادات صدوق باب الاعتقاد فی مبلغ القرآن۔

Presented by www.ziaraat.com

ابوبکر والا مصحف ہے۔ اور ہمارا عقیدہ ہے کہ یہ بعینہ وہی مصحف ہے کہ جو پیغمبرؐ سے ہمارے لیئے باقی رہا ہے اگر واقعیت یہ ہوتی کہ قرآن کا دوتہائی ضائع ہوگیا ہوتا تو صحابہ ایک قیامت بر پا کر دیتے اور اس قرآن میں تصرف کی مخالفت اور اعتراض کی خبریں تو اثر کے ساتھ ہم تک ضرور پہنچتیں اور صحابہ قرآن کی شان میں کی جانے والی ہر قسم کی زیادتی و ظلم کو روکتے تھے اس بات کے پیش نظر کہ یہ وہی لوگ تھے جو قرآن میں ایک " واو " گرائے جانے کے خلاف شمشیر بکف ہوگئے اور لڑنے مرنے پر تل گئے اس جیسے مقابلوں کے نمونے ہم نے ابی ابن کعب حضرت ابوذر، اور دوسروں سے دیکھے اور یہاں سب شواہد کے ذکر کی ضرورت نہیں ہے۔

چوتھا یہ کہ، صحابہ کی بہت بڑی تعداد نے زمانہ پیغمبرؐ، میں اپنے لیئے مصحف ترتیب دے رکھا تھا اگرچہ ان مصاحف میں ترتیب کے لحاظ سے ہم آہنگی نہیں پائی جاتی تھی اور نہ ہی مکمل نظم رکھتے تھے لیکن قرآنی آیات کے لحاظ سے مکمل طور پر قابل اعتماد تھے، بہت سی روایات ان مصاحف کے وجود کو رسول اکرمؐ کی زندگی میں ثابت کرتی ہیں اور تاریخ بھی قرآن کے متعدد حافظوں اور کاتبوں کے نام ہمارے لیئے اپنے دامن میں محفوظ رکھے ہوئے ہے۔ قرآن کے حافظوں کی تعداد سینکڑوں اور ہزاروں تک پہنچتی ہے۔

کیا پیغمبرؐ قرآن کو بھول سکتے ہیں ؟

حضرت عائشہ سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا : ایک دن ایک شخص کو پیغمبرؐ نے مسجد میں قرآن پڑھتے سنا تو فرمایا ، خدا اس شخص پر رحمت کرے اس نے مجھے فلاں سورہ کی فلاں آیت یاد دلادی۔ دوسری روایت میں ہے ، مجھے فلاں سورہ کی فلاں آیت یاد دلادی جسے میں بھول چکا تھا۔ [1]

---

(۱) صحیح بخاری ج ۳ ص ۱۵۰ ، اور ج ۲ ص ۹۶ ، مسند احمد ج ۶ ص ۴۳ ، ۶۲، ۱۳۸ اور صحیح مسلم سے منقول ، سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۳۱ ، کنزالعمال ج ۱ ص ۲۸۸۔

Presented by www.ziaraat.com

اسی طرح دوسری روایت میں یہ واقعہ نقل ہوا ہے کہ: پیغمبرؐ نماز میں سورہ مومنون پڑھ رہے تھے تو اس کی ایک آیت کو چھوڑ دیا۔ تو نماز کے بعد پوچھا کیا تمہارے درمیان "ابیؓ" موجود نہیں تھا؟ تو ابیؓ نے عرض کیا۔ کیوں یا رسول اللہؐ تو آپؐ نے فرمایا: کیوں تم نے مجھے وہ آیت یاد نہیں دلائی؟ ابیؓ نے کہا۔ میں نے گمان کیا کہ وہ آیت منسوخ ہو گئی ہے تو آنحضرتؐ نے فرمایا اگر منسوخ ہو چکی ہوتی تو اسکی تمہیں خبر دیتا۔[1]

لیکن اس حدیث کا مضمون صحیح نہیں ہوسکتا اور اگر صحیح ہو تو بھی اس میں صرف بھولنے کے امکان کا دعویٰ ہے نہ کہ پیغمبرؐ واقعا بھولے ہوں۔ اور یہ بات کہ کیوں یہ روایت صحیح نہیں ہے اس پر مندرجہ ذیل دلائل موجود ہیں۔

ایک تو یہ کہ۔ خدا کے اس وعدے "**سنقرئک فلا تنسی الا ما شاء اللہ**"[2] کے بعد یہ ممکن نہیں کہ پیغمبرؐ کسی آیت کو بھول جائیں اور "الاّ ما شاء اللہ" کے معنی اس آیت میں خدا کی قدرت کے اطلاق کو بیان کرنا ہے خدا یہ کہنا چاہتا ہے کہ یہ نہ بھلوانا خدا کا فضل و کرم ہے جو خدا کے ارادہ کے مطابق ہے اور خدا کے ارادہ کے علاوہ کوئی ایسی قدرت نہیں جو نسیان یا عدم نسیان کی باعث بن سکے کیونکہ خدا سب چیزوں پہ قادر ہے اور اسکی حکمت عدم نسیان کی موجب ہے نہ کوئی ضرورت یا مجبوری۔ یہ اس آیت شریفہ کی مانند ہے کہ جس میں ارشاد ہے "- **و اما الذین سعدوا ففی الجنۃ خالدین فیہا مادامت السماء والارض الاّ ما شاء ربک عطاء غیر مجذوذ**"۔[3] (یعنی وہ جو نیک بخت ہوگئے وہ جنت میں اس حال میں ہونگے کہ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے جتنی مدت زمین و آسمان باقی ہیں مگر یہ کہ خدا جو چاہے اسکی عطاء قطع نہ ہونے والی ہے)۔

---

(۱) اصول سرخسی ج۲، ۲ ص ۵۵۔

(۲) سورہ اعلیٰ آیہ ۶۔۷۔

(۳) سورہ ھود ۱۰۸، شیخ عبدہ کی تفسیر جزء عم ص ۹۸ اور کشاف ج۲ ص ۲۹۵ اور تفسیر المیزان ج۱۰ ص ۳۲۲ کی طرف مراجعہ کریں۔

Presented by www.ziaraat.com

دوسرا یہ کہ ، خود پیغمبرؐ نے مختلف انداز سے قرآن کو بھلانے سے روکا ہے اور آیات کے بھولنے والوں کی سخت سرزنش کی ہے آپ مندرجہ ذیل موارد پر توجہ کریں

۱۔ عبداللہ ابن مسعود سے منقول ہے کہ پیغمبرؐ نے فرمایا ، " کتنا برا ہے تم میں سے یا ان میں سے کسی شخص کے لیئے کہ وہ کہے میں فلاں آیت کو بھول گیا قرآن کو قوت حافظہ میں محفوظ کرلو اور اسے مسلسل دہراتے رہو ۔ " [1]

۲۔ سعد ابن عبادہ سے منقول ہے کہ پیغمبرؐ نے فرمایا " جو شخص قرآن پڑھے اور پھر اسے بھول جائے تو قیامت کے دن خدا سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اسے جذام ہوگا۔ [2] مگر یہ کہا جائے کہ مراد پورے قرآن کا بھولنا ہے نہ بعض کا تو اس صورت میں یہ روایت ہمارے مقصد (مطلوب) کو ثابت نہیں کرے گی۔

۳۔ ترمذی رسول خدا ؐ سے نقل کرتا ہے کہ فرمایا کہ مجھے میری امت کا پورا اجر دکھلایا گیا حتیٰ کہ مسجد سے گرد و غبار نکالنے کا اجر بھی اور مجھے میری امت کے تمام گناہ دکھلائے گئے اور میں نے کوئی گناہ اس سے بڑا نہیں دیکھا کہ کوئی قرآن کی آیت یا سورہ کی تعلیم حاصل کرے اور پھر اسے بھول جائے۔ [3] یہی مضمون کئی اور روایات میں بھی منقول ہے۔ [4]

---

(۱) صحیح بخاری ج/ ۶ ص ۱۵۰ ، سنن دارمی ج/۲ ص ۳۰۸ ، ۳۰۹ ، ۳۳۹ ، مسند احمد ج/۱ ص ۴۱۷ ، ۳۸۲ ، ۴۳۸ ، ۴۶۳ ، ۴۶۳ ، ۴۲۹ ، کنز العمال ج/۱ ص ۵۲۵ ، ۵۴۳ بخاری ، احمد ، مسلم ، ترمذی ، نسائی ، ابن حبان ، حاکم ، طبرانی ، محمد ابن نصر اور ترغیب و ترہیب ج/ ۲ ص ۳۶۳ سے منقول۔

(۲) سنن دارمی ج/ ۲ ص ۴۳۷ ، کنز العمال ج/۱ ص ۵۴۳ ، ۵۴۳ ، ۴۶۳ محمد ابن نصر ، مسلم ، دارمی ، طبرانی ، بیہقی شعب الایمان میں ، ابی داود ، احمد ، ابن حبان اور الترغیب والترہیب ج/ ۲ ص ۳۵۹ سے منقول۔

(۳) صحیح ترمذی ج/ ۵ ص ۱۷۸ ، کنز العمال ج/۱ ص ۵۴۳ سابقہ حوالوں سے منقول۔

(۴) کنز العمال ج/۱ ص ۵۴۳ ، ۵۴۵۔

Presented by www.ziaraat.com

ابن مسعود اور معوذتین:

دعویٰ کیا جاتا ہے کہ ابن مسعود سورۂ "فلق" اور "ناس" کو قرآن سے نہیں سمجھتے تھے اور انھیں مصاحف سے مٹا دیتے تھے۔[۱] ہم اس بارے میں عرض کرتے ہیں کہ:

پہلا تو یہ کہ، بعض نے ابن مسعود کی طرف اس نسبت کو قبول نہیں کیا، جیسے رازی[۲] ابن عبدالشکور[۳] ابن المرتضیٰ المحلی میں؛ ابن حزم[۴] شرح المہذب میں نووی، التقریب میں ابوبکر[۵] اور اسی طرح باقلانی استدلال کرتا ہے کہ یہ نسبت صحیح ہوتی تو صحابہ یقیناً ابن مسعود کے ساتھ مناظرہ کرتے اور مناظرہ کی خبر عام ہو جاتی۔ کیونکہ صحابہ بہت معمولی موقعوں پر بھی مناظرے کرتے تھے اس کے بعد باقلانی اس جیسی روایات و احادیث کو گھڑی ہوئی اور جعلی شمار کرتا ہے۔[۶]

---

(۱) صحیح بخاری ج/ ۶ ص ۹۶، مشکل الآثار ج/ ۱ ص ۳۳، مسند احمد ج/ ۵ ص ۱۲۹، مختلف سندوں کے ساتھ، تفسیر قمی ج/ ۲ ص ۴۵۰، بحار ج/ ۸۹ ص ۳۶۳، المعتصر من المختصر ج/ ۲ ص ۲۵۱، تفسیر کبیر رازی ج/ ۱ ص ۲۱۳، الاتقان ج/ ۱ ص ۶۵، ۷۹، ۸۰، ۱۲۳، ارشاد الساری ج/ ۷ ص ۴۴۲، تفسیر الصراط المستقیم ج/ ۱ ص ۳۱۵، فواتح الرحموت بر حاشیہ المستصفی ج/ ۲ ص ۹، فتح الباری ج/ ۸ ص ۵۵۰، ۵۵۱، مناہل العرفان ج/ ۱ ص ۲۶۸، الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج/ ۴ ص ۲۵۸، کنز العمال ج/ ۲ ص ۳۵۲، الدر المنثور ج/ ۶ ص ۴۱۶، مجمع الزوائد ج/ ۷ ص ۱۴۹، الجامع لاحکام القرآن ج/ ۲۰ ص ۲۵۱، محاضرات الادباء ج/ ۲ ص ۴۳۴، الایضاح ابن شاذان ص ۲۲۹، ۵۷، الفہرست ابن ندیم ص ۲۹، کشف الاستار مسند بزار ج/ ۳ ص ۸۶ سے منقول، شرح الشفاء قاری ج/ ۲ ص ۳۱۵ آکذوبۃ تحریف القرآن ص ۲۸، مصنف ابن ابی شیبہ ج/ ۱۰ ص ۵۳۸ سے منقول، تفسیر روح المعانی ج/ ۱ ص ۲۴۔

(۲) التفسیر الکبیر ج/ ۱ ص ۲۱۳۔

(۳) فواتح الرحموت بر حاشیہ المستصفی ج/ ۲ ص ۹۔

(۴) البرہان زرکشی ج/ ۲ ص ۱۲۷، فواتح الرحموت بر حاشیہ المستصفی ج/ ۲ ص ۹، الاتقان ج/ ۱ ص ۶۵، البحر الزخار ج/ ۲ ص ۲۴۹ اس کے حاشیہ پر جواہر الاخبار و الآثار، شرح شفاء ملا علی قاری ج/ ۲ ص ۳۱۵۔

(۵) المحلی ج/ ۱ ص ۱۳۔

(۶) اعجاز القرآن باقلانی ج/ ۲ ص ۱۹۲ (بر حاشیہ الاتقان)۔

Presented by www.ziaraat.com

تیسرا یہ کہ : قرآن پیغمبرؐ کا اہم ترین تبلیغی ہدف شمار کیا جاتا ہے اور یہ اسلامی دعوت کا محور اور امت واحدہ کی فکری بنیاد ہے اگر فرض کیا جائے کہ پیغمبرؐ ہر چیز بھول سکتے ہیں تو یہ احتمال قطعاً نہیں دیا جاسکتا کہ اس چیز کو بھول جائیں جس کا آپؐ کی دعوت کے ساتھ بہت قریبی تعلق ہے۔

یہ فرض کہ پیغمبرؐ نے آیات ابلاغ کردی تھیں اور صحابہ انھیں حفظ کر چکے تھے اور لکھ چکے تھے[1]

یہ صرف ایک احتمال ہے جس پر کوئی دلیل نہیں اور سید گزشت ہے بلکہ ابی والی روایت کہ پیغمبرؐ نے اسے سورہ مومنون کی آیت انھیں یاد نہ دلانے پر ڈانٹا کے علاوہ جتنی سب روایات تصریح کرتی ہیں کہ پیغمبرؐ ایک آیت کو بھول گئے اور ان میں کوئی اشارہ اس حقیقت کی طرف نہیں پایا جاتا کہ یہ بھولنا آیات کے ابلاغ سے پہلے تھا یا بعد میں اس کے علاوہ روایت میں ایسی کوئی بات نہیں ہے کہ اس پڑھنے والے نے کوئی ایسی آیت تلاوت کی تھی جسے پیغمبرؐ بھول چکے تھے ۔ جیسا کہ دعویٰ یہی کیا گیا ہے۔[2] بلکہ ہوسکتا ہے کہ یہ پڑھی جانے والی آیت سن کر پیغمبرؐ کو دوسری آیت یاد آئی ہو جو اس کے ساتھ مناسبت رکھتی ہو اور اسے تداعی معانی کہا جاتا ہے (کہ ایک چیز دوسرے کو لازم ہوتی ہے، ایک کے تصور سے دوسری کا تصور حاصل ہوجاتا ہے) اس کے علاوہ پیغمبرؐ کے آیات کو بھولنے کا مطلب ان کے مقصود و مقتضیٰ پر عمل کی طرف عدم توجہ ہے اور یہ کہنا کہ آیات پر عمل کے نتیجہ سے پیغمبرؐ کو سروکار نہیں تھا اپنے یا غیر کے لحاظ سے ہو قطعاً صحیح نہیں ہے اور نہ کوئی عقل مند اسے قبول کرسکتا ہے۔

---

(۱) مباحث فی علوم القرآن ص ۳۵۔

(۲) وہی حوالہ۔

Presented by www.ziaraat.com

متاوجاہے تو اس نے اس کا انکار نہ کیا سفیان سے کہا گیا کہ کیا تمہاری مراد ابن مسعود ہے ؟ تو اس نے کہا ہاں اور ابن مسعود کے مصحف میں معوذتین نہیں تھیں اس نے دیکھا کہ پیغمبر اکرمؐ نے حسنینؑ شریفین کو معوذتین کا تعویذ باندھا تھا اور اس نے کبھی پیغمبرؐ کو یہ دو سورتیں نماز میں پڑھتے نہیں سنا تھا لھذا اس نے سمجھا کہ یہ تعویذ ہیں اور اپنے اس گمان پہ اصرار بھی کرتا تھا لیکن دوسروں کو ان دونوں سورتوں کے قرآن ہونے کا یقین حاصل ہوچکا تھا لھذا انھوں نے وہ اپنے مصحف میں لکھ رکھی تھیں۔(۱) ابن قتیبہ کا بھی یہی نظریہ ہے۔(۲)

مذکورہ بالا روایت دلیل ہے کہ ابن مسعود اس بارے میں اشتباہ کا شکار ہوا ہے اور ممکن ہے حقیقت حال کے واضح ہونے کے بعد وہ حق کی طرف لوٹ آیا ہو اور عاصم نے اس کے بعد ان دو سورتوں کی قرائت ابن مسعود سے حاصل کی ہو اور یہ بعید زرقانی وغیرہ کا ابن مسعود کے بارے میں نظریہ ہے وہ کہتے ہیں کہ ابتداء میں ابن مسعود معوذتین کے قرآن ہونے کے منکر تھے اور بعد میں جب ان دونوں سورتوں کی متواتر روایت اور ان پہ اجماع کو دیکھا اور حقیقت حال ان پہ روشن ہوگئی تو وہ بھی ان کے قرآن ہونے پہ ایمان لے آئے۔(۳) لیکن یہ دعویٰ کہ یہ دو سورتیں مصحف ابن مسعود میں موجود نہیں تھیں درج ذیل روایت کے منافی ہے جو کہتی ہے کہ ابن مسعود نے معوذتین کو دو تعویذ کہ " جنہیں جبرائیل لائے تھے " کے عنوان سے اپنے مصحف میں لکھ رکھا تھا۔(۴) مگر یہ کہا جائے کہ معوذتین ابن مسعود کے مصحف میں جداگانہ اور ممتاز طور پہ لکھے ہوئے تھے تاکہ قرآنی آیات کے ساتھ ان کا فرق واضح رہے۔

---

(۱) مسند احمد ج ۵ ص ۱۳۰۔

(۲) الجامع لاحکام القرآن ج ۲۰ ص ۲۵۱، الاتقان ج ۱ ص ۸۰۔

(۳) مناہل العرفان ج ۱ ص ۲۶۸، شرح الشفاء قاری ج ۲ ص ۳۱۵۔

(۴) البحر الزخار ج ۲ ص ۲۲۹، جواہر الاخبار والآثار اسی کے حاشیہ پر۔

ہم بھی اگرچہ انکے نظریئے کے مخالف ہیں (جیسا کہ بعد میں بیان ہوگا) لیکن مطالب کے بیان میں امانت داری کی خاطر ان کے نظریات یہاں ذکر کرتے ہیں کیونکہ بعید نہیں ہے کہ ابن مسعود کو دو حالتیں پیش آچکی ہوں کہ پہلی حالت میں وہ معوذتین کو قرآن کا جزء نہ سمجھتے ہوں، اس کے بعد جب انہیں اصل حقیقت کا پتہ چلا ہو تو وہ اس نظریئے سے دستبردار ہوگئے ہوں اور ان دونوں سورتوں کو قرآن سمجھنے لگے ہوں۔

دوسرا یہ کہ: باقلانی کہتا ہے کہ عبداللہ ابن مسعود کا طریقہ کار یہ تھا کہ وہ مصحف میں صرف وہ چیز لکھتے تھے جس کے لکھنے کا پیغمبرؐ نے حکم دیا ہو اور چونکہ **"معوذتین"** کے لکھنے کا حکم خود پیغمبرؐ سے انہوں نے نہیں سنا تھا اور نہ انہیں لکھا ہوا دیکھا تھا لہٰذا ان دونوں سورتوں کو قرآن کے عنوان سے ماننے سے انکار کرتے تھے[1] ہم اس بارے میں یوں عرض کریں گے کہ ابن مسعود اس مصحف کی طرف رجوع کرسکتے تھے جو پیغمبرؐ کے سامنے جمع کیا گیا تھا اور اس طرح حقیقت حال سے مطلع ہوسکتے تھے اور یوں انہیں پتہ چل جاتا کہ معوذتین قرآن سے ہیں یا نہیں بہرکیف باقلانی کا دعویٰ بے دلیل ہے اور فقط ایک احتمال ہے البتہ اس باب میں صرف احتمال کافی ہے۔

تیسرا یہ کہ: مورخین نے لکھا ہے کہ عاصم نے "معوذتین" کی قرائت زرؓ ابن حبیش سے سیکھی اور وہ "یعنی زرؓ" اپنی قرائت ابن مسعود سے نقل کرتا ہے اسی طرح کہا گیا ہے کہ یہ قرائت صحیح ہے اور ابن مسعود سے اسکی نقل صحیح ہے[2]

چوتھا یہ کہ: سفیان ابن عیینہ سے وہ عبدہ اور عاصم سے اور وہ زرؓ سے نقل کرتے ہیں کہ اس نے کہا: میں نے ابی ابن کعب سے کہا تمہارا بھائی (ابن مسعود) مصحف سے معوذتین کو

---

(۱) الاتقان ج/ ۱ ص ۷۹، شرح الشفاء قاری ج/ ۲ ص ۳۱۵۔

(۲) برھان زرکشی ج/ ۲ ص ۱۲۸، شرح الشفاء قاری ج/ ۲ ص ۳۱۵، الاتقان ج/ ۱ ص ۷۹، فواتح الرحموت بر حاشیہ المستصفیٰ ج/ ۲ ص ۹، مناھل العرفان ج/ ۱ ص ۲۶۸، المحلی ج/ ۱ ص ۱۳۔

معوذتین کے منکر کو کافر ٹھہرانا :

ابن مسعود اور ان جیسوں کے دعوی کے مقابلے میں یزید ابن ہارون کا دعوی موجود ہے جو کہتا ہے کہ : معوذتین " بقرہ " اور " آل عمران " کی مانند ہیں اور جو بھی یہ گمان کرے کہ معوذتین قرآن سے نہیں ہیں تو اس نے خداوند عالم کا انکار کیا ہے۔(۱) یزید سے کہا گیا کہ ابن مسعود کے دعوی پر کیا کہو گے ؟ تو اس نے کہا : مسلمانوں کا اجماع ہے کہ ابن مسعود پورے قرآن کے جمع ہونے اور حفظ کئے جانے سے پہلے وفات پا چکے تھے۔(۲) البتہ یزید کا اس بارے میں اجماع کا دعوی ابن مسعود کے ساتھ زیادتی ہے اور سابقہ روایات کو دیکھنے سے یہ مطلب واضح ہوجاتا ہے۔

ایک ناکام کوشش :

بعض نے ابن مسعود کے اس کام کی یوں توجیہ کرنے کی کوشش کی ہے، کیونکہ ابن مسعود کو معوذتین مکمل طور پر حفظ تھیں اور اسے ان کے بھولنے کا احتمال تک نہیں تھا لھذا اسے ان کے مصحف میں لکھنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی جیساکہ اس نے سورہ "الحمد" بھی مصحف میں نہیں لکھی تھی اور وہ مطمئن تھے کہ وہ انھیں نہیں بھولیں گے اس توجیہ کا جواب دیا گیا ہے کہ ، ابن مسعود کو سورۂ کوثر ، توحید اور نصر بھی مکمل حفظ تھیں تو پھر ان سورتوں کو کیوں مصحف میں لکھا جبکہ ان کے بھولنے کا بھی اسے احتمال تک نہیں تھا۔(۳) لیکن ہم کہیں گے کہ بالفرض اگر ابن مسعود نے ایک غلط

---

(۱) نووی شرح المھذب میں کہتا ہے کہ مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے شرح الشفاء ج ۲ / ص ۳۱۵ ، المحلی ج ۱ / ص ۱۳ ۔

(۲) الجامع لاحکام القرآن ج ۱ / ص ۵۳ ۔

(۳) الجامع لاحکام القرآن ج ۲۰ / ص ۲۵۱ ۔

شبہ کی بنیاد پر ان سورتوں کو قرآن میں نہ لکھا ہو تو اس سے قرآن کی حیثیت میں کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ ابن مسعود کا مصحف ایک شخصی مصحف تھا بالخصوص معوذتین کے قرآن ہونے پر اجماع کا دعویٰ بھی ہمارے نظریئے کی تائید کرتا ہے البتہ یہ احتمال اپنی جگہ پر موجود ہے کہ ابن مسعود نے بعد میں اپنا نظریہ بدل لیا ہو ظاہر یہ ہے کہ سورہ "فلق" اور "ناس" کے قرآن ہونے کے بارے میں شک امام صادقؑ کے زمانے تک برقرار تھا، بسام کے غلام صابر سے روایت ہے کہ حضرت امام صادقؑ نے نماز مغرب کی امامت کروائی اور ہم نے اقتداء کی، آپؑ نے نماز میں معوذتین کو پڑھا اور نماز کے بعد فرمایا یہ دونوں سورتیں قرآن سے ہیں۔[1] اسی طرح امامؑ سے معوذتین کے قرآن ہونے کے بارے میں جب سوال کیا جاتا ہے تو امامؑ جواب میں فرماتے ہیں ہاں یہ قرآن ہیں سوال کرنے والے نے کہا کہ یہ دونوں سورتیں ابن مسعود کے مصحف اور قرائت میں موجود نہیں ہیں تو امامؑ نے فرمایا ابن مسعود نے اشتباہ کیا ہے یا اس نے جھوٹ کہا ہے۔ یہ دونوں سورتیں قرآن ہیں۔[2] یا ابوبکر حضرمی سے منقول ہے کہ میں نے امام محمد باقرؑ سے عرض کیا کہ ابن مسعود معوذتین کو مصحف سے مٹا دیتے تھے تو حضرتؑ نے فرمایا میرے والد فرماتے تھے یہ ابن مسعود کی زیادتی تھی اور یہ دونوں سورتیں قرآن ہیں۔[3]

سورہ حمد ابن مسعود کی مصحف میں نہیں ہے۔

ظاہر یہ ہے کہ ابن مسعود نے معوذتین کے علاوہ سورۂ حمد کو بھی اپنے مصحف میں نہیں لکھا تھا۔

---

(۱) الکافی ج ۳ ص ۳۱۷ وسائل ج ۴ ص ۷۸۶۔

(۲) طب الائمہ، ابن بسطام ص ۱۱۴، الوسائل ج ۴ ص ۷۸۶۔

(۳) تفسیر قمی ج ۲ ص ۴۵۰، وسائل ج ۴ ص ۷۸۶۔

Presented by www.ziaraat.com

ابیّ نے بھی "الحمد" اپنے مصحف میں نہیں لکھی تھی۔[۱] رازی ابن مسعود سے معوذتین اور الحمد کے قرآن ہونے کا انکار نقل کرتا ہے۔[۲] لیکن ابن حزم نے اس نسبت کا اصلاً انکار کیا ہے اور عاصم کی ابن مسعود سے قرائت سیکھنے کو اپنے دعویٰ پر دلیل بنایا ہے۔[۳] ابن مسعود کے اپنے مصحف میں "الحمد" کے نہ لکھنے کی یوں توجیہ کی گئی ہے کہ چونکہ سورۂ الحمد اتنا زیادہ پڑھا گیا کہ ذہنوں میں رچ بس چکا تھا جسکے بھولنے کا ذرہ برابر احتمال نہیں دیا جا سکتا تھا لھذا ابن مسعود نے اس سورہ کے لکھنے کی ضرورت محسوس نہیں کی اور روزانہ نماز میں اس سورے کے کئی دفعہ پڑھے جانے نے اس کے قرآن ہونے کو مسلّم کر دیا تھا لھذا اسے اس کے باوجود کہ قرآن تھا نہ لکھا۔[۴] بالفرض اگر ثابت بھی ہوجائے کہ ابن مسعود نے اس سورہ کو اپنے مصحف میں نہیں لکھا کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی کیونکہ اس کے قرآن ہونے پر امت کا اجماع ہے اور یہ ضروریات دین میں سے ہے کیا اس کا نہ لکھنا اس کے قرآن نہ ہونے پر عقیدے کی دلیل ہے؟

ابن مسعود کے سلسلے میں تہمت پر اتنا اصرار کیوں؟

ہم سمجھتے ہیں کہ ابن مسعود کے بعض سورتوں کے اپنے مصحف میں نہ لانے اور سورہ حمد کی اسکی نظر میں نفی[۵] (حتی کہ ابیّ بن کعب اور الحمد کی قرائت کے بارے میں شبہہ ایجاد کرنے) پر اصرار کرنا اور سعی و کوشش کرنا سیاسی اہداف و مقاصد کی خاطر ہے کیونکہ مصاحف کے ایک کرنے

---

(۱) البحر الزخار ج۲ ص ۲۳۶، جواہر الاخبار و الآثار اس کے حاشیہ پر، تفسیر قرطبی ج ۲۰ ص ۲۵۱، فہرست ابن ندیم ص ۲۹، الاتقان ج۱ ص ۶۴، محاضرات الادباء ج۲ جزء ۴ ص ۴۳۴۔

(۲) جواہر الاخبار در حاشیہ بحر زخار ج۲ ص ۲۳۶۔

(۳) المحلی ج۱ ص ۱۳۔

(۴) تفسیر قرطبی ج ۲۰ ص ۲۵۱۔

(۵) الاتقان ج۱ ص ۶۵۔

والے کام کے سلسلہ میں ابن مسعود زید ابن ثابت کی سرپرستی کے مخالف تھے اور اس سلسلہ میں انھوں نے خلیفہ سوئم کے ساتھ جھگڑا کیا اسی طرح انھوں نے اپنے مصحف کے جلانے کی بھی اجازت نہ دی یہ چیز موجب بنی کہ ان کے مخالفین اور سیاسی جلادی انھیں بے صلاحیت ظاہر کرنے پر کمر بستہ ہوگئے اور یہ ظاہر کرنے لگے ابن مسعود اس واضح غلطی کے بعد قرآن لکھنے والے اہم کام کے قابل نہیں ہیں اگرچہ پیغمبرؐ نے حکم دیا تھا کہ اگر قرآنی آیات کو تازہ اور شاداب حاصل کرنا چاہتے ہو تو ابن مسعود سے سیکھو۔ یہاں یزید ابن ہارون کے کلام کا معنی روشن ہوجاتا ہے جو اس نے کہا کہ: قرآن جمع کیئے جانے سے پہلے ابن مسعود وفات پاگئے اگر یزید، ابن مسعود کی تکفیر (کافر قرار دینا) کر سکتا تو یقیناً یہ کام کرتا، اگرچہ اس نے اپنے کلام میں ابن مسعود کی تکفیر کی طرف اشارہ کردیا ہے۔

" بسم اللہ " قرآن سے نہیں ہے ؟۔

کہا جاتا ہے کہ مدینہ، اور بصرہ کے قاری نیز شام کے فقہاء اور قاری (بعض نے کوفہ کے قاری بھی کہے ہیں) قائل ہیں کہ " بسم اللہ الرحمن الرحیم " قرآن میں کسی جگہ پر آیت نہیں ہے حتی کہ سورۂ الحمد میں بھی بلکہ صرف سورتوں کے درمیان فاصلہ کرنے اور تبرک (خیر و برکت) کی خاطر لائی گئی ہے۔ ابوحنیفہ اور اسکے پیروکار یہ نظریہ قبول کرتے ہیں۔ "[1]

---

(۱) الاتقان ج۱/ ص ۱۰، غرائب القرآن بر حاشیہ تفسیر طبری ج۱/ ص ۷۷، ۷۹، صحیح ترمذی پر محمد شاکر کے تعلیقات ج۲/ ص ۱۹، امام زید ابی زہرہ ص ۳۵۰، البحر الزخار ج۲/ ۲ اور، الفصول المختارۃ ص ۴۴ سے منقول یہ دونوں خطی نسخ دار الکتب والمصریہ میں موجود ہیں، تفسیر کبیر رازی ج۱/ ص ۱۹۴، احکام القرآن جصاص ج۱/ ص ۸، ۱۰، (اختلاف نظریات کی تفصیل کے لیے رجوع کریں) ارشاد الفحول ص ۳۱، کنز الدقائق البحر الرائق کے ہمراہ ج۱/ ص ۳۳۰، بدایۃ المجتہد ج۱/ ص ۱۲۴، الفرقان تحریف القرآن احکام القرآن ابن عربی ج۱/ ص ۲ سے منقول، روح المعانی ج۱/ ص ۳۷، انتصار باقلانی ص ۷۱، ۷۹، فقہ السنۃ ج۱/ ص ۱۲۷، المستصفی ج۱/ ص ۱۰۳ اسی کے حاشیہ پر فواتح الرحموت ج۲/ ص ۱۴، الکشف عن وجوہ القراءات السبع ج۱/ ص ۲۳۔

ابن طاؤس کہتا ہے، یہ اہل سنت کے قدماء اور ابو علی جبائی کا مذہب ہے۔[1] دوسرے لفظوں میں یہ شافعی کا پہلا عقیدہ ہے اور قدماء حنفیوں کا بھی یہی مسلک ہے۔[2] مالک اور اس کے پیروکاروں کا بھی یہی عقیدہ ہے۔[3] قرطبی نے اس عقیدے کی تقویت کی ہے۔[4] اور حسن بصری کی طرف بھی اس عقیدے کی نسبت دی گئی ہے۔[5]

جزری کہتا ہے "یہ مالک، سفیان، ثوری اور اس کے موافقوں کا عقیدہ ہے"[6] اسی طرح ابوعمرو، قالون اور اہل مدینہ سے اسکے تابع قاری "بسم اللہ" کو سورۂ حمد کی آیت نہیں سمجھتے ہیں۔[7]

قسی کہتا ہے "بسم اللہ" مالک اور دوسرے علماء کی نظر میں قرآن کی آیت نہیں ہے نہ حمد سے اور نہ دوسری سورتوں سے وہ بسم اللہ کے قرآن کے جزء ہونے والے دعویٰ کو شاذ شمار کرتے ہوئے کہتا ہے قرآن میں "بسم اللہ" کی ایک سو تیرہ آیتیں زائد ہیں اور اپنے نظریئے پر اجماع کا دعویٰ کرتا ہے۔[8] ابو حنیفہ کی طرف منسوب ہے کہ وہ اس مسئلے میں پڑنے سے کتراتا تھا اور اسے مشکل مسئلہ سمجھتا تھا لہذا خاموشی کو بہتر خیال کرتا تھا۔[9] بلکہ "بسم اللہ" کے آیت ہونے کی

---

(۱) سعد السعود ص ۱۳۵۔

(۲) السیرۃ الحلبیۃ ج۱/ ص ۲۳۸، شافعی کا عقیدہ اس کتاب میں دیکھیے۔ احکام القرآن جصاص ج۱/ ص ۱۳، عمدۃ القاری ج۵/ ص ۲۹۲ اور نصب الرایہ ج۱/ ص ۳۲۷۔

(۳) فواتح الرحموت ج۲/ ص ۱۴، تفسیر قرطبی ج۱/ ص ۹۲، ۹۳، تبیین الحقائق ج۱/ ص ۱۲، تفسیر ابن کثیر ج۱/ ص ۱۷، الاتقان ج۱/ ص ۷۸، مجمع الانھر ج۱/ ص ۹۳، تفسیر کبیر ج۱/ ص ۱۹۴، شرح ملا علی قاری ج۲/ ص ۳۱۴۔

(۴)، (۵) تفسیر قرطبی ج۱/ ص ۹۵۔

(۶) النشر ج۱/ ص ۲۷۰۔

(۷) النشر ج۱ ص ۲۷۱

(۸) الکشف ج۱/ ص ۱۳، ۲۷، ۲۲، ۲۳۔

(۹) تفسیر کبیر ج۱/ ص ۱۹۴۔

Presented by www.ziaraat.com

نفی کرنا ابوحنیفہ اور انکے پیروکاروں کا دعویٰ ہے۔[1] اوزاعی[2] اور دمیاطی بھی اس نظریئے کی طرف رجحان رکھتے ہیں۔[3] شوکانی اور دوسرے کہتے ہیں "۔ اوزاعی، مالک، ابوحنیفہ اور داود سے بقول احمد کے روایت ہوئی ہے کہ " بسم اللہ " قرآن کی آیت نہیں ہے نہ سورۃ الحمد میں اور نہ کسی اور سورہ کے ابتداء میں "۔[4] ابوبکر رازی (ابن عربی) احکام القرآن میں کہتا ہے ، شافعی نے گمان کیا ہے کہ " بسم اللہ " سورتوں کا جزء ہے اور اس سے پہلے کسی نے ایسا دعوی نہیں کیا کیونکہ قدماء میں اس بات پر اختلاف تھا کہ " بسم اللہ " سورۃ الحمد کا جزء ہے یا نہیں؟ لیکن دوسری سورتوں کا کوئی بھی اسے جزء نہیں سمجھتا تھا۔[5] اسی طرح " عینی " نے " بسم اللہ " کے آیت نہ ہونے والے نظریہ کو ان چند اشخاص سے نقل کیا ہے، اوزاعی، طبری، احناف، ثوری، احمد اور اسحاق اور " بسم اللہ " کے آیت ہونے یا نہ ہونے میں شافعی کے قول میں اختلاف پایا جاتا ہے۔[6] نیز اس نے " بسم اللہ " کے آیت نہ ہونے کو بعض حنفیوں بعض حنبلیوں اور مالک سے نقل کیا ہے اس کے بعد " بسم اللہ " کے آیت نہ ہونے پر طحاوی کے استدلال کو ذکر کیا ہے۔[7] زیلعی اسی قسم کی باتیں کر کے اضافہ کرتے ہوئے کہتا ہے بعض احمد کے پیروکار دعوی کرتے ہیں

---

(1) تفسیر ابن کثیر ج/ ۱ ص ۱۷، تفسیر کبیر ج/ ۱ ص ۱۹۸، احکام القرآن جصاص ج/ ۱ ص ۸، ۹، عمدۃ القاری ج/ ۵ ص ۲۸۳، البحر الرائق ج/ ۱ ص ۳۳۰۔

(2) مجمع الانہر ج/ ۱ ص ۹۳، تفسیر کبیر ج/ ۱ ص ۱۹۳ عمدۃ القاری ج/ ۵ ص ۲۸۳۔

(3) السیرۃ الحلبیۃ ج/ ۱ ص ۲۳۸۔

(4) نیل الاوطار ج/ ۲ ص ۲۸۔

(5) الجواہر النقی، سنن بیہقی کے حاشیے پر ج/ ۲ ص ۴۰، السیرۃ الحلبیۃ ج/ ۱ ص ۲۳۸، احکام القرآن جصاص ج/۱ ص ۹ عمدۃ القاری ج/ ۵ ص ۲۹۲۔

(6) عمدۃ القاری ج/ ۵ ص ۲۸۳۔

(7) وہی حوالہ ص ۲۹۱، ۲۹۲۔

کہ احمد کا بھی یہی نظریہ تھا اور اس سے اس بارے میں ایک روایت نقل کرتے ہیں۔[۱] احمد محمد شاکر کہتا ہے "مالک، اوزاعی، ابن جریر طبری اور داود سے علماء نقل کرتے ہیں کہ وہ "بسم اللہ" کو قرآن کی آیت نہیں سمجھتے تھے نہ سورتوں کی ابتداء میں اور نہ ہی سورۃ الحمد میں۔ طحاوی ذیل کے افراد سے یہی نظریہ نقل کرتا ہے: ابوحنیفہ، ابو یوسف، محمد، احمد سے ایک روایت، بعض احمد کے پیروکاروں کا نظریہ اور "المغنی" میں ابن قدامہ کا بھی یہی نظریہ ہے۔

احمد حنبل کا نظریہ ہے کہ "بسم اللہ" سورۃ الحمد کے ابتداء میں آیت ہے لیکن دوسری سورتوں میں آیت کے طور پہ نہیں ہے۔ اسحاق، ابو عبید، اہل کوفہ، اہل مکہ، اہل عراق (بقول علماء کے) اور شافعی (ایک روایت میں) سب نے اسی تفصیل کو قبول کیا ہے۔[۲] ایک اور شخص ان کے ساتھ ابن مسیب اور محمد ابن کعب کا بھی اضافہ کرتا ہے۔[۳] اور اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو انہوں نے اپنے طریق کے ساتھ نقل کی ہے کہ "سب سے پہلے جو چیز نازل ہوئی "بسم اللہ" تھی کچھ مدت کے بعد "الرحمان" کا اس پہ اضافہ کیا گیا اور سورۃ نمل کے نزول کے وقت "الرحیم" کو سابقہ کلمات کے ساتھ لگایا گیا اور یوں "بسم اللہ الرحمن الرحیم" مکمل ہوئی۔[۴]

مذکورہ بالا دعوی کے بارے میں ہم عرض کریں گے کہ ان روایات کے مضمون کو ماننے کا مطلب یہ ہے کہ خواہ مخواہ اور ناآگاہانہ طور پہ تحریف اور قرآن میں زیادتی کے قائل ہوگئے ہیں۔

---

(۱) نصب الرایہ ج ۱ ص ۳۲۷۔

(۲) تعلیقات احمد شاکر بر صحیح ترمذی ج ۲ ص ۱۹، المغنی ج ۱ ص ۴۷۰۔

(۳) الامام زید ص ۳۰۰ البحر الزخار اور الفصول المہمہ سے منقول۔

(۴) اس روایت کے حوالے فصل، ترتیب نزول آیات میں دیکھیے۔

اور اس ناقابل قبول نتیجہ کا ذکر ابن طاؤس نے بھی کیا ہے اور ان پر اس کے ذریعے اعتراض کیا ہے۔[1] ان باطل مقدمات کا جبری نتیجہ بھی یہی نکلتا ہے۔

تعجب ہے کہ ابوزھرہ "بسملہ" سے متعلق اور اس کے آیت نہ ہونے کو اور اہل سنت کے بزرگان کے کلام کو نقل کرتا ہے اور اس کے بعد یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ قرآن بالکل محفوظ ہے اور اس میں کمی زیادتی نہیں ہوئی اس کے بعد شیعوں پر حملہ کرتا ہے اور ان پر ایک جھوٹی تہمت لگاتا ہے کہ وہ قرآن میں نقص کے قائل ہیں۔[2] اب ہم اس گستاخی پر کیا کہیں؟ کیا تعصب اور کینے نے حقیقت جاننے اور سمجھنے کے راستے اس پر بند کردیئے؟ یا جان بوجھ کر انتہائی ڈھٹائی سے اس نے یہ تہمت لگائی؟ کیا اس کے اندر ضمیر نام کی کوئی چیز موجود نہیں جو اسے اس طرح کی غلط باتیں کرنے سے روک سکے؟ کیسے وہ ان حضرات کے "بسم اللہ" کے آیت نہ ہونے پر اجماع کو قرآن کے ہر نقص اور زیادتی سے سالم ہونے پر دلیل بناتا ہے؟ اور کیسے شیعوں پر یہ اعتراض کرتا ہے کہ وہ قرآن میں نقص کے قائل ہیں اس نے ان کا نظریہ کہاں سے حاصل کیا ہے؟ مگر خود یہ حضرات دعوی نہیں کرتے کہ ابن مسعود نے سورۂ برائت کے آغاز میں اپنے مصحف میں "بسم اللہ الرحمن الرحیم" لکھی ہے۔[3] تو یہ قرآن میں زیادتی اور قبول لکے یہ "ادخال ما لیس من القرآن فی القرآن" نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ ان باتوں سے قطع نظر ہمارا نظریہ ہے کہ "بسملہ" قرآن میں سورہ الحمد سے لیکر و الناس تک ماسوائے سورۂ برائت کے آیت کے طور پر لائی گئی ہے اور ہمیں سب دلیلیں ذکر کرنے کی ضرورت نہیں، صرف یہ اشارہ

---

(۱) سعد السعود ص ۱۳۵۔

(۲) الامام زید ص ۳۵۰۔

(۳) فتح الباری ج ۹ ص ۳۹، الاتقان ج ۱ ص ۶۵، محاضرات الادباء ج ۲ جزء ۴ ص ۴۳۳۔

Presented by www.ziaraat.com

کرتے ہیں کہ صحابہ کس قدر قرآن اور اسکی کتابت کو اہمیت دیتے تھے اور قرآن کو ہر قسم کے دخل و تصرف سے بچانے کے لیئے کس حد تک کوشاں رہتے تھے یہاں تک کہ وہ سورتوں کے نام اور آیات کے شمارے بھی قرآنی خط کے علاوہ دوسرے خط سے لکھتے تھے تاکہ آیت اور غیر آیت میں ہر حالت میں فرق برقرار رہے البتہ " بسملہ " کے آیت ہونے پر متعدد دلیلیں ذکر کی گئی ہیں ہم گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے صرف ان کے حوالوں کے ذکر پر اکتفاء کرتے ہیں۔ (۱) اسی طرح متعدد روایات تصریح کرتی ہیں کہ " بسملہ " قرآن کی آیت ہے بالخصوص " الحمد " کے ابتداء میں۔ (۲) ہم نمونے کے طور پر چند روایات بھی ذکر کرتے ہیں۔

---

(۱) تعلیقات احمد شاکر بر حاشیہ صحیح ترمذی ج ۲ ص ۱۲، ۲۱۰، السیرۃ الحلبیہ ج ۱ ص ۲۳۸، التفسیر الکبیر ج ۱ ص ۱۹۷، ۲۰۳، ۲۰۰، مسائل فقہیہ شرف الدین ص ۱۵ تا ۲۰، البحر الزخار ج ۲ ص ۲۴۳، ۲۴۹، غرائب القرآن بر حاشیہ طبری ص ۷۱، ۷۷، تبیین الحقائق ج ۱ ص ۱۱۳، شرح صحیح مسلم نووی بر حاشیہ ارشاد الساری ج ۳ ص ۲۵، ارشاد الفحول ص ۳۰، الاتقان ج ۱ ص ۷۸، نصب الرایہ ج ۱ ص ۳۲۸، المستصفی ج ۱ ص ۱۰۲، فواتح الرحموت اسی کے حاشیہ پر ج ۲ ص ۱۴، ۱۵۔

(۲) التفسیر الکبیر ج ۱ ص ۱۹۱، ۱۹۷، ۲۰۳، ۲۰۹، ۲۰۸، جواہر الاخبار بر حاشیہ البحر الزخار ج ۲ ص ۲۴۹، کنز العمال ج ۷ ص ۳۲۰ اور ج ۱ ص ۱۹۰، ۱۹۱، ۲۷۵، المصنف صنعانی ج ۲ ص ۹۰، ۹۱، ۹۲، تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۱۲، ۱۶، نیل الاوطار ج ۲ ص ۲۲۰، ۲۲۸، غرائب القرآن بر حاشیہ طبری ج ۱ ص ۷۱، ۷۹، السیرۃ الحلبیہ ج ۱ ص ۲۳۷، ۲۳۸، المحلی ج ۱ ص ۲۷۷، ۲۷۹ اور اس کے حاشیہ میں ص ۲۵۲ پر، الام ج ۱ ص ۹۳، ۹۴، مختصر المزنی، الام کے حاشیہ پر ج ۱ ص ۱۴، ارشاد الساری ج ۲ ص ۷۷، نصب الرایہ ج ۱ ص ۳۲۵، ۳۴۴، ۳۵۰، ۳۵۴، فواتح الرحموت بر حاشیہ المستصفی ج ۲ ص ۱۵، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۲، مستدرک حاکم ج ۱ ص ۲۳۲، تلخیص مستدرک ذہبی اسی کے حاشیہ پر، سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۹۔ ۴۳، ۵۰، الدر المنثور ج ۱ ص ۷۔ ۹، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۰۹، سنن دار قطنی ج ۱ ص ۳۰۷، ۳۱۱، ۳۱۲، الاتقان ج ۱ ص ۷۸، ۷۹، تفسیر قرطبی ج ۱ ص ۹۳، احکام القرآن جصاص ج ۱ ص ۱۱، ۲۰، عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۹، ۲۹۰۔

Presented by www.ziaraat.com

۱۔ عبداللہ ابن عمر سے منقول ہے کہ " بسم اللہ الرحمن الرحیم " ہر سورہ کے ساتھ نازل ہوئی"۔ (۱)

۲۔ پیغمبر اکرمؐ سے منقول ہے کہ جو بھی " بسم اللہ الرحمن الرحیم " کو چھوڑے اس نے قرآن کی آیت کو چھوڑ دیا ہے۔ (۲)

۳۔ ابن عباس سے منقول ہے کہ " شیطان نے قرآن والوں سے سب سے مضبوط آیت چرالی ہے یعنی " بسم اللہ الرحمن الرحیم " اور بھی روایات اسی مضمون کے ساتھ موجود ہیں۔ (۳)

۴۔ ابن مبارک ، ابن عمرو اور ابوھریرہ سے روایت ہوئی ہے کہ جو بھی " بسم اللہ الرحمن الرحیم " کو نہ پڑھے اس نے ایک سو تیرہ آیات چھوڑی ہیں۔ (۴)

۵۔ امیرالمومنینؑ سے منقول ہے کہ فرمایا " بسملہ " وہ آیت ہے کہ جسے لوگوں نے چھوڑ دیا ہے۔ (۵)

یہاں پر مناسب ہے کہ آیت " انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون " (۶) کی تفسیر میں رازی کا موقف ذکر کریں وہ کہتا ہے "۔ ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ یہ آیت قوی ترین دلیل ہے کہ "تسمیہ" اور "بسملہ" قرآنی آیات کی جزء ہیں؛ کیونکہ خدا نے وعدہ دیا

---

(۱) اسباب النزول ص ۱۰، الاتقان ج/۱ ص ۷۸، الدر المنثور ج/۱، جواہر الاخبار بر حاشیہ البحر الزخار ج/۲ ص ۲۴۸ میں

(۲) التفسیر الکبیر ج/۱ ص ۱۹۹، الدر المنثور ج/۱ ص ۷، بحر الزخار ج/۲ ص ۲۴۸۔

(۳) سنن بیہقی ج/۲ ص ۵۰، الدر المنثور ج/۱ ص ۷، الاتقان ج/۱ ص ۷۸، المستصفی ج/۱ ص ۱۰۳ اسی کے حاشیہ پر فواتح الرحموت ج/۲ ص ۱۵۔

(۴) التفسیر الکبیر ج/۱ ص ۲۰۸، الدر المنثور ج/۱ ص ۷، فواتح الرحموت بر حاشیہ ج/۲ ص ۱۵۔

(۵) جواہر الاخبار بر حاشیہ البحر الزخار ج/۲ ص ۲۴۵، المصنف صنعانی ج/۲ ص ۹۱۔

(۶) سورہ حجر آیہ ۹۔

Presented by www.ziaraat.com

ہے کہ قرآن کو ہر قسم کے تصرف سے محفوظ رکھے گا اور اگر " تسمیہ " قرآن کا جزء نہ ہو اور قرآن میں سورتوں کی ابتداء میں لکھی جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن میں ایک قسم کی زیادتی اور تحریف ہوئی ہے اور خدا کا وعدہ پورا نہیں ہوسکا اور اگر یہ سوچنا جائز ہو کہ اصحاب پیغمبرؐ نے " بسملہ " کو سورتوں کے ابتداء میں اضافہ کیا ہے تو پھر قرآن میں کمی کا سوچنا بھی جائز ہوگا اور یہ چیز قرآن کو حجیت سے ساقط کردے گی جبکہ یہ باطل نتیجہ کسی کے لیئے بھی قابل قبول نہیں۔[۱]

کیوں اور کب " بسم اللہ الرحمن الرحیم " حذف ہوئی ؟۔

ظاہر یہ ہے کہ " بسم اللہ " کا گرایا جانا حضرت علیؑ کے زمانے میں حضرتؑ کے ساتھ بغض و عداوت کی وجہ سے انجام پایا ہے رازی اور نیشاپوری اس بارے میں کہتے ہیں " ۔ ایک اور حجت بھی موجود ہے اور وہ یہ کہ حضرت علیؑ " بسملہ " کو بالجہر (بلند) پڑھتے تھے اور اس پر اصرار کرتے تھے اور جب حکومت بنی امیہ کی طرف منتقل ہوگئی تو انہوں بہت زیادہ کوشش کی کہ " بسملہ " کو بلند آواز میں پڑھنے سے روکا جائے۔ انہوں نے اسے ممنوع کردیا تاکہ مولی المتقین کے تمام آثار مٹا سکیں "۔[۲] بلکہ یوں نظر آتا ہے کہ یہ واقعہ معاویہ کی حکومت سے پہلے اور خود حضرت امیرؑ کی حکومت کے زمانے میں رونما ہوا ہے۔

کیا حروف مقطعہ سورتوں کے نام ہیں ؟۔

بعض افراد نے دعویٰ کیا ہے کہ حروف مقطعہ ان سورتوں کے نام ہیں جن کے ابتداء میں یہ حروف موجود ہیں مثلاً " ق " سورۃ " قاف " کا نام ہے۔[۳]

---

(۱) تفسیر الکبیر ج ۱۹ ص ۱۶۰ ـ

(۲) التفسیر الکبیر ج ۱ ص ۲۰۶ ، غرائب القرآن بر حاشیہ تفسیر طبری ج ۱ ص ۷۹ ـ

(۳) سعد السعود ص ۲۳۵ ، تفسیر المیزان ج ۱۸ ص ۹ ـ

Presented by www.ziaraat.com

سید ابن طاؤس نے اس دعوی کا نقضی جواب دیا ہے کہ یہ مصحف شریف جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ حضرت عثمان نے لوگوں کو اس پر جمع کیا اسکی اکثر سورتیں حروف مقطعہ سے شروع ہوتی ہیں لیکن ان کے نام دوسرے رکھے گئے ہیں اور دوسرے ناموں سے انھیں پڑھا جاتا ہے جیسے سورۂ "مریم" جو کہ "کہیعص" کے ساتھ شروع ہوتی ہے تو کیا یہ کام خدا کے ذریعے سورتوں کے نام رکھنے کے خلاف نہیں ہے؟

اور یہ کہ دعوی کرنے والا حضرت عثمان کے کلام کو صحیح سمجھتا ہے لیکن قرآن کے بارے میں بغیر علم کے گفتگو کرتا ہے اور جس کی تفسیر نہیں جانتا خیالی گھوڑے دوڑاتا ہے۔[1]

ہم مزید کہتے ہیں، ان مدعیوں کے قول کیسے خدا چند سورتوں کو ایک ہی نام سے ذکر کرتا ہے اور نام رکھتا ہے جیسے "حم" یا "الم" بغیر کسی کمی اور زیادتی کے جو لوگ حروف مقطعہ کے حقیقی معنی کا ادراک کرنا چاہیں تو وہ ہمارے اس مقالہ کی طرف رجوع کریں جو ماہنامہ التوحید، تہران، سال دوم شمارہ /۹ ص ۲۰۸۔۲۱۳ میں چھپا ہم نے اس مقالہ میں ثابت کیا ہے کہ یہ حروف کافروں کو تحدی (مقابلہ کی دعوت) کے مقام میں وارد ہوئے ہیں اور خدا فرماتا ہے کہ قرآن انہی حروف سے تشکیل پایا ہے اگر تم سچ کہتے ہو تو "فاتوا بمثلہ" اور ہم نے اپنے نظریئے کے ثابت کرنے کے لیئے آیات اور دوسری دلیلیں ذکر کی ہیں۔

---

(۱) سعد السعود ص ۱۵۴۔

Presented by www.ziaraat.com

چوتھی فصل

نتیجہ اور حرف آخر

گذشتہ پر ایک نظر:

کتاب کی گذشتہ فصلوں میں تحریفِ قرآن کے تمام دعوی ہم نے دیکھ لیئے اور " اوھن من بیت العنکبوت " والی دلیلیں بھی ذکر کر دیں بالآخر نتیجہ یہ نکلا کہ ان میں سے کوئی دعوی اور دلیل بھی قرآن میں ذرا برابر تحریف ثابت کرنے سے قاصر ہے اور واضح ہوگیا کہ قرآن کریم کا پاک وجود ہر قسم کے غلط اور ناجائز تصرفات سے محفوظ رہا ہے اور خدا کا یہ وعدہ " انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون "[1] پورا ہوا ہے اور تحریف کے مدعی پانی سے مکھن نکالنے والے اور تحریف کے پیرو کاروں کی سوچ کی بنیادیں ہوا میں ہیں۔

" حتی اذا جاء ہ لم یجدہ شیئا و وجد اللہ عندہ فوفیۂ حسابہ "۔[2]

---

(۱) سورہ حجر آیہ ۹۔

(۲) سورہ نور آیہ ۳۹۔

Presented by www.ziaraat.com

اہل سنت کی روایات سے محدث نوری دھوکہ کھا گئے ہیں۔

کتاب کے ختم کرنے سے پہلے بہتر ہے کہ شیعوں کے ایک محدث اور انکی کتاب کی طرف اشارہ کردیں محدث نوری صاحب مستدرک الوسائل آخری صدی کے اکابرین و بزرگان میں سے تھے وہ صحاح ستہ میں اہل سنت کی روایت کے ذخیرے سے متاثر ہوگئے اور تحریف قرآن پر ایک کتاب لکھ دی۔ ان کی اس کتاب کا زیادہ تر انحصار اہل سنت ہی کی مرویات پر ہے؛ محدث نوری نے، بزعم خویش اپنے دعوی کے ثابت کرنے کے لیئے بارہ دلیلیں ذکر کی ہیں؟ جس میں سے دو دلیلیں شیعہ کتابوں سے اور بقیہ دس دلیلیں سنی کتابوں سے حاصل کی گئی ہیں۔

ان کی دلیلوں کا خلاصہ اور ان کا جواب۔

ہم یہاں پر بڑے اختصار کے ساتھ محدث نوری کی ایک ایک دلیل ذکر کرکے ان پر جرح و بحث کرتے ہیں۔

پہلی دلیل۔ انہی شیعہ اور سنی روایات سے تمسک کیا ہے جو کہتی ہیں۔ جو کچھ بھی گذشتہ امتوں کو پیش آیا ہے مو اس امت کو بھی پیش آئے گا۔ اس کے بعد نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ سابقہ امتوں کو پیش آنے والے حوادث میں سے ایک ان کی کتاب کی تحریف تھی پس ضرورت ہے کہ اس امت کی کتاب میں بھی تحریف واقع ہو۔

لیکن یہ دلیل غلط انداز میں پیش کی گئی ہے اور اس سے باطل نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کیونکہ حوادث کے تکرار کا مطلب اور قرآنی تعبیر "**و تلک الایام نداولها بین الناس**" [۱] کا مطلب تاریخی سنتیں اور نوامیس (قوانین) ہیں جو کہ کلی اور ناقابل اختلاف ہوتی ہیں ورنہ

---

(۱) سورہ آل عمران آیہ ۱۴۰۔

Presented by www.ziaraat.com

بہت سے چھوٹے بڑے حوادث سابقہ امتوں میں سے ایک ایک امت کے ساتھ خاص ہوتے تھے جیسے گوسالہ پرستی، بنی اسرائیل کا بیابانوں میں بھٹکنا، فرعون کا غرق ہونا سلیمان ؑ کی بادشاہی، عیسیٰ ؑ کا آسمان کی طرف اٹھا لیا جانا، موسیٰ ؑ کے وصی ہارون کا موسیٰ ؑ سے پہلے وفات پا جانا، نابود کرنے والا عذاب، عیسیٰ ؑ کا بغیر باپ کے پیدا ہونا، اصحاب کہف کا قصہ اور ایک شخص کا سو سالہ موت یا نیند کے بعد زندگی کی طرف لوٹنے وغیرہ وغیرہ، بہر کیف اگر یہ روایات صحیح ہوں تو ان کی مراد حوادث میں مشابہت ہے نہ کہ بعینہ سابقہ حوادث کا تکرار اور یہ کہ سابقہ امتوں کی کتابوں میں تحریف ہوئی ہے تو اس امت میں بھی ہونی چاہیئے البتہ یہ معانی کی تحریف ہے یعنی حروف باقی رہے اور حدود معطل کر دیئے گئے اور آیات کے منشا پر عمل نہ کیا گیا وغیرہ اسکے علاوہ قرآن کریم تو ہمیشگی کا معجزہ ہے اسکی ہر چیز حتی کہ حروف کا محفوظ رہنا ضروری ہے تاکہ اس کا معجزہ ہونا ہمیشہ کے لیئے باقی رہ سکے، جبکہ سابقہ انبیاء کی کتابیں معجزہ ہی نہیں تھیں لہذا خدا نے انھیں محفوظ کرنے کی ذمہ داری بھی نہیں لی، چہ جائیکہ وہ دائمی معجزہ ہوں ان سب سے قطع نظر، قرآن کی تحریف فطری قوانین اور الہی سنتوں میں سے نہیں ہے، تاکہ ہم اس سنت کے سب آسمانی کتابوں میں جاری ہونے کی توقع کریں بلکہ اس کے بالکل برعکس ہے کہ سنت الہی یہ ہے کہ آسمانی کتابیں محفوظ رہیں۔

دوسری دلیل . اہل سنت کی روایات کہتی ہیں کہ کسی آیت کے قرآن میں لکھنے کے لیئے دو شخصیتوں کی گواہی کافی سمجھی جاتی تھی اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کی نقل متواتر نہیں ہے پس اس میں تحریف واقع ہونے کا احتمال ہے لیکن ہم سابقا اس کا جواب دے چکے ہیں کہ قرآن پیغمبر اکرم ؐ کے زمانے میں جمع ہو چکا تھا اور مصحف کے مرتب کرنے کے تمام مراحل خود آنحضرت ؐ کی نظروں کے سامنے انجام پائے تھے اور قرآن کی نقل تواتر اور امت کے حقیقی اجماع کے ذریعے انجام پائی ہے اور ہزاروں قاریوں اور حافظوں کے ذریعے سینہ بہ سینہ قرآن ہمارے زمانے تک پہنچا ہے۔

تیسری دلیل ، اہل سنت کی روایات میں ایسی آیات کا تذکرہ ملتا ہے کہ جنکی تلاوت منسوخ ہوگئی ہے محدث نوری نسخ تلاوت کے نظریئے کو رد کرتے ہیں لیکن ان روایات اور عبارتوں کے وجود کو تحریف قرآن پر دلیل شمار کرتے ہیں۔

لیکن یہ بات تو قبول کرتے ہیں کہ نسخ تلاوت والا عقیدہ باطل ہے ساتھ میں یہ بھی کہیں گے کہ یہ عبارتیں دعا ہیں یا پیغمبرؐ کے کلام یا صحابہ کی گفتگو یا وہ جھوٹی تہمتیں ہیں جو اسلام کے دشمنوں نے گھڑی ہیں۔

چوتھی دلیل ، اہل سنت کی روایات سے سورتوں کی ترتیب میں اختلاف کا پتہ چلتا ہے جو یہ کہتی ہیں کہ آیات میں ترتیب صحابہ کی نظر اور سلیقے کے مطابق انجام پائی ہم جواب میں کہیں گے کہ بالفرض اگر ان روایت کا مضمون صحیح ہو تو بھی یہ تحریف پر دلیل نہیں ہیں، کیونکہ ہر حالت میں قرآن جلد کے درمیان محفوظ ہی ہے آیات اور سوروں کی تقدیم و تاخیر سے کیا فرق پڑتا ہے۔

پانچویں دلیل ، صحابہ کے مصاحف ، بعض کلمات میں ایک دوسرے کے ساتھ اختلاف رکھتے تھے ہم جواب میں کہیں گے کہ یہ اختلاف تاویل ، تفسیر ، دعا و غیرہ کے عنوان سے تھے جیسا کہ ہم سابقہ ابحاث میں اسکی وضاحت کرچکے ہیں۔

چھٹی دلیل، ابی ابن کعب نے ، جو کہ پوری امت میں قرآن سے زیادہ آشنا تھے۔ دو سورے " خلع " اور " حفد " کے نام سے اپنے مصحف میں اضافہ کیئے ہیں اس کا جواب ہم سابقہ ابحاث میں عرض کرچکے ہیں کہ یہ اضافہ مصحف کے کنارے پر دعا کے عنوان سے تھا نہ کہ قرآنی آیات کے عنوان سے۔

ساتویں دلیل ، حضرت عثمان نے مختلف مصاحف لیکر جلادیے اور لوگوں کو ایک مصحف پر قرائت کرنے پر مجبور کیا۔

جواب، حضرت علیؑ حضرت عثمان کے اس کام کی تائید فرماتے تھے۔ کیونکہ مختلف، لہجوں پر قرآن پڑھنے کی وجہ سے قرآن میں غلطیوں کا رواج ہوتا جارہا تھا اور حضرت عثمان کا یہ کام قرآن کو تحریف سے بچانے کی خاطر تھا نہ کہ اس کے برعکس۔

آٹھویں دلیل، اہل سنت روایات بہت سی آیات کے ضائع ہوجانے کا دعوی کرتی ہیں۔

جواب، اگر ہم نہ کہیں تمام روایات تو کم از کم زیادہ تر اس موضوع سے مربوطہ روایات ہم نے ذکر کردی ہیں اور وافی و شافی حد تک ان کا جواب بھی ذکر کر چکے ہیں اور اگر کچھ روایات رہ گئی ہو تو ذکر شدہ کلیات کو دیکھتے ہوئے ان کا جواب بھی لکھا جاسکتا ہے۔

نویں دلیل، شیعوں کی روایت کہتی ہیں کہ ان کے ائمہؑ کے نام گذشتہ آسمانی کتابوں میں آئے ہیں پس بدرجہ اولی ان کے نام قرآن میں آنے چاہیئے پس تحریف کے ذریعے ائمہؑ کے نام قرآن سے حذف کردیئے گئے۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ سابقہ آسمانی کتابوں میں ائمہؑ کے نام آنے کا کوئی لازمہ نہیں ہے کہ قرآن میں بھی ان کے نام آنے چاہیئں بلکہ جیسا کہ پہلے بیان ہوچکا کہ قرآن میں حضرت علیؑ کے نام کا نہ آنا اس وجہ سے تھا کہ قرآن کو تحریف کے خطرے سے بچایا جاسکے۔

دسویں دلیل، روایات میں قراتوں کے اختلاف کا تذکرہ ہوا ہے اور سات، لہجوں پر نزول قرآن والی روایت اسکی تائید کرتی ہے۔ ہم ان روایات کو ذکر کرکے ان کا جواب دے چکے ہیں اور یہ بھی کہا جاچکا ہے کہ سات، لہجوں پر قرآن کے نزول والی بات سرے سے ہی غلط ہے۔

گیارھویں دلیل، شیعوں کی کتابوں میں تحریف پر دلالت کرنے والی روایات موجود ہیں لیکن ہم اس کا جواب دے چکے ہیں کہ ان روایات میں سے بعض معانی کی تحریف پر دلالت کرتی ہیں نہ الفاظ کی تحریف پر اور بعض دوسری روایات غالیوں اور منحرف لوگوں کیطرف سے گھڑی گئی ہیں اور چونکہ وہ ضروریات دین کی مخالف ہیں لہذا ناقابل اعتماد ہیں اور بعض دوسری روایات آیات کی تاویل اور تفسیر کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ جس سے غفلت برتی گئی اور یہ بھی ایک قسم کی معنوی تحریف ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

بارھویں دلیل: ہزار کے لگ بھگ روایات موجود ہیں جو تحریف کے خاص موارد کی نشاندھی کرتی ہیں

جواب: یہ روایات اکثر سابقہ اقسام سے تعلق رکھتی ہیں جن کا جواب سابقہ ابحاث میں دیا جا چکا ہے اور بعض تاویل اور تفسیر کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔

روایات کی جمع بندی:

مذکورہ بالا اعتراضات کے علاوہ درج ذیل نکات بھی قابل توجہ ہیں:

۱۔ اس قسم کی روایات میں سے ۳۲۰ سے زیادہ روایات کا سندی سلسلہ "سیاری" تک پہنچتا ہے یہ شخص فاسد المذھب اور گمراہ تھا اور امام جعفر صادقؑ نے اس پر لعنت بھیجی ہے اور تمام رجالی بھی اس کی قدح و مذمت کرتے ہیں۔

۲۔ ان ہزار روایات میں سے چھ سو سے زیادہ روایات تکراری ہیں ان کا بقیہ کے ساتھ فرق صرف سند یا مختلف کتابوں میں ان کے نقل سے ہے۔

۳۔ ان دو قسم کی روایات کے علاوہ سو سے زیادہ احادیث مختلف قرائتوں پر مشتمل ہیں کہ جنہیں طبرسی نے تفسیر مجمع البیان میں ذکر کیا ہے اس قسم کی روایات شیعہ اور اہل سنت میں مشترک ہیں اور طبرسی نے یہ روایات سنی طرق سے جیسے قتادہ، مجاھد، عکرمہ اور دوسرے بہت ساروں سے نقل کی ہیں۔

۴۔ چوتھی قسم بہت تھوڑی روایات پر مشتمل ہیں جو بہت تھوڑی اور درخور اعتنا نہیں ہیں۔[۱]

۵۔ اس کے علاوہ کہ تحریف پر دلالت کرنے والی بعض روایات علی ابن احمد کوفی سے نقل ہوئی ہیں اس شخص کو علماء رجال کذاب اور فاسد المذھب کہتے ہیں۔[۲]

---

(۱) اعداد و شمار کے حوالے سے اس تجزیہ و تحلیل میں ہم جناب رسول جعفریان کے احسان مند ہیں فصل الخطاب کے متعلق بیان شدہ یہ اعداد و شمار اکذوبہ تحریف القرآن ص ۴۸۔ ۵۱ میں ذکر کیے گئے ہیں۔

(۲) البیان آیۃ اللہ خوئی ص ۲۳۶۔

Presented by www.ziaraat.com

۴۔ ان روایات میں سے بعض، ضعیف اور گمراہ، راویوں سے مروی ہیں جیسے یونس ابن ظبیان کی روایات کہ نجاشی نے اسے ضعیف قرار دیا ہے اور غضائری نے اسے جھوٹا، غالی اور حدیثیں جعل کرنے والا قرار دیا ہے یا جیسے منخل ابن جمیل کوفی کہ اسے غالی، ضعیف، گمراہ اور فاسد الروایہ کہا گیا ہے یا جیسے محمد ابن حسن ابن جمہور جو کہ غالی، فاسد المذہب اور ضعیف الحدیث تھا ان جیسے افراد پر تو انتہائی معمولی اور فرعی مسائل میں بھی اعتماد نہیں کیا جا سکتا چہ جائیکہ ایسے مسائل میں جن کا تعلق اہم اعتقادی بحثوں سے ہے اور دین و دیانت کی سرنوشت ان پر موقوف ہے۔

ہماری نظر میں ضروری ہے کہ یہ مشخص کریں کہ کیوں اور کس محرک کے تحت غالیوں نے ان بحثوں کو چھیڑا؟ اور معلوم کیا جائے کہ کیوں فاسد المذہب افراد ان بحثوں میں پڑے؟ اور کیوں انھوں نے قرآن کریم پر ایسے اتہامات لگائے؟ یہ ایسی تہمتیں تھیں جس سے اسلام کے دشمن یہودی اور نصرانی خوش ہوئے بہر حال ان دوست نما دشمنوں نے وہ کام کردیا جو یہودی انجام نہ دے سکے۔

"یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواھہم و اللہ متم نورہ و لو کرہ الکافرون"۔[1]

البتہ واضح ہے کہ غالی شیعہ نہیں ہیں اور شیعہ ہرگز ان دھوکے بازوں اور فریب خوردہ لوگوں کو شیعہ قرار نہیں دیتے زرقانی[2] اور رحمۃ اللہ ہندی مرحوم اسی فرق اور جدائی کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

خداوند ہمارے گذشتہ علماء اور بزرگوں پر رحمت فرمائے اور اسلام، ایران اور تمام اسلامی سرزمینوں کے شہداء کو مقام صدق میں جگہ عطا فرمائے اور خداوند عالم امام خمینی قدس سرہ کی روح کو اپنے اجداد، ائمہ طاہرین کے جوار میں جگہ عطا فرمائے۔

---

(۱) سورہ صف آیہ ۸۔

(۲) مناہل العرفان ج ۱ ص ۲۵۳، ۲۵۴۔

Presented by www.ziaraat.com

آخری بات :

جو بحث آپ کی نظر مبارک سے گذری یہ مختلف اوقات میں کچھ نامربوط کوششوں کا نتیجہ تھی لھذا ممکن ہے قارئین بعض ابحاث میں مکمل ہم آہنگی نہ پاسکے ہوں اور تحریر کے اس طریقہ میں یہ چیز طبیعی اور فطری ہے کتاب کا ابتدائی ڈھانچہ تو تقریبا ڈیڑھ سال پہلے مکمل ہوگیا تھا پھر انہی ایام میں اسے آخری صورت دینے کے لیے میں نے دوبارہ اس کی طرف رجوع کیا اور اس موجودہ صورت میں آپ کے سامنے پیش کردیا افسوس کہ دامن وقت میں گنجائش نہیں تھی لھذا ممکن ہے قارئین کو کتاب میں بعض مقامات پر اجمال یا ابہام پیش آئے اور مزید معلومات یا حوالوں کی ضرورت پیش آئے اگرچہ یہ ہماری ذمہ داری تھی کہ بعض بحثوں اور نصوص کو وسیع تر ذکر کرتے اور ابہامات دور کرنے کی کوشش کرتے اور اس کتاب کو ایک ضیغ کی صورت میں بنادیتے تاکہ قارئین مسئلہ کے تمام پہلوؤں سے روشناس ہوسکتے لیکن قارئین سے ہماری گذارش ہے کہ اپنی بزرگواری کے ساتھ ہماری کتاب کو دیکھیں اور ہمارے عذر کو قبول کرلیں اور اپنی صائب رائے کے ذریعے ہماری رہنمائی کرتے رہیں اور اپنے اصلاحی نظریات بیان کرنے میں بخل سے کام نہ لیں۔ بہرحال ہمیں عصمت کا دعوی نہیں ہے اور نہ یہ کہتے ہیں کہ اس بارے میں ہم نے سب کچھ کہہ دیا ہے بلکہ ہم حقیقت کے راستے کے سالک ہیں اور ہمیشہ حقیقت کی جستجو میں ہیں یہاں تک کہ اسے پالیں ہم کلام خدا " و قل رب زدنی علما " کو اپنا نصب العین قرار دیتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ راہ راست کی ہدایت کرے اور صحیح فکر ہمیں الہام کرے اور ہمیں نیک اعمال کی توفیق دے اور ہمارے اس کام کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت بخشے اور اس کا ثواب ایران اور لبنان کے شہداء اور دنیا کے تمام شہیدوں کو پہنچائے۔

واللہ ولی التوفیق

جعفر مرتضی عاملی

۱۰ صفر ۱۴۰۹ ھ ق